86644

ہر دو عالم قیمتِ خود گفتۂ
نرخ بالا کُن کہ ارزانی ہنوز

اَیمن مَشو کہ مرکبِ مردانِ زُہد را
در سنگلاخِ بادیہ پہیا بریدہ اند
نامید ہم مشو کہ رندانِ بادہ نوش
ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

Marfat.com

یارب چہ چشمہ ایست محبّت کہ من ازو
یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم

روحانیتِ اسلام

مضامین

- تصوّف کی تہذیب مغرب پر فتح۔ یورپ اور روس وچین کا تصوّف کی طرف میلان
- تصوّف کی تعلیمات کے ذریعہ مقامات فنا وبقا اور حق تعالیٰ تک رسائی کا آسان طریقہ
- اسلام، اکابرِ اسلام اور تصوّف پر بیرونی اثرات کے الزامات کی تردید
- عیسائی اور ہندو اربابِ روحانیت پر اولیاے اسلام کے احسانات
- حقیقت انسان۔ مقصدِ حیات اور اس کے حصول کا طریقہ
- وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں تطبیق اور وضاحت

از

مولانا الحاج (کپتان) واحد بخش سیال چشتی صابری

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب: ------- روحانیتِ اسلام

مصنف: مولانا الحاج (کپتان) واحد بخش سیال چشتی صابری
اللہ آباد ضلع رحیم یار خاں پاکستان

اشاعت دوم: ------ ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ

طباعت: --- جے ایس پرنٹرز دربار مارکیٹ لاہور

کتابت: ------- غلام مرتضےٰ

ناشران

بزم اتحاد المسلمین لاہور پاکستان
۸۰۔بی طارق روڈ لاہور چھاؤنی

فون نمبر: ۳۷۵۷۰۲

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز:۔	گنج بخشؒ روڈ لاہور فون ۶۳۳۴۶۴
مکتبہ عالیہ:۔	اردو بازار لاہور
مکتبہ ذوقیہ شہیدریہ:۔	بیرون گیٹ بابا صاحبؒ پاکپتن
ملک سنز:۔	کارخانہ بازار فیصل آباد
امریکن بک کمپنی:۔	بینک روڈ راولپنڈی
ایس۔ ایم۔ میر بک سیلرز:۔	کراچی
مکتبہ کارواں:۔	ملتان، بہاولپور
محمد نعیم ہاشمی:۔	۲۰ داتا دربارؒ مارکیٹ لاہور

قیمت:۔ ۷۰/ روپے

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ط

ہم انسان سے اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں ۔

القرآن

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ط

وہ تمہارے اندر ہے (اندر) کیوں نہیں دیکھتے ۔

القرآن

Marfat.com

حدیث قدسی

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا
تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ
وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ
فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ
يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا
وَاِنْ سَاَلَنِيْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَاُعِيْذَنَّهٗ
وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِيْ عَنْ
نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَكْرَهُ
مَسَاءَتَهٗ وَلَا بُدَّ لَهٗ مِنْهُ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

مشکوٰۃ شریف : صفحہ ۱۹۷
باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ
الفصل الاوّل

Marfat.com

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص ایذا دے میرے ولی کو، پس تحقیق خبردار کرتا ہوں میں اس کو ساتھ لڑائی کے، اور نہیں نزدیکی حاصل کی طرف میرے بندہ نے، یعنی مؤمن نے ساتھ کسی چیز کے، یعنی اعمال سے کہ بہت محبوب ہو میری طرف اس چیز سے کہ فرض کیا میں نے اس پر۔ بندہ نفل عبادتوں کے ساتھ میرے ساتھ تقرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں بھی اس کو محبوب بنا لیتا ہوں، حتیٰ کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر مانگتا ہے مجھ سے یہ بندہ، البتہ دیتا ہوں میں اس کو، اور اگر پناہ پکڑتا ہے ساتھ میرے، البتہ پناہ دیتا ہوں اس کو۔ اور نہیں توقف اور تردد کرتا کسی چیز سے کہ کرنے والا ہوں میں اس کو مانند تردد میرے کے قبض کرنے جان مؤمن کے سے، ناخوش رکھتا ہے وہ موت کو، اور حال یہ ہے کہ میں ناخوش رکھتا ہوں ناخوشی اس کی کو۔ اور چارہ نہیں اس کو مرگ سے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از دردِ فراق اگر ننالم چہ کنم
روز و شب اگر نہ در خیالم چہ کنم
میگوئی با تو ام نہ ام ہرگز دور
در عینِ حضور بی وصالم چہ کنم

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

۱- پہلا باب

دنیا کو روحانیتِ اسلام کی سخت ضرورت ہے ۱۷
عالمِ اسلام کا سب سے بڑا المیہ ۱۸
مغرب سے پیچھا چھڑانے میں مسلمانوں کی خیر ہے ۲۰

۲- دوسرا باب

موجودہ دنیا کی المناک حالت اور اس کا علاج ۲۵
تشخیصِ مرض ۲۷
مذہب کی حقیقت ″
ساری دنیا کی خواری کی جڑ ۲۹
عیسائیت کی ناکامی کی وجوہات ۳۰
اہل مغرب نے کہاں ٹھوکر کھائی ″
اس عالمگیر تباہی سے نجات کا واحد حل ۳۱
اسلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے متعلق
غیر مسلم مفکرین، فلاسفر اور سائنسدانوں کے بیانات ۳۵
علمی دنیا کا قبولِ اسلام جزوی طور پر ۴۰
روس میں روحانی شوق ″
تو ا گرم ہو چکا ہے ۴۱
قرآن کی حقانیت کے متعلق فرانس کے
ایک سائنسدان کا اعتراف ۴۱
سائنس اور آسمانی کتب ۴۳
بائبل اور سائنس ″
قرآن اور سائنس ″
قرآن بائبل کی نقل نہیں ہے ۴۴
قول: "کائنات چھ ایام میں پیدا کی گئی"
میں لفظ ایّام کا مطلب ۴۵
دوسرے ستاروں میں آبادی کا امکان قرآن کی رُو سے ۴۵
نظریہ مادہ اور رقاطع مادہ ″
نظریہ تسخیرِ فضا ۴۶
نظریہ توسیعِ کائنات ″

۳- تیسرا باب

اسلام میں ذاتِ باری تعالیٰ کا تصوّر اور ثبوت ۴۹
اثباتِ ہستیٔ باری تعالیٰ ″
علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین
خداوندِ عالم کی ہستی سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ۵۳
اسلام میں تصورِ باری تعالیٰ ″
نظریہ تشبیہ - نظریہ تنزیہ ″
نظریہ توحید ″
نظریہ تثلیث ″
اسلامی نظریہ ۵۴
وحدت الوجود ″
نظریہ حلول و اتحاد کی تردید ۵۵
عقیدہ تجسیم کی تردید ″
وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں مطابقت ۵۷

۴- چوتھا باب

حضرتِ انسان کی حقیقت اور عظمت ۵۹

Marfat.com

اعزازِ مسجودِ ملائک ٦١
مقامِ مصطفےٰ ٦٢
کائناتِ صغیر ٦٣
حقیقتِ روح ٦٣
اقسامِ روح ٦٤
تنزلاتِ ستہ ٦٦
لطائفِ ستہ ٦٧
مقصدِ حیات ٦٨

۵۔ پانچواں باب

سلوک الی اللہ ٧١
حقیقتِ تصوف ״
لفظ تصوّف کی وجہ تسمیہ ٧٢
اصل تصوّف ٧٣
قرآنِ حکیم میں تصوّف کے متعلق ارشادات ٧٤
ایمان باللہ کے مراتب ٧٥
سب کو ایک لاٹھی سے ہانکنے کی کوشش ٧٥
کشف و کرامات ٧٥
سلوک الی اللہ ٧٦
خاکہ سلوک الی اللہ ״
متصف بصفات الٰہی ہونا ٧٧
ضرورتِ شیخ ٧٨
ضرورتِ بیعت ٧٩
منصبِ نبوّت اور منصبِ شیخ ٨٠
فضل اللہ ٨١
مقامِ عشق ٨٢
حق تعالیٰ تک رسائی کے تین بڑے راستے ٨٣
کلامِ ہجر و فراق ٨٤
کلامِ قرب و وصال ٨٦
نعرۂ انا الحق ٨٧
وحدت الوجود ٨٨
مقامِ فنار الفنا ״
مقامِ عبدیت یا بقا باللہ ٨٩
مقامِ جامعیت ״
مسئلہ نور بشر کا شاندار حل ״
وصل میں ہجر ٩١
مقامِ عبدیت کا دوسرا راز ٩٢
دیگر خصوصیاتِ بقا باللہ ٩٥

٦۔ چھٹا باب

تصوّف کے خلاف بے بنیاد الزامات اور جوابات
مستشرقین کی تضاد بیانی ١٠٠
ان الزامات کے خلاف مسلمانوں کا طرزِ عمل ١٠١
تصوّف کے متعلق غلط فہمیوں کی پہلی وجہ ١٠٢
مورخ ٹوائن بی کا اعتراف
پروفیسر ہٹی کا اعتراف ١٠٣
امام غزالی کی عظمت اہلِ مغرب کی نظر میں ١٠٤
امام غزالی کو پروفیسر آربری کا خراجِ تحسین ״
کیا منگتے سے بھی مانگا جا سکتا ہے ١٠٦
تصوّف کے متعلق غلط فہمی کی دوسری وجہ ١٠٨
غلط فہمی کی تیسری وجہ ١١١
اسلامی نظریہ وحدت الوجود اور نظریۂ توحید ١١٢
علم جغرافیہ اور وحدت الوجود ١١٢
لبِ لباب ١١٤
وحدت الوجود کے متعلق مولانا جامی کی تشریح ١١٤
جنید بغدادی جیسے عارف باللہ نے حلاج کے خلاف کیوں فتویٰ کفر لگایا۔ ١١٥
شیخ محی الدین ابن عربی اور شریعت ١١٨
شریعت کی رُو سے وحدت الوجود کا انکار ناممکن ہے ١١٩
مسئلہ جبر و قدر ١١٩

Marfat.com

صفت و موصوف کی اصل ایک ہے ۱۲۱
کیا حضرت مجددؒ کا وحدت الشہود عین الیقین پر اور ابن عربی
کا وحدت الوجود علم الیقین پر مبنی ہے؟ ۱۲۲
تصوف کے متعلق غلط فہمی کی چوتھی وجہ ۱۲۶
پانچویں وجہ ״
عیسائی ارباب روحانیت اور علما کے مابین اختلاف ۱۲۸
غلط فہمی کی چھٹی وجہ ۱۳۱
مکمل ضابطۂ حیات ۱۳۲
غلط فہمی کی ساتویں وجہ ۱۳۳
آٹھویں وجہ ۱۳۴
خصوصی الزامات اور جوابات ۱۳۶
بارٹ ہین کے دیگر الزامات وجواب ۱۳۷
ولیم جونز کے الزامات وجواب ۱۳۸
جان میلکم کے الزامات وجواب ۱۳۹
تھالک کے الزامات وجواب ״
میکڈانلڈ کا اعتراض اور اعتراف ۱۴۰
میکس ہورٹن کے الزامات وجواب ״
آسن پلے سیوس کے الزامات وجواب ۱۴۲
ڈاکٹر نکلسن کا اعتراف ۱۴۴
لوئی ماسینیوں کا اعتراف ۱۴۵
مارگریٹ سمتھ کا اعتراف ۱۴۶
عیسائی ارباب روحانیت پر غزالی کے اثرات ۱۴۷
ولیم سٹوڈارڈ کا اعتراف ۱۴۹
ایچ سی ہالولڈ کا اعتراف ۱۵۱
میکڈانلڈ پر صوفی مجالس کا اثر ۱۵۳
سپنسر ٹرنگھم کا اعتراف ۱۵۴
اینی میری شیمل کا اعتراف ۱۵۵
روڈولف اوٹو کی نکتہ چینی ۱۵۸
ڈاکٹر شیمل اور وحدت الوجود ۱۵۹
ٹامس آرنالڈ کا اعتراف ۱۶۱
عصر حاضر میں اہل یورپ اور
اہل ہند پر تصوف کے اثرات ۱۶۴
رچرڈ برٹن۔ فیرفیکس ۱۶۴
کرنل ولبر فورس کلارک ۱۶۵
صوفی عبدالعزیز ״
صوفی حبیب اللہ توگرود ۱۶۷
صوفی عبداللہ ماسٹکے ۱۶۸
صوفی عبدالسلام ۱۶۹
مسٹر لیس ہوپ ״
مدن راؤ مادھو راؤ ۱۷۰
ڈاکٹر رولو ״
شیخ مراد ״
متفرق نومسلمین ۱۷۱
احمد اکبر، عبدالرحمن طالوی، عطاء اللہ چشتی ״
محمد ہارون، حاجی مختار، محمد غوث وغیرہم ۱۷۲
ہندو روحانی پیشواؤں پر صوفیائے اسلام
کے عظیم احسانات ۱۷۳
ڈاکٹر تاراچند کے حیرت انگیز انکشافات اور اعترافات ״
شنکر آچاریہ پر صوفی اثرات ۱۷۴
راما نوجا پر صوفی اثرات ״
ہندو فرقے لنگا (جنگماس) اور سدھار پر صوفی اثرات ۱۷۵
رامانند اور بھگت کبیر پر صوفی اثرات ۱۷۹
بھگت کبیر کے اسلامی عقائد ۱۸۰
گورونانک پر صوفی اثرات ۱۸۲
حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ ۱۸۴
سولہویں صدی کے ہندو فقیروں پر صوفی اثرات ۱۸۸
کبیر کے چیلے ״
کلہا اور ملک داس ۱۹۰
سندر داس ״
دیر بھان ״

Marfat.com

لال داس اور بابا لال	״
دھرنا داس اور پران ناتھ	۱۹۱
اٹھارہویں صدی کے ہندو فقیروں پر صوفی اثرات	۱۹۲
بلاصاحب	״
چندر داس	״
غریب داس	״
رام حیرن	״
انیسویں صدی کے ہندو فقیروں پر صوفی اثرات	۱۹۳
مہاراشٹر میں صوفی اثرات	۱۹۵
مختلف روحانی تعلیمات کا اسلام سے مقابلہ	״
تصوف اور عیسائی مسٹی سزم	۱۹۶
اسلام اور نوافلاطونیت	۱۹۷
اسلام اور ہندو مسٹی سزم	۱۹۸
اسلام اور یہودی قبالہ	״
اسلام کی جامعیت	״
تقابلی مطالعہ کا نتیجہ	۱۹۹
ایک سوال؟	۲۰۱

۷-ساتواں باب

سلاسل طریقت	۲۰۳
ظاہری اتباع اور باطنی اتباع	۲۰۴
ولائت	״
ولائت کی اقسام	۲۰۵
وِلائت اور وَلائت میں فرق	״
ہر زمانے میں ولائت کا مصدر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں	״
حضرت علی کے خلفاء	۲۰۶
حضرت امام بصری کے خلفاء	۲۰۷
۱- سلسلہ زیدیہ	״
۲- سلسلہ عیاضیہ	״
۳- سلسلہ ادھمیہ	״
۴- سلسلہ ہبیریہ	״
۵- سلسلہ چشتیہ	״
۶- سلسلہ عجمیہ	۲۰۸
۷- سلسلہ طیفوریہ	״
۸- سلسلہ کرخیہ	״
۹- سلسلہ سقطیہ	״
۱۰- سلسلہ جنیدیہ	״
۱۱- سلسلہ گازرونیہ	״
۱۲- سلسلہ طوسیہ	״
۱۳- سلسلہ سہروردیہ	۲۰۹
۱۴- سلسلہ فردوسیہ	״

بارہ فروعی سلاسل ۲۱۰

۱- سلسلہ قادریہ غوثیہ	״
۲- سلسلہ یسویہ	״
۳- سلسلہ نقشبندیہ	״
۴- سلسلہ نوریہ	۲۱۱
۵- سلسلہ خضرویہ	״
۶- سلسلہ شطاریہ عشقیہ	״
۷- سلسلہ سادات کرام	۲۱۲
۸- سلسلہ زاہدیہ	״
۹- سلسلہ انصاریہ	״
۱۰- سلسلہ صفویہ	۲۱۳
۱۱- سلسلہ ادروسیہ	״
۱۲- سلسلہ قلندریہ	״

سلسلہ چشتیہ ذوقیہ ۲۱۴

حضرت مولانا ذوقی شاہؒ	״
تصانیف	۲۱۶
خلفاء	۲۱۸
۱- حضرت شاہ شہید اللہ فریدیؒ	״

Marfat.com

تصنیف وتالیف ۲۱۹
حضرت مولانا محمد عمر ۲۲۰
حضرت مولانا عبد السلام ۲۲۰
مصنف کتاب اور آپ کی دیگر تصانیف ۲۲۱
خلاصۂ کلام ۲۲۰

۸۔ آٹھواں باب

خانقاھی نظام

خانقاہی نظام کی حقیقت اور اہمیت ۲۲۳
آجکل جرائم کا انسداد کیوں نہیں ہونے پاتا ۲۲۷
اولیاء کرام اور علماء کی تعلیمات میں فرق ″
بیعت ۲۲۸
اقسام بیعت ۲۲۹
ضرورتِ شیخ ″
اوصافِ شیخ ۲۳۰
تجدیدِ بیعت ۲۳۱
آدابِ مریدی ۲۳۲
زیارتِ قبور ۲۳۳
زیارت قبور کے فضائل و برکات ۲۳۵
زیارتِ قبور و احادیثِ نبوی ″
زیارتِ قبور کی عارضی ممانعت ۲۳۶
زیارت قبور کے فضائل و برکات ″
انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں ۲۳۸
شفاعت کا ثبوت ″
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث کے
معنی پوچھنا اور آپ کا جواب ۲۳۹
حقیقتِ محمدیہ ۲۴۰
حضرت شاہ ولی اللہؒ کا اویسی ہونا ۲۴۰
مذہب حنفی بہترین طریقہ ہے ″
فضیلت صحابہ کے بیان میں ″
ائمہ اہل بیت اور صوفیاء کا طریقہ ایک ہے ۲۴۱
حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی کو
رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عطیہ ۲۴۲
حضورِ اقدس کی طرف سے زردہ ملا ″
زیارتِ رسولؐ ″
ایک حدیث کی تشریح خود آنحضرت کی زبانی ۲۴۳
ولایت اور نبوت کے مراتب میں فرق ″
زیارتِ رسولؐ اور موئے مبارک کا عطا کرنا ۲۴۴
سجدۂ غیر اللہ کی ممانعت ۲۴۵
قرابتِ رسولؐ کا مقام ″
آپ کا پسندیدہ درود شریف ۲۴۶
نذر نیاز کی پسندیدگی بارگاہِ نبوتؐ میں ″
گزشتہ اولیاء سے ملاقات ″
حضرت خواجہ اجمیریؒ سے خلافت شاہ ولی اللہؒ کو ۲۴۷
مختلف سلاسل کی سیرِ روحانی ۲۴۷
حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ سے ملاقات ″
مزار پر حاضری اور بشارتِ فرزند ۲۴۸
مجالسِ ارواح ۲۴۹
شیخ سعدی سے ملاقات ″
نذر و نیاز کا طعام کھلانے کا جواز ″
تلاوت قرآن سے اہل قبور خوش ہوتے ہیں ۲۵۰
اصحاب قبور ذکر اللہ بھی کرتے ہیں
جن کو اہل اللہ سن سکتے ہیں ۲۵۰
شہید بھی انسانی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں ۲۵۱
اصحاب مزار کا قوالی میں رقص کرنا ″
زیارت قبور اور فیوض و برکات ″
اولیائے زمانۂ سلف سے اخذ فیض اور نوعیتِ فیض ۲۵۲
اصحاب قبور سے مدد مانگنا ″
ذکر نفی و اثبات کی تعلیم سرور کائنات کی طرف سے

Marfat.com

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا اصحابِ قبور سے اخذِ فیض ۲۵۳
زیارتِ قبور اور مولانا تھانوی ۲۵۴
مجالسِ میلاد میں رسولِ خدا کا تشریف لانا علمائے دیوبند کے نزدیک ممکن ہے ۲۵۴
اولیائے زمانۂ ماضی سے ملاقات اور علماء دیوبند ۲۵۴
علماء دیوبند اور نذر و نیاز ۲۵۵
خواجہ اجمیریؒ کا فیض "
امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب میں بھی نذر و نیاز جائز ہے ۲۵۶
آنحضرتؐ کا تشریف لانا اور امام غزالی کو خطاب حجۃ الاسلام عطا فرمانا "
حالتِ بیداری میں زیارتِ رسولؐ ۲۵۷
علماء دیوبند کے نزدیک پیر و مرشد بھی حاضر و ناظر ہو سکتا ہے ۲۵۷
مسئلہ نور و بشر میں علماء دیوبند کا اعتراف "
علمائے دیوبند کی ایک اور کتاب سے اصحابِ قبور۔
دیگر اولیاء کی کرامات کا ثبوت ۲۵۹
حضرت ثابت بن قیس کی بعد وفات کرامت ۲۶۰
حضرت امام حسنؓ ابن حضرت علیؓ کی کرامت "
حضرت امیر حمزہؓ کی کرامت "
حضرت زید بن خارجہ انصاری کی کرامت ۲۶۱
حضرت سعد بن عبادہ کی کرامت "
حضرت عثمانؓ کی کرامت ۲۶۲
حضرت علیؓ کی کرامت "
حضرت عمرؓ کی کرامت "
شاہ اسماعیل شہید اور زیارتِ قبور ۲۶۳
نذر و نیاز کا جواز ۲۶۴
ارواحِ انبیاء، اولیاء کرام اور ملائکہ سے ملاقات ۲۶۵
ذاتِ حق میں داخل ہونا "
فنافی اللہ یا سیر فی اللہ کی حقیقت ۲۶۶
اصحابِ قبور کے تصرف اور فیضان کی ایک اور مثال ۲۶۶
کمالاتِ نبوت کا اولیاء کرام میں منتقل ہونا ۲۶۷
اصحابِ قبور اور حضرت غوث الاعظم ۲۶۸
حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا قبر سے نکل کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملنا "
دیگر علماء و مشائخ کے شواہدات اور مشاہدات "
علامہ جلال الدین سیوطیؒ اور تصرفِ انبیاء و اولیاء ۲۶۹
مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی کی شہادت ۲۶۹
حافظ ابن قیم جوزی کی شہادت ۲۶۹
حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی شہادت ۲۷۰
مولانا محمد قاسم نانوتوی دیوبندی کی شہادت "
حضرت سعید ابن مسیب تابعی کی شہادت "
ملاں علیؒ قاری کی شہادت "
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی شہادت ۲۷۱
امام عبدالوہاب شعرانی کی شہادت "
شیخ جلال الدین سیوطی کی شہادت ۲۷۱
امام غزالی کی شہادت ۲۷۱
حضرت شیخ صدرالدین قونوی کی شہادت ۲۷۲
اصحابِ قبور سے رابطہ کیسے پیدا کیا جاتا ہے "
عالمِ ارواح کہاں ہے ۲۷۳

۹۔ نواں باب

ارکانِ اسلام یعنی نماز، روزہ وغیرہ کے باطنی اسرار و رموز ۲۷۵
اسرار و رموز طہارت ۲۷۵
اسرارِ صلوٰۃ ۲۷۷
اسرارِ صوم ۲۷۹
مختلف اولیاء کا روزہ "
شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ

Marfat.com

کے افادات روزہ کے متعلق ۲۸۱
لقمان کی نصیحت ”
روزہ میں غیبت کا گناہ ۲۸۲
دوستوں کی خاطر نفلی روزہ توڑنا جائز ہے ”
رزق میں برکت کا طریقہ ۲۸۳
قلب کی بیماریوں کا علاج ”
اسرار و رموز ج ”

۱۰۔ دسواں باب

اوراد، وظائف، اشغال و مراقبات ۲۸۴
ذکر اللہ کی اہمیت ”
اقسامِ ذکر ۲۸۷
اشغال و مراقبات ۲۸۸
ضرورت اذکار و مشاغل و مراقبات ”
ذکر اسمِ ذات ۲۸۵
ذکر اسمِ ذات یک ضربی ”
ذکر اسمِ ذات دو ضربی ”
ذکر سہ ضربی ”
ذکر چہار ضربی ۲۸۹
ذکر نفی و اثبات ”
ذکر پاس انفاس ۲۹۰
شیطان کے شر کو مٹانے کا طریقہ ”
حبس دم کا دوسرا طریقہ ۲۹۱
شغل سلطان ”

مراقبات

مراقبۂ یقین ۲۹۲
مراقبۂ قرب ”
مراقبۂ رویت ”
مراقبۂ ذات ”
شغل ہوا ۲۹۳
شغل یا ظاہر و یا باطن ”
شغل دائرۂ حقی ”
مراتب فنا ۲۹۴
مقام بقا باللہ سے مراد ۲۹۵
اچھے اور بُرے انوار کی پہچان ۲۹۶
بزرگوں کی پہچان ”
ذکر برائے شفائے مریض ۲۹۷
مقاصد کے حصول اور آئندہ حالات سے واقفیت کے لیے ”
کشفِ قبور کے لیے ”
کشفِ قبور کا دوسرا طریقہ ”
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے ۲۹۷
حاجت براری کا طریقہ ۲۹۷
مشائخ کے تصرفات سے دور توجہ دینے کا طریقہ ”
زندہ اور مُردہ اہل اللہ کی نسبت معلوم کرنے کا طریقہ ۲۹۸
کسی کے دل کے خیالات معلوم کرنے کا طریقہ ”
آئندہ واقعات معلوم کرنے کا طریقہ ”
مرض سلب کرنے کا طریقہ ”
مرض سلب کرنے اور گناہگار سے گناہ دُور کرنے کا دوسرا طریقہ ”
بلا دفع کرنے کا طریقہ ۲۹۹
احتیاط کی ضرورت ”
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا دوسرا طریقہ ”
نماز استخارہ ”
استخارہ کا دوسرا طریقہ ”

۱۱۔ گیارھواں باب

احوال و مقاماتِ اولیاء
حضرت خواجہ حسن بصریؒ اور ایک آتش پرست ۳۰۱
حضرت مالک بن دینارؒ اور ملاح ۳۰۲
حضرت حبیب عجمیؒ ۳۰۳

Marfat.com

خواجہ حبیب عجمیؒ کی کرامات	۳۰۶
رابعہ بصریؒ	〃
رابعہ کی مناجات	۳۰۷ - ۳۰۸
رابعہ کی دعائیں	۳۰۸ - ۳۰۹
حضرت فضائل ابنِ عیاضؒ	۳۰۹
ایک یہودی کا مسلمان ہونا	۳۱۰
خواجہ فضیل بن عیاض اور خلیفہ ہارون الرشید	〃
حضرت بایزید بسطامیؒ کا ۵۰۰ عیسائیوں کو مسلمان کرنا	۳۱۳
حضرت شیخ علی بن عثمان الہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ	۳۲۰
غوث الاعظم حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ	۳۲۳
سیر و سلوک	۳۲۵
ظاہری و باطنی علوم کے لیے جد و جہد	۳۲۶
آپ کے قول قدمی علیٰ رقبۃ کل	〃
ولی اللہ کا مطلب	〃
حلیہ مبارک	〃
تاریخ وصال	۳۲۷
تبحر علمی	
غلبۂ حال	
خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجریؒ اجمیری کے حالاتِ زندگی	۳۲۸
بیعت	۳۲۹
سفر حرمین شریفین اور ہندوستان کی ولایت کا سپرد ہونا	۳۳۰
ہندوستان خواجۂ بزرگؒ کو ورثہ میں ملا	۳۳۲
حضرت غوث الاعظم اور خواجۂ بزرگ کی ملاقات	۳۳۳
اولیاء اللہ میں تفریق اور مقابلہ کرنا غلطی ہے	۳۳۴
اقوال مبارک	〃
کرامات	۳۳۵
شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ	۳۳۶
شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ	۳۳۹
خواجہ بزرگ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ	۳۴۶

Marfat.com

پہلا باب

روحانیت کی پیاسی دُنیا

کو اسلامی روحانیت کی سخت ضرورت ہے

یہ قدرت کا کرشمہ ہے کہ مادیت (MATERIALISM) اور لادینیت (SECULARISM) میں غرق مغربی دنیا اور دہریت میں غرق روس میں پھر سے روحانیت کی تلاش آجکل زوروں پر ہے اور یورپ اور امریکہ میں لوگ اولیائے اسلام مثل امام غزالیؒ، ابن عربیؒ، جنید بغدادیؒ، رومیؒ وغیرہم کی رُوح پرور تصانیف سے متاثر ہوکر کثرت سے اسلام قبول کر رہے ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ مادیت میں رُوح کی غذا موجود ہے نہ لادینیت میں۔ انسان مجموعہ ہے رُوح اور جسم کا۔ جسم کا تعلق مادی دنیا سے ہے اور اس کی غذا بھی مادی ہے، رُوح عالم قدس کی چیز ہے اور اس کی غذا روحانی ہے یعنی خالق کائنات کی محبت اس کی معرفت اور قرب وغیرہ رُوح کی غذا ہے جس طرح انسان کا جسم مادی غذا نہ ملنے کی وجہ سے بے چین ہوجاتا ہے اُسی طرح رُوح کو بھی روحانی غذا نہ ملنے سے سخت بے چینی اور بے قراری لاحق ہوتی ہے لہٰذا مغربی دنیا اور اس کی بے چینی، پریشانی اور آپس میں رسہ کشی اور جنگ وجدال کی حقیقی وجہ رُوح کی بے قراری ہے اور جب تک اہلِ مغرب اور اہلِ روس روحانی غذا حاصل نہیں کریں گے اسی طرح بے چینی، بدامنی اور جنگ وجدال میں مبتلا رہیں گے۔

حیرت کی بات ہے کہ اِن ممالک میں دولت کی فراوانی اور عیش وعشرت کے باوجود خودکشی اور دماغی امراض (PSYCHIC AILMENTS) کی اس قدر کثرت ہے کہ اقوامِ متحدہ کے اعداد وشمار کے مطابق وہاں کے ہر شہر کی ہر ہسپتال میں نصف سے زیادہ بستر دماغی امراض کے مریضوں کے لیے مخصوص رہتے ہیں اور خودکشی کی واردات بھی اِن دولت مند ممالک میں غریب ملکوں سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ ان تمام خرابیوں اور بے چینیوں کی وجہ وہی روحانی غذا کا فقدان ہے جس سے کئی صدیوں سے یہ لوگ محروم ہیں۔

ایک دفعہ ایک انگریز ادیب نے مجھ سے کہا کہ میرے پاس اس قدر دولت ہے کہ ہر چیز خرید سکتا ہوں ہر قسم کا آرام وآسائش میسر ہے لیکن میرے دل میں ایک ایسی تڑپ ہے کہ جس کا علاج مجھ سے نہیں ہوسکا۔ نہ اچھے اچھے کھانوں سے وہ تڑپ ختم ہوتی ہے نہ اچھے کپڑے پہننے سے اور نہ حسین چہروں

Marfat.com

سے۔آپ بتائیں کہ وہ کیا چیز ہے جو میرے اندر اس قدر آگ بھڑکا رہی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ہرانسان کے اندر رُوح موجُود ہے اور رُوح کی غذا محبت الٰہی یادِ الٰہی اور قربِ الٰہی ہے جب تک اُسے یہ غذا نہیں دی جاتی بے چین رہتی ہے۔ آپ کے دِل میں حق تعالےٰ کی محبت موجزن ہے اور جب تک آپ یادِ خدا اور قربِ خداوندی سے محروم رہیں گے بے چین رہیں گے۔

ایک امریکی نومسلم سے جب میں نے پوچھا کہ آپ کس طرح مسلمان ہوئے تو انہوں نے فوراً جواب دیا کہ" شراب سے" میں نے حیران ہوکر پوچھا کہ شراب سے آپ کس طرح مسلمان ہوئے۔ توانہوں نے کہا کہ میں اس قدر شراب پیتا تھا کہ بالآخر اس کا اثر مجھ پر ختم ہوگیا اور مجھے نشہ چڑھنا بند ہوگیا۔ اس سے میری طبیعت میں شدید بے چینی پیدا ہوگئی اور میں تیز قسم کے سپرٹس (SPIRITS) سے اپنی پیاس بجھانے لگا جس سے میرا دماغ اور بھی زیادہ پریشان ہوا۔ ایک دِن میں نے اپنے بھائی کے ہاتھ میں ایک کتاب دیکھی۔ وہ قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ تھا جب میں نے اُسے کھول کر پڑھا تو مجھے اس قدر سکون حاصل ہوا کہ میری جان میں جان آگئی اور میں اُسی وقت مسلمان ہوگیا۔

تو یہ خداوندِ عالم کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ مادیّت اور لادینیّت میں سرشار ممالک میں خودبخود اسلامی رُوحانیت کی تڑپ پیدا ہورہی ہے اور نشوں سے خراب حال لوگ خودبخود اسلام کی طرف آرہے ہیں۔

اس لیے آج کل ان ممالک میں اسلامی روحانیت کی جُستجو اس قدر بڑھ گئی ہے کہ پہلے کبھی نہ تھی۔ رُوس میں تو باقاعدہ سرکاری طور پر قومی تجربہ گاہوں میں سرکاری ڈاکٹروں اور ماہرین روحانیت ونفسیات کے ہاتھوں اسلامی کشف وکرامات یعنی مافوق العادت امور پر آلات اور مشینوں اور کیمروں کے ذریعے تجربے ہورہے ہیں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے دُور دراز مقامات کے مابین سلسلۂ مواصلات ہونا شروع ہوگیا۔ نیز روحانی قوّت کے ذریعے وزنی چیزوں کو بغیر ہاتھ لگائے حرکت دینا زمین سے ایک دو انچ اُوپر ہوا میں معلّق ہونا (LEVITATION) اور دُور کی چیزوں کو دیکھنا اور دُور کی آوازوں کو سُننا ان تمام مافوق العادت امُور پر تجربے ہورہے ہیں اور وہ دِن دُور نہیں کہ جب روس اسلام کی بے پناہ روحانی قوت سے آگاہ ہوکر اسلام قبول کرلے۔

عالمِ اسلام کا سب سے بڑا المیہ

لیکن اسلامی دنیا کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ تہذیب مغرب کے زہریلے اثرات کا طوفان اُمڈا چلا آرہا ہے اور نہ صرف گھر گھر کے اندر گھس رہا ہے بلکہ مسلمانوں کے دل ودماغ میں بھی سرایت کررہا ہے جس سے ہماری قدیم مذہبی روحانی، معاشرتی اور اخلاقی اقدار کو سخت دھکا لگا ہے۔ دوسری مصیبت یہ ہے کہ اِس زہریلے تمدّن کو اقوامِ مغرب کی بے پناہ فوجی قوّت کی پُشت پناہی حاصل ہے جس کے ذریعے یہ زہر زبردستی ہمارے حلق

Marfat.com

کے اندر اُبھار اجا رہا ہے۔ اس کے ساتھ روس اور اقوامِ مغرب کی یلغار بھی اسلامی ممالک میں بڑھ رہی ہے کیونکہ جغرافیائی اور فوجی اعتبار سے یہ ملک بے حد اہمیت کے حامل ہیں اور قدرتی معدنیات اور تیل وغیرہ سے مالا مال ہیں۔ لہٰذا ان فوجی اور تمدّنی یا نظریاتی حملوں کے جواب میں ایک تو اسلامی ممالک کو متفقہ محاذ پیدا کر کے اپنی فوجی قوت کو بڑھانا اور یکجا کرنا ہے دوسرے محاذ پر ہم نے اُن لوگوں کے تمدّنی یا نظریاتی حملوں کے جواب میں اپنی اسلامی روحانیت کے بے پناہ ذخائر کو بڑھانا اور بروئے کار لانا ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے قدرت ہماری امداد کر رہی ہے اور وہاں کے لوگ مادّیت اور لادینیت کی خشک اور مہلک فضا سے تنگ آ کر خود بخود اسلامی روحانیت کی تلاش میں امام غزالیؒ اور ابنِ عربی کی کتابوں کی ورق گردانی میں مصروف ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ فوجی محاذ پر اگرچہ ہم مسلمان فی الحال کمزور ہیں اور یہ کمزوری عارضی ہے، لیکن روحانی محاذ پر ہمیں فوقیت حاصل ہے اور ان کی دفاعی لائن کے اس حصے میں یعنی نظریاتی حصے میں اب اسلامی روحانیت نے جا بجا شگاف ڈال دیئے ہیں۔ یہ ایک اہم فوجی اصول ہے کہ "کمک ہمیشہ اُس محاذ پر پہنچانی چاہیئے جہاں کامیا ہو رہی ہو نہ کہ اس محاذ پر جہاں ناکامی کا سامنا ہو"۔ اب چونکہ روحانیت کے میدان پر ہمیں کامیابی ہو رہی ہے ہمارا فرض ہے کہ اسی محاذ کو ہم مضبوط بنائیں اور زیادہ سے زیادہ اولیائے کرام (روحانی ماہرین) کی تصانیف کے تراجم اُن روحانیت کے پیاسوں کے سامنے پیش کیے جائیں تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ اسلام قبول کریں جس سے ان کی توپیں خود بخود ٹھنڈی پڑ جائیں گی۔ ایک دفعہ جب ایک انگریز نو مسلم کے سامنے جو تصوف کی کتابیں پڑھ کر مسلمان ہوا تھا۔ میں اقوامِ مغرب اور روس کی یلغار کا ذکر کر رہا تھا تو اس نے کن جان افزا الفاظ میں کہا کہ "آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں۔ جہاں اُن لوگوں کی توپیں اسلامی ممالک کی سرحدوں پر کھڑی کر دی گئی ہیں۔ اللہ کی قدرت سے ان کے اپنے گھروں کے اندر ہم جیسے جاں نثار مجاہدینِ اسلام پیدا ہو رہے ہیں"۔ یہ حقیقت ہے اور خداوندِ بالا برتر کی قدرت کا عظیم الشان کرشمہ ہے کہ بقول علامہ اقبال ؎

"پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانوں سے"

خالقِ کائنات نے اپنے دینِ اسلام کی حفاظت کی خود ذمہ داری یہ فرما کر لی ہے کہ "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" (ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں) چونکہ قرآن دینِ اسلام ہے اس لیے قرآن کی حفاظت دینِ اسلام ہی کی حفاظت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ ان لوگوں کی تہذیب و تمدّن میں خداوندِ عالم سے بغاوت' اور تباہی کے تخم پوشیدہ ہیں اور ان کی معیشت ہو یا معاشرت، سائنس ہو سیاست ہر چیز کے اندر تخریب اور توڑ پھوڑ کے اثرات موجود ہیں ہم مسلمانوں کے لیے واحد لائحہ عمل یہ ہے کہ ہم اُن کے گمراہ کن، کافرانہ اور مشرکانہ تمدن کو اپنانے

Marfat.com

کی بجائے اس سے پرہیز کریں اور اسلام کے ابدی اصولوں پر سختی سے جم جائیں۔ مسلمان کبھی بھی کافروں کی غلامی میں ترقی نہیں کر سکتے۔ ہم مسلمان دینِ حق پر ہیں لہٰذا ہمیں اقوامِ مغرب کی تقلید کی بجائے خود ان کو اپنی یعنی اسلام کی تقلید پر آمادہ کریں۔ مسلمان کا وجود دنیا میں خلیفۃ اللہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ خلیفۃ اللہ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ خداوندِ عالم سے باغی اقوام کا مقلد (CAMP FOLLOWERS) بنا پھرے۔ ہمارے مذہب اسلام اور ان کے مذہب عیسائیت کو بارہا دنیا میں آزمایا جا چکا ہے۔ جہاں عیسائیت کی حکمرانی سے یورپ چھ سات صدیوں تک دنیا کے تاریک ترین دور جس کو مؤرخین یورپ DARK AGES کے نام سے یاد کرتے ہیں میں مبتلا ہو گیا۔ اسلامی اقتدار کے زمانوں میں مسلم سپین، بغداد، دمشق اور بخارا کی یونیورسٹیوں سے یورپ کو بالخصوص اور باقی دنیا کو بالعموم علوم و فنون، تہذیب و تمدن اور سائنس کے وہ انمول خزانے حاصل ہوئے کہ دنیا دنگ ہے۔

ہمارے نام نہاد ترقی پسند (PROGRESSIVES) کہتے ہیں کہ مذہب ہی رجعت پسندی (REACTIONARISM) ہے جب تک اقوامِ مغرب مذہب پر پابند رہیں زوال پذیر رہیں جب سے انہوں نے مذہب کا جوا اتار کر پھینکا ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہیں۔ ہمارے ان نام نہاد ترقی پسندوں اور احساسِ کمتری میں ڈوبے ہوئے انسانوں نے تاریخ عالم کا اتنا مطالعہ بھی نہیں کیا کہ جس سے ان کو معلوم ہو کہ اقوامِ مغرب نے صرف مادیت کے میدان میں جو ترقی حاصل کی ہے وہ انہوں نے اپنے رجعت پسندانہ مذہب عیسائیت کو چھوڑ کر اور اسلام کے مادی ترقی اور سائنس کے فروغ کے اصولوں کو اپنا کر کی ہے۔ مذہب کی وجہ سے تنزل کے گڑھے میں جا گرنا اہلِ مغرب کا تاریخی تجربہ ہے۔ اسلام کا تاریخی تجربہ نہیں ہے اسلام کا تاریخی تجربہ یہ ہے کہ اس سے مسلمانوں کو نہ صرف روحانیت کے میدان میں عظیم الشان کامیابیاں حاصل ہوئیں اور قرب و معرفتِ الٰہی کے بلند ترین مقامات پر پہنچ گئے بلکہ مادیت کے میدان میں انہوں نے علوم و فنون اور سائنس میں وہ ترقی حاصل کی کہ یورپ کے استاد بن کر دنیا میں ابھر آئے۔ یورپ کے مؤرخین اس بات کو متفقہ طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ علوم و فنون، سائنس اور تمدن کے میدان میں یورپ کو جو ترقی حاصل ہوئی ہے وہ اسلام اور مسلمانوں کی مرہونِ منت ہے۔

مغربیت سے پیچھا چھڑانے میں مسلمانوں کی خیر ہے

اس لیے مسلمانوں کی خیر اس میں ہے کہ مغربیت کے زہریلے اور تباہ کن اثرات سے بھاگ کر اسلامی اصول اور نظریات کو اپنائیں۔ تہذیب مغرب سے پرہیز سے ہماری مراد سائنس سے پرہیز نہیں ہے کیونکہ سائنس تو خود اسلام کا ورثہ ہے اور اسلام کی پیدا کردہ نعمت ہے مغربیت سے پرہیز سے ہماری مراد یہ ہے کہ تہذیب مغرب کے کافرانہ اور ملحدانہ نظریات مثل لادینیت اور کمیونزم وغیرہ سے اجتناب کیا جائے۔ تمام اہل دانش ارباب کا کہنا ہے کہ جب تک تہذیب مغرب سے ان تباہ کارانہ عناصر کو نکال پھینکا نہیں جاتا۔ دنیا ہمیشہ جنگ و جدال کا اکھاڑہ ہی رہے گی لہٰذا وقت کی ضرورت یہ ہے کہ :-

Marfat.com

۱۔ پہلے علم کو مغربیّت سے پاک کیا جائے جس کا نام دانشوروں نے رکھا ہے۔

(DEWSTERNISATION OF KNOWLEDGE)

۲۔ سائنس کو مغربیّت سے پاک کیا جائے جس کا نام انہوں نے رکھا ہے۔

(DEWESTERNISATION OF SCIENCE)

۳۔ معاشرت کو مغربیت سے پاک کیا جائے جس کا نام انہوں نے رکھا ہے۔

(DEWESTERNISATION OF SOCIAL LIFE)

۴۔ تعلیم کو مغربیّت سے پاک کیا جائے جس کا نام ہے۔

(DEWESTERNISATION OF EDUCATION)

۵۔ معیشت کو مغربیت سے پاک کیا جائے جس کا نام ہے۔

(DEWESTERNISATION OF ECONOMICS)

۶۔ سیاست کو مغربیت سے پاک کیا جائے جس کا نام ہے۔

(DEWESTERNISATION OF POLITICS)

۷۔ فلسفہ کو مغربیت سے پاک کیا جائے جس کا نام ہے۔

(DEWESTERNISATION OF PHILOSOPHY)

اور خداوند تعالے کا شکر ہے کہ اسلامی ممالک میں نظامِ اسلام لانے کی مہم شروع ہو چکی ہے۔ اب اس مہم کو باقاعدگی سے چلانے کی ضرورت ہے کیونکہ جب تک تمام علوم و فنون، تمدن اور سیاست وغیرہ سے خداوندِ عالم سے بغاوت کے عناصر کو نکال پھینک نہیں دیا جاتا ہے دنیا کو چین نصیب نہ ہوگا۔ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ سب سے پہلے ہم اپنے ملکوں اور اپنی زندگیوں میں تطہیر کا یہ عمل نافذ کریں اور اس کے ساتھ قدمے، سخنے، درمے، دامے ہم باقی دنیا کو بھی مغربیّت کے زہریلے اثرات اور اسلام کے جاں پرور اصولوں سے آگاہ کرنے کی مہم جاری کریں۔

چنانچہ یہ کتاب اس عظیم الشان مہم کی ایک اہم کڑی ہے۔ اس کے مختلف ابواب میں ایک طرف تو تہذیب مغرب کی تباہ کاریوں سے آگاہ کیا گیا ہے اور دوسری طرف اسلامی روحانیت کی حقیقت اور حق تعالے کا قرب معرفت حاصل کرنے کے طریقوں کی وضاحت کی گئی ہے۔

نیز مغربی ممالک کا اسلامی دنیا پر تسلط برقرار رکھنے کی خاطر اُن کی حکومتوں کی طرف سے اسلام، قرآن اور اکابر اسلام پر کیچڑ اُچھالنے کی جو مہم جاری کی گئی ہے اس کتاب میں ان کے بے بنیاد اور جھوٹے الزامات کی بھی تاریخی شواہد سے پُرزور تردید کی گئی ہے اور چونکہ اسلامی دنیا میں سب سے زیادہ کامیابی ہمارے روحانی

Marfat.com

پیشواؤں کو حاصل ہوتی ہے۔ یورپ کے مصنفین کی ایک جماعت جسے مستشرقین (ORIENTALISTS) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے نے خاص طور پر اُن کو زیادہ بدنام کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ الزام تراشے ہیں کہ انہوں نے عیسائی مسٹی سزم اور ہندو مسٹی سزم کی خوشہ چینی کی ہے چنانچہ کتاب ہذا میں مکمل ریسرچ کے بعد خود انصاف پسند غیر مسلم مصنفین کی شواہد سے ثابت کیا ہے کہ نہ صرف تصوّف پر بیرونی اثرات کے الزامات بے بنیاد لغو اور شر انگیز ہیں بلکہ یہ بھی ثابت کیا ہے کہ اُلٹا ہندو اور عیسائی ارباب روحانیت نے مسلمانوں سے زبردست استفادہ کیا ہے اور مرہونِ منت ہیں۔

کتاب ہذا کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ جو حضرات اسلام کی روحانی تعلیمات اور حق تعالےٰ تک رسائی حاصل کرنے کے طریقوں سے آگاہ نہیں ہیں ان کو آسان عبارت میں تصوف کی حقیقت اور روحانی ترقی کے حصول کے طریقوں سے آشنا کیا گیا ہے۔

اس کتاب کا ایک مقصد یہ بھی کہ جو حضرات صوفی مشرب رکھتے ہیں لیکن صوفیاء کرام اور مشائخ عظام کے بلند ترین روحانی منازل و مقامات سے آگاہ نہیں ہیں اُن کا معیار بلند کیا جائے اور اسلام کے بلند ترین حقائق و معارف سے ان کو نہ صرف بخوبی آگاہ کیا جائے بلکہ عملی طور پر اس کوچے میں قدم زن بھی کرایا جائے اور روحانی سفر کی مختلف منازل و مقامات مثل سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر باللہ، سیر مع اللہ، فنا فی اللہ، بقا باللہ وغیرہ کے عملی طریقے بتائیں جائیں جس کے لیے کتاب ہذا میں ایک باب بعنوان ماہرین فن روحانیت کے مقرر کردہ روحانی کورس یعنی اوراد، اذکار، مشاغل اور مراقبات مختصر طور پر بیان کیے گئے ہیں لیکن اس انتباہ کے ساتھ کہ مرشد کامل کی راہنمائی کے بغیر ان پر عمل نہ کیا جائے کیونکہ جو درخت خود بخود پیدا ہوتا ہے اس کا پھل بے مزہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ آج کل ہمارے بے شمار خود رَو علماء، اور خود رَو صوفیاء بُری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ مولانا روم فرما گئے ہیں۔

قال را بگذار و مرد حال شو
پیش مرد کاملے پا مال شو

علاوہ ازیں کتاب میں ایک باب ارکان اسلام یعنی صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ کے باطنی اسرار و رموز پر بھی باندھا گیا ہے تاکہ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے بعد جو حلاوت اور لذت اور عروج عبادت اور پابندیٔ ارکان اسلام سے حاصل ہوتا ہے اس کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ 86444

کتاب ہذا میں سب سے زیادہ عجیب اور دلکش بات جو بتائی گئی ہے یہ ہے کہ مقربین بارگاہ کا کہنا ہے کہ دنیا میں سب سے بڑی کامیابی اور فتح حق تعالےٰ تک رسائی ہے اور یہ بھی کہ دنیا میں آسان ترین کام حق تعالےٰ تک رسائی حاصل کرنا ہے۔ اس کی تفصیل کتاب ہذا میں ملاحظہ ہوگی۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ   نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز (امیر خسروؒ)

Marfat.com

از دل و دین چہ آورم ہدیہ رونمائے تو ایکہ بشانِ دلبری ہر دو جہاں فدائے تو (خسرو)

ایک بزرگ نے فرمایا ہے سے

ایمن مشو کہ مرکب مردان زہد را در سنگلاخ بادیہ پیہا بریدہ اند

نامید ہم مشو کہ رندان بادہ نوش بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

چنانچہ کتاب ہذا میں جہاں مردانِ زہد کی سُست رفتاری دکھائی گئی ہے اس کے ساتھ عشاقِ ازل کی تیز پرواز کے نمونے بھی پیش کیے گئے ہیں۔

اس پر طرہ یہ کہ کتاب ہذا میں قربِ حق حاصل کرنے اور حقیقت اور معرفت کے میدان میں پرواز اور عروج و نزول کی تمام منازل و مقامات کے لیے چوبیس گھنٹوں میں سے علاوہ صوم و صلوٰۃ کے اوقات کے صرف ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ مقرر کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ جہاں آجکل ہم خیر القرون یعنی تمام زمانوں سے بہترین زمانہ نبویؐ سے چودہ سو سال دُور ہو چکے ہیں۔ اس لیے عنایتِ خداوندی نے ہمارا ساتھ نہیں چھوڑا اور قرونِ اولیٰ میں جو رُوحانی منازل نہایت شدید ریاضات، عبادات اور مجاہدات کے بعد حاصل ہوتی تھیں اب وہ آسانی سے حاصل ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ ایک تو شیاطین کے حملوں میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے دوسرے ہماری جسمانی قوت اور ہمت اور ارادوں میں بھی بہت کمی واقع ہوئی ہے جس کی وجہ سے عنایتِ ایزدی میں بے حد اضافہ ہو گیا ہے۔

کتاب ہذا میں یہ بات بھی واضح کر دی گئی ہے کہ جو ترقی صلحا اور نیک لوگوں کو سالہا سال کی عبادت سے حاصل ہوتی ہے۔ سالکان راہ حقیقت کو وہ ترقی مہینوں میں حاصل ہو جاتی ہے اور جو ترقی دوسروں کو مہینوں میں حاصل ہوتی ہے وہ عشاق کو دنوں میں حاصل ہو جاتی ہے۔

لیکن کتاب ہذا میں سب سے زیادہ حیران کن بات یہ بتائی گئی ہے جہاں عام طور پر قوم کے آوارہ اور گمراہ جوانوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اولیائے کرام اور مشائخ عظام کے نزدیک اس قسم کے جوان رُوحانی ترقی کے لیے بہترین خام مال (RAW MATERIAL) شمار ہوتے ہیں کیونکہ دراصل یہ وہ خوش قسمت لوگ ہیں، جن کو حق تعالٰے نے والہانہ محبت سے نوازا ہے اور یہی وہ جذبۂ محبت ہے جو اُن پر غالب آکر آوارگی کی طرف لے جاتا ہے۔ لیکن جب شیخ کامل کے ہاتھوں اس کا کانٹا بدلا جاتا ہے تو نیکی اور عبادت کی طرف بھی اُسی زور سے چلنے لگ جاتا ہے اور یہ محبت راکٹ بن کر اسے روحانیت یعنی قربِ معرفتِ الٰہی کی بلند ترین منازل و مقامات پر لے جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر ٹھنڈی میٹھی طبیعت (FLAT NATURE) کے لوگوں کی بجائے محبت بھرے قلوب (VERTICAL NATURE) روحانی ترقی کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں اور تاریخ اسلام میں اس کے بے شمار شواہد موجود ہیں۔

وما علینا الا البلاغ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

Marfat.com

تو بخویشتن چه کردی که بما کنی نظیری

بخدا که واجب آمد ز تو احتراز کردن

Marfat.com

دُوسرا باب

موجُودہ دُنیا کی المناک حالت

کا علاج اسلامی تصوف ہے

جب دنیا کا اقتدار مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا تو انہوں نے دنیا کو روحانیت تہذیب و تمدن، علوم و فنون، فلسفہ اور سائنس کی دولت سے مالا مال کیا اور برّاعظم یورپ بلکہ ساری عیسائی دنیا کو قرونِ وسطیٰ کے اُس دَور کی جہالت، بربریّت اور تاریکی سے باہر نکالا جو تاریخ یورپ میں دَورِ تاریک (DARK AGES) کے نام سے بدنام ہے۔

لیکن جب سے دنیا کا اقتدار نام نہاد مہذب (CIVILIZED) اقوام مغرب کے ہاتھ آیا ہے انہوں نے اپنے لادینیت (SECULARISM) اور مادیت (MATERIALISM) جیسے تباہ کن نظریات کے ذریعے استبدادُ (IMPER[illegible]) اور قومی برتری (NATIONAL SUPREMACY) کو فروغ دینے کی خاطر دنیا میں عام رُوحانی اور اخلاقی اقتدار کا خاتمہ کر دیا ہے اور کمزور اقوام کے خُون میں ہولی کھیل رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ انہوں نے دنیا کو ایسا جہنم کدہ بنا دیا ہے جس سے نہ صرف کمزور اقوام بلکہ وہ لوگ خود نالاں اور پریشان ہیں طاغوتی طاقتوں کے فروغ کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ آپس میں لڑیں۔ خود بھی تباہ ہوں اور ساری دنیا کو بھی تباہ کریں۔ چنانچہ آج دنیا میں بڑی اقوام کے درمیان جو شدید رسّہ کشی اور رقابت، عناد پایا جا رہا ہے وہ سب اُن کے لادینی، مادی اور قومی برتری کے نظریات کا پیدا کردہ ہے اور جب تک ان منحوس نظریات کا دنیا سے خاتمہ نہیں ہوتا ہے دنیا میں بدامنی اور جنگ و جدال کا بازار گرم رہے گا اور بنی نوع انسان پر عالم گیر جنگوں کی بھرمار ہوتی رہے گی۔

اس میں شک نہیں کہ آنے والی تباہی سے اقوام مغرب بھی آگاہ ہیں اور اس کو روکنے اور آپس میں صلح جُوئی کے لیے وہ لوگ زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں لیکن امن و سکُون ہے کہ دُور سے دُور تر ہوتا جا رہا ہے، اور موت بنی نوع انسان کے سَروں پر منڈلا رہی ہے۔ جن کانفرنسوں کو یہ لوگ ہتھیاروں کی دَوڑ کو بند کرنے اور امن و امان کی فضا پیدا کرنے کے لیے منعقد کرتے ہیں ان ہی کانفرنسوں سے ان کا باہمی عناد زیادہ فروغ پاتا ہے اور مہلک سے مہلک آلات کے پہلے سے زیادہ انبار لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ بقول شخصے ؏

مرض بڑھتا گیا جوُں جوُں دوا کی

دراصل ان کی عقل اس قدر مسخ ہو چکی ہے کہ بین الاقوامی آگ کو بجھانے کے لیے وہ پانی کی بجائے اس

Marfat.com

پر تیل چھڑک رہے ہیں. بالفاظِ دیگر جہاں امن وسکون کے حصُول کے لیے باہمی ایمانداری کی ضرورت تھی — یہ لوگ اپنا مطلب نکالنے کی خاطر بے ایمانی اور دھوکہ دہی میں یکتا بن گئے ہیں۔ جہاں دوسروں کے قلب کو مسخر کرنے کی خاطر باہمی محبت اور مروّت کی ضرورت تھی یہ لوگ نفاق اور بددیانتی میں کمال حاصل کر چکے ہیں، جہاں کمزور اقوام کے حقوق بحال کر کے ان کی تالیف قلبی کی ضرورت تھی یہ لوگ اپنی طاقت کا مظاہرہ کر کے کمزور اقوام کے جذبات کا خُون کر رہے ہیں جہاں انسانی حقوق (HUMAN RIGHTS) کی بحالی کے لیے انہوں نے بلند بانگ نعرے بلند کر رکھے ہیں اور بے شمار انجمنیں کھڑی کر رکھی ہیں۔ اس کے ساتھ کمزور اقوام جہاں کہیں اپنے حقوق کے حصُول کی کوشش کرتے ہیں۔ بموں اور میزائلوں سے ان کی تواضع کی جاتی ہے جس عُریانی اور فحاشی کی ان کو احکم الحاکمین کی طرف سے سزا مل رہی ہے وہی عُریانی اور فحاشی ان کی تہذیب وتمدن کا مایۂ ناز عنصر بن چکا ہے جس عیش پرستی تن پروری اور نفسانیت نے ان کے یہاں تمام روحانی اقدار اور سکون قلب کا جنازہ نکال ڈالا ہے اُسی عیاشی کے ذریعے یہ لوگ سکونِ قلب حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور خداوند عالم کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے جس رُوحانی اور قلبی بے چینی اور بدحواسی میں مبتلا ہوئے ہیں اُسی بغاوت کو فروغ دینے کے لیے ان کی یونیورسٹیوں اور ادبی اداروں سے ہر سال لاکھوں کروڑوں کی مالیت کی ایسی کتابیں، رسالے، اخبار نکالے جا رہے ہیں جن میں الحاد، دہریت، لادینیت اور مادیت پر نہایت زہریلے مضامین شائع ہو رہے ہیں اور مذہب اور اربابِ مذہب کو بُری طرح نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ حق وانصاف کو مسلسل جھٹلانے کی وجہ سے ان کے اذہان اس قدر مسخ اور معطل ہو چکے ہیں کہ اب انہوں نے تخریب کا نام تعمیر، بدکاری کا نام تمدن، بے ایمانی کا نام اصُول، بددیانتی کا نام پالیسی، فریب کاری کا نام ڈپلومیسی، بدی کا نام نیکی، اور عیاشی اور فحاشی کا نام ترقیٔ نسواں رکھ دیا ہے اور ان کے مسخ شدہ اذہان اب یہ محسوس کرنے سے بھی قاصر ہیں کہ ان اقدامات سے وہ اپنی جڑیں آپ کاٹ رہے ہیں اور اپنی بنیادیں آپ کھوکھلی کر رہے ہیں اور خداوند عالم کے غیض وغضب کو دعوت دے رہے ہیں اور وہ دن دُور نہیں کہ تیسری جنگِ عظیم کی لپیٹ میں آ کر وہ خود بھی تباہ ہو جائیں اور باقی دنیا کو بھی تباہ کر دیں۔

اب چونکہ اقوام مغرب کی اس بدعملی سے ساری دنیا کے تباہ ہونے کا اندیشہ لاحق ہے ہم مسلمانوں پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ جس طرح قرونِ وسطیٰ میں ہم نے اقوام یورپ کو دورِ تاریک کی جہالت اور بربریت سے نجات دلا کر اسلامی تہذیب وتمدن اور علوم وفنون کی دولت سے مالا مال کیا اُسی طرح اب بھی ان کو لادینیت، مادیت اور خداوند عالم سے بغاوت جیسی لعنت سے نجات دلا کر دنیا میں پھر سے روحانی اور اخلاقی اقدار کو فروغ دیں اور دنیا کو آنے والی تباہی سے بچائیں۔ اور یہ فرائض مسلمان پر بطور خلیفۃ اللہ عائد ہوتے ہیں۔

Marfat.com

تشخیص مرض

مرض کا علاج کرنے کے لیے سب سے پہلے تشخیص مرض کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ جب تک صحیح مرض کا پتہ نہیں لگتا، کوئی علاج کارگر نہیں ہوتا۔ آجکل کی خرابیوں کے انسداد کی جس قدر کوششیں کی جارہی ہیں وہ اس لیے ناکام ہیں کہ مرض کچھ ہے اور دوائی کچھ دی جارہی ہے اور لبا اوقات وہ دوائی دی جاتی ہے جس سے مرض ختم ہونے کی بجائے اور زیادہ بڑھتا ہے بلکہ آجکل یہ ہورہا ہے کہ اقوام مغرب جن مہلک نظریات کی وجہ سے تباہی کی دلدل میں پھنس چکے ہیں۔ وہی نظریات وہ لوگ ساری دنیا پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اس کے ساتھ ہماری مغرب زدگی اور احساس کمتری (INFERIORITY COMPLEX) کی یہ حالت ہے کہ ہم مغرب سے آئی ہوئی ہر چیز کو آسمانی صحیفہ کی حیثیت دے کر بلا دریغ قبول کرنے میں مشتاق بن چکے ہیں اب ہم اہلِ مغرب کی امراض کا ایک تاریخی جائزہ لیں گے تاکہ مرض کا صحیح علاج ہو سکے اور بنی نوع انسان قانون جنگل کی افراتفری میں پھنس کر نہ رہ جائے جیسا کہ آجکل کی نام نہاد مہذب دنیا پھنسی ہوئی ہے اور نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی۔

مذہب کی حقیقت

انبیاء علیہم السلام کے ذریعے حق تعالیٰ نے جو قوانین بنی نوع انسان تک پہنچائے ہیں ان کے مجموعہ کا نام مذہب ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کونسا مذہب صحیح مذہب ہے۔ اس کا جواب خداوند عالم نے خود دے دیا ہے۔ قرآنِ عظیم میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (اللہ کے ہاں دین اسلام ہی ہے) اسلام وہی مذہب ہے جس کی تعلیمات حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء علیہم السلام مثلاً حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بالآخر سرور کائنات فخر موجودات، سرور انبیاء خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہر زمانے میں بنی نوع انسان تک پہنچتی رہیں۔ جب ایک نبی کی لائی ہوئی تعلیمات مخلوط ہو کر بگڑ جاتیں تو خداوند عالم دوسرے نبی کو بھیج کر از سر نو اپنے دینِ متین کی تجدید فرماتے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خداوند تعالیٰ کے آخری اور بہترین نبی ہیں جن کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا اور تا قیامت قرآن مجید کی حفاظت اور صحت کی ذمہ داری ان الفاظ میں سنبھال لی۔ "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون" (قرآن مجید کو ہم نے نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں)

علامہ حمید اللہ نے "خطبات بہاولپور" میں فرمایا ہے کہ ۱۹۳۳ء میں تمام عیسائیوں نے یہ سکیم بنائی کہ جس طرح ہماری مذہبی کتابیں اپنی اصلی حالت میں نہیں رہیں۔ ہم ساری دنیا میں قرآن کے پرانے سے پرانے نسخے جمع کر کے ان کا آپس میں مقابلہ کریں تو ضرور ان کے درمیان فرق نکل آئے گا۔ چنانچہ انہوں نے جرمنی میں دنیا کے گوشہ

Marfat.com

گوشہ سے قرآن عظیم کے بیالیس ہزار نسخے جمع کیے اور جب اُن کا مقابلہ کیا تو ایک نقطے کا فرق بھی نہ نکلا۔ یہ ہے حفاظتِ خداوندی، حق تعالٰے نے جو وعدہ فرمایا پورا کر کے دکھلا دیا۔

آسٹریا کے مایہ ناز نومسلم سکالر علامہ محمد اسد لیوپولڈ ویس لکھتے ہیں کہ:۔

"زمانۂ قدیم سے مذہب ایک عظیم ترین طاقت رہا ہے جس کے ذریعے بنی نوع انسان منزلِ مقصود تک پہنچتی رہی ہے۔ اس سے لاکھوں، کروڑوں انسانوں کے ایمان تازہ ہوتے رہے ہیں، اور بنی نوع انسان کو نہ صرف سکونِ قلب اور روحانی خوشی حاصل ہوتی رہی ہے بلکہ بڑی بڑی مہمات سر کرنے میں بھی ان کی حوصلہ افزائی ہوتی رہی ہے اور تہذیب و تمدّن کی بڑی بڑی منزلیں طے ہوتی رہی ہیں۔ ۔ ۔ ۔ نیز ہر زمانے میں مذہب ہی وہ کسوٹی رہی ہے جس کے ذریعے خیر و شر، نیکی اور بدی اور حلال و حرام میں تمیز ہوتی رہی ہے۔ کیونکہ جب تک ہم کو خداوند عالم کی طرف سے یہ نہ بتایا جائے کہ فلاں چیز خیر ہے اور فلاں شر ہم نہ کوئی نیکی کا کام کرسکتے ہیں اور نہ بُرائی سے رُک سکتے ہیں، غرضیکہ نیکی اور بدی، حلال و حرام، جائز اور ناجائز چیزوں کو پرکھنے کے لیے ہمارے پاس قانونِ خداوندی کے سوا اور کوئی معیار ہی نہیں ہے اور دنیا میں امن و امان قائم رکھنے کی خاطر نیکی اور بدی کے اس معیار کے لیے ضروری ہے کہ وہ عالمگیر (UNIVERSAL) نوعیت کا ہو۔ اگر وہ عالمگیر نہیں ہے تو ہر شخص اور ہر قوم اپنے اپنے مفاد کی خاطر اپنی پسند کا علیحدہ لائحہ عمل تیار کرلیتی ہے جس سے امن عالم خطرے میں پڑجاتا ہے اور عصرِ حاضر میں بعینہٖ یہی ہو رہا ہے۔ دنیا کے ہر ملک نے مذہب کو بالائے طاق پھینک کر اپنے لیے اپنے اپنے مطلب کا ضابطۂ حیات بنا لیا ہے جس سے باہمی تصادم اور جنگ و جدال کا واقع ہونا لازمی اور ناگزیر امر ہے۔"

اب چونکہ عیسائی مذہب کی فرسودہ اور بگڑی ہوئی تعلیمات مثلاً تثلیث، (TRINITY) عقیدہ باپ بیٹا (SONSHIP) پھانسی کے ذریعے ساری دنیا کا کفارہ (ATONEMENT) رہبانیت اور ترکِ دُنیا (ASCETICISM) جیسے خلافِ عقل (IRRATIONAL) اور خلافِ فطرت (UNNATURAL) عقائد اور نظریات کی وجہ سے برِّ اعظم یورپ حد درجہ کی تاریکی، بربریت اور جہالت کے ایسے دَور میں مبتلا ہوچکا تھا جسے تاریخ یورپ میں دَورِ تاریک DARK AGES کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مغربی دنیا مذہب سے سخت متنفر ہوگئی اور عوام کے قلوب میں نہ صرف مذہب کے خلاف بدترین شکوک اور عقائد پیدا ہوتے بلکہ خداوند عالم کے وجود اور ہستی سے انکار کی فضا پیدا ہوگئی۔

اٹھارویں اور انیسویں صدی عیسوی کے دَوران یورپ کا دماغ مذہب سے بالکل باغی ہوگیا اور ہر خاص و عام کے دِل میں خیال جاں گزیں ہوگیا کہ اب مذہب کی جگہ سائنس نے لے لی ہے مذہب کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں

Marfat.com

اب سائنس ہماری تمام مشکلات حل کر دے گی۔ لیکن سائنس کے ساتھ یہ عقیدت مندی زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی اور بیسویں صدی کے سائنسدانوں پر یہ حقیقت واضح ہونے لگی کہ سائنس ہماری زندگی کو آسان تو بنا سکتی ہے لیکن نہ اس کے پاس خیر و شر اور نیک و بد میں تمیز کرنے کا کوئی آلہ ہے نہ یہ ہمیں مقصد حیات بتا سکتی ہے نہ تخلیق کائنات کا مقصد معلوم کر سکتی اور نہ ہی ہمیں کوئی لائحہ عمل مہیا کر سکتی ہے اور جب تک ہمیں مقصد حیات معلوم نہ ہو خیر و شر اور نیکی اور بدی کا کوئی معیار مقرر کرنا بالکل ناممکن ہے۔

لہٰذا اب بیسویں صدی کے بلند پایہ سائنسدانوں نے یہ خام خیالی ترک کر دی ہے کہ سائنس ہمیں کوئی لائحہ عمل دے سکتی ہے اب اُن پر یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ سائنس کا اخلاق اور خیر و شر سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ چیز سائنس کے دائرہ عمل سے باہر اور مذہب کے دائرہ عمل میں شامل ہے۔ روز بروز سائنسدانوں پر یہ بات واضح ہوتی جارہی ہے کہ سائنس کے لیے ان سوالات کا جواب دینا محال ہے کہ کائنات کیسے وجود میں آئی؟ انسان کی حقیقت کیا ہے؟ انسانی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ کیا خداوند عالم کا وجود ہے؟ اگر ہے تو وہ کہاں ہے؟ کس طرح ہے؟ انسان کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے اور انسان اس کی ذات تک کیسے رسائی حاصل کر سکتا ہے؟ جب تک ہمیں ان سوالات کا جواب نہیں ملتا یعنی جب تک انسانی زندگی کی حقیقت اور اس کا مقصد معلوم نہ ہو جائے ہم نیکی و بدی اور خیر و شر کا تعین نہیں کر سکتے اور جب تک نیکی و بدی اور خیر و شر کا تعین نہ ہو ہمارے لیے ضابطۂ حیات مقرر کرنا بالکل ناممکن ہے۔

ساری دنیا کی خواری کی جڑ

اب جس خواری، بدامنی اور بے چینی میں ساری دنیا اس وقت مبتلا ہے اس کی حقیقی وجہ یہی ہے کہ دنیا کی طاقتور قوموں کے پاس زندگی کا کوئی لائحہ عمل اور ضابطۂ حیات نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ جس مشین کو کوئی شخص ایجاد کرتا ہے اس کو چلانے اور اس کو تیل دینے اور کام لینے کے قواعد و ضوابط وہی شخص مقرر کر سکتا ہے۔ کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کی بنائی ہوئی مشین کے لیے قوانین مقرر کرے اب چونکہ انسان کا موجد اور خالق خداوند کریم ہے انسانی زندگی کے لیے قوانین مقرر کرنے کا حق خداوند عالم کے سوا کسی کو نہیں پہنچتا۔ لیکن ہو یہ رہا ہے کہ خداوند عالم کے بنائے ہوئے قوانین کی بجائے سیاستدانوں اور قانون ساز اسمبلی کے ممبروں کے بنائے ہوئے قوانین انسانی زندگی پر لاگو کیے جا رہے ہیں جس کا نتیجہ اس عالمگیر تباہی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس کی طرف اقوام عالم تیزی سے دوڑ رہی ہے۔ جس تباہی کی طرف اقوام مغرب ساری دنیا کو لیے جارہی ہیں اس کی اصلی وجہ ان کا اپنا فرسودہ مذہب اور اس کے خلافِ عقل اور خلافِ فطرت اصول اور تعلیمات ہیں تاریخ شاہد ہے کہ خدا کے سچے دین اسلام کا جب تک دور دورہ رہا دنیا میں بنی نوع انسان تیزی سے ترقی کی منازل طے کرتی رہی یہاں تک کہ مغربی دنیا جو قرونِ وسطی کے تاریک دور (DARK AGES) کی دلدل میں پھنس چکی تھی اس کو بھی اسلامی تہذیب و تمدن نے نکال باہر

Marfat.com

کیا ہے اور مسلم سپین کی یونیورسٹیوں میں یورپ کے لوگوں نے علوم و فنون، سائنس، علم و ہنر، تہذیب و تمدن میں شاندار ترقی حاصل کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ نام نہاد ترقی پسند حضرات کا یہ الزام غلط ہے کہ اسلام ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے کیونکہ قرون وسطیٰ کے یورپ کو جس مذہب نے ترقی سے محروم کر کے بربریت اور تاریکی کے گڑھے میں ڈالا ان کا اپنا عیسائی مذہب تھا اور عصرِ حاضر میں بھی اقوام مغرب جس مادیت اور لادینیت کی وجہ سے مصائب میں مبتلا ہے یہ بھی ان کے اپنے عیسائی مذہب یا اس کی مسخ شدہ صورت کا نتیجہ ہے یہ تنزل ان کی تاریخ ہے اور ان کا تاریخی تجربہ ہے لیکن اسلام کی تاریخ اور مسلمانوں کا تاریخی تجربہ اس کے بالکل برعکس ہے جہاں عیسائیت کی وجہ سے عیسائی لوگ تنزل کا شکار ہوئے اسلامی تعلیمات کی وجہ سے مسلمانوں کو تہذیب و تمدن علوم و فنون اور سائنس کے میدان میں شاندار ترقی اور کامیابی حاصل ہوئی بلکہ اسلامی تعلیمات کی وجہ سے برِاعظم یورپ کو بھی دورِ تاریک کی بربریت سے نجات ملی۔

عیسائیت کی ناکامی کی وجوہات

مختصر الفاظ میں عیسائیت کی ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ رہبانیت یعنی ترکِ دنیا اس کا اصل اصول تھا چونکہ دنیاوی امور یعنی سیاست، معیشت اور مادی ترقی میں حصّہ لینا اس مذہب میں گناہ سمجھا جاتا تھا اور چونکہ ان دنیاوی امور کے بغیر چارہ بھی نہیں تھا اس لیے وہ لوگ اپنے نزدیک دنیاوی امور میں حصّہ لیتے تھے تو مجرمانہ ذہنیت (GUILTY CONCIENCE) سے لیتے تھے عیسائی مذہب کے تنزل کی دوسری وجہ تھی کہ اس مذہب میں مادی ترقی، علم و فنون اور سائنس کو فروغ دینا ممنوع سمجھا جاتا تھا اس لیے قرون وسطیٰ کے پادریوں نے دل کھول کر بے بہا کتب خانے نذرِ آتش کیے اور دانشوروں کو چن چن کر تختہ دار پر لٹکایا یا زندہ جلا دیا تاریخ یورپ شاہد ہے کہ چرچ کی عدالتوں (INQUISITIONCOURTS) نے تین لاکھ دانشوروں کو موت کے گھاٹ اتارا جس میں سے تیس ہزار کو زندہ جلایا گیا۔ زندہ جلنے والوں میں یورپ کے دو مایہ ناز سائنس دان برونو (BRUNO) اور گیلیلیو GALILIO بھی شامل ہیں جن میں سے ایک کا جرم یہ تھا کہ اس کے عقیدہ کے مطابق زمین سورج کے گرد چکر لگاتی ہے اور دوسرے کا جرم یہ تھا کہ وہ کہتا تھا کہ زمین کے علاوہ دیگر اجرام فلکی میں بھی آبادی ہے لیکن اسلامی تعلیمات اس کے برعکس ہیں۔ قرآن و حدیث میں جا بجا مناظرِ قدرت پر غور کرنے اور سائنس کو فروغ دینے کی آیات موجود ہیں اور مسلمانوں نے جب ان احکاماتِ خداوندی پر عمل کرتے ہوئے کائنات کا مشاہدہ کیا تو بے شمار علوم و فنون وجود میں آگئے۔ یورپ کے مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ اہل یورپ نے سائنس اور علوم و فنون کے میدان میں جو ترقی کی ہے انہوں نے یہ سب کچھ اسلام سے سیکھا ہے۔

اہل مغرب نے کہاں ٹھوکر کھائی

لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اہل مغرب نے اسلام کے صرف ان اصولوں کو اپنانے پر اکتفا کیا یا بالفاظ دیگر ان لوگوں

Marfat.com

نے اس حد تک اسلام قبول کیا جس کا تعلق صرف مادی ترقی اور سائنس کے فروغ سے تھا لیکن چونکہ وہ لوگ پادریوں کے صدیوں کے ظلم وستم سے تنگ آ چکے تھے انہوں نے اسلام کی روحانی تعلیمات سے گریز کیا اور مادی ترقی کی دوڑ میں اقوامِ مغرب اس قدر منہمک ہوئیں کہ افراط وتفریط کا شکار ہو گئیں۔ اور ایک بیماری سے بھاگ کر دوسری بیماری میں مبتلا ہو گئیں۔ مثلاً اپنے عیسائی مذہب کی رہبانیت کو ترک کر کے بدترین قسم کی عیاشی میں مبتلا ہو گئے۔ عیسائی مذہب کے فرسودہ عقائد سے بھاگ کر وہ لادینیت (ATHEISM) کی حد تک جا پہنچے۔ عورت سے نفرت کے عقائد ترک کر کے وہ بدترین فحاشی میں مبتلا ہو گئے اور خداوند عالم کے بنائے ہوئے قوانین سے بھاگ کر وہ انسان کے بنائے ہوئے قوانین کی گرفت میں آ گئے۔ اس بے راہ روی اور کج فہمی کا نتیجہ یہ ہوا کہ قومی برتری کی دوڑ شروع ہو گئی ہے۔ اور اقوامِ مغرب اس تیزی سے دوڑے کہ آخر ایٹم بم پر جا کر ٹھوکر کھائی اور سائنس کا وہی دیو جو انہوں نے پیدا کیا تھا اب اپنے بنانے والوں کو کھانے کے لیے ان کے سر پر آن پہنچا ہے جس سے وہ لوگ تھرا گئے ہیں اور نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی بین الاقوامی کشیدگی کو کم کرنے کی جس قدر کوشش کرتے ہیں کشیدگی اور بڑھتی ہے اور تباہی کی دلدل میں پہلے سے زیادہ گھستے جا رہے ہیں۔

اس صورتِ حال سے نہ صرف تمام ملک اور قومیں پریشان ہیں بلکہ انفرادی طور پر بھی ہر شخص بدترین قسم کی قلبی بے چینی اور روحانی بے قراری میں مبتلا ہے کس قدر حیرت کی بات ہے کہ مال و دولت کی فراوانی کے باوجود مغربی ممالک میں ذہنی امراض (مالیخولیا) اور خودکشی کی فراوانی ہے اور ان کے اعداد و شمار غریب ممالک سے کئی گنا زیادہ ہیں اس پر ظلم وستم یہ ہے کہ اس بدحالی کے باوجود بھی وہ لوگ اپنے آپ کو مہذب اور باقی دنیا کو غیر مہذب سمجھتے ہیں اور ہمیں بھی اپنے جیسا "مہذب" بنانے پر تُلے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر ہمیں نظیری نیشاپوری کا شعر یاد آتا ہے ؎

تو بہ خویشتن چہ کردی کہ بہ ما کنی نظیری — بخدا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن

(تم نے اپنے ساتھ کیا سلوک کیا ہے جو ہم سے بھی کرنا چاہتے ہو۔ خدا کی قسم تم لوگوں کی صحبت سے تو اجتناب ہی واجب ہو گیا ہے)

اس عالمگیر تباہی سے نجات کا واحد حل

اس عالمگیر تباہی سے نجات حاصل کرنے کا واحد حل یہ ہے کہ مغربی تمدن میں پھر سے اسلامی تہذیب و تمدن کا وہی روحانی عنصر شامل کیا جائے جسے انہوں نے عیسائیت سے بغاوت کے وقت ترک کیا تھا اور اسلام کی صرف مادی ترقی اور سائنس کے فروغ کی تعلیمات کو قبول کرنے پر اکتفا کیا تھا۔ اس کے بغیر نجات کا اور کوئی راستہ ہی نہیں ہے اور خداوند عالم کی قدرت سے یہی عمل خود بخود شروع ہو گیا ہے اور اقوامِ مغرب کے حقیقت پسند لوگ تہذیبِ مغرب کی مادیت (MATERIALISM) اور لادینیت (SECULARISM) سے تنگ آ کر خود بخود صوفیائے اسلام مثلاً شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ، امام غزالی، جنید بغدادی، رومی، قشیری اور کلاباذیؒ کی تصانیف کے انگریزی تراجم پڑھ کر سکون قلب حاصل

Marfat.com

کر رہے ہیں اور اسلام قبول کر رہے ہیں۔ نیز اہل مغرب کے ارباب عقل وفہم بھی مسلمانوں کو دعوت دے رہے ہیں کہ آؤ اور ہمیں اس خواری سے بچاؤ۔ عصر حاضر کے ایک عظیم مفکر ایچ۔ اے۔ آر۔ گب (GIBB) اپنی کتاب "اسلام کا مستقبل (WHITHER ISLAM) میں لکھتے ہیں :۔

"آجکل اسلام اور یورپ کے باہمی تعلق کے متعلق تاریخ جس دور سے گزر رہی ہے وہ یہ ہے کہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ (RENAISSANCE) کے وقت تہذیب مغرب کے اندر جو خامیاں داخل ہو گئی تھیں اسلام سے اس کی تعمیر نو ہو رہی ہے۔ یہ عمل ہماری آنکھوں کے سامنے جاری ہے اور بہت وسیع و عریض پیمانے پر ہو رہا ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مسلمانوں سے درخواست کریں کہ تہذیب مغرب کی یکطرفہ کیفیت ONE-SIDED NATURE اور متزلزل حالت میں استقرار اور استحکام پیدا کریں۔ بہرکیف اسلام کا یورپ کے ساتھ رشتہ ہندوستان اور مشرق بعید (یعنی چین) کے تمدن سے زیادہ قریب ہے۔ یورپ کے بغیر نہ اسلام پوری ترقی کر سکتا ہے اور نہ یورپ کا اسلام کے بغیر بالخصوص اسلام کی روحانی تعلیمات کے بغیر گزارہ ہو سکتا ہے۔ اسلام کے اندر اب بھی بگڑی ہوئی سوسائٹیوں میں توازن قائم کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اسلام اسی طرح یورپین نیشنلزم کی بدنظمی ANARCHY کے خلاف ہے جس طرح وہ روسی کمیونزم کی ابتری کے خلاف ہے۔ اسلام نے اب تک تہذیب مغرب اور روسی دنیا پرستی کے آگے سر نہیں جھکایا ہے۔ پروفیسر ماسینیو نے کس خوبی سے اسلام کا ضابطۂ اخلاق بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "اسلام نے امراء سے آمدنی کا چالیسواں لے کر غرباء کے حوالہ کیا ہے۔ اسلام سود کے خلاف ہے۔ نفع اندوزی کی مخالفت کرتا ہے۔ بہترین قانون وراثت کا حامل ہے۔" مغرب کی سرمایہ داری اور روس کی کمیونزم کی ابتری کے مابین اسلام ایک بہترین متوازن سوسائٹی قائم کرتا ہے۔ لیکن اسلام اس سے بھی زیادہ بنی نوع انسان کی خدمت انجام دے سکتا ہے وہ یہ کہ "اسلام کے اندر مخالف اور متصادم سوسائٹیوں میں مفاہمت اور صلح کرانے کی شاندار روایت و صلاحیت موجود ہے۔ کسی اور مذہب یا سوسائٹی میں متضاد سوسائٹیوں کو شیر و شکر کرنے اور مساوی مفادات سے مستفید کرنے کی اتنی صلاحیت نہیں ہے جتنی کہ اسلام میں ہے۔ افریقہ، ہندوستان، انڈونیشیا، چین، جاپان جس طرف نگاہ کرو یہی نظر آتا ہے کہ اسلام کے اندر سخت متصادم اقوام کے شیر و شکر ہونے کی مثالیں موجود ہیں۔ لہٰذا اگر ہمیں تہذیب مغرب اور روس میں مفاہمت کرانا مطلوب ہے تو اس کی خاطر اسلام کو لازماً درمیان میں لا کر ثالث بنانا ہوگا۔ اگر دونوں فریقوں نے اسلام کی مصالحت قبول کر لی تو امن قائم ہو سکتا ہے ورنہ دنیا کو تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔" ختم ہوا۔ پروفیسر گب کا بیان۔

انگلستان کے مشہور و معروف ادیب پروفیسر آربری نے بھی اسلام کے متعلق یکساں جذبات کا اظہار کیا ہے وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"دو عظیم جنگوں نے دنیا کو تباہ و برباد کر ڈالا ہے جس کے نتیجے میں ہر ملک کے لوگ دو قسم کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ تمام اقوام کے مابین مفاہمت ہو جائے۔ دوسری یہ کہ

ا۔ لازہم تاریخ تصوف کا تعارف۔

Marfat.com

مختلف مذاہب کی حقیقت اور اہمیت سمجھ میں آجائے۔ اس وقت دنیا مندرجہ ذیل سوالات کا جواب چاہتی ہے۔

۱- ہمارا ضابطۂ حیات کیا ہونا چاہیے؟
۲- کیا خدا کا وجود ہے؟
۳- اگر ہے تو اس کی حقیقت اور ماہیت کیا ہے؟
۴- خالق اور مخلوق کے درمیان کیا تعلق ہے؟
۵- انسان کی خدا تک کیسے رسائی ہو سکتی ہے؟

اِس وقت بنی نوع انسان حقیقت کی پیاسی ہے۔ اس کی پیاس بجھانے کا سامان موجود ہے لیکن دُور دراز مقامات پر مقفل پڑا ہے۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم ان چھپے ہوئے خزانوں کو باہر نکالیں۔ خواہ ہم مسلمان نہ ہوں تب بھی ہم اور مسلمان ایک ہی باپ کی اولاد ضرور ہیں۔ اس لیے عیسائی دانشوروں کے لیے یہ کوئی ہتک اور بے عزتی کی بات نہیں کہ ہم ان حقائق و معارف کی تلاش کریں جنہوں نے اسلامی تصوّف کو چار چاند لگا کر ہمیشہ کے لیے ایک عظیم الشان قوت بنا دیا ہے۔ اس مہم میں اگر مسلمانوں کی طرف سے ہمیں تعاون حاصل ہو گیا اور علامات بتا رہی ہیں کہ یہ تعاون ضرور حاصل ہو گا تو ہم مل کر ایک معجزانہ تاریخ کا کھوج لگا سکتے ہیں جس سے ہمیں ایسا ضابطۂ عمل مل سکتا ہے۔ جس کی روحانی تعلیمات ہمیں عصرِ حاضر کے تاریک اور تباہ کن اثرات سے محفوظ کر دینگی۔

عصرِ حاضر کے مایۂ ناز مؤرخ ڈاکٹر ٹوائن بی (TOYNBEE) لکھتے ہیں:

"تہذیب مغرب نے جہاں جہاں اقتصادی فراوانی پیدا کی ہے اس کے ساتھ ساتھ اس نے اخلاقی اور روحانی خلا بھی پیدا کر دی ہے لیکن یہ قانونِ قدرت ہے کہ خلا (VACUUM) کبھی برقرار نہیں رہ سکتا۔ اور یہ روحانی خلا کسی روحانی قوت سے پُر ہو سکتی ہے وہ روحانی قوت اسلام ہے جس کے سامنے مغرب کی مادی تہذیب نے تمام دروازے کھول دیئے ہیں۔ لہٰذا ان علاقوں کے لوگ جب بھی بیدار ہوئے اس خلا کو اسلامی روحانیت پُر کر دے گی اور اسلام کی یہ قوت بڑے بڑے کرشمے دکھائے گی جن میں سے ایک یہ ہو گا کہ شراب کی لعنت سے نجات مل جائے گی وہ لعنت جسے دنیا کا کوئی اور قانون نہیں مٹا سکتا۔ ان اسلامی اثرات کا نتیجہ یہ ہو گا مستقبل قریب میں تہذیب مغرب جس نے ساری دنیا کو گھیرے میں لے رکھا ہے بہت جلد متاثر ہو گی اور مستقبل بعید میں اسلام بحیثیت ایک مذہب کے کسی قسم کے کارنامے انجام دے سکتا ہے۔

اگرچہ پین اسلامزم (PAN ISLAMISM) فی الحال خفتہ ہے۔ لیکن جب بھی تہذیب مغرب کے مارے ہوئے انسان نے اس تہذیب کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو وہ سوئی ہوئی طاقت بیدار ہو جائے گی اور اسلام

Marfat.com

کی فوجی طاقت خواہ وہ اصحاب کہف جیسی طویل نیند سوئی ہوئی ہو بیدار ہو کر دنیا کو تماشا دکھا دے گی۔ زمانہ ماضی میں اسلام نے دو دفعہ اہل مغرب کی دخل اندازی کو گرفت میں لیا۔ پہلا وہ معرکہ تھا جب اسلام نے شام اور مصر کے باشندوں کو مغربی طاقتوں کی حکومت سے رہا کرایا۔ دوسرا وہ موقعہ تھا جب نورالدین زنگی اور صلاح الدین کے زمانے میں اسلام نے اقوام مغرب کی متفقہ طاقت کو ٹھکرا دیا۔ اگر دنیا کی موجودہ ابتری نے میدان کارزار پیدا کیا تو اسلام بیدار ہو کر میدان میں کود پڑے گا۔ تہذیب مغرب کی اور چیزیں بھی ہیں جن کے فوائد مشکوک ہیں۔ اُن میں سے ایک وہاں کی نیشنلزم ہے۔ اگرچہ ترک اور دوسری مسلم اقوام مغربی نیشنلزم اور مغربی تہذیب کی دیگر چیزوں کا شکار ہو چکی تھی خواہ وہ اچھی ہوں یا بُری، لیکن سوال یہ ہے کہ اس تنگ دلانا اور محدود مغربی نیشنلزم کا اسلامی دُنیا میں کیا حشر ہو گا جہاں اس کی اپنی عالمگیر اخوت کا زریں اصول کارفرما ہے۔ وہ اصُول جو ان کے مذہب کا حصّہ ہے اور جو قومی، لِسانی اور معاشرتی اختلافات کے باوجُود کامیاب ہے۔ اسلام کی عالمگیر اخوت کا یہ اصوُل عصرِ حاضر کے انسان کی معاشرتی ضرُوریات کو کسی مغربی جمہوریتوں سے زیادہ بہتر طریق پر پُورا کر سکتا ہے"۔ فاضل مؤرخ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:۔

"دوسری جنگ عظیم کے بعد اہل مغرب کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ ایک گھر چالیس چھوٹے چھوٹے جمہوری ملکوں میں تقسیم ہو کر اپنی طاقت کھو بیٹھا ہے۔ پھر بھی تہذیب مغرب میں اس قدر طاقت باقی ہے کہ نیشنلزم کی لعنت سے باقی دنیا کو ناپاک کر سکتی ہے۔ اُمید ہے کہ اسلام کی روحانی طاقت اسلامی دنیا کو مغرب کی اس سیاسی بلا سے محفوظ کر سکے گی"۔

مغربی دنیا کے ایک اور مفکر پادری ایس۔ ایم زوائمر (ZWEMER) کا بیان ہے:۔

"محمدؐ کی ذات سے بنی نوع انسان کی اُمیدیں وابستہ ہیں۔ عیسائی مشنریوں کو اسلامی مشن نے چیلنگ کر دیا ہے اور اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ محمدؐ نے امریکہ کو پا لیا ہے (MUHAMMAD HAS DISCOVERED AMERICA) شمالی امریکہ میں ایک درجن کے قریب اسلامی تنظیمیں موجُود ہیں جو اگرچہ چھوٹی ہیں تاہم فعال بہت ہیں۔ جنوبی امریکہ یعنی صرف ارجنٹینا اور برازیل میں دو لاکھ سے زائد مسلمان پائے جاتے ہیں۔ آسٹریلیا میں مسلمانوں کی تعداد پچیس ہزار ہے اور وہ اپنا میگزین نکالتے ہیں۔ جنوب مشرقی یورپ میں پینتیس لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ چھٹی صد عیسوی میں اسلام کا آغاز صرف ایک انسان کی قلیل ترین اقلیت سے ہوا۔ وہ انسان جس نے پیغمبر خدا ہونے کا دعوہ کیا۔ اب وہی اسلام یورپ اور امریکہ کو چیلنج کر رہا ہے"۔

Marfat.com

دیگر غیر مسلم مفکرین، فلاسفر اور سائنسدانوں کے بیانات اسلام، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے متعلق

خداوند تعالٰی ان کو جزائے خیر دے مولانا فضل الرحمٰن انصاری بانی دارالعلوم اسلامک سنٹر، ناظم آباد۔ کراچی اور بھوانی ٹرسٹ کراچی نے اسلام، قرآن اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں غیر مسلم مصنفین و مفکرین کے بیانات جمع کیے ہیں جن میں سے اختصار کی خاطر یہاں صرف چند اقتباسات دیئے جاتے ہیں۔ فرانس کے مفکر لاسا ولیسیا (LAUSA VACCIA) اپنی کتاب (APOLOGIC DE ISLAM) میں لکھتے ہیں:۔

"غرضیکہ قرآن کے اندر ایسی حکمت کے خزانے موجود ہیں جو بڑے بڑے دانشوروں، فلاسفروں، جہانداروں اور جہاں بانوں کے لیے مشعل راہ کا کام دے سکتے ہیں۔ لیکن قرآن کے خداوند تعالٰی کے کلام ہونے کا ایک اور ثبوت بھی ہے وہ یہ کہ خدا تعالٰی نے اسے شروع سے آج تک اپنی اصلی حالت میں محفوظ رکھا ہے۔"

انگلستان کے مسٹر آربوتھناٹ (ARBO THNOT) اپنی کتاب (THE CONSTRUCTION OF BIBLE AND QURAN) میں لکھتے ہیں:۔

"مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ قرآن کی کتابت محمدؐ کے اس جہاں سے رخصت ہونے کے بیس سال کے اندر مکمل ہو چکی تھی اور وہی نسخہ آج تک کسی تبدیلی کے بغیر موجود ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ تورات اور انجیل میں یہ بات نہیں ہے۔"

انگلستان کے ایک اور مصنف مسٹر ایچ۔ اے۔ آر۔ گب (H. A. R. GIBB) اپنی کتاب (MUHAMMADANISM) میں لکھتے ہیں:۔

"اچھا اگر قرآن محمدؐ کا اپنا کلام ہوتا تو اور لوگ بھی اس کے مقابلے میں دوسرا قرآن بنا سکتے لیکن قرآن کے اندر یہ چیلنج موجود ہے کہ اگر کسی بشر کی طاقت ہے تو اس کے مقابلے میں کوئی آیات تو بنا کر دکھائے۔ لیکن کسی کی جرأت نہ ہوئی۔ تو پھر اب اس کو خدا کا کلام تسلیم کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔"

مسٹر جیمس مچنر (JAME MICHENER) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں جو ریڈرز ڈائجسٹ مئی ۵۵ء میں شائع ہوا:۔

"یہی (قرآن) وہ پیغام خدا ہے جس نے بت پرستی کو تباہ کر ڈالا اور پڑھنے والوں کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کر دیا۔ قرآن کی خاصیت یہ ہے کہ اس نے اعلٰی زندگی کے تمام مسائل عملی طور

Marfat.com

پر حل کر دیئے ہیں اور قرآن کے یہی دو اوصاف ہیں یعنی ایک خدا کی پرستش اور عملی سبق جس سے قرآن دنیا میں بے مثل بن کر رہ گیا ہے۔"

مسٹر ہارٹ وِگ ہرشفیلڈ (HARTWIG HIRSCHFIELD) اپنی کتاب (NEW RESEARCH INTO EXEGESIS OF QURAN) میں لکھتے ہیں:۔

"ہمیں یہ دیکھ کر حیران نہیں ہونا چاہیے کہ قرآن تمام قسم کی سائنس کا سرچشمہ ہے۔ کیوں کہ اس میں زمین اور آسمان کے تمام مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کی وجہ سے سائنس کی تمام شاخوں میں حیرت انگیز ترقی ہوئی۔"

انگلستان کے معروف پادری جناب روڈویل (RODWELL) اپنی کتاب (THE QURAN) میں لکھتے ہیں:۔

"ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ قرآن کے اندر تمام صفات باری تعالےٰ مثلاً توحید، قدرت، علم، ربوبیت وغیرہ نہایت ہی اعلیٰ اور احسن انداز میں بیان کی گئی ہیں اور یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ قرآن کے اندر ایسے اصول موجود ہیں جن پر عظیم الشان سلطنتیں اور قومیں تعمیر ہو سکتی ہیں۔"

مسٹر ولیم ڈریپر (WILLIAM DRAPER) اپنی کتاب (HISTORY OF INTELLECTUAL DEVELOP MENT IN EUROPE) میں لکھتے ہیں:۔

"محمدؐ ان تمام اوصاف کے مالک تھے جن سے کئی بار عظیم الشان سلطنتوں کی قسمت کا فیصلہ ہوا ہے۔ مثلاً انہوں نے اعلان کر دیا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اس کا پیغمبر ہے اب جو شخص اُن کے اس اعلان کی سچائی دیکھنا چاہتا ہے اُسے عصرِ حاضر کے نقشۂ دنیا پر ایک نظر ڈالنی چاہیے۔ اُسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ کسی جھوٹے پیغمبر کا کارنامہ نہیں ہو سکتا۔ اتنی سلطنتوں کا مذہبی آقا اور دنیا کی آبادی کے ایک تہائی حصے کے قلوب پر حکمرانی کرنے والا کبھی جھوٹا پیغمبر نہیں ہو سکتا۔" (اللھم صل علی محمد و آلہ)

مہاتما گاندھی اپنی کتاب (YOUNG INDIA) میں لکھتے ہیں:۔

"میں اس عظیم انسان کی زندگی کے حالات معلوم کرنا چاہتا تھا جو کروڑوں انسانوں کے قلوب پر حکومت کرتا ہے۔ مجھے ان کی زندگی کے حالات پڑھ کر پختہ یقین ہو گیا کہ اسلام کی شان تلوار کے زور سے نہیں۔ بلکہ پیغمبر اسلام کی کمال سادگی، عظیم الشان قربانی، شاندار پیمان عہد اپنے پیرو کاروں اور دوستوں سے کمال شفقت، کمال جرأت اور خدا تعالےٰ پر بے پناہ توکل اور اپنے مشن پر یقین کامل سے یہ چیز حاصل ہوئی۔ تلوار سے یہ چیز کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔"

Marfat.com

میجر آرتھس گلن (ARTHUS GLYN) اپنی کتاب
(ISLAM, HER MORAL AND SPIRITUAL VALUE) میں لکھتے ہیں:۔

"محمدؐ کی سچائی کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے تاریخ کے طالب علم کو سب سے پہلے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ کوئی معمولی واعظ نہیں تھے اور نہ ہی آوارہ پھرنے والے خود غرض انسان تھے۔ بلکہ وہ نوع انسان کے سب سے زیادہ سچے اور مخلص انسان تھے اور ایسی باکمال شخصیت تھے کہ دُنیا نے کم ایسی ہستیاں دیکھی ہیں۔ یہ تسلیم کرنے کے بعد تاریخ کے طالب علم کو یقین ہو جائے گا کہ اسلام ایک مکمل اور سچا مذہب ہے جو مسلمان کو حقیقت اور روشنی کی بلندیوں پر لے جاتا ہے"۔

انگلستان کے معروف مؤرخ لین پول (LANE POOLE) اپنی کتاب
(THE SPEECHES AND TABLE TALKS OF MUHAMMAD) میں لکھتے ہیں:۔

"دشمنانِ مکہ پر محمدؐ کی عظیم الشان فتح کا دن محمدؐ کے اپنے نفس پر بھی عظیم الشان فتح کا دن تھا۔ جس دن انہوں نے قریش مکہ جیسے ظالم جانی دشمنوں کو معاف کر کے امن عام کا اعلان کر دیا وہ جس طرح اپنے آبائی شہر میں داخل ہوئے۔ تاریخ عالم کی جنگوں میں اس جیسی فتح کی مثال ملنا ناممکن ہے"۔ (اللھم صل علی محمد و آلہ)

فرانس کے مفکر لامارٹن (LAMARTINE) اپنی کتاب
(HISTOREKE DE LA TURQUIE) میں لکھتے ہیں:۔

"فلاسفر، مبلغ، پیغمبر، قانون ساز، جرنیل، فاتح، شارع، بُت شکن، بیس ظاہری اور ایک رُوحانی سلطنتوں کا بانی یہ ہے محمدؐ۔ انسانی عظمت کے ہر معیار پر اُسے پرکھ لینے کے بعد ہم دُنیا سے سوال کرتے ہیں کہ آیا کوئی اس سے زیادہ عظیم انسان ہو سکتا۔ (اللھم صل علی محمد و آلہ)

لارتھروپ سٹوڈارڈ (LURTHEROP STODDARD) اپنی کتاب
(THE NEW WORLD OF ISLAM) میں لکھتے ہیں:۔

"اسلام کا اُبھرنا شائد دُنیا کا سب سے زیادہ حیران کن واقعہ ہے۔ ایک غیر معروف خطہ زمین اور غیر معروف قوم سے نکل کر اسلام ایک صدی کے اندر نصف دنیا پر حاوی ہو گیا اور عظیم الشان سلطنتوں اور عظیم الشان مذہبوں کو روندتا ہوا، مختلف قوموں کی قسمتیں بناتا ہوا اور اپنی علیحدہ دنیا یعنی دنیائے اسلام بناتا ہوا چلا گیا۔ ہم اس واقعہ کو جس قدر نزدیک سے دیکھتے ہماری حیرت میں اُسی قدر اضافہ ہوتا ہے۔ دوسرے بڑے مذاہب نے بھی اپنی حیثیت بنائی لیکن آہستہ اور دشوار گزار راستوں سے گزر کر اور وہ بھی شاہانِ دنیا کی مدد سے۔ مثلاً عیسائیت کو قیصرِ روم

Marfat.com

مل گیا، بدھ مت کو اشوک اور زرتشت کو شاہ سائرس کی امداد ملی جس نے کمزور اقوام کو مسخر کر لیا۔ لیکن اسلام کو کسی بادشاہ کی معاونت حاصل نہ تھی۔ ریگستان کے فرو ماندہ گمنام خانہ بدوشوں میں جنم لے کر اسلام کسمپرسی کی حالت میں گھر سے باہر نکلا اور زبردست مخالفت کے باوجود دنیا پر چھا گیا۔ یہ ایک معجزہ تھا کہ دو نسلوں کے اندر اسلام کا پرچم ہسپانیہ کے کوہ پیرینیز سے لے کر کوہ ہمالیہ تک اور وسط ایشیا کے صحراؤں سے لے کر وسط افریقہ کے صحراؤں تک لہلہانے لگا۔ محمدؐ عربوں کا عرب اور قوم کی رُوح کا دلفریب مجسمہ تھا۔ خدائے واحد لاشریک کا سادہ اور مذہبی اجارہ داری سے پاک دین لے کر محمدؐ نے عربوں کی کایا پلٹ دی اور عرب لوگ اپنی قدیمی دشمنیوں کو بھول کر ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے اور ریگستانوں سے نکل کر جوش و خروش کے ساتھ خدا کی زمین کو اپنے ایک خدا کے لیے فتح کرنے میں مشغول ہو گئے۔ پہلی تین صدیوں یعنی ۶۵۰ء عیسوی سے لے کر ۱۰۰۰ء تک دنیائے اسلام ساری دنیا میں سب سے زیادہ مہذب اور ترقی یافتہ خطہ تھا۔ یہاں عالم اسلام شاندار شہروں، عظیم الشان مساجد اور خاموش یونیورسٹیوں سے آراستہ و پیراستہ تھا اور عیسائی دنیا دُور تاریک کی گہرائیوں میں غرق تھی۔"

ہندوستان کی مایہ ناز سیاستدان اور مفکر سروجنی نیڈو اپنی کتاب (THE IDEAS OF ISLAM) میں لکھتی ہیں:

"ساری دنیا میں اسلام پہلا مذہب ہے جس نے جمہوریت کا نہ صرف سبق دیا گیا بلکہ اس پر کامیابی سے عمل بھی کیا گیا۔ جب مسجد کے میناروں سے اللہ اکبر کی اذان گونجتی ہے تو اسلامی جمہوریت کا دن میں پانچ وقت ایسا مظاہرہ ہوتا ہے کہ شاہ و گدا ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور خدا کی عظمت کا اقرار کرتے ہیں۔ اسلام کی یہ لازوال اخوت دیکھ کر میں بار بار حیرت زدہ ہوتی ہوں کہ کس طرح سب انسان بھائی بھائی نظر آتے ہیں۔ جب لندن میں آپ مصر، ترکی، ہندوستان اور الجیریا کے مسلمانوں کو دیکھیں تو کیا مجال کہ کوئی مصری اور کوئی ہندی نظر آئے۔ سب مسلمان بھائی نظر آتے ہیں۔"

انگلستان کے مشہور و معروف قانون دان سر ایڈمنڈ برک نے ہندوستان کے ایک وائسرائے لارڈ وارن ہیسٹنگ کے مقدمہ کے سلسلے میں برطانوی پارلیمان میں بیان دیا۔

"اسلامی قانون جو ہر شاہ و گدا پر لاگو ہے قانون سازی کا وہ بہترین، روشن ترین، بلند ترین اور پُر حکمت خزینہ ہے کہ جس کی دنیا میں مثال نہیں ملتی۔"

فرانس کے ڈاکٹر برتھرانیڈ (BERTHRAND) اپنی کتاب (CONTRIBUTION DES ARABS AN DE SCIENCES) میں لکھتے ہیں کہ:۔

Marfat.com

"اسلام کے عظیم پیغمبر کے یہ الفاظ کہ "علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے"
"علم حاصل کرو خواہ چین ہی کیوں نہ ہو" "علماء انبیاء کے وارث ہیں" "عالم کی سیاہی شہید کے خون
سے زیادہ مقدس ہے" ان جاہلوں کے بیانات کی نفی کرتے ہیں کہ اسلام کو زوال قرآنی تعلیمات
سے ہوا۔ اگر وہ لوگ اس عظیم کتاب کو غور سے پڑھیں اور عقل سے سمجھیں تو ان کو معلوم ہو جائے
گا کہ اس کے ہر صفحے پر بت پرستی، اور مادہ پرستی کی مذمت کی گئی ہے اور قدرت کے کرشمے
دیکھ کر سائنس میں ترقی کی ترغیب دی گئی ہے اور جیسا کہ ہم نے اس کتاب میں ثابت کیا ہے
جن لوگوں نے قرآن عظیم کے ان اصولوں پر عمل کیا وہ ایک محیّر العقول تمدن کے معمار بن کر دنیا
میں ابھرے"

برطانیہ کے سی۔ ایچ بیکر (BEEKER) اپنی کتاب "عیسائیت اور اسلام" میں لکھتے ہیں:۔
"یہ نظریہ کہ مسلم فاتحان کے دل میں عیسائیت سے نفرت کا جذبہ کارفرما تھا۔ عیسائیوں کی من گھڑت
ناول ہے"

مسٹر ایسکر ینڈر پاول (ALEXANDER POWELL) اپنی کتاب
(THE S''RUGGLE OF POWER IN ASIA) میں لکھتے ہیں:۔
"مسلمانوں نے اپنی فتوحات کے وقت ایسی بردباری اور وسعتِ قلبی کا ثبوت دیا کہ جس سے عیسائی
قوموں کا شرم کے مارے سر جھک جاتا ہے"

مسٹر ڈنکن گرین لس (DUNCAN GREENLUS) اپنی کتاب (THE GOSPEL OF ISLAM)
میں لکھتے ہیں:۔
"اسلام کی یہ شرافت اور فراخدلی کہ تمام مذاہب خدا کے سچے مذہب ہیں ہمیشہ بنی نوع انسان کی قابلِ
فخر وراثت تصور ہوتی رہے گی اور اسی حقیقت پر ساری دنیا کے لیے ایک مذہب بنایا جا سکتا ہے"

عصرِ حاضر کے معروف مفکر (WILFERD CANTWELL SMITH) اپنی کتاب
(ISLAM IN MODERN HISTORY) میں لکھتے ہیں:۔
"جہاں عیسائی مذہب حال میں سوشل تعلیمات کی طرف آیا ہے اسلام شروع سے ایسا ہی تھا"

Marfat.com

علمی دنیا کا قبولِ اسلام

اسلام کے متعلق مندرجہ بالا بیانات معمولی آدمیوں کے دیئے ہوئے نہیں ہیں بلکہ دنیا بھر کے بہترین مؤرخین، فلاسفرز، مفکرین، مدبرین، محققین اور سائنسدانوں کی قلم سے نکلے ہوتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ دنیا کے دل و دماغ نے اصُولی طور پر اسلام قبول کر لیا ہے۔ اب صرف مغربی دنیا کا رسمی طور پر قبول اسلام باقی ہے جو بفضلہٖ تعالےٰ قریب ہے۔

روس میں رُوحانی شوق

اب تو دنیا مادیّت اور لادینیّت سے اس قدر بیزار ہو رہی ہے کہ رُوس جیسے دہریہ ملک میں بھی اسلامی روحانیت کے شوق کی لہر دَوڑ چکی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے عیسائیت کے خلاف بغاوت کے وقت باقی اقوام مغرب نے اسلام کے اُن اصولوں کو قبول کر لیا جن کا تعلق مادی ترقی اور سائنس کے ساتھ تھا اور اسلام کی روحانی تعلیمات کو نظر انداز کر دیا تھا۔ روس اُن سے ایک قدم آگے نکل گیا اور اس نے عیسائیت کو خیرباد کر کے دہریت اختیار کر لی جس سے اس ملک میں ایک زبردست روحانی خلا (SPIRITUAL VACCUM) پیدا ہو گئی اور چونکہ یہ قانونِ قدرت ہے کہ کوئی ویکیوم دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔ اب روسی لوگ شدّت سے روحانیت کی پیاس محسوس کر رہے ہیں اور سرکاری اداروں تجربہ گاہوں اور یونیورسٹیوں میں روحانیت پر کام ہو رہا ہے اور تجربے ہو رہے ہیں جس سے عجیب و غریب نتائج رونما ہو رہے ہیں۔ اب وہ لوگ اس قابل ہو گئے ہیں کہ روحانی توجہ (CONCENTRATION) کے ذریعے زمین سے ایک دو اِنچ ہوا میں معلق ہو سکتے ہیں۔ بغیر آلات دُور کی چیزیں دیکھ سکتے ہیں، دُور کی آوازیں سُن سکتے ہیں اور ٹیلی پیتھی (TELEPATHY) کے ذریعے دُور تک پیغام رسانی کر سکتے ہیں۔ حالانکہ اسلامی روحانی سائنس (تصوف) میں یہ امور نچلی سطح سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور تھوڑی سی روحانی ترقی سے اس قسم کے کشف و کرامات حاصل ہو جاتے ہیں۔ لیکن صوفیائے کرام ان کی طرف قطعاً متوجہ نہیں ہوتے اور اُن کو بچوں کا کھیل سمجھا جاتا ہے جس سے ترقی میں کاوٹ پڑ جاتی ہے لیکن روس اور یورپ و امریکہ میں بھی ان معمولی چیزوں کو بڑی اہمیت دی جا رہی ہے اور اس کو بہت بڑا کارنامہ تصور کیا جا رہا ہے۔

اب ؀ روسیوں کو طاقتور کیمروں کے ذریعہ آسانی سے رُوح کا کھوج بھی مل گیا ہے جس کا وہ آج تک انکار کرتے آئے ہیں۔ اب ان کو معلوم ہو رہا ہے کہ جسم کے اندر ایک اور لطیف جسم ہے جو دُور کی چیزوں کو دیکھ سکتا ہے اور آوازوں کو سُن سکتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی ثابت کر لیا ہے کہ موت کے وقت صرف انسان کا جسم مرتا ہے لطیف جسم کسی اور مقام پر چلا جاتا ہے۔ یہ اسلامی عقائد کے عین مطابق ہے۔ اسلام نے صدیوں پہلے بتا دیا تھا کہ موت کے وقت جسم ختم ہو جاتا ہے اور رُوح عالمِ برزخ میں چلا جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اب روسی لوگ آہستہ آہستہ اسلام کی طرف آ رہے ہیں۔

Marfat.com

لوہا گرم ہو چکا ہے

اب جبکہ لوہا خود بخود گرم ہو رہا ہے مسلمانوں کا فرض ہے کہ تاریخ کے اس اہم موڑ پر گرم لوہے کو اپنے اسلامی قالب میں ڈھالنے کی کوشش کریں ورنہ ہندو اور بُدھ مت کے فن روحانیت میں اناڑی مبلغ کیسے کرائے کام کو خراب کر دیں گے اور اسلام کی طرف آنیوالی اقوام کو اپنی غلط اور فرسودہ، زائدالمیعاد روحانی نظام پر ڈال کر صدیوں پیچھے دھکیل دیں گے۔ زہد خشک نے اسلام کو بدنام اور ناکام کر دیا ہے۔ اب بھٹکی ہوئی دنیا کو روحانیت اسلام ہی بچا سکتی ہے جس کا دوسرا نام تصوف (SUFISM) ہے جس کی طرف مغربی دنیا بمع روس و چین اب تیزی سے مائل ہو رہے ہیں۔ اب چین میں بھی روحانی محرکات رونما ہو رہے ہیں اور حکومت نے بدھ، عیسائی اور اسلامی روحانیت پر ریسرچ کے مراکز قائم کر رکھے ہیں۔ ویسے بنیادی طور پر چین خود بھی ایک روحانی ملک ہے جس میں طوازم قسم کی روحانیت کے اب بھی لوگ قائل ہیں اور لاؤطزو کو اپنا روحانی پیشوا سمجھتے ہیں۔

قرآن کی حقانیت کے متعلق فرانس کے ایک سائنسدان کا بیان

فرانس کے مشہور سائنسدان ڈاکٹر مارس بوکائی (MAURICE BUCAILLE) اپنی کتاب (THE BIBLE, THE QURAN AND SCIENCE) میں لکھتے ہیں:

"موجودہ سائنس نے انسانی دماغوں کو جس قدر ناپاک کیا ہے ان کو پاک کرنے کے لیے بڑی روحانی قوت کی ضرورت ہے:" آگے چل کر وہ لکھتے ہیں:

"قرآن کا نزول چھٹی صدی عیسوی میں ہوا۔ اس کے اندر کافی ایسا مواد آیا ہے جو تورات اور انجیل میں بھی مذکور ہے۔ قرآن تمام مسلمانوں کو تلقین کرتا ہے کہ باقی آسمانی کتابوں کو برحق مانا جائے۔ اس میں تمام انبیاء مثل نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ کو برحق کہا گیا ہے۔ انجیل کی طرح قرآن میں بھی عیسیٰؑ کی ولادت کو ایک کرامت قرار دیا گیا ہے۔ بی بی مریمؑ کو بھی قرآن میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ یہاں تک کہ قرآن کی ایک سورت کو بھی "مریم" کا نام دیا گیا ہے۔ عام طور پر مغربی دنیا کو یہ حقائق معلوم نہیں ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں ان حقائق کو جان کر چھپایا گیا ہے اور عوام کو اس علم سے بے بہرہ رکھا گیا ہے۔ یہاں تک کہ مغرب میں اسلام کو بھی جان بوجھ کر محمڈنزم کا نام دیا گیا ہے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ قرآن محمدؐ کا کلام ہے اور اسلام محمدؐ کا مقرر کردہ دین ہے۔ جس میں خدا کا کوئی دخل نہیں ہے۔ آج کل پڑھے لکھے لوگوں کو اسلام میں خاص دلچسپی ہے لیکن وہ نزول وحی کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے حالانکہ یہ معلومات بہت ضروری ہیں۔ عیسائی حلقوں میں مسلمانوں کو اس قدر نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کہ میرا بارہا کا تجربہ ہے کہ جب بھی میں نے بائبل اور قرآن کی حکایات پر غور کرنے کی کوشش کی تو قرآن سے اس قدر نفرت پائی جاتی تھی کہ گویا شیطان کا ذکر کیا گیا ہے۔"

Marfat.com

"تاہم ایک خدا میں یقین رکھنے والے۔ تمام مذاہب پر اس وقت ریسرچ اور ان کا تقابلی مطالعہ بیحد ضروری ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ مذاہب ایک ہی مضمون کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ آجکل سائنس اور مذہب کے درمیان اس قدر مقابلہ بازی ہو رہی ہے کہ تمام مذاہب کی تعلیمات کو یکجا کر کے سائنس کا مقابلہ کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ اس کام کے لیے یہ تین بڑے مذاہب (اسلام، عیسائیت اور یہودیت) کے لیے بے حد ضروری ہو گیا ہے کہ مل کر مادیت اور لادینیت کا مقابلہ کریں۔"

"اس کام کے لیے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ یہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ ان تینوں مذاہب کی کتابیں کتنی صحیح ہیں۔ ۔ ۔ ۔ مغربی دنیا میں آسمانی کتب کا تنقیدی مطالعہ زمانۂ حال کی بات ہے کئی صدیوں تک لوگ بائیبل (تورات و انجیل) کو صحیح مانتے آئے اور ان کی معمولی سی نکتہ چینی کو بھی گناہ سمجھا جاتا تھا۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا تھا کہ بائیبل کو سمجھنا صرف پادریوں کا کام ہے اور عام لوگوں کی اکثریت کلام کے صرف اُسی حصّے سے واقف تھی جو گرجاؤں میں عبادت کے لیے مخصوص تھا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تنقیدی کتابوں میں بعض مشکلات پر پردہ ڈالا جاتا ہے۔"

"کس قدر افسوسناک بات ہے کہ بائبل کی بعض ایسی غلطیوں کو صحیح تصور کیا جاتا ہے جو منطق کی رُو سے صحیح نہیں۔ اس عمل سے پڑھے لکھے لوگوں کا خداوند تعالےٰ کی ہستی میں اعتقاد مجروح ہو جاتا ہے۔ ہمارے تجربے میں یہ آیا ہے کہ اس حقیقت سے بہت کم عیسائی آگاہ ہیں۔ عیسائیوں کی اکثریت نے اپنے دنیاوی علوم کے ذریعے ان باتوں کو کبھی نہیں پرکھا۔ خواہ وہ کتنی بنیادی کیوں نہ ہوں۔"

اسلام کی حقانیت کے متعلق ڈاکٹر مارس لکھتے ہیں کہ:-

"اسلام میں انجیل کے برابر حدیث کا درجہ ہے جو پیغمبر اسلام کے اقوال کا مجموعہ ہے اور انجیل بھی عیسےٰؑ کے اقوال سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ جس طرح احادیث محمدؐ کے کئی سال بعد لکھی گئیں اُسی طرح انجیل بھی عیسےٰؑ سے کئی سال بعد قلمبند ہوئی۔ دونوں کے اندر گزشتہ واقعات کا ثبوت صرف انسانی شہادت پر منحصر ہے۔ اب ہم یہ دیکھیں گے کہ کس طرح ان چار انجیلوں کے مصنف اُن واقعات کے عینی شاہد نہیں تھے جو اُنہوں نے بیان کیے ہیں، خواہ لوگ کچھ سمجھیں۔ انجیل پر حدیث کا نام صادق آتا ہے اِسی بات پر حدیث (نبوی) اور انجیل کی کتابوں کی مطابقت ختم ہو جاتی ہے کیونکہ آگے چل کر جہاں احادیث کی سچائی زیر بحث آتی رہی اور اب تک آ رہی ہے انجیل کی سچائی کی بحث صدیوں پہلے ختم ہو چکی تھی اور متعدد انجیل کی کتابوں میں سے صرف موجودہ چار کتابوں کو صحیح مان کر اس بحث کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا۔ اگرچہ بہت مقامات پر اُن کا آپس میں اختلاف ہے اسلام اور عیسائیت کی آسمانی کتابوں میں دوسرا بنیادی فرق یہ ہے کہ عیسائیت میں ایسی کوئی

Marfat.com

کتاب نہیں جو نازل ہوئی اور قلمبند کی گئی لیکن اسلام کی کتاب قرآن میں یہ صفت موجود رہے کہ جونہی یہ نازل ہوا قلمبند ہو گیا اور اس کی تلاوت شروع ہو گئی۔ محمدؐ نے خود اس کی سورتوں کو ترتیب دی۔"

"اس کے مقابلہ میں عیسائی وحی کی بنیاد بے شمار سُنی سُنائی باتوں (INDIRECT HUMAN ACCOUNTS) پر ہے۔ ہمارے پاس عیسےؑ کی زندگی کے واقعات کے متعلق کوئی عینی شہادت نہیں ہے۔ خواہ عیسائی لوگ کچھ سمجھیں۔ اس امر سے عیسائیت اور اسلام کی صداقت (AUTHENCITY) کا اندازہ ہو سکتا ہے۔"

سائنس اور آسمانی کتب

بائبل اور سائنس

وہ آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

"جہاں تک سائنس اور آسمانی کتابوں کا تعلق ہے۔ شروع میں اگرچہ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ سائنس اور مذہب میں مطابقت ضروری ہے۔ . . . لیکن جب سائنس نے ترقی کی تو یہ واضح ہو گیا کہ بائبل اور سائنس کے درمیان اختلاف ہے۔ لہٰذا اس تقابلی عمل کو ترک کر دیا گیا اور آج ہم یہ دیکھ رہے ہیں۔ بائبل کی تفاسیر اور سائنسدانوں کے مابین بہت اختلاف واقع ہے۔"

قرآن اور سائنس

"لیکن اسلامی وحی میں یہ بات نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے قرآن کے اندر سائنس کی دلچسپی کے حقائق بائبل سے کہیں زیادہ ہیں۔ قرآن میں لاتعداد ایسے حقائق موجود ہیں جو سائنس کے مطابق ہیں۔ قرآن کی کوئی چیز بھی سائنس کے خلاف نہیں ہے . . . جب میں نے یہی ٹسٹ تورات اور انجیل کے مطالعہ کے وقت سامنے رکھا تو تورات کی پہلی کتاب (GENSIS) میں یہ دیکھا کہ اس کے تمام بیانات سائنس کے مسلّم حقائق کے بالکل برعکس ہیں۔ انجیل کے کھولتے ہی بے شمار مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ عیسےؑ کے شجرہ نسب کے متعلق میتھیو (MATHEW) کی انجیل لیوک LUKE کی انجیل سے بالکل مختلف ہے۔ اِس انجیل میں انسان کی پیدائش کے متعلق جو مواد درج ہے وہ موجودہ زمانے کے سائنسی حقائق کے برعکس ہے۔ . . . لیکن جہاں تک قرآن کا تعلق ہے سائنس نے بعض ایسی آیات کے معنی اُجاگر کر دیئے ہیں جو اب تک سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ اور یہ کوئی حیران کن بات نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اسلام میں سائنس اور مذہب ہمیشہ سے دو جڑواں بہنیں (TWIN SISTERS) کی حیثیت رکھتے ہیں۔ شروع سے اسلام نے مسلمانوں کو سائنس کی طرف راغب ہونے کا سبق دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کو سائنس کے میدان میں زبردست ترقی حاصل ہوئی جس سے عیسائیت کی نشاۃ ثانیہ (RENAISSANCE) سے قبل کی مغربی دنیا کو بھی فائدہ پہنچا۔ لہٰذا سائنس اور الہامی مذہب کے درمیان جو جنگ جاری تھی اس میں قرآن نے آکر صلح کرا دی کیونکہ سائنس کی روشنی میں قرآن کی آیات صحیح ثابت ہوئیں۔"

Marfat.com

ڈاکٹر مارکس کتاب کے صفحہ ۱۱۷ پر لکھتے ہیں :-

"یہودی اور عیسائی مذاہب اس بات کو نہیں چھپاسکتے کہ وہ مادیت اور لادینیت کے حملوں سے اپنے آپ کو بچانے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ یہ دونوں مذاہب دہریت کے طوفان میں دب کر رہ گئے ہیں اور طوفان ہے کہ ہر روز بڑھتا ہوا آرہا ہے اور ایسا نظر آتا ہے کہ سب کچھ بہا کر لے جائے گا۔ مادہ پرست دہریہ یہ دیکھتا ہے کہ عیسائیت انسان کے ہاتھ کا بنایا ہوا مذہب ہے جو دو ہزار سال سے اس کوشش میں ہے کہ ایک خاص اقلیت عوام پر غالب رہے۔ ان دونوں مذاہب کے اندر اُسے سائنس کے خلاف اتنی زیادہ باتیں نظر آتی ہیں کہ وہ ان پر غور کرنے سے انکار کرتا ہے . . . . لیکن میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ قرآن میں جو آج سے تیرہ سو سال پہلے کی کتاب ہے ایسے بیانات پائے جاتے ہیں جو موجودہ زمانے کی سائنس کے عین مطابق ہیں۔ چونکہ مغربی دنیا میں اسلام کی جو تصویر کھینچی جاچکی ہے وہ اس سے مختلف تھی جو میں دیکھ رہا ہوں اس لیے میں نے عربی زبان سیکھی اور قرآن کا غور سے مطالعہ کیا اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ قرآن کی ہر چیز سائنس کے مطابق ہے۔ قرآن کے مطالعہ سے آدمی یہ دیکھ کر حیران ہوتا ہے کہ اس میں بے شمار مضامین پر بحث کی گئی ہے۔ مثلاً تخلیق کائنات، علم نجوم، زمین کی ماہیت، نباتات اور حیوانات کے حقائق، انسان کی پیدائش وغیرہ۔ جہاں بائبل میں بڑی بڑی غلطیاں پائی جاتی ہیں قرآن کے اندر ایک غلطی بھی نہیں ہے۔ یہ دیکھ کر میں ٹھہر کر سوچتا تھا کہ قرآن کا مصنف اگر کوئی انسان ہوتا تو اُس کے لیے ساتویں صدی عیسوی میں یہ کیسے ممکن تھا کہ ایسے بیانات دے جو موجودہ زمانے کے سائنس کے انکشافات کے عین مطابق ہوں۔ اب اس بات کو کون جھٹلا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی نہیں جھٹلا سکتا۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ فرانس کے شاہ ڈیگو برٹ (DAGOBERT) کا ہم زمان یعنی ساتویں صدی عیسوی کا رہنے والا عربستان کا باشندہ سائنس کے ایسے حقائق بیان کرے جو اس سے دس صدیاں بعد منکشف ہوئے۔ بعض لوگ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ محمدؐ سے پہلے عرب لوگ سائنس میں ماہرین فن کی حیثیت رکھتے تھے اور اس نے سائنس کا علم اُن سائنسدانوں سے حاصل کیا۔ کس قدر بودی بات ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلامی دنیا میں جو سائنس کو عروج حاصل ہوا وہ محمدؐ کے زمانے کے بعد تھا نہ کہ پہلے۔"

کیا قرآن بائبل کی نقل ہے

"بعض لوگ کہتے ہیں کہ محمدؐ نے قرآن میں تورات کی نقل لگائی ہے یہ نظریہ اُسی قدر احمقانہ ہے جیسے کوئی کہے کہ انجیل آسمانی کتاب نہیں ہے بلکہ تورات کی نقل ہے اور حضرت عیسےٰؑ نے اپنے حواریوں سے یہ کہا کہ یہ آسمانی کتاب ہے۔ اگر محمدؐ تورات کی نقل کرتے تو تورات اور قرآن کے درمیان اس قدر اختلاف کیوں ہوتا جو پایا جاتا ہے۔"

Marfat.com

کائنات چھ دنوں میں پیدا کی گئی

وہ آگے چل کر مختلف مضامین کو بائبل اور قرآن کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

"بائبل میں خاص طور پر آیا ہے کہ کائنات چھ دن میں پیدا کی گئی اور ہفتے کے ساتویں دن خدا تعالیٰ نے آرام کیا۔ اس سے پادریوں نے ہفتے میں ایک دن کی چھٹی کا جواز نکالا ہے۔ لیکن یہ بات نہیں بنتی۔ کیونکہ دن سے مُراد سورج کا نکلنا اور غروب ہونا ہے اور جب کائنات بنائی گئی تو اُس وقت سوُرج اور زمین کہاں تھے۔۔۔۔ لیکن قرآن جہاں کائنات کا چھ دنوں میں بنایا جانا بیان کرتا ہے اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ دن سے مراد چوبیس گھنٹے نہیں بلکہ ایک طویل عرصہ ہے چنانچہ سورۃ نمبر ۳۲ کی آیت نمبر ۵ میں آیا ہے کہ ایک یوم کئی ہزاروں سال کے برابر ہے۔ ایک اور آیت میں دن کی لمبائی پچاس ہزار سال بتائی گئی ہے۔"

دوسری بات یہ ہے کہ پادریوں کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ہفتے میں ایک دن خدا تعالیٰ نے آرام کیا کیونکہ خدا تعالیٰ انسان کی طرح نہیں ہے اس کو آرام کی کوئی ضرورت نہیں۔

دوسرے ستاروں میں آبادی کا امکان قرآن کی رُو سے

آگے چل کر فاضل مصنف لکھتے ہیں کہ:۔

"قرآن میں ایسی آیات بھی ملتی ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ زمین کی طرح بعض دوسرے اجرامِ فلکی میں بھی آبادی ہے اور اکثر سائنسدان اس بات میں قرآن سے متفق ہیں۔"

نظریہ مادہ اور قاطع مادہ

(THE THEORY OF MATTER AND ANTIMATTER)

سائنس کے حلقوں میں ایک اور مضمون جو زیر بحث ہے "مادہ اور قاطع مادہ" کا نظریہ ہے۔ فاضل مصنف کو قرآن میں ایک ایسی آیت نظر آئی ہے جس سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے لیکن انہوں نے کمال احتیاط کی بنا پر اس کے متعلق کوئی قطعی نظریہ قائم نہیں کیا۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کائنات ہر وقت جدید صورت اختیار کرتی ہے۔ صوفیائے کرام کے نزدیک یہ نظریہ "تجدّدِ امثال" کے نام سے موسوم ہے۔ اہلِ بصیرت کے مشاہدہ کی بات ہے کہ کائنات ہر لمحہ فنا ہو رہی ہے۔ اور از سرِ نو وجُود میں آ رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے اسماء میں سے ہر اسم ہر وقت فعّال ہے۔ ایک لمحہ کے لیے بھی معطّل نہیں ہوتا۔ اب چونکہ اسم مبارک یا حیّ (زندہ کرنے والا) کے بالمقابل اسم مبارک یا مُمیت بھی موجُود ہے۔ یا حیّ کا تقاضا یہ ہے کہ تخلیق کا سلسلہ ہر وقت جاری رہے اور

Marfat.com

یا مُمیتُ کا تقاضا یہ ہے کہ تخریب یا فنا کا سلسلہ ہر وقت جاری رہے۔ اِس لیے کائنات ہر لحہ معدوم ہو جاتی ہے۔ اور پھر وجُود میں آجاتی ہے لیکن درمیانی وقفہ اس قدر قلیل ہے کہ اہلِ بصیرت کے سوا کسی کو محسوس نہیں ہوتا چونکہ سائنس نے جدید آلات کی وجہ سے ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصّہ کا تعین کر لیا ہے ان کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ مادہ (MATTER) کے ساتھ ایک ایسی قوت بھی موجُود ہے جو اس کو کاٹ رہی ہے اس قوّت کا نام انہوں نے (ANTI-MATTER) رکھا ہے جو در اصل تقاضا ہے حق تعالےٰ کے اسم یا مُمیتُ کا یعنی معدُوم کرنے والا۔

نظریۂ تسخیر فضا

(CONQUEST OF SPACE)

تسخیر فضا حال ہی وجُود میں آئی ہے لیکن قرآن میں اس کے متعلق تین آیات آج سے چودہ سو سال پہلے آچکی ہیں۔ اس کے متعلق فاضل مصنف لکھتے ہیں:۔

"اگر میری یہ کتاب آج سے تیس سال پہلے لکھی جاتی تو آج مجھے اس کے اندر ایک اور باب کے اضافہ کی ضرورت محسوس ہوتی جس کی پیشین گوئی قرآن نے کر دی ہے۔ یہ نئی بات تسخیر فضا (CONQUEST OF SPACE) ہے جس کے متعلق قرآن میں تین آیات موجُود ہیں۔"

اس کے بعد ہمارے مصنّف نہایت ہی فاضلانہ انداز میں ہر آیت پر ایسی مدلّل اور مکمل بحث کرتے ہیں۔ کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ماہر تفسیر صرف و نحو اور علم الکلام بول رہا ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ ہماری جماعت عنقریب پیش کر رہی ہے۔

نظریۂ توسیعِ کائنات

(EXPANSION OF THE UNIVERSE)

فاصل مصنّف لکھتے ہیں:۔

"یہ امر کہ کائنات ہر وقت وسعت پذیر ہے۔ موجودہ سائنس کا ایک اہم انکشاف ہے لیکن قرآن نے مندرجہ ذیل آیت اس کی خبر پہلے ہی سے دے دی ہے:

"ہم نے سمٰوات کو اپنی قوت سے پیدا کیا ہے اور ہم انہیں توسیع دے رہے ہیں۔" قرآن میں لفظ مُوسِعُونَ آیا ہے جس کا مصدر "اَوسعَ" ہے جس کا مطلب ہے وسیع کرنا۔"

Marfat.com

ساری کتاب میں فاضل مصنف قرآن حکیم کی بے شمار آیات نقل کرتے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے اندر سائنس کی تمام تازہ ترین انکشافات کی پیش گوئی موجود ہے۔ مثلاً انہوں نے سائنس کے نظریہ دورہ آب WATER CIRCLE ہر چیز میں برقی قوت کا موجود ہونا، جمادات، نباتات، حیوانات کے حقائق اجزائے دودھ، نسل انسان کے حقائق، مادہ تولید کی خصوصیات، رحم مادر میں مادہ تولید کے مختلف مراحل، تخلیق کائنات کے چھ مراحل، تعدد سموات، آسمان اور زمین کے مابین حائل مخلوق وغیرہ تمام موجودہ زمانے کے انکشافات قرآن میں موجود ہیں۔ آخر میں مصنف لکھتے ہیں :-

"بائبل اور قرآن کے درمیان یہ فرق قابل غور ہے اور اُن الزامات کا جواب ہے جن میں کہا گیا ہے کہ محمدؐ نے تورات کی نقل کی ہے۔ یہ الزام بالکل غلط ہے۔ بھلا یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک انسان جو آج سے چودہ سو سال پہلے تورات کی نقل لگا کر قرآن بنا رہا ہے اور پھر تورات کے اُن بیانات کو ترک کر رہا ہے جو چودہ سو سال بعد کی سائنس کے خلاف ہیں اور اُن بیانات کو نقل کر رہا ہے جو چودہ سو سال بعد سائنس پر منکشف ہوئے۔ کس قدر بے بنیاد بات ہے۔"

غرضیکہ یہ کتاب قرآن عظیم کی صداقت کا مدلل ثبوت ہے اور ہر مسلمان کو اس کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ جس سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔ اس کتاب اور قرآن حکیم کے مطالعہ کی زیادہ ضرورت مسلم سائنسدانوں کو ہے جن کو چاہیے کہ قرآن کی ہر آیت کو موجودہ سائنس کی روشنی میں دیکھیں اور جہاں جہاں غیر مسلم سائنسدانوں نے ٹھوکر کھائی ہے ان کی راہنمائی کے لیے آگے بڑھیں۔ خاص طور پر ڈاکٹر مارس بکائی کے مندرجہ ذیل سوال کا جواب دینا مسلم اکابرین کا فرض ہے :-

"یہ جو بعض سائنسدانوں نے علم کو ناپاک کر دیا (یعنی دہریت پھیلائی ہے) اس کو پاک کرنے کے لیے کن رُوحانی قوتوں کی ضرورت ہے۔"

اس سوال کا ایک جواب تو ہماری یہ کتاب اسلامی تصوف ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ جس طرح اسلام نے اہل مغرب کو دَورِ تاریک (DARK AGES) کی بربریت سے نکال باہر کیا اب بھی اسلام ہی دنیا کو تہذیب مغرب کی دلدل سے باہر نکال سکتا ہے۔

Marfat.com

ملیشیا کے پروفیسر سید نقیب الالطاس نے بھی اپنی کتاب "اسلام اور لادینیت"
(ISLAM AND SECULARISM) میں یہی جواب دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"دنیا کو ہر زمانے میں شدید خطرات پیش آتے رہے ہیں لیکن سب سے بڑا اور عظیم ترین خطرہ جو دنیا کو لاحق ہے وہ تہذیبِ مغرب کی تباہ کاری ہے۔ میں اپنی پوری قوت سے یہ کہنے کی جرأت کر رہا ہوں کہ اس تباہ کاری کا سامنا ساری دنیا کو اہلِ مغرب کے علم سے ہے نہ کہ جہل سے۔ وہ علم جس کو دنیا پر مسلط کرنے کے لیے وہ لوگ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ وہ علم جو مشکوک ہو کر رہ گیا ہے کیونکہ وہ اپنی افادیت کھو کر آلۂ تخریب بن چکا ہے اور عدل و امن کی بجائے زبردست ہیجان کا موجب ہوا ہے وہ علم جو شکوک کو جنم دے کر دنیا کو دہریت کی طرف دھکیل رہا ہے اور پھر اس پر فخر بھی کرتا ہے اور شکوک اور لادینیت کو عزیز ترین سرمایۂ حیات اور سائنس کا بہترین آلۂ کار سمجھتا ہے وہ علم جس کی بدولت عالمِ جمادات، عالمِ نباتات اور عالمِ حیوانات میں تباہی مچ گئی ہے۔ وہ علم جو آگاہی کا دعویدار ہے لیکن ہے پرلے درجے کی جہالت۔ وہ علم جو ایک تباہ کار تمدن کی ترجمانی کرتا ہے اور ہدایت کی بجائے گمراہی کا سبق دے رہا ہے۔ وہ علم جو چوں چوں کا مربہ یعنی کئی قسم کے رسم و رواج مذاہب اور تمدن کا مثلاً تہذیبِ یونان، تہذیبِ روما، عیسائیت، یہودیت وغیرہ وغیرہ۔ وہ علم جو مجموعہ ہے بے شمار متضاد عناصر اقدار، نظریات، تخیلات، عقائد اور فلسفوں کا جن سے تباہی اور تخریب کاری کے سوا کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔ وہ علم جس کے اندر تخریب و تصادم کے بیج کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں۔"

Marfat.com

تیسرا باب

اسلام میں ذات باری تعالےٰ کا تصوّر اور ثبوت

قلب ز مومن ز ماعکس کتاب است (اقبال)

اثبات ہستی باری تعالےٰ

تصور ذات باری تعالےٰ سے پہلے ہستی باری تعالےٰ کے ثبوت کی ضرورت ہے کیونکہ تہذیب مغرب نے مسلمانوں کے دلوں میں قسم قسم کے شکوک اور شبہات پیدا کر دیئے جن کا ازالہ ضروری ہے۔

علم الیقین:

کسی چیز کا وجود ثابت کرنے کے لیے دنیا میں دو طریقے مروّج ہیں اوّل منطقی دلائل دوم قانون شہادت جن کو اسلامی عقائد کی اصطلاح میں علم الیقین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہ یقین کا سب سے کمترین اور کمزور ترین درجہ ہے کیونکہ منطقی دلائل جس قدر قوی ہوں ان سے ایک گونا یقین تو آجاتا ہے لیکن حقیقت پھر بھی سامنے نہیں آسکتی۔ اسی طرح شہادت جس قدر صادق اور صحیح ہو شاہد کو تو حقیقت حال کا مشاہدہ ہو سکتا ہے، لیکن سننے والے کے سامنے حقیقت نہیں آسکتی۔

عین الیقین اور حق الیقین:

لیکن قرآن عظیم نے ہستی ذات باری تعالےٰ کے اثبات میں جہاں منطقی دلائل اور قانون شہادت سے کام لیا ہے اس کے ساتھ دو قسم کے اور ثبوت بھی پیش کیے ہیں اوّل عین الیقین دوم حق الیقین منطقی دلائل کے طور پر قرآن عظیم نے بنی نوع انسان کو مناظر قدرت کے مشاہدہ کی تلقین کی ہے کہ دیکھو کائنات کا یہ عظیم الشان کارخانہ خالق کے بغیر کیسے وجود میں آسکتا ہے۔ قدرت کے کرشمے دیکھ کر روسی بربریت کے بانی مبانی کارل مارکس CARL MARX نے بھی اعتراف کیا کہ:

"کائنات کے پیچھے عظیم الشان حکمت (INTELLIGENCE) کارفرما ہے اور یہ نتیجہ ہے ایک نہایت ہی طاقتور (POWERFUL) پُرحکمت (INTELLIGENT) تخلیقی (CREATIVE) طاقت (FORCE) کا جسے نیچر کہتے ہیں"۔

لیکن جسے کارل مارکس نیچر کہتا ہے ہم اُسے خدا کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ صرف نام کا فرق ہے۔ حقیقت ایک ہی ہے۔ قانون شہادت یہ ہے کہ کوئی شخص آپ کے سامنے آکر یہ کہے کہ میں نے وہ چیز اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور آپ اس کی بات کا یقین کر لیتے ہیں کہ واقعی وہ چیز موجود ہے خواہ آپ نے اس چیز کو

Marfat.com

اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہو۔ یہاں تک ایک جج کسی مبینہ قاتل کو صرف دو گواہوں کی شہادت کی بنا پر پھانسی جیسا بیب اور اہم فیصلہ دے دیتا ہے۔ چنانچہ ذات باری تعالیٰ کو ثابت کرنے کے لیے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام نے آکر گواہی دی ہے کہ ہمارا خداوند عالم کے ساتھ رابطہ قائم ہے، اس نے خلق خدا کی ہدایت کے لیے ہمیں بھیجا ہے اور اس نے بنی نوع انسان کے لیے یہ پیغام دیا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ہر نبی ایماندار، صداقت پسند، دیانت دار، مخلص اور راست باز تھا۔ اس لیے دُنیا نے ان کی بات کو صحیح مانا اور خدا کی ہستی کا یقین کر کے سرچشمہ ہدایت سے اپنے آپ کو سیراب کیا اور منزلِ مقصود تک رسائی حاصل کی۔

غرضیکہ دُنیا میں کسی چیز کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے ان دو طریقوں کے بغیر چارہ نہیں یعنی منطقی دلائل اور قانونِ شہادت۔ ان کے بغیر ہم دُنیا میں ایک لمحہ بھی نہیں گزار سکتے اور نہ ایک قدم آگے چل سکتے ہیں۔

لیکن اسلام نے اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ذات باری تعالیٰ کو ثابت کرنے کے لیے علم الیقین یعنی انبیاء علیہم السلام کی شہادت اور منطقی دلائل کے علاوہ دو قسم کے اور ثبوت پیش کیے جن سے لوگ واقف نہیں ہیں۔ اول عین الیقین دوم حق الیقین۔ عین کے لفظی معنی ہیں آنکھ کا دیکھنا یا عین ہونا یعنی توحید کے بلند ترین منازل طے کر کے ذات باری کے ساتھ عین ہو جانا۔ مثال کے طور پر اگر آپ نے آگ کو جلاتے ہوئے نہیں دیکھا اور کوئی شخص آکر آپ کو کہتا ہے کہ آگ جلاتی ہے تو آپ کا آگ کے متعلق یہ یقین علم الیقین کے درجے کا ہوگا۔ اگر کوئی شخص آپ کے سامنے آگ جلا کر دکھا دے تو آپ کا آگ کے متعلق علم عین الیقین (چشم دید) کا درجہ رکھے گا۔ یہ درجہ پہلے درجہ سے زیادہ قوی ہے۔ لیکن حق الیقین کا درجہ یہ ہے کہ آپ آگ کے اندر جا کر محسوس کریں کہ واقعی اس کا کام جلانا ہے علم معرفت کی اصطلاح میں ان آخری دو مدارج یقین کو عین الیقین اور حق الیقین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

خداوند عالم کی ہستی سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا

دراصل خداوند عالم وہ ذات عظیم الشان، عظیم المرتبہ، بلند و بالا، اکبر و اعظم ہے کہ وہ لاکھ پردوں میں چھپے تو ہرگز ہرگز نہیں چھپ سکتا اور دھونڈنے پر ہر شخص کے سامنے موجود ہے۔ وہ خدا ہی کیا جو کسی چیز کی آڑ میں چھپ سکے یا کسی سے اوجھل ہو سکے۔ عارفین کا قول ہے کہ ذات حق شدت قرب اور شدت ظہور کی وجہ سے نظر نہیں آتی ورنہ کیا مجال ہے کہ نظر نہ آئے۔

اب جو لوگ ملحد یا دہریے کے نام سے مشہور ہیں وہ درحقیقت منکر نہیں ہیں بلکہ غافل ہیں۔ ذات حق کو اُن کے قلوب مانتے ہیں لیکن دماغ تسلیم نہیں کرتے۔ علامہ اقبال نے نیٹشے کے متعلق خوب کہا ہے ؏

قلب او مومن دماغش کافر است

یعنی اس کا قلب مومن اور دماغ کافر ہے۔ بلکہ ہم تو یوں کہیں گے کہ ہر کافر اور ملحد کا قلب مومن اور دماغ کافر ہے۔ حق تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے نحنُ اقربُ الیہِ منْ حبلِ الورید (ہم انسان سے اس کی شہ رگ

Marfat.com

سے بھی زیادہ قریب ہیں، اب آپ خود خیال فرما سکتے ہیں کہ جو ہستی انسان کی شہ رگ سے بھی اس سے زیادہ قریب ہو تو اس کا شعور اور علم کیسے نہیں ہو سکتا۔ ضرور ہوتا ہے اور ہر کافر اور ملحد کا دل مانتا ہے کہ مجھے اور کائنات کو ضرور باری تعالےٰ نے پیدا کیا ہے اور اس کی ہستی کا شدت سے ہر شخص کو احساس ہے لیکن دماغ چونکہ محدود چیز ہے ذات حق کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ انگریزی الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ جو لوگ خداوند تعالےٰ کی ہستی کے منکر ہیں وہ دراصل (ATHEIST) نہیں AGNOSTIC ہیں۔ یعنی دہریہ نہیں غافل یا بے پرواہ ہیں۔ منکر نہیں غیر عارف ہیں اور معلوم کرنے کی کوشش گوارا نہیں کرتے۔ ایک انگریز نے مجھ سے کہا اگر آپ خدا کی ہستی میں یقین کرتے ہیں تو ثابت کریں کہ خدا موجود ہے۔ میں نے جواب دیا کہ آپ ثابت کریں کہ خدا نہیں ہے۔ خدا وہ ہستی ہے کہ اس کو کوئی شخص معدوم ثابت نہیں کر سکتا۔ اگر خدا کو معدوم کہے تو ساری کائنات کو بلکہ خود کو بھی معدوم کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد میں نے اس سے کہا کہ اگر میں تم کو کہوں کہ یہ کرسی کہ جس پر تم بیٹھے ہو خود بخود پیدا ہو گئی ہے۔ اس کے بنانے والا کوئی نہیں ہے تو آپ میرے دماغ کے متعلق کیا فتوے صادر کریں گے۔ اس نے کہا (FIT FOR LUNATIC ASYLUM) پاگل خانہ کے قابل۔ میں نے کہا ٹھیک ہے جب ایک چھوٹی سی کرسی خود بخود پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے بنانے والے کی ضرورت ہے تو پھر کائنات کا یہ عظیم کارخانہ کس طرح خود بخود وجود میں آ سکتا ہے۔ اس لیے جو شخص یہ کہے کہ کائنات کا پیدا کرنے والا کوئی نہیں ہے تو وہ مجھ سے زیادہ پاگل خانے کی رونق بننے کے قابل ہے۔ یہ سن کر وہ ہنس پڑا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

امام ابوحنیفہؒ نے بھی اسی دلیل سے چند دہریوں کو مسلمان بنایا تھا۔ اسحاق نیوٹن (ISAC NEWTON) نے اجرام فلکی کا ایک چھوٹا سا ماڈل تیار کیا جس میں سورج، زمین، چاند ستارے اپنی اپنی جگہ پر لگا دیئے اور سورج کے ساتھ ایک چراغ بھی لگا دیا۔ جب ہینڈل پکڑ کر مشین کو چلاتا تو اس ماڈل میں کرۂ زمین چاند اور ستارے روشن ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ اس مشین کو دیکھنے کے لیے اس کا ایک دہریہ دوست آیا۔ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ کہنے لگا کہ یہ کس نے بنائی ہے۔ نیوٹن نے کہا کسی نے نہیں بنائی۔ یہ خود بخود بن گئی ہے۔ اس نے کہا یہ بھی کبھی ہو سکتا ہے نیوٹن نے کہا جب یہ کائنات کا یہ چھوٹا سا ماڈل خود بخود وجود میں نہیں آ سکتا تو بتاؤ کہ یہ اصل کائنات کس طرح خود بخود وجود میں آ سکتی ہے یہ سن کر وہ خدا کی ہستی کا قائل ہو گیا۔

بات یہ ہے کہ یہ لوگ خدا کی ہستی کے متعلق غور تک نہیں کرتے اوپر ہم بتا چکے ہیں کہ خود کارل مارکس جو بانیٔ بالشوزم ہے اور خدا کا منکر مشہور ہے۔ [illegible] قائل ہے کہ یہ کائنات سائنٹیفک (SCIENTIFIC) ہے اور ایک نہایت اعلیٰ زیرک (HIGHLY INTELLIGENT) تخلیقی قوت (CREATIVE FORCE) کی پیداوار ہے اور چلائی جا رہی ہے۔ اس قوت کو وہ نیچر (NATURE) کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ لیکن ہم اُسے خداوند عالم کہتے ہیں۔ نام کے اختلاف سے حقیقت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

Marfat.com

لیکن روسی لوگ ایسے فرسودہ اور زائد المیعاد مذہب سے اس قدر تنگ آ چکے تھے کہ انہوں نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور اس کا جوا اُتار کر پھینک دیا۔ یہاں تک انہوں نے اچھا کیا اور اُن کا یہ اقدام اسلامی تھا اور اسلام کی جانب ایک قدم تھا کیونکہ اسلام بھی زائد المیعاد مذاہب اور ان کے کافرانہ اور مشرکانہ عقائد کے خلاف علم بغاوت لے کر میدان میں آیا تھا۔ لیکن اس کے آگے روس کے لوگوں نے اپنے لیڈر کارل مارکس کے دلائل کو ان کے منطقی نتائج تک لے جانے کی زحمت گوارا نہ کی۔ اس لیے وہ منکرین خدا نہیں بلکہ غافلین اور حق پوش ہیں۔ لفظ کافر کے معنی بھی حق پوش ہیں نہ کہ منکر حق صاحب تفسیر حسینی نے بھی یہی معنی لکھے ہیں۔ آپ نے لفظ کافر کے معنی (پوشیدہ؛ چھپانے والا) لکھے ہیں۔

Marfat.com

اسلام میں تصوّر باری تعالےٰ

(CONCEPTION OF GOD IN ISLAM)

اَلعَبدُ عَبدٌ وَاِن تَعَرَّجَ ۔ وَالرَّبُّ رَبٌّ وَاِن تَنَزَّلَ (ابن عربیؒ)

آجکل سائنس کی دنیا میں ہر شخص یہ جاننے کی کوشش کرتا ہے کہ آیا خدا موجود ہے۔ اگر ہے تو وہ کیسا ہے کہاں ہے۔ کائنات کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے۔ انسان کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے۔ انسان خدا تک کس طرح رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ انسانی زندگی کا مقصد کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

سائنس کا مقصد بھی یہی حقائق معلوم کرنا ہے۔ اسلامی تصوف یعنی علم معرفت نے ان تمام سوالات کے جواب دے دیئے ہیں لہٰذا کتاب ہٰذا کا مقصد یہ ہے کہ سائنسدانوں کو ان حقائق سے آگاہ کر کے مذہب اور سائنس کے مابین جو ایک فرضی خلیج حائل ہے اُسے دُور کر دیا جائے اور دنیا کو جو خطرات لاحق ہیں اُن سے اس کو بچا لیا جائے۔

یاد رہے کہ دنیا میں ذات باری تعالےٰ کے متعلق بے شمار نظریات اور عقائد پائے جاتے ہیں۔

نظریۂ تشبیہ (IMMANENCE) بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ذات باری کائنات میں جاری ساری ہے اس کے علاوہ کہیں نہیں ہے۔ اس عقیدے کو نظریۂ تشبیہ (IMMANENCE) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

نظریۂ تنزیہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ کائنات میں نہیں ہے بلکہ اس سے علیحدہ لطیف صورت میں موجود ہے۔ اس تخیل کو نظریۂ تنزیہ (TRANSCEDENCE) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

نظریۂ توحید: بعض کا خیال ہے کہ خداوند تعالےٰ ایک ہے لیکن کائنات کو اپنی ذات میں شامل کیے ہوئے ہے اس عقیدہ کو نظریۂ توحید (MON/ISM) کہتے ہیں۔ یہ نظریہ اسلامی توحید سے قریب تر ہے۔

نظریۂ تثلیث: عیسائی لوگ تین خداؤں کے قائل ہیں یعنی [illegible] بیٹا [illegible] اور مقدس رُوح (HOLY GHOST) یہودی لوگ بھی حضرت عزیرؑ کو خدا سمجھتے ہیں۔

متعدد خدا: ہندو مذہب میں اگرچہ خدا کی ہستی کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ بے شمار خداؤں کی بھی پوجا کی جاتی ہے۔

خیر و شر کے علیحدہ دو خدا: زرتشت مذہب میں دو خدا مانے جاتے ہیں۔ ایک خالق خیر جسے وہ یزدان کہتے ہیں اور دوسرا خالق شر جسے وہ لوگ اہرمن کہتے ہیں۔

Marfat.com

اسلامی نظریہ: اسلامی نظریہ ذات باری تعالےٰ سب سے زیادہ مکمل صحیح اور کفر و شرک سے پاک و مبرّا ہے۔اسلامی عقائد کی رُو سے خدا ایک ہے اور ہر جگہ موجود ہے۔کائنات میں بھی اور کائنات سے ماوریٰ بھی بالفاظ دیگر اسلامی نظریۂ توحید اہلِ مغرب کے نظریۂ تشبیہ (IMMANENCE) نظریۂ تنزیہہ (TRANSCEDENCE) اُو مونزم (MON ، ISM) تینوں کا مجموعہ ہے۔کیونکہ اگر خدا کو صرف کائنات کے اندر مانا جائے اور خارج میں اس کے وجود کو تسلیم نہ کیا جائے تو اس کی لامحدودیت ختم ہو جاتی اور وہ حدود کے اندر محدود ہو جاتا ہے۔اسی طرح اگر اس کو کائنات سے علیحدہ مانا جائے جیسا کہ نظریۂ تنزیہہ والوں کا خیال ہے تب بھی وہ محدود ہو جاتا ہے۔کیونکہ وہ کائنات میں نہیں اور جو ہستی ایک جگہ ہو اور دوسری جگہ نہ ہو تو لازماً وہ محدود ہے۔یہ علمائے ظواہر کا نظریہ ہے۔اسلامی نظریۂ توحید میں خدا واحد لاشریک ہے اور ہر جگہ موجود ہے خواہ مادہ ہو یا فضا کوئی جگہ اس سے خالی ماوریٰ اور علیحدہ نہیں ہے۔کلمۂ توحید بھی یہی گواہی دیتا ہے لاالٰہ الا اللہ کے اندر لا معبودیت اور لا موجودیت دونوں مفہوم مضمر ہیں۔ تمام اولیائے کرام، مشائخ سلاسل اور متکلمینِ اسلام کا یہی عقیدہ ہے۔خدا خالق ہے اور کائنات مخلوق، خدا قدیم ہے اور کائنات حادث ہے۔کائنات خداوند تعالےٰ کی صفت تخلیق کا مظہر ہے چونکہ صفت موصوف سے جُدا نہیں ہو سکتی۔کائنات کو خدا کا غیر نہیں کہا جا سکتا۔

وحدت الوجود: تصوّف کی اصطلاح میں اس عقیدہ کو وحدت الوجود کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس کی رُو سے خداوند تعالےٰ ایک ہے، ہر جگہ موجود ہے اور کائنات کی ہر چیز اس کے وجود اور ہستی میں شامل ہے اب چونکہ ذاتِ حق کی ماہیّت کا محدود انسانی دماغ کی سمجھ میں آجانا محال اور ناممکن ہے۔اکابرین نے اس عقیدہ کی تفصیل سے اجتناب کیا اور صرف اجمال سے کام لیا ہے لیکن حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی پہلے شخص ہیں جنہوں نے تفصیل سے کام لیا ہے اور کھُلم کھلا نظریۂ وحدت الوجود کی تشریح کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ کام کرنے کا حکم ہوا ہے۔چنانچہ آپ نے فصوص الحکم میں لکھا ہے کہ اس کا ہر لفظ مجھ سے لکھوایا گیا ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ اگر میں یہ حقائق بیان نہ کرتا تو جل کر راکھ ہو جاتا۔لیکن علمائے ظاہر جن کو ذات و صفات باری تعالےٰ کی تفصیل کا عرفان نہیں انہوں نے شیخ اکبرؒ کی سخت مخالفت کی اور کفر تک کے فتوے صادر کیے۔یہاں تک کہ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ سے جب آپ کے اصحاب نے شیخ اکبر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ "ھذا رجلٌ زندیقٌ" (یہ زندیق یعنی بے دین آدمی ہے) لیکن جب اُن کا وصال ہوا تو حضرت شیخ شہاب الدین قدس سرہٗ نے فرمایا کہ آہ آج دنیا کا قطب رحلت کر گیا۔جب آپ کے اصحاب نے عرض کی کہ حضور پہلے تو آپ نے ان کو زندیق کہا تھا آج قطب کہہ رہے ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے یہ اس لیے کہا تھا کہ تم لوگ ان کے پاس نہ جاؤ کیونکہ وہ ایسے حقائق بیان کرتے تھے جو تمہاری سمجھ سے بالاتر ہیں اس لیے تم لوگ فتنہ میں مبتلا ہو جاتے اور آپ کے اصحاب کون تھے جن کو آپ نے شیخ اکبر کی صحبت سے روکا۔وہ تھے حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ

Marfat.com

شیخ سعدی شیرازیؒ جیسے اکابر اولیاء۔ جب ان جیسے اولیاء کرام کو اُن کے شیخ علیہ رحمۃ نے وحدت الوجُود کی تفصیل سننے سے روک دیا تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ باقی لوگ کیا سمجھیں گے۔

یہاں صرف اتنا لکھا جاتا ہے کہ جیسا کہ بعض حضرات کا خیال ہے مسئلہ وحدت الوجود سے شرک لازم نہیں آتا اور نہ ہی بت پرستی کا جواز نکل سکتا ہے اگر کائنات کی ہر شے خدا کے وجُود میں شامل ہے تو بت پرستی کیسے جائز ہو سکتی ہے۔ فرض کرو کہ کوئی شخص زید سے کچھ رقم مانگتا ہے اور زید دینے سے انکار کرتا ہے۔ تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ شخص زید کے ہاتھ کو مخاطب کر کے کہے کہ تو زید کی جیب سے رقم نکال کر مجھے دے دے۔ جس طرح زید کے ہاتھ کو زید سمجھنا مضحکہ خیز شرک ہے۔ اُسی طرح کائنات کی کسی چیز یا کسی شخص کو خدا سمجھنا مضحکہ خیز شرک ہے۔ بالفاظ دیگر جزو کو کل کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ زید کل ہے اور اس کا ہاتھ جزو ہے زید کا ہاتھ زید نہیں بن سکتا۔ اسی طرح بت اگرچہ ذات حق میں شامل ہے۔ لیکن ذات حق نہیں بن سکتا۔ لیکن یہ مثال ذات حق پر پوری طرح صادق نہیں آتی۔ بلکہ ذاتِ حق پر کوئی مثال صادق نہیں آتی کیونکہ وہ بے مثل اور بے مثال ہے قرآنِ حکیم کہتا ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (اس کی مثل کوئی چیز نہیں) یہ کمزور مثال صرف سمجھانے کے لیے دی گئی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ جزو و کل سے پاک ہے نہ وہ جسم ہے نہ اُس کے اعضاء ہیں۔ نہ وہ قابلِ تقسیم ہے نہ اس کے اجزا ہو سکے ہیں۔ وہ ہر چیز کو محیط ہے اور کسی چیز میں سما نہیں سکتا۔

حلول واتحاد: یہ جو بعض حضرات نے کہا ہے کہ وحدت الوجُود سے حلول و اتحاد لازم آتا ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ عقیدہ حلول یہ ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ خداوند تعالیٰ کسی ولی یا پیغمبر کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ جیسا کہ عیسائی لوگوں کا حضرت عیسےٰؑ کے متعلق، یہودیوں کا حضرت عزیر علیہ اسلام کے متعلق اور ہندوؤں کا رام اور کرشن کے متعلق عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ اس لیے غلط ہے کہ منطق کی رُو سے لامحدُود (INFINITE) محدُود (FINITE) کے اندر نہیں سما سکتا۔ ہر چیز خدا کے وجُود میں شامل ہے خدا کسی چیز کے وجُود کے اندر نہیں سما سکتا۔ وہ لامحدُود ہے محدُود اشیاء کے اندر کیسے سما سکتا ہے کیونکہ کوئی چیز یا شخص ذات حق کے کمال اسماء، وصفات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ پتھر کی بنی ہوئی ایک چھوٹی سی مورتی کس طرح خداوند عالم کی طرح سمیع، بصیر، علیم، کلیم، قادر ہو سکتی ہے۔ اگرچہ حضرت انسان کو حق تعالیٰ نے سمیع، بصیر اور علیم بنایا ہے لیکن انسان کی قوت سمع اور بصر اور خدا کی قوت سمع و بصر میں جو عظیم فرق ہے اس سے ہر شخص آگاہ ہے۔ انسان کا علم، سماعت اور بصارت محدُود ہے خداوند تعالےٰ کا علم، سمع، بصر اور قدرت لامحدود اور لاانتہا ہے۔

عقیدہ تجسیم: بعض علمائے ظاہر نے حلول اور اتحاد جیسے کافرانہ اور مشرکانہ عقائد کی روک تھام کے لیے وحدت الوجُود کی تردید کی ہے اور خداوند تعالےٰ کے متعلق یہ کہا ہے کہ کائنات اس کے وجود میں شامل نہیں اور نہ وہ بالوجود ہر جگہ موجود ہے بلکہ وہ بالعلم ہر جگہ موجود ہے یعنی ہر چیز کا اس کو علم ہے لیکن وہ ہر جگہ موجود نہیں ہے بلکہ اُوپر

Marfat.com

کی جانب عرش پر مقیم ہے۔ انہوں نے اس عقیدہ کو قرآن کی آیت الرحمٰن علی العرش استویٰ (رحمٰن عرش پر مسلط ہے) سے اخذ کیا ہے۔ اس عقیدے سے انہوں نے حلول و اتحاد سے بچنے کی تجویز تو کی لیکن اس سے وہ ایک اور کافرانہ اور مشرکانہ عقیدۂ تجسیم میں مبتلا ہو گئے۔ اسلامی دنیا میں اس عقیدہ کے بانی ومبانی ایک بزرگ تھے جن کا نام لینا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ ان کے اس عقیدے سے سارے عالمِ اسلام میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا اور حکومتِ وقت نے ان کو قید کر دیا اور بقیہ ساری عمر وہ قید ہی میں رہے کیوں کہ عقیدۂ تجسیم تو پھر وہی ہندوؤں اور عیسائیوں کا نظریۂ تجسیم (REINCARNATION) ہوا۔ اسلام اور ان مذاہب میں کیا فرق ہوا۔

[illegible] معمولی سائنس اور جغرافیہ کی رُو سے بھی غلط ہے: یہ کہنا کہ حق تعالےٰ اُوپر کی جانب عرش پر بیٹھے ہوئے ہیں عام علم نجوم اور جغرافیہ کے بھی خلاف ہے معمولی آٹھویں جماعت کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ زمین گول ہے اور فضا میں معلق رہ کر اپنے محور اور سورج کے گرد چکر کاٹ رہی ہے۔ بیشمار لوگوں نے زمین کے گرد چکر لگائے ہیں اور جہاں سے روانہ ہوئے تھے پھر اُسی جگہ جا پہنچے ہیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ برِاعظم ایشیا کرۂ ارض کی جس سمت یا جس حصے پر واقع ہے برِاعظم امریکہ اس کے بالمقابل دوسری سمت میں واقع ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ امریکہ ہمارے پاؤں کی طرف ہے اور امریکہ والے یوُں کہتے ہیں کہ ایشیا ہمارے پاؤں کی طرف ہے لہٰذا اگر یہ مانا جائے کہ خداوند تعالےٰ اُوپر کی جانب عرش پر مقیم ہے تو ہمارے لیے جو اُوپر کی سمت ہے وہ امریکہ والوں کے لیے نیچے کی سمت ہوگی اور ہمارے لیے جو نیچے کی سمت ہے امریکہ والوں کے لیے وہ اُوپر کی سمت ہوگی۔ دراصل اُوپر اور نیچے، دائیں اور بائیں یہ تمام طرفین اعتباری (RELATIVE) ہیں حقیقت میں ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ مکان اور زمان (TIME AND SPACE) سورج اور زمین کے پیدا ہونے کے بعد وجوُد میں آئے ہیں اس سے پہلے نہ مکان تھا نہ زمان اور ان کے بعد بھی نہ مکان ہوگا نہ زمان۔ لہٰذا حقیقت میں کوئی سمت نہیں اور نہ ہی کوئی وقت ہے۔ لامحدودیت ہی لامحدودیت (ETERNITY) کا دَور دَورہ ہے۔ سوُرج کی گردش سے وقت وجود میں آیا ہے اور زمین کے فاصلوں سے مکان وجوُد میں آیا ہے۔ دراصل نہ مکان ہے نہ زمان۔ ذات ہی ذات ہے۔ جن حضرات نے آیت الرحمٰن علی العرش استویٰ سے خداوند تعالےٰ کا اُوپر کی جانب عرش پر بیٹھا ہوا ہونے کا عقیدہ نکالا انہوں نے قرآن عظیم کی دوسری آیات پر غور کرنے کی زحمت بھی گوارا نہ فرمائی مثلاً آیۃ الکرسی میں حق تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

(اس کا عرش وکرسی کائنات پر محیط ہے) یعنی کائنات اس کے عرش وکرسی میں شامل ہیں۔ اس سے باہر نہیں۔ اس عدم فہم دین پر تو اس عقیدہ کے بانی کو قید کر دیا گیا تھا۔ وہ قید خانہ ہی میں چل بسے۔ لیکن اُن کے پیدا کردہ اختلاف اب تک باقی ہیں اور اُمّت کا شیرازہ بکھر رہے ہیں

Marfat.com

وحدت الوجوُد اور وحدت الشہود: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ چونکہ وحدت الوجوُد شریعت کے خلاف ہے۔ اس لیے حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے وحدت الوجوُد کی بجائے وحدت الشہود کا نظریہ اختیار فرمایا جو شریعت کے مطابق ہے۔ حالانکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جو خود نقشبندی ہیں اور حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اپنے رسالہ "مکتوب مدنیہ" میں لکھا ہے کہ وحدت الوجُود اور وحدت الشہود ایک چیز ہے ان میں کوئی فرق نہیں ہے ان کے مابین صرف نزاع لفظی (لفظی فرق) ہے حقیقی نہیں ہے۔ اسی طرح شاہ اسمٰعیل شہیدؒ جو شاہ ولی اللہؒ کے پوتے ہیں اور نقشبندی مجدّدی بھی ہیں اپنی کتاب "عبقات" میں لکھتے ہیں کہ وحدت الوجُود اور وحدت الشہود کے درمیان نزاع لفظی ہے حقیقی نہیں ہے آپ لکھتے ہیں کہ ابن عربیؒ کی کتابوں میں بیسیوں ایسی عبارات موجُود ہیں جن سے وحدت الشہود کے معنی نکلتے ہیں اور حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے مکتوبات میں بیسیوں ایسی عبادات ہیں جن سے وحدت الوجُود ثابت ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وحدت الوجُود اور وحدت الشہود کا مطلب ایک ہی ہے۔ خود حضرت مجدّد الف ثانیؒ نے بھی وحدت الوجُود اور وحدت الشہود کے درمیان فرق کو نزاع لفظی کہا ہے۔ نزاع حقیقی قرار نہیں دیا۔ آپ نے مکتوبات شریف میں وحدت الوجُود کے علم بردار شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی بہت تعریف کی ہے اور عارف باللہ قرار دیا ہے۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہؒ وصال سے [illegible] پہلے تک وحدت الوجُود پر قائم تھے۔ قلیل عرصہ کے لیے وحدت الشہود اختیار کیا اور واصل باللہ ہوئے۔ نیز حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے والد ماجد حضرت شیخ عبد الاحدؒ چشتی تھے اور حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کے مرید تھے جو وحدت الوجُود کے زبردست حامی تھے حضرت مجددؒ کے بعض مکتوبات سے بھی وحدت الوجُود ثابت ہوتا ہے جو طوالت کے خوف سے ترک کیے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں احقر راقم کی کتاب وحدت الوجُود و وحدت الشہود ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

بادہ از ما مست شد نے ما ازو
قالب از ما ہست شد نے ما ازو

Marfat.com

چوتھا باب

حضرتِ انسان کی حقیقت و عظمت

مقصدِ حیات وطریقِ حصولِ مقصد

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ اپنے مجموعہ ملفوظات موسوم فیہ ما فیہ میں فرماتے ہیں۔

"افسوس صد افسوس ہے اس انسان پر جس نے اپنے لیئے وہی خوراک پسند کر لی ہو جو اسکے گدھے کیلئے تھی"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کا مقصدِ حیات صرف کھانا، پینا اور مباشرت ہے وہ اپنے گدھے سے زیادہ بہتر نہیں ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ مَنْ کَانَ ھِمَّتُہٗ مَا دَخَلَ قِیْمَتُہٗ مَاخَرَجَ (جس شخص کی ساری ہمت اس بات پر مرکوز ہے کہ پیٹ میں کیا داخل ہوتا ہے اس شخص کی قیمت وہی ہے جو اس کے پیٹ سے خارج ہوتا ہے۔)

انسان اور جانور میں کیا فرق ہے۔ دونوں میں جسم اور جان مشترک ہے جان کو رُوح حیوانی بھی کہتے ہیں جو ہر انسان اور جانور میں موجود ہے۔ جو چیز حضرتِ انسان کو جانوروں سے ممیز اور ممتاز کرتی ہے اور اسے اشرف المخلوقات کے لقب سے مُلقّب کرتی ہے وہ ہے رُوح انسانی جس کو رُوح ملکوتی بھی کہا جاتا ہے۔ رُوح انسانی کیا ہے۔ اس کی حقیقت حدیث نبویؐ سے سُنیئے۔

حدیث پاک یہ ہے:"انسان کے جسم میں ایک مضغہ (گوشت کا ٹکڑا) ہے جس کے اندر فواد (قلب) ہے قلب کے اندر رُوح ہے، رُوح کے اندر سِرّ ہے، سِرّ کے اندر خفی ہے، خفی کے اندر اخفیٰ ہے"۔ عرفا کا قول ہے کہ اخفیٰ کے اندر انا ہے۔ اس انا کا اشارہ ہے ذاتِ مطلق کی طرف ہے۔ انسان کے اندر جو انا ہے وہ انائے حقیقی (ذاتِ حق) کی آواز بازگشت ہے ؎

زمہرش سینہ با جولانگہِ برق — دل ہر ذرہ در جوشِ انا الشرق

(ذاتِ حق کی محبت سے عاشقوں کے قلوب پر بجلیاں گر رہی ہیں اور ہر ذرہ محبت کے جوش میں انا الشرق (میں آفتاب ہوں) کا نعرہ لگا رہا ہے)

وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ کہہ کر محبوب حقیقی نے انائے حقیقی کا پر تو قلب انسان پر ڈالا اور اُسے آتش کا پرکالہ بنا ڈالا۔ یہ سب اس واسطے تھا کہ کُنْتُ کَنْزًا مَّخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ (حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں ایک مخفی خزانہ (حسن وجمال) تھا۔ مَیں نے چاہا کہ میرا مشاہدہ کیا جائے اس لیے مَیں نے کائنات کو پیدا کیا۔) کائنات کو پیدا کر کے حق تعالےٰ نے اپنے لیے ایک آئینہ

Marfat.com

بنایا تاکہ اپنے حسن و جمال کا خود تماشا کرے۔ وہ آئینہ حضرتِ انسان ہے جس کے متعلق حق تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ط (ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے پیش کیا لیکن وہ ڈر گئے اور قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن انسان نے اُسے قبول کر لیا کیونکہ وہ ظلومی اور جہولی تھا) اب لفظ ظلوماً جہولاً کے معنی علمائے ظواہر نے ظالم اور جاہل کے کیے ہیں حالانکہ حق تعالےٰ حضرتِ انسان کی تعریف فرما رہے ہیں نہ کہ مذمت۔ تعریف اس لیے کہ جو بوجھ آسمان والے فرشتے اور زمین اور پہاڑ جیسی عظیم و جسیم مخلوق نہ اُٹھا سکے اُسے ایک چھوٹے سے خاکی پتلے نے برداشت کر لیا اس وجہ سے نہیں کہ وہ ظالم اور جاہل تھا بلکہ اس وجہ سے کہ وہ مجموعہ جسم اور رُوح تھا جس کی ایک سمت یعنی روحانی طرف روشن تھی اور دوسری یعنی جسمانی سمت سیاہ تھی۔ یاد رہے کہ آئینہ اس وقت تک آئینہ نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کی ایک طرف روشن اور دوسری طرف سیاہ نہ ہو۔ چونکہ فرشتے سراپا نور تھے اُن کے اندر آئینہ بننے کی صلاحیت نہ تھی۔ زمین اور پہاڑ سراپا جسمانیت تھے وہ بھی آئینہ نہیں بن سکتے تھے۔ ساری کائنات میں صرف حضرتِ انسان کا وجود ہی ایسا تھا جس کی روحانی سمت روشن اور جسمانی طرف سیاہ تھی اس لیے آئینہ بن گیا۔ اور حق تعالےٰ کے حسن و جمال کا عکس اس کے اندر پیدا ہو گیا۔ خواجہ حافظؒ نے خوب فرمایا ہے ؎

آسمان بارِ امانت نتوانست کشید　　قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

(آسمان امانت الٰہی کا بوجھ نہ اُٹھا سکا تو قرعۂ فال مجھ دیوانے کے نام نکل آیا اور حق تعالےٰ نے مجھے اپنا آئینہ بنا لیا)

اس سے ظاہر ہے کہ قرآنِ حکیم کے الفاظ ظلوماً و جہولاً میں انسان کی مذمت نہیں بلکہ انتہائی درجہ کی مدح ہے جو حق تعالےٰ نے اپنے خلیفہ فی الارض کے حق میں فرمائی ہے۔

صاحبِ مثنوی گلشنِ راز حضرت شیخ محمود شبستریؒ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

ظلومی و جہولی ضدّ نوراند　　ولیکن مظہرِ عین ظہوراند
چو پُشتِ آئینہ باشد مکدّر　　نماید رُوئے شخص از عکسِ دیگر
شعاعِ آفتاب از چارمِ افلاک　　نگردد منعکس جز بر سرِ خاک
تو بودی عکسِ معبودِ ملائک　　وزاں گشتی تو مسجودِ ملائک

Marfat.com

تو نقشِ عالی زاں ز رمیانی | بداں خود را کہ تو جانِ جہانی
جہان و نقل و جاں سرمایۂ تست | زمین و آسماں از سایۂ تست
بزرگان اندریں گشتہ حیراں | فرو ماند از تشریح انسان
ازاں دانستہ تو جملہ اسماء | ز ہستی صورت عکس مسمّٰی
ظہورِ قدرت و علم و ارادت | بہ تست سے بندہ صاحب سعادت
سمیعی و بصیری، حیّ و گویا | بقاداری نہ از خود بل ازآنجا
زہے اول کہ عینِ آخر آمد | زہے باطن کہ عینِ ظاہر آمد
تو از خود شب و روز اندر گمانی | ہماں بہتر کہ تو خود را بدانی

اعزازِ مسجودِ ملائک

حضرتِ انسان کو مسجودِ ملائک بننے کا اعزاز اسی لیے حاصل ہوا کہ اُس نے جملہ اسماءِ صفاتِ الٰہیہ کا عکس قبول کر لیا۔ وہ عکس کیا تھا، شرفِ نیابت و خلافت تھا شاہ نیاز بریلوی ؒ نے خوب کہا ہے ؎

لباسِ بوالبشر پوشیدہ مسجودِ ملک گشتم | بہ تصویرِ محمدؐ حامد و محمود بودستم
گہے ادریس گاہے شیث گاہے نوح گہہ یونس | گہے یوسف گہے یعقوب گاہے ہود بودستم
گہے صالح گہہ ابراہیم گہہ اسحاق گہہ یحییٰ | گہے عیسیٰ گہے موسیٰ و داؤد بودستم
برائے میکشاں امروز نقد وقت شاں گشتم | ز بہرِ دیگراں روزِ جزا موعود بودستم
بدریائے حقیقت بہر غواصان دریا دل | بہر عہدے و ہر عصرے کہ ہر مقصود بودستم

خلافت اور نیابت الٰہیہ کے اس اعزاز کے ساتھ انسان کے اندر صفاتِ الٰہیہ کا سما جانا یعنی صفاتِ الٰہی سے متصف ہونا لازمی تھا۔ صفات اللہ سے متصف ہوتے ہی اشرف المخلوقات اور مسجودِ ملائک بنا اور حاملِ خلافتِ الٰہیہ ہوا۔ اس حقیقت کو مغربی نے یوں بیان کیا ہے ؎

ما جامِ جہاں نمائے ذاتیم | ما مظہرِ جملۂ صفاتیم
ما نسخۂ نامۂ الٰہیم | ما گنجِ طلسمِ کائناتیم
ہم صورتِ واجب الوجودیم | ہم معنیٔ جاں ممکناتیم
بیروں ز مکان و در مکانیم | بیروں ز جہات و در جہاتیم
پیوستہ مجمل دو کونیم | تفصیلِ جمیع مجملاتیم

Marfat.com

مقامِ مصطفیٰ

وجود کے تمام مراتب میں انسان اکمل ہے اور جملہ افرادِ انسانی میں حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اکمل و ارفع ہیں اور حق تعالےٰ کے مظہرِ اتم ہیں۔ آپ ہی انسان کامل ہیں اور آپ ہی حق تعالےٰ کے خلیفہ برحق ہیں۔ آپؐ باعثِ تخلیق کائنات ہیں۔ حدیث: کُنْتُ کنزاً مخفیاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فخلقت الخلق (میں ایک مخفی خزانۂ حسن وجمال وکمال تھا مجھے خواہش ہوئی کہ پہچانا جاؤں اس لیے خلقت کو پیدا کیا) میں جس خزینۂ حسن وجمال وکمال کے اظہار کی تمنا حق تعالےٰ کو ہوئی وہ حقیقت محمدیہ ہے۔ جو ذات وصفات الٰہی کے مظہرِ اتم ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اوّل مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ مِنْ نُوْرِیْ (سب سے پہلے حق تعالےٰ نے میرا نور پیدا کیا اور میرے نور سے ساری کائنات پیدا کی) عارف رومیؒ نے خوب کہا ہے ؎

جز محمدؐ نیست در ارض و سما مصطفےٰ و مجتبےٰ و مرتضےٰ

ایک اور عاشق نے اس شعر کو یوں کہا ہے ؎

جز محمدؐ نیست در ارض وسماء منبع و مصدر محمدؐ مصطفےٰ

دکیونکہ کائنات کا منبع اور مصدر حقیقت محمدیہ ہے جس سے ساری کائنات وجود میں آئی۔ صاحب لولاک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حق تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔

لَوْلَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ (اے پیغمبر اگر آپ نہ ہوتے تو میں کچھ بھی پیدا نہ کرتا) ظفر علی خاں نے اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے ؎

گر ارض وسما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

عالم لاتعین سے جب حق تعالےٰ نے عالم تعین وشہادت وصفات میں نزول فرمایا تو پہلی تجلی حقیقت محمدیہ میں فرمائی۔ اس لیے آپ کے اسمائے گرامی تعین اوّل، تجلی اوّل، ظہور اوّل اور عالم صفات ہیں اور تمام اسماء وصفات الٰہیہ کا ظہور اسی تجلی اوّل کے ظہور سے ہوا جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ مِنْ نُوْرِیْ (ہر چیز میرے نور سے پیدا ہوئی) عارف رومیؒ فرماتے ہیں ؎

اوست ایجاد جہاں را واسطہ درمیانِ خلق و خالق رابطہ
شاہباز لامکانی جانِ او رحمۃ للعٰلمین در شانِ او
عارف اطوار سرِ جزو کل خلق اوّل، روحِ اعظم، عقل کل
علتِ غائی ز امر کن فکاں نیست غیر از ذاتِ آں صاحب قراں
رہنمائے خلق و ہادیٔ سبل مقتدائے انبیاء ختم رسل

Marfat.com

علمائے راسخین، اولیائے کاملین، واصلین و مقربین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور خلفاء ہیں اور آپ ہی کی بدولت اور آپ ہی کی متابعت اور محبت سے یہ مراتب ظلی طور پر عطا ہوتے ہیں۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ اس سے ظاہر ہے کہ اتباع رسُول سے محبوبیتِ حق کا مقام ملتا ہے جو بلند ترین مقام ہے۔

کائناتِ صغیر

جو کچھ کائنات میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے وہ انسان کے اندر بطور اجمال موجود ہے اسی وجہ سے کائنات کو انسانِ کبیر MACROCOSM اور انسان کو کائناتِ صغیر MICROCOSM کہا گیا ہے۔ چنانچہ جب سارے جہان کا جوبن مکمل ہوگیا تو حضرتِ انسان کو بطورِ خلیفۃ اللہ لایا گیا اور جملہ صفات الٰہیہ سے متصف کر کے کائنات اس کے حوالہ کر دی۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا سے اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے جس کی بدولت اس کو ملائک پر بھی فضیلت حاصل ہوئی بلکہ مسجودِ ملائک بنا۔

حقیقتِ رُوح

انسان مجموعہ ہے رُوح اور جسم کا۔ رُوح کی حقیقت کیا ہے اس کے متعلق حق تعالےٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا: قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (کہہ دیجئے کہ روح عالم امر میں سے ہے جس کے متعلق آپ کو تھوڑا علم دیا گیا ہے) لفظ قلیل کا مطلب یہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم رُوح کے متعلق قلیل ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ رُوح کے متعلق علم اس قدر وسیع ہے کہ آپ کو اس کے متعلق جو علم دیا گیا اگرچہ بہت زیادہ ہے لیکن پھر بھی رُوح کے متعلق مکمل علم الٰہی کے مقابلہ میں بہت تھوڑا ہے۔ کیونکہ اس مضمون پر احادیث میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیانات آئے ہیں اُن سے رُوح کے متعلق آپ کے علم کی زبردست وسعت کا پتہ چلتا ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ حق تعالےٰ نہ اپنی زمین میں سما سکتے ہیں نہ اپنے آسمانوں میں بلکہ اپنے عبدِ مومن کے قلب یعنی رُوح میں سما سکتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ مومن کا قلب حق تعالےٰ کا عرش ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ مومن کی فراست یعنی روحانی نظر سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جب میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں اس سے محبت کرتا ہوں اور اس سے اس قدر قریب ہو جاتا ہوں کہ وہ مجھ سے دیکھتا ہے مجھ سے سُنتا ہے میری قوت سے ہر کام کرتا ہے اور میری قوت سے چلتا پھرتا ہے اور اس قسم کے بے شمار دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رُوح کے متعلق علم بہت وسیع ہے لیکن اللہ تعالےٰ کے علم کے مقابلہ میں قلیل کہا گیا ہے نیز حق تعالےٰ نے فرمایا ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اللہ آسمانوں اور زمین (یعنی پُوری کائنات) کا نور (یعنی رُوح ہے) یہ چیز اب سائنس کے ذریعے بھی ثابت ہو رہی ہے کہ کائنات کی ہر چیز جمادات،

Marfat.com

نباتات اور حیوانات کے اندر روح جاری وساری ہے۔

اقسامِ روح انسان میں جو رُوح ہے اس کی کئی اقسام ہیں۔ ہمارے شیخ حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہ علیہ رحمۃ اپنی کتاب سِرِّ دلبراں میں فرماتے ہیں:۔

۱۔ روحِ حیوانی وہ ہوائے لطیف ہے جو عناصر کے بخاراتِ لطیف سے متعدد منزلوں کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اور جسم میں قبولیتِ حیات کی صلاحیت پیدا کر کے اس میں حس وحرکت پیدا کرتی ہے۔ یہ گوشت واستخواں میں اس طرح سرایت کیے ہوئے ہے جس طرح کوئلہ میں آگ۔ اس کے سبب سے روحِ اصلی کو بدن سے تعلق ہے اور اسی کی مفارقت سے بدن مرجاتا ہے۔ کیونکہ روحِ حیوانی ہی کے قلب (روحِ انسانی) سے بے تعلق ہوتے کا نام موت ہے۔ اس بخارِ لطیف کا اصلی معدن قلب، دماغ وجگر ہے۔ پس اسی میں طب کی تدبیر کا تصرف جاری ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جو رُوح کی اقسام ہیں اُن میں نہ طب کا ٹٹو چلتا ہے نہ ڈاکٹر کا۔ اور نہ سائنس کی نظر اُن تک پہنچ سکتی ہے۔

۲۔ رُوحِ انسانی۔ یہ روحِ حیوانی پر ایک اضافی چیز ہے۔ یہ اللہ کا ایک نور ہے جس کا پرتو روحِ حیوانی پر ڈالا جاتا ہے۔ اسے رُوحِ ملکوتی بھی کہا جاتا ہے۔

۳۔ رُوح القدس۔ یہ وجہِ حق تعالےٰ سے ایک خاص وجہ ہے جو احاطۂ کن سے باہر ہے اور مخلوقات میں شامل نہیں۔ اس سے آدم علیہ السلام میں رُوح پھونکی گئی۔ یہ نقائص کونیہ سے پاک ہے۔ اور ہر چیز میں وجہ الٰہی کے ساتھ تعبیر کی جاتی ہے۔ جیسا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا حق تعالےٰ نے اس کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے۔ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي۔ نیز یہ بھی فرمایا ہے۔ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ۔ ان آیات سے اسی وجہ اور اسی روح کی جانب اشارہ ہے۔ یہی وجہ ہر چیز میں اللہ کی رُوح ہے اور اسی بنا پر رُوح القدس کہلاتی ہے اور اسی کو رُوح الارواح کہتے ہیں۔ سِرِّ الٰہی اور وجود ساری بھی اسی رُوح کا نام ہے۔ محسوسات (اشیاءِ عالم) میں ہر چیز کے لیے ایک رُوحِ مخلوق ہے کہ جس کی وجہ سے اس چیز کی صورت کو قیام ہے۔ ہر صورت کے لیے یہ رُوح ایسی ہے جیسے لفظ کیلئے معنی۔ یہ روحِ مخلوق اپنے قیام کے لیے روحِ الٰہی کی محتاج ہوتی ہے جسے روح القدس کہتے ہیں۔ یہ تو عام محسوسات (موجودات) کے لیے ہے۔ مگر انسان کا مرتبہ جملہ محسوسات سے بھی بڑھا ہوا ہے اور اُسے رُوح سے تعلق تین جہتوں سے ہے روحِ مخلوق اور روحِ الٰہی کے علاوہ اُسے ایک تیسری چیز سے بھی سابقہ ہے جو ان دونوں کے درمیان بطور برزخ کے ہے اور جس کے ذریعے ان دونوں میں زیادہ قوی رابطہ رہتا ہے اور جسے روحِ انسانی یا روحِ ملکوتی یا روح الروح بھی کہتے ہیں اور اسی کے واسطہ سے حق وعبد کے درمیان سلسلۂ راز و

Marfat.com

نیاز جاری ہوتا ہے۔

روح حیوانی ہو یا روح ملکوتی یا روح القدس یا روح کا کوئی اور شعبہ یا مرتبہ سب کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ اور حقیقتاً سب ایک ہی اصل کی جانب راجع ہیں ؎

جملہ یک نور است اما رنگہائے مختلف اختلافے درمیانِ ایں و آں انداختہ

ارواح متعددہ کی نسبت نورِ حق تعالےٰ سے ایسی ہے جیسے روشن کرنے والی متعدد شعاعوں کی نسبت آفتاب کے نور سے۔ فرض کرو کہ ایک آفتاب اپنا عکس ایک بڑے آئینہ میں ڈال رہا ہے۔ پھر اس آئینہ کا عکس مختلف رنگوں اور مختلف صورتوں اور شکلوں اور مختلف جسامت کے بے شمار چھوٹے چھوٹے آئینوں میں پڑ رہا ہے جو اس بڑے آئینہ کے سامنے ترتیب دیئے گئے ہیں ؎

روح شمعے شعاع اوست حیات خانہ روشن ازو و او از ذات

حقیقتاً ایک ہی رُوح ہے جو ایک ہی سرچشمہ سے نکلی اور مختلف مراتب اور مختلف مدارج میں سے گزرتی ہوئی حیات کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرتی ہوئی مختلف عالموں پر محیط ہے ؎

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتوِ آں ہر کجا مے نگری انجمنے ساختہ اند

چونکہ روح انسانی اپنی اصل و حقیقت کے لحاظ سے روح اعظم ہے اور روح اعظم مظہر ربوبیت ذات الٰہی ہے اس لیے ممکن نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اس کی کنہ تک پہنچ سکے۔

جس طرح عالمِ کبیر یعنی کائنات میں بہت مظاہر اور اسماء ہیں۔ مثلاً عقل اوّل، قلم اعلیٰ، نور کلی، نفسِ کلی، لوح محفوظ وغیرہ اسی طرح عالم صغیر یعنی انسان میں بھی بہت مظاہر و اسماء ہیں اور باعتبار ظہور مراتب کے اُن اسماء کے اصطلاحی نام یہ ہیں:۔

سرّ۔ خفی۔ روح۔ قلب۔ کلمہ۔ فواد۔ صدر۔ روع۔ عقل۔ نفس۔

قرآن حکیم اور حدیث میں بھی یہ نام آئے مثلاً فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ۔ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ۔ كَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا۔ حدیث میں آیا ہے کہ اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِىْ رُوْعِىْ اَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا۔ (روح القدس نے میری روع میں پھونکا کہ کوئی نفس اپنے رزق کو پورا کیے بغیر نہ مرے گا ختم ہوا اقتباس از سرّ دلبراں۔

اس کے بعد کتاب مذکور میں قلب، روح، سر خفی، اخفیٰ، کلمہ۔ فواد، صدر، روع عقل، نفس۔ کی تشریح درج ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

Marfat.com

تنزلاتِ ستّہ

جیساکہ کتاب ہٰذا کے باب سوم میں اجمالاً بیان ہو چکا ہے حق تعالےٰ نے تخلیق کائنات کا عمل چھ مراحل میں طے فرمایا۔ قرآن حکیم میں ان چھ مراحل کو ستّۃ ایام کہا گیا ہے یعنی حق تعالےٰ نے کائنات کو چھ ایام میں تخلیق فرمایا۔ اہل اللہ نے چھ ایام کو چھ تجلیات کہا ہے۔ ایام جمع ہے یوم کی یوم کے معنی بھی تجلی کے ہیں۔ کیونکہ یوم یا دن آفتاب کی ایک تجلی کی چھینک کا نام ہے۔ تخلیق کے ان چھ مراحل کو تنزلات ستّہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

تنزلاتِ ستّہ (چھ مراحل) جن کو مراتب وجود بھی کہا جاتا ہے یہ ہیں۔

۱۔ مرتبہ اوّل ذاتِ لاتعین کا ہے۔ جب ذاتِ حق تمام اسمار صفات، رنگ و بو، سمت و اشارہ، شکل و صُورت سے پاک اور منزہ تھی۔ تخلیق سے قبل کے اس مرتبہ وجود کو تنزیہہ، غیب ہویت، ذات بحت، ذات ساذج، ذات لاتعین بھی کہا جاتا ہے۔ اس مرتبہ وجود میں ذات حق اسمار و صفات کے نام سے موسوم نہیں تھی البتہ اسمار و صفات بالقوۃ ذاتِ حق میں مخفی تھے جن کا ظہور تخلیق کے وقت ہوا۔ کُنْتُ کَنْزاً مخفیاً سے اسی ذات لاتعین کی طرف اشارہ ہے۔

۲۔ دوسرا مرتبہ وجود حقیقت محمدیہؐ کا ہے جبکہ حق تعالےٰ نے پہلی تجلی فرما کر اپنے نوُر سے نورِ محمدیؐ کو ظاہر فرمایا۔ اس مرتبہ وجود کو حقیقت محمدیہؐ، تجلی اوّل، تعین اوّل، برزخ اوّل، عقل کل، روح اعظم، برزخ البرازخ، مقام وحدت، کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حدیث اوّل مَا خَلَقَ اللهُ نُورِیْ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ مِنْ نُورِیْ سے اسی تعین اوّل کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ تیسرا مرتبہ وجود حقیقتِ انسانیہ ہے جو کائنات کا اجمال یا خلاصۂ کائنات ہے۔ اس مرتبۂ وجود کو تجلی ثانی کہا جاتا ہے۔ تجلی اوّل اجمال ہے اور تجلی ثانی اس کی تفصیل ہے۔ جو کچھ تجلی اوّل میں تھا وہی تجلی ثانی میں ہے صرف اجمال و تفصیل اور بطون و ظہور کا فرق ہے۔ تجلی اوّل چونکہ اجمالی ہے کمالات اسمائی کے اظہار کے لیے کافی نہ تھی اس لیے تجلی ثانی کی ضرورت تھی۔ تجلی اوّل کے اجمال کی تفصیل تجلی ثانی میں اس طرح واقع ہوئی کہ پہلے اسمار و صفات کے آثار مفصل طور پر اجزائے عالم میں ظاہر ہوتے۔ پھر ان تفاصیل کا اجمال آدم میں ہوا۔ اس تفصیل اور اجمال بعد التفصیل سے تجلی ثانی تکمیل کو پہنچی اور کمال ذاتی کا ظہور پوری آن بان کے ساتھ ذہناً اور خارجاً حاصل ہوا۔

۴۔ چوتھا مرتبۂ وجود عالمِ ارواح ہے جو عالم ملائک بھی کہلاتا ہے۔ جو کچھ کائنات میں ظاہر ہے وہ عالم ارواح میں باطنی طور پر موجود ہے۔

۵۔ پانچواں مرتبۂ وجود، عالمِ مثال ہے جو عالمِ ارواح اور عالمِ شہادت یعنی اس ظاہری کائنات کے درمیان ایک لطیف جہان ہے جو کچھ عالم شہادت میں ظاہراً موجود ہے وہ عالم مثال میں باطناً موجود ہے۔

۶۔ چھٹا مرتبۂ وجود یہ ظاہری دُنیا ہے جسے عالمِ شہادت اور عالمِ ناسوت کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

لطائف ستّہ

یہ اللہ تعالےٰ عزوجل کا احسان عظیم ہے کہ ان تمام عوالم (جمع عالم) کی حقیقت کو سمجھنے اور ذاتِ حق تعالےٰ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے اس نے انسانی جسم میں بھی پانچ حواس (حواس خمسہ) اور چھٹی باطنی حِس کی طرح انسان کے رُوح میں بھی چھ حواس پیدا فرماتے ہیں جن کا تعلق مندرجہ بالا باطنی عوالم سے ہے اور ذاتِ حق کی طرف عروجی سفر کے لیے زینہ کا کام دیتے ہیں۔ ان چھ حواس کو لطائف ستّہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہیں:-

۱۔ لطیفۂ نفس ہے جس کا مقام زیر ناف ہے اس کے نور کا رنگ زرد ہے اور زیر قدم حضرت آدم علیہ السلام ہے۔

۲۔ لطیفۂ قلب ہے یہ بائیں پستان سے دو انگشت نیچے ہے اس کے نور کا رنگ سُرخ ہے۔ اور یہ بھی زیر قدم آدم علیہ السلام ہے۔

۳۔ لطیفۂ روح ہے اس کا مقام دایاں سینہ ہے اور دائیں پستان سے دو انگلی نیچے ہے اس کا رنگ سفید ہے زیر قدم حضرت نوح علیہ السلام ہے۔

۴۔ لطیفۂ سِرّ ہے جس کا مقام لطیفۂ قلب و رُوح کے درمیان وسط سینہ ہے۔ نور کا رنگ سبز اور زیر قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام ہے۔

۵۔ لطیفہ خفی ہے جس کا مقام وسط پیشانی ہے۔ نور کا رنگ نیلگوں ہے اور زیر قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ یہ مقام اتصال ہے جسم اور روح کے درمیان عالم قدس سے فیضان پہلے اس لطیفہ پر نازل ہوتا ہے پھر دیگر لطائف میں تقسیم ہوتا ہے۔ رُوح جسدِ انسانی میں پہلے اسی لطیفہ سے داخل ہوتی ہے اور سب سے بعد اسی لطیفہ سے خارج ہوتی ہے۔

۶۔ لطیفۂ اخفیٰ ہے جس کا مقام اُم الدماغ یعنی سر کی چوٹی ہے۔ نور کا رنگ سیاہ ہے اور زیر قدم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔

ان لطائف پر مختلف اسمائے الٰہی کی ضربیں لگانے سے ان میں ذکر اللہ جاری ہوجاتا ہے۔ جس سے پُورا گھر منوّر ہوجاتا ہے۔ بعض ان سب لطائف میں ذکر اللہ جاری ہونے کو سلطان الاذکار کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ان کے زندہ ہونے سے قوتِ پرواز حاصل ہوتی ہے اور قربِ الی اللہ اور وصول الی اللہ میں ترقی ہوتی ہے۔ اور درجہ بدرجہ عالم مثال، عالم ارواح، عالم جبروت اور لاہوت میں پرواز کے بعد مقامات فنا فی اللہ اور بقا باللہ حاصل ہوتے ہیں۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ یعنی فضل اللہ شرط اوّل ہے۔ اللہ کی رحمت اور نظر عنایت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ نظرِ شفقت ہوجائے تو بیڑہ پار ہے اور اس کی رحمت اس قدر وسیع ہے کہ نظرِ شفقت ضرور ہوتی ہے حق تعالےٰ نے خود فرمایا ہے کہ جو شخص میری طرف ایک بالشت آتا ہے تو میں اس کی طرف دو بالشت جاتا ہوں اور جو ایک ہاتھ آگے آتا ہے میں دو ہاتھ

Marfat.com

جاتا ہوں اور جو چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔ اب بتایئے کہ اس سے زیادہ شفقت کیا ہوسکتی ہے۔

مقصدِ حیات

اب ہم نے مختصر طور پر یہ دیکھنا ہے کہ انسان جیسی عظیم الشان ہستی کا مقصدِ حیات کیا ہے۔ بعض لوگوں نے روزی کمانے کے لیے کوئی پیشہ اختیار کر رکھا ہے بعض نے کوئی۔ لیکن سب کا مقصد روزی کمانا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا روزی کمانا ہی مقصدِ حیات ہے۔ اگر روزی کمانا یعنی کھانا پینا اور مباشرت مقصدِ حیات ہوتا تو پھر انسان اور جانور میں کیا فرق ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ روزی کمانا حضرت انسان کا اصلی مقصد نہیں ہے۔ روزی زندہ رہنے کے لیے کمائی جاتی ہے لیکن اصل بات جو ہم نے دیکھنی ہے وہ یہ ہے کہ زندہ رہنے کا مقصد کیا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن حکیم مقصدِ حیات کے متعلق کیا کہتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔ اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا (تیری منزل مقصود تیرا رب ہے) اس سے ظاہر ہے کہ حق تعالےٰ تک رسائی حاصل کرنا اور اس کا قرب و معرفت حاصل کرنا انسان کی زندگی کا مقصد ہے۔ اس کے علاوہ قرآن عظیم میں بے شمار مقامات پر لقاء اللہ یعنی حق تعالےٰ کا وصال حاصل کرنے کی تاکید آئی ہے۔ ایک مقام پر مقصدِ حیات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ (نہیں پیدا کیا ہم نے جن اور انسان کو سوائے عبادت کرنے کے) حضرت ابن عباس رضؓ کی تفسیر میں لِیَعْبُدُوْنِ کے معنی لِیَعْرِفُوْنِ بتائے گئے ہیں۔ ابن عباس رضؓ جیسے جلیل القدر صحابی سے بہتر قرآن کے معنی کون سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ اس آیت شریفہ کی رُو سے بھی انسان کی زندگی کا مقصد قربِ و معرفت الٰہی ہے۔ نیز اگر لفظ لیعبدون کی شرح کی جائے تو اس کا مقصد بھی تقرّب الی اللہ اور وصول الی اللہ ہے کیونکہ صحیح معنوں میں مقام عبدیت اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ جب قربِ حق میں پہنچ کر انسان حدیث قرب نوافل کے مطابق بِی یَسْمَعُ اور بِی یُبْصِرُ کے ذریعے اللہ کی صفات سے متصف ہوتا ہے اور اس کی ذات و صفات کی معرفت حاصل کر لیتا ہے۔ کیونکہ جب تک حق تعالےٰ کی کماحقہٗ معرفت حاصل نہیں ہوتی کماحقہٗ، عبادت نہیں ہوسکتی۔

لہٰذا اولیاء کرام اور مشائخ عظام کے ہاں یہ امر مسلّم ہے کہ ریاضات و مجاہدات اور عبادات کے ذریعے مقام فنا فی اللہ حاصل ہوتا ہے جہاں سالک صفات حق تعالےٰ سے متصف ہوتا ہے اور پھر صحیح معنوں میں عبد بنتا ہے اور اسی مقام عبدیّت کو تصوف کی اصطلاح میں بقا باللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ فنا کے بغیر بقا ناممکن ہے اور بقا کے بغیر عبدیّت محال ہے اور جب تک صحیح معنوں میں عبدیّت حاصل نہیں ہوتی لِیَعْبُدُوْنِ کا تقاضا پورا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان اُس وقت ہوتا ہے جب ریاضات و مجاہدات کے ذریعے غایت درجہ کا تزکیۂ نفس حاصل کرتا ہے اور تزکیۂ نفس وہ چیز ہے

Marfat.com

کہ جس کے ذریعے خصائل رزیلہ مثل خود غرضی، نفس پرستی، حب جاہ، حب مال، حب خودی، حرص وہوا سے نجات حاصل کر کے محبت، اخوت، ہمدردی، ایمانداری، سچائی جیسی صفات حمیدہ سے متصف ہو کر کُلّ شیءٍ یَرجِعُ اِلیٰ اصلہٖ کے مطابق اپنی رُوح کو جسمانی آلائش سے پاک کر کے عالم قدس کی جانب پرواز کی قوت دیتا ہے۔ کیونکہ انسان مجموعہ ہے۔ رُوح اور جسم کا رُوح عالم قدس کی چیز ہے اور بمصداق کل شیءٌ یرجع الی اصلہ انسان کو اُوپر کی جانب کشش کرتی ہے اور جسم عالم ناسوت کی چیز ہونے کی وجہ سے انسان کو نیچے کی طرف کھینچتا ہے۔ لیکن جب تزکیہ نفس کے ذریعے نفسانی خواہشات کا زور کم ہو جاتا ہے تو روح آسانی سے انسان کو عالم قدس کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان کی ساخت ہی اس طرح ہوئی ہے کہ روح اور جسم کی کشمکش میں ڈال کر اس کی آزمائش کی جائے کہ آیا عالم قدس کی جانب جاتا ہے یا عالم سفلی میں غرق ہونا پسند کرتا ہے۔ سورہ ملک میں حق تعالےٰ نے فرمایا۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاًط۔ (موت اور حیات یعنی انسانی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ اُسے آزمایا جائے کون ہے اچھے اعمال والا)

مقصد حیات ذہن نشین کرانے کے بعد اگلے باب میں ہم مقصد حیات حاصل کرنے کا طریقہ یعنی حق تعالےٰ تک رسائی حاصل کرنے کے راستے کی وضاحت کریں گے تاکہ طالبان حق اور عاشقان الٰہی کا راستہ آسان ہو جائے۔ یاد رہے کہ ویسے تو ہر شخص فطرتاً طالب حق اور عاشق الٰہی پیدا کیا گیا ہے۔ علامہ اقبال نٹشے کے متعلق لکھتے ہیں کہ "قلب او مومن دماغش کافر است (اس کا قلب مومن ہے اور دماغ کافر) ہم کہتے کہ ہر کافر کا قلب مومن اور دماغ کافر ہے کیونکہ عشق الٰہی ہر مسلمان وکافر کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور یہی وہ عشق ہے جو اُسے کشاں کشاں محبوبان مجازی کے پیچھے دوڑائے پھرتا ہے۔ اس خیال سے کہ شاید میرا محبوب اور میرا مقصود یہی ہے۔ کوئی لیلےٰ مال و دولت کا دیوانہ ہے کوئی لیلےٰ عزوجاہ کا متوالا ہے کوئی حسن مجازی کا عاشق ہے تو کوئی لیلےٰ علم و دانش کا شیدائی ہے غرضیکہ کوئی کسی چیز کا عاشق ہے کوئی کسی چیز کا۔ لیکن درحقیقت ہر شخص محبوب حقیقی کا دیوانہ ہے لیکن نہ سمجھی سے محبوبان مجازی کو اس نے محبوب حقیقی سمجھ رکھا ہے اور اس کے حصول کیلئے تن من دھن کی بازی لگا دیتا ہے۔ اسلام کی غرض و غایت یہی ہے کہ انسان کو محبوبان مجازی کی طلب سے نکال کر محبوب حقیقی کی راہ پر لگایا جائے اور مسلک تصوّف وہ فن ہے جس کے ذریعے تزکیہ نفس کرا کے انسان کو خواہشات نفسانی سے رہائی دلائی جاتی ہے اور اس کے اندر صفات حمیدہ اُجاگر کر کے اس کی رُوح میں قوتِ پرواز پیدا کی جاتی ہے۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

Marfat.com

اللّٰه نور السموات والارض
مثل نوره كمشكوة فيها مصباح المصباح في زجاجة الزجاجة كانها كوكب دري
يوقد من شجرة مبركة زيتونة لا شرقية ولا غربية يكاد زيتها يضيء ولو لم تمسسه نار نور على نور
يهدي الله لنوره من يشاء ويضرب الله الامثال للناس والله بكل شيء عليم صدق الله العظيم
١٤٠١ھ

Marfat.com

پانچواں باب

سلوک الی اللہ

(یعنی حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کا طریقہ)

سلوک کے لفظی معنی ہیں راستہ کے، لفظ "مذہب" کے معنی بھی راستہ کے ہیں اور شرع یا شریعت کا مطلب بھی راستہ ہے۔ اس لیے تصوف کی اصطلاح سلوک الی اللہ کوئی انوکھی چیز نہیں۔ اس کا مطلب ہے اللہ تک رسائی حاصل کرنے کا راستہ اور لفظ مذہب کا مطلب بھی یہی ہے۔ لیکن چونکہ تصوف کے متعلق بعض حلقوں میں کچھ شکوک وشبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ اور زیادہ تر یہ شکوک دشمنانِ اسلام کے پیدا کردہ ہیں اس لیے ہم پہلے قارئین کرام کو تصوف کی حقیقت سے آگاہ کریں گے۔ اس کے بعد سلوک الی اللہ کی وضاحت کریں گے۔

حقیقتِ تصوف

تصوف کے متعلق زیادہ تر غلط فہمیاں یورپ کے غیر مسلم مصنفین نے پیدا کر دی ہیں جن کو عرفِ عام میں مستشرقین ORIENTALISTS کہا جاتا ہے۔ جن کی دیکھا دیکھی میں ہمارے مغرب زدہ مسلمان بھی جو مغرب سے آئی ہوئی ہر چیز کو لبیک کہنے کے عادی ہیں، بغیر سوچے سمجھے ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگ گئے ہیں۔ ان کے علاوہ مسلمانوں کا ایک نہایت ہی قلیل طبقہ بھی چھٹی صدی ہجری سے تصوف کی مخالفت پر آمادہ نظر آتا ہے اور ہمارا خیال یہ ہے کہ چونکہ چھٹی صدی ہی گنتی کے چند گندم نما جَو فروش صوفی بھی پیدا ہونا شروع ہو گئے تھے۔ تصوف کے متعلق اِن حضرات کی مخالفت دراصل اُن گندم نما جَو فروشوں کی مخالفت تھی نہ کہ اولیاء کرام کی۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ اب ہم تصوف کی حقیقت بیان کرتے ہیں۔

تصوف پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ چونکہ یہ لفظ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مُروّج نہیں تھا۔ تصوف بعد کی اختراع ہے لہٰذا غیر اسلامی ہے۔ اگر یہی بات ہے تو علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم البیان، علم المعانی، علم الکلام بھی غیر اسلامی ہونے چاہئیں کیونکہ نہ یہ الفاظ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں مروج تھے اور نہ یہ علوم وفنون اس زمانے میں مرتب ہوئے تھے۔ بات یہ ہے کہ نہ علم تفسیر غیر اسلامی ہے نہ علم حدیث، نہ علم فقہ نہ علم معرفت جسے عرفِ عام میں تصوف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ علوم فنون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں مرتب نہیں ہوئے تھے کیونکہ صحابہ کرام اُس قلیل عرصے میں

Marfat.com

جہاد فی سبیل اللہ میں منہمک تھے تاہم عملاً صحابہ کرام بہت بلند پایہ مفسر بھی تھے، محدث بھی، فقیہ بھی تھے اور خدا رسیدہ صوفیاں باصفا بھی تھے۔ اُس وقت نہ کوئی مفسر کہلاتا تھا، نہ محدث نہ فقیہ۔ ان حضرات کے لیے سب سے بڑا اعزاز صحبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور اصحابِ رسولؐ کہلاتے تھے۔ صحابہ کرام کے بعد سب سے بڑا اعزاز صحبتِ صحابہ تھا۔ جن حضرات کو صحابہ کرام کی صحبت ملی وہ تابعین کہلاتے ہیں۔ تابعین کے بعد سب سے زیادہ اعزاز صحبتِ تابعین تھا اور تابعین کے صحبت یافتہ لوگوں کو تاریخ اسلام میں تبع تابعین کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

بعد میں جب جہاد ختم ہوا یا کم ہو گیا تو مسلمانوں نے مختلف علوم وفنون اسلامیہ کی طرف اپنی توجہ مبذول اور تحقیق و تدقیق کے بعد اپنے اپنے فنون پر کتابیں تالیف کیں اور ان کو باقاعدہ علوم وفنون کی صورت میں مرتب کیا۔ جن حضرات نے خالصتاً قرآن مجید کے معانی و مطالب پر کام کیا وہ **مفسرین** کہلائے، جنہوں نے حدیث نبوی پر کام کیا اور اُسے باقاعدہ فن کے طور پر مرتب کیا وہ **محدثین** کے نام سے مشہور ہوئے۔ جنہوں نے اسلامی قانون پر کام کیا وہ **فقہا** کے نام سے مشہور ہوئے اور جنہوں نے اسلام کے باطنی رُوحانی پہلو پر کام کیا وہ **صوفیاء** کے نام سے موسوم ہوئے۔ اب اگرچہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں علوم کے ماہرین نہ مفسرین کہلاتے تھے نہ محدثین وفقہا، نہ صوفیا، بلکہ اصحابِ رسول کہلاتے تھے۔ تاہم صحابہ کرام علم تفسیر میں بھی ماہر تھے، حدیث میں بھی اور فقہ میں بھی۔ اور علم روحانیت یا معرفت میں بھی ماہر فن تھے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو حضرات علم تفسیر پر کام کر رہے تھے وہ علم حدیث، فقہ اور معرفت سے ناواقف تھے ہرگز نہیں۔ بلکہ بحیثیت مسلمان عمومی طور پر وہ حضرات ان سب علوم وفنون سے بقدرِ ضرورت آگاہ تھے۔ لیکن جس ایک فن میں انہوں نے مہارت تامہ حاصل کی اُسی نام سے مشہور ہوئے۔ چنانچہ آج کل بھی یہی خصوصی عمل SPECIALISATION جاری ہے۔

لفظ تصوّف کی وجہ تسمیہ

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ماہرین علم روحانیت یا معرفت کو صوفی کیوں کہا گیا۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ چونکہ ان کا نصبُ العین صفائے باطن تھا وہ صوفی کہلانے لگے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام اور بیشتر صحابہ کرام کے عمل کے مطابق وہ حضرات اکثر صوف یعنی اُون کا کپڑا پہنتے تھے۔ اس نسبت سے بھی وہ صوفی مشہور ہو گئے۔ تیسری وجہ یہ ہے چونکہ ان حضرات کا مسلک اصحابِ صفہ کے مسلک کے مطابق تھا یعنی گوشہ نشینی اور ہمہ وقت یادِ خدا میں مشغول رہنا تھا اس نسبت سے بھی وہ صوفیا کرام کے نام سے موسوم ہونے لگے۔

Marfat.com

اصل تصوّف

لیکن ان ظاہری وجوہات سے قطع نظر تصوّف کی اصل احسان ہے جو اُس حدیث پر مبنی ہے جس کو عرفِ عام میں **حدیثِ جبریل** کہا جاتا ہے۔ جب صحابہ کرام کی تعلیم کے لیے حضرت جبریلؑ انسان کی صورت اختیار کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام، ایمان اور احسان کے مطالب دریافت کیے تو احسان کا مطلب آپ نے یوں بیان فرمایا:

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ (یعنی تو خدا تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ تو اُسے دیکھتا ہے اگر تو اُسے نہیں دیکھ سکتا تو تحقیق وہ تجھ کو دیکھتا ہے) مختصر الفاظ میں صدق توجہ الی اللہ کا نام مرتبۂ احسان ہے جو جملہ کمالات ظاہری و باطنی کی اصل ہے۔ دل کو ما سوائے اللہ سے پاک رکھنا اور محبوبِ حقیقی کے سوا کسی کا اپنے دل میں گزر نہ ہونے دینا سرمایۂ احسان ہے جو تصوّف کے نام سے موسوم ہوا۔ تصوّف نام ہے مجموعۂ شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کا۔ شریعت راستہ ہے۔ طریقت کا مطلب ہے اُس راستے پر چلنا اور جس مقام یا منزلِ مقصود کی طرف یہ راستہ راہنمائی کرتا ہے وہ **حقیقت** کہلاتا ہے اور حقیقت کی روشنی میں جو علم سالکِ راہِ طریقت کو حاصل ہوتا ہے اسے **معرفت** کہتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ تصوّف اور شریعت میں کوئی مغایرت نہیں ہے بلکہ شریعت پر عمل کرنے کا نام ہی طریقت یا تصوّف ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے شرح مثنوی میں ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے۔

اَلشَّرِيْعَةُ اَقْوَالِيْ وَالطَّرِيْقَةُ اَفْعَالِيْ وَالْحَقِيْقَةُ اَحْوَالِيْ وَالْمَعْرِفَةُ سِرِّيْ۔

(شریعت میرے اقوال کا نام ہے طریقت میرے اعمال کا، حقیقت میری باطنی کیفیت کا اور معرفت میرا راز ہے)

نیز حضرت سید علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش لاہوریؒ نے کشف المحجوب کے چوتھے باب میں یہ حدیث نبوی نقل فرمائی ہے۔ **مَنْ سَمِعَ صَوْتَ اَهْلِ التَّصَوُّفِ فَلَا يُؤْمِنُ كُتِبَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْغَافِلِيْنَ۔**

جس نے اہل تصوف کی دعوت سنی اور اسے نہ مانا تو اللہ کے نزدیک وہ غافلین میں لکھا جاتا ہے

بعض حضرات اس قسم کی احادیث کو خبرِ واحد یا خبر احاد کا نام دے کر زیادہ معتبر قرار نہیں دیتے لیکن اہل اللہ کے نزدیک یہی وہ احادیث ہیں جو حقائق سے لبریز اور معرفت کی جان ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جن احادیث کے بہت راوی ہیں وہ زیادہ تر احکام طہارت، وضو، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح، خرید و فروخت سے تعلق رکھتی ہیں اور عوام الناس کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں۔ لیکن اسرار و رموز اور حقائق و معارف کی باتیں آپ نے چیدہ چیدہ اصحاب کے سامنے بیان فرمائیں اس لیے نہ ان کو تواتر نصیب ہوا نہ کثرت روایت۔ دراصل اہل معرفت کے نزدیک سب سے زیادہ قیمتی یہی احادیث ہیں جن کو اصول حدیث کی رُو سے خبرِ واحد یا خبر احاد کہا گیا ہے۔ ان دو احادیث کا بھی یہی حال ہے روایت کے طور پر ضعیف اور معرفت کے نقطۂ نگاہ سے نہایت بلند۔ علاوہ ازیں

صلہ ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر صوف پہننا لازمی ہے اس سے تم اپنے قلوب میں حلاوت ایمان پاؤ گے۔

Marfat.com

کتب حدیث میں بے شمار ایسی احادیث موجود ہیں جن میں تصوف کا لفظ تو نہیں آیا لیکن ہیں تصوف اور معرفت کی جان۔ مثلاً ایک حدیث قدسی یہ ہے جو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کی ہے کہ "جب میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں اُس سے محبت کرتا ہوں اور اس کے کان، آنکھ، ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے سنتا ہے۔ مجھ سے دیکھتا ہے، مجھ سے ہر کام کرتا ہے اور مجھ سے چلتا ہے۔ اب کوئی شخص جتنا زور لگائے اس حدیث کے باطنی معنی کو اس سے علیحدہ نہیں کر سکتا۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ یہ حدیث بھی علم باطن یا باطنی بصیرت سے تعلق رکھتی ہے۔ ایک اور حدیث میں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ میں پیچھے کی طرف بھی اُسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح آگے کی طرف دیکھتا ہوں۔ یہ بھی نظرِ باطن پر دلالت کرتی ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نہ اپنے آسمانوں میں سما سکتا ہوں نہ اپنی زمین میں سما سکتا ہوں لیکن اپنے بندۂ مومن کے قلب میں سما سکتا ہوں۔ عبد مومن کے قلب کی یہ وسعت صرف اہل تصوف ہی جانتے ہیں اور سمجھا سکتے ہیں۔ علمائے اہل ظاہر کے نزدیک اس کا کوئی مطلب نہیں نکلتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ اب علمائے ظاہر اس کا کیا مطلب نکال سکتے ہیں۔ ظاہر میں اس کا کوئی مطلب ہی نہیں نکل سکتا۔ یہ سب عالم بطون سے تعلق رکھتے ہیں۔

قرآن حکیم میں تصوّف یعنی حقیقت و معرفت کے اشارات

اسی طرح قرآن حکیم میں بے شمار مقامات پر ایسی عبارات آئی ہیں جن کا تعلق عالم بطون یعنی حقیقت و معرفت سے ہے۔ مثلاً حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں) ظاہر ہے کہ اس قرب سے مُراد قرب باطن ہے۔ نیز فرمایا۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) یہ معیتِ الٰہی بھی عالم بطون سے تعلق رکھتی ہے جو تصوف کا مضمون ہے۔ یہ آیات فقط پڑھنے کے لیے نہیں ہیں بلکہ اسلامی زندگی کو اپنانے کے بعد قرب و معیتِ الٰہی کے مقام تک پہنچنے کی تاکید ہے۔ ایک جگہ پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (جس طرف منہ کرو ادھر اللہ کا چہرہ یعنی حسن و جمال ہے) اس آیت میں بھی حق تعالیٰ نے مومن کی شان بتائی ہے کہ جدھر دیکھتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کا حسن و جمال نظر آتا ہے اور یہی وہ لِقاء اللہ ہے جس کے حصول کی قرآن مجید میں کئی مقامات پر تاکید وارد ہوئی ہے۔ اس سے اور اس قسم کی بے شمار آیاتِ قرآنی سے تصوف و طریقت کے تمام حقائق و معارف کی تائید ہوتی ہے۔ اگر ان حقائق و معارف کو نظر انداز کر دیا جائے تو اسلام ایک خالی اور بے جان ڈھانچہ رہ جاتا ہے جو اہلِ ظاہر کا اسلام ہے۔ اسی لیے تو لفظ مولوی بدنام ہو چکا ہے۔ اور اسلام کو زوال پہنچا ہے۔ کیونکہ جب اسلام روح سے خالی ہو جائے تو بے جان ڈھانچہ بے اثر ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

ایمان باللہ کے مراتب

ویسے تو ایمان باللہ کے بے شمار مراتب ہیں۔ ہر مسلمان کے ایمان کی پختگی اور گہرائی علیحدہ ہے۔ لیکن عام طور پر قرآن حدیث سے ایمان کے تین مراتب بیان کیے گئے ہیں۔ عِلمُ الیقین، عینُ الیقین اور حق الیقین، علم الیقین یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن و حدیث کے ذریعے بتادیا ہے کہ خدا موجود ہے اس کی ذات بھی ہے اور صفات بھی اور پھر کئی قسم کی صفات بیان کی گئی ہیں عین الیقین یہ ہے کہ تزکیہ نفس کے ذریعے اپنی باطنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ آیۂ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ اور نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ میں جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا وہ بالکل صحیح ہے یہ مقام مشاہدہ ہے۔ ایمان کا اس بھی ایک بلند تر اور قوی تر درجہ ہے جسے حق الیقین کہتے ہیں۔ حق الیقین کو تصوف کی اصطلاح میں مقام فنا فی اللہ کہا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی روح، حق تعالیٰ کی روح سے واصل ہوجائے۔ یہی مقام قرب ہے اور یہی مقام وصال اور فنا فی اللہ ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص ہے جس نے کسی سے سنا ہے کہ آگ جلاتی ہے۔ آگ کے متعلق اس کا یقین علم الیقین کہلائے گا۔ جب اس کے سامنے آگ جلائی جائے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ آگ میں لکڑی جل رہی ہے تو اس کے ایمان کا درجہ قوی تر ہوجائے گا اس درجے کو عین الیقین کہا جاتا ہے۔ جب وہ شخص آگ میں ہاتھ ڈالتا ہے یا آگ کے اندر چلا جاتا ہے تو اس کا درجہ یقین اور بھی قوی ہوجاتا ہے اس مرتبۂ یقین کو حق الیقین کہا جاتا ہے۔

سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنے کی کوشش

لیکن کمال ہے علمائے اہلِ ظاہر کا کہ وہ سب کو ایک لاٹھی سے ہانک کر ایمان کے اپنے ہی درجے یعنی علم الیقین پر لانے کی کوشش کرتے ہیں اور جن حضرات کو عین الیقین اور حق الیقین کے مراتب حاصل ہیں اُن پر ہر وقت اعتراضات کی بارش برساتے رہتے ہیں۔

کشف و کرامات

عین الیقین اور حق الیقین کے مقامات پر پہنچ کر اولیاء اللہ کو کشف بھی ہوتا ہے اور اُن سے کرامات کا ظہور بھی ہوتا ہے کیونکہ حدیثِ قدسی بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یَبْصِرُ کے مطابق جب سالک حق تعالیٰ کی بصیرت سے دیکھتا ہے اور اس کی سماعت سے سُنتا ہے تو کیا نہیں دیکھ سکتا اور کیا نہیں سُن سکتا۔ قرآنِ عظیم میں بھی جگہ جگہ پر کشف و کرامات کے واقعات درج ہیں اور حدیث میں بھی کثرت سے کشف و کرامات کے واقعات ملتے ہیں۔ اہل ظواہر کو قرآن و حدیث کے بیانات سے تو انکار نہیں ہوسکتا۔ البتہ جب کوئی یہ کہے کہ فلاں بزرگ یا فلاں ولی اللہ سے یہ کرامت سرزد ہوئی ہے تو یہ حضرات فوراً تردید پر آمادہ ہوجاتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ کفر ہے یہ شرک ہے اللہ کے سوا کس کو علمِ غیب ہوسکتا ہے حالانکہ علمِ غیب کے واقعات سے قرآن و حدیث لبریز ہیں۔ کیا یہ بندۂ مومن کا علمِ غیب نہیں ہے کہ

Marfat.com

رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ بندہ مومن کو بھی بعض اوقات کشف وکرامات کی طاقت حق تعالیٰ دیتا ہے اور بعض اوقات نہیں۔ چنانچہ حضرت سعدی شیرازیؒ فرماتے ہیں۔ ؎

گہے بر طارم عرش بنشینم گہ پشتِ پائے خود نہ بینم

(بعض اوقات میں عرش پر ہوتا ہوں اور بعض اوقات اپنے پاؤں کی پشت تک نہیں دیکھ سکتا) چنانچہ عرفا کا قول ہے کہ مشاهدة الابرار بين التجلي والاستتار (مقربین بارگاہ کے مشاہدات میں بعض اوقات اظہار غالب ہوتا ہے اور بعض اوقات اخفا)

سلوک الیٰ اللہ

اس تمہید کے بعد اب ہم یہ بتانے کی کوشش کریں گے کہ حق تعالیٰ تک کیسے رسائی حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ انسان مجموعہ ہے جسم اور روح کا۔ جسم کا تعلق عالم ناسوت سے ہے اور کُلُّ شیءٍ یرجعُ الیٰ اصلہٖ (ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے) کے مطابق انسان کو نیچے کی طرف کھینچتا ہے۔ روح عالم قدس کی چیز ہے اور انسان کو اُوپر کی جانب کشش کرتی ہے۔ اگر نفسانی خواہشات یعنی حرص وہوا، حسد، بغض، لالچ، خودغرضی، تکبر، عداوت، بے حیائی وغیرہ غالب آجائیں تو انسان اسفل السافلین پر گر کر تباہ ہوتا ہے لیکن اگر اسلامی احکام پر عمل کرنے اور عبادات، ریاضات، مجاہدات، شب بیداری وغیرہ کے ذریعے تزکیۂ نفس ہو جائے اور مندرجہ بالا بُری صفات کی بجائے صفاتِ حسنہ مثلاً محبت، ایثار، ہمدردی، بے لوثی، عجزونیاز، حق پرستی وغیرہ کا غلبہ ہو جائے تو پھر رُوح میں قوتِ پرواز پیدا ہوتی ہے اور بندۂ مومن کو عالم قدس کی جانب کشش کر کے حق تعالیٰ سے واصل کر دیتی ہے۔ یہ ہے اسلام کے فلسفۂ عبادت اور مجاہدات وریاضات کی غرض وغایت۔

ذیل کے خاکہ سے سلوک الی اللہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

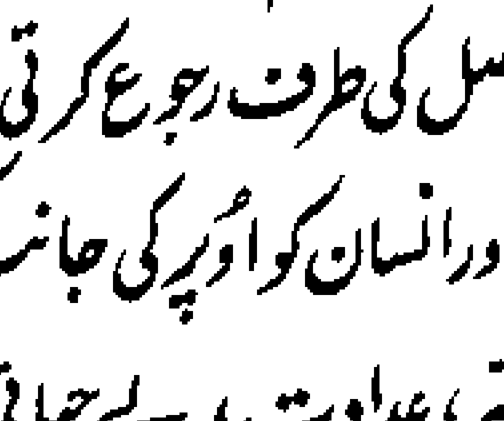

حق تعالیٰ تک رسائی کا راستہ مندرجہ بالا دائرہ کی شکل سے سمجھ میں آجائے گا۔ جب عبادات، مجاہدات اور کثرتِ ذکر وغیرہ کے ذریعے لطائف ستہ زندہ ہوتے ہیں اور روح میں قوتِ پرواز آتی ہے تو سالک یعنی بندۂ

Marfat.com

مومن کی روح نقطہ ب سے ترقی کرکے نقطہ ع کے ذریعے مقام الف تک پہنچ جاتی ہے۔ مقام الف سے مراد ذاتِ حق ہے۔ اور ب ع ل کے سفر کو سیر الی اللہ یا عروجی سفر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مقام الف پر بندۂ مومن کو ذاتِ حق میں یا روحِ حق یا نورِ حق سے وصال حاصل ہوتا ہے اس مقام کو علمِ روحانیت یا تصوف کی اصطلاح میں فنا فی اللہ کہا جاتا ہے چونکہ ذاتِ حق تعالےٰ کی کوئی حد نہیں ہے۔ فنا فی اللہ یا سیر فی اللہ کی بھی کوئی حد نہیں۔ بندۂ مومن چاہے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سیر فی اللہ میں مشغول رہ سکتا ہے لیکن نہ ذات کی کوئی حد ہے نہ سیر فی اللہ ختم ہونے میں آتی ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ نے خوب کہا ہے ؎

نہ حُسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

(نہ دوست کے حسن وجمال (ذات وصفات) کی کوئی حد ہے نہ سعدی کے عشق کی کوئی حد ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے پیاس کی بیماری والا آدمی دریا کے کنارے میٹھا پانی پی پی کر مرجائے۔ اور دریا اپنی آن وبان میں اسی طرح چلتا رہے۔)

لیکن جہاں دیگر مذاہب میں مقام فنا فی اللہ میں ہمیشہ کے لیے مستغرق رہ کر غاروں اور جنگلوں میں رہ جانا انسانی زندگی کی غرض وغایت سمجھی جاتی ہے اسلام میں اس سے بھی اُوپر ایک اور مقام ہے جسے فناُ الفنا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر حالتِ فنا، فنا ہو جاتی ہے یعنی ختم ہو جاتی ہے اور مقام بقاباللہ حاصل ہوتا ہے۔ مقام فنا فی اللہ کا خاصہ محویتِ استغراق ہے اور مقام بقا باللہ پر بندۂ مومن سُکر واستغراق سے نکل کر صحو وہوشیاری میں آتا ہے اور پھر سے دُوئی وکثرت میں آکر فرائض زندگی ادا کرتا ہے۔ مقام فنا کا سالک مغلوب الحال ہوتا ہے اور مقام بقا کے سالک کو غالب الحال کہتے ہیں۔ مقامِ فنا پر سالک ابن الحال ہوتا ہے۔ مقام بقا پر وہ ابوالحال ہوتا ہے۔

متصف بصفات الٰہی ہونا

غرضیکہ مقام فنا فی اللہ میں رہ کر بحرِ ذات وصفات الٰہی میں غوطے لگا لگا کر بندۂ مومن بمصداق حدیث قدسی بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ حق تعالےٰ کی صفات سے متصف ہوتا ہے اس مقام کی طرف ایک اور حدیث سے بھی اشارہ ہوتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ (یعنی اللہ کی صفات سے متصف ہوجاؤ) جب صفات الٰہی سے بندۂ مومن متصف ہوکر مندرجہ بالا دائرہ کے مقام ب پر قوس ون ب کے ذریعے واپس آتا ہے تو بہ حیثیت انسانِ کامل خلافتِ الٰہیّہ کا تاج اس کے سر پر رکھا جاتا ہے اور حق تعالےٰ کے نائب کی حیثیت سے حکمرانی کرتا ہے آیۂ مبارک اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً سے مراد یہی مقام ہے اور اسی مقام پر پہنچنے کی اسلام دعوت دیتا ہے۔ اس مقام بقا باللہ کو مقام عبدیت بھی کہا جاتا ہے کیونکہ انسان حقیقی معنوں میں بندۂ مومن یا عبدِ خالص اُس وقت بنتا ہے جب وہ نفس کی کثافت سے پاک ہوکر ذاتِ حق سے واصل ہوتا ہے اور صفات باری تعالےٰ

Marfat.com

سے متصف ہو کر نیابت وخلافتِ الٰہیہ کا حق ادا کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ مجاہدات اور ریاضات کی کٹھالی سے نکلے بغیر انسان نہ نفسانیت کی کثافت سے نجات پا سکتا ہے نہ مقامِ فنا پر پہنچ کر صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہو سکتا ہے اور نہ ہی خلافتِ الٰہیہ کے منصب جلیلہ کے قابل بن سکتا ہے۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ پاکستان کے ایک بڑے عالم نے شب برات اور شب قدر کے مضمون پر اپنے ایک پمفلٹ میں لکھا ہے کہ اسلام کے ایک مختصر سے عبادت کے پروگرام کو لوگوں نے اس قدر بڑھا دیا ہے کہ ساری ساری رات جاگتے ہیں، مسلسل روزے رکھتے ہیں اور کڑے مجاہدات اپنے اوپر لازم کر دیئے ہیں۔ ان مولانا صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ابدی و ازلی معصومیت کے باوجود ساری ساری رات نوافل میں گزار دیتے تھے۔ یہاں تک کہ گریہ سے آپ کی ریش مبارک تر ہو جاتی تھی اور پنڈلیاں مبارک سوج جاتی تھیں۔ نیز آپ کئی کئی روز مسلسل اس طرح روزہ رکھتے تھے کہ سحری اور افطار تک کا نام نہیں تھا۔ اس قسم کے علماء صاحبان نے شاید قرآن مجید کی یہ آیت نہیں پڑھی کہ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (ایسے لوگ بھی ہیں جو ساری رات اپنے پہلوؤں کو بستروں سے علیحدہ رکھتے ہیں۔ یعنی شب بیداری کرتے ہیں) انہوں نے قرآن کی یہ آیت بھی نہیں پڑھی يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا (ساری رات سجود و قیام میں گزارتے ہیں) انہوں نے سورہ مزمل کی یہ آیات بھی نہیں پڑھیں۔ "قُمِ الَّيْلَ" (رات کو جاگو نصف شب یا اس سے کم یا زیادہ) اسی سورت میں آگے فرمایا ہے: اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا (یہ امر مسلّمہ ہے کہ رات کا جاگنا نفس کشی میں مدد دیتا ہے اور قال کو حال میں بدل دیتا ہے) قال کو حال میں بدلنے کی مولانا رومؒ نے یوں تاکید فرمائی ہے ؎

قال را بگذار و مردِ حال شو　　　پیشِ مردِ کاملے پامال شو

(فنا و بقا کے زبانی جمع خرچ کو چھوڑ کر قال کی بجائے حال حاصل کرو اور یہ کام اُس وقت ہو سکتا ہے کہ تم مرد کامل کے پاؤں کی خاک بن جاؤ گے۔)

ضرورتِ شیخ دنیا کے ہر کام، ہر فن اور ہر پیشہ کی طرح فن روحانیت یعنی سلوک الی اللہ طے کرنے اور حق تعالےٰ کا قرب و معرفت حاصل کرنے کے لیے اُستاد کی ضرورت ہے۔ علم تصوف کی اصطلاح میں ایسے استاد کو شیخ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ لفظ شیخ کی اصل یہ حدیث نبوی ہے اَلشَّيْخُ فِيْ قَبِيْلَتِهٖ كَالنَّبِيِّ فِيْ اُمَّتِهٖ (اپنے قبیلہ میں شیخ اُسی طرح ہے جس طرح ایک نبی اپنی اُمت میں۔)

قرآن حکیم میں حق تعالےٰ ضرورتِ شیخ کو یوں بیان فرمایا ہے يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (اے ایمان والو ڈرو

Marfat.com

اللہ سے اور تلاش کرو وسیلہ اُس تک رسائی کے لیے) اس آیت مبارکہ سے دو باتوں کا حکم نازل ہوا اول حق تعالےٰ تک رسائی حاصل کرنا۔ دوم اُس تک حاصل کرنے کے لیے وسیلہ تلاش کرنا۔ وسیلہ سے مراد وہ ہادی، مرشد، شیخ یا پیر ہے۔ جس نے راہِ سلوک طے کیا ہوا ہو۔ راستے کے نشیب و فراز سے واقف ہو اور خدا رسیدہ ہو۔ بعض لوگ لفظ وسیلہ سے مراد ایمان لیتے ہیں۔ لیکن تمام مفسرین خواہ متقدمین ہوں یا متاخرین کے نزدیک وسیلہ کا مطلب شیخ طریقت ہے کیونکہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کا خطاب اُن لوگوں سے کیا گیا ہے جو ایمان لا چکے ہیں حضرت شاہ عبدالرحیمؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جو اہل طریقت اور اہل حدیث دونوں میں مقبول ہیں۔ وسیلہ سے مراد شیخ لیتے ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ کے پوتے شاہ اسماعیل شہید جو مخالفین تصوف کے امام مانے جاتے ہیں بھی اپنی کتاب منصب امامت میں قرآن حکیم اِس لفظ سے مراد شیخ لیتے ہیں آپ لکھتے ہیں:

"مراد از وسیلہ شخصے است کہ اقرب الی اللہ باشد در منزلت

(وسیلہ سے مراد وہ شخص ہے جو اقرب الی اللہ ہو یعنی مقرب بارگاہ ہو)

دوسری آیت میں لفظ وسیلہ کے معنی خود خداوند تعالےٰ نے صاف بتا دیئے ہیں اور شک و شبہ کی گنجائش نہیں رکھی۔ فرمایا: اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ، اس کی تفسیر شاہ اسماعیل شہید جیسے سخت گیر منصب امامت میں یوں بیان کرتے ہیں:

"واقرب الی اللہ باعتبار منزلت اول رسول است بعد ازاں امام کہ نائب اوست"

(اور مقام کے لحاظ سے اقرب الی اللہ سب سے پہلے رسولؐ ہیں اور ان کے بعد امام جو اُن کے نائب ہیں)

بیعت کی ضرورت

یہی وجہ ہے کہ ایمان باللہ کے ساتھ حق تعالےٰ نے اپنے نائب حضرت سیدنا محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کو ضروری قرار دیا ہے بیعت کے متعلق حق تعالےٰ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (اے نبی اللہ جو لوگ آپ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ کے ساتھ بیعت کرتے۔ ان لوگوں کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے) اس آیت میں نہ صرف انسان کامل کے ہاتھ پر بیعت کرنا ثابت ہے بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو حق تعالےٰ نے اپنا ہاتھ بھی قرار دیا ہے۔ یہ قرب حق کا وہ درجہ ہے جسے فنائیت تامہ کہا جاتا ہے۔ ایک ظاہر بین حضرت اس آیت کے یوں معنی کر رہے تھے کہ لوگوں کے ہاتھوں پر رسولؐ کا ہاتھ اور ان سب کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ تھا۔ راقم الحروف نے اُن سے کہا اگر آپ کی تفسیر صحیح ہوتی تو لفظ ایدیہم کی بجائے ایدیکم ہوتا۔ ایدیہم کا تو اس کے سوا کوئی مطلب نہیں ہو سکتا کہ بیعت کرنے والوں کے ہاتھ پر بظاہر رسول اللہ کا ہاتھ تھا اور بباطن خدا کا ہاتھ تھا۔ غرضیکہ قرآن کے معنوں کو بعض لوگ اس طرح توڑ موڑ کر کے بیان کرتے ہیں۔

Marfat.com

اسی طرح آیۂ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی میں بھی حق تعالٰے کے ساتھ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کمالِ وحدت پائی جاتی ہے دشمنوں پر مٹی تو پھینک رہے ہیں۔ رسول اللہ صلعم اور فرما رہے ہیں حق تعالٰے کہ مٹی آپ نے نہیں پھینکی اللہ نے پھینکی۔ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت ضروری ہے تو آپ کے وصال کے بعد آپکے خلفاء کے ساتھ بھی بیعت کی وہی اہمیت ہے بلکہ پہلے سے زیادہ ہے کیونکہ خدا کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری غیر موجودگی میں بیعت اور وسیلہ کی زیادہ ضرورت ہے۔

منصبِ نبوّت اور منصبِ شیخ

قرآن کریم میں حق تعالٰے نے منصب نبوت کی یوں وضاحت فرمائی ہے۔ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (الجمعہ) (اللہ وہ ہے جس نے بھیجا ان پڑھوں کے درمیان پیغمبر انہی میں سے جو پڑھتا ہے اُن لوگوں کے سامنے اللہ کی آیات اور پاک کرتا ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت)

کتاب کے ساتھ معلم یعنی سکھانے والے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ نسخہ کے ساتھ طبیب کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن کی موجودگی میں شیخ کی کیا ضرورت ہے اُن سے ہم پوچھتے ہیں کہ قرآن کی موجودگی میں نبی یا رسول کی کیا ضرورت تھی۔ چنانچہ جس طرح رسولؐ کی صحابہ کرامؓ کو ضرورت تھی آج بھی ہمیں وہی ضرورت پیش ہے جس طرح اس زمانے میں رسولؐ کے بغیر ہدایت ناممکن تھی۔ اب بھی نائب رسولؐ کے بغیر ہدایت ناممکن ہے۔ حیرت ہے کہ علمائے ظاہر لوگوں کے درمیان اپنی ضرورت تو محسوس کرتے ہیں لیکن ایک ایسے شیخ کامل کی ضرورت محسوس نہیں کرتے جو اُن سے کئی گنا زیادہ عبادات، مجاہدات و ریاضات کر کے ذاتِ حق کے قرب و معرفت کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ پہلے تصوف اور صوفیائے کرام کی مخالفت میں مشہور تھے لیکن بعد میں جب حضرت بشر حافیؒ کی صحبت میں رہ کر حلاوت ایمان نصیب ہوئی تو جو شخص احکام شریعت اُن سے دریافت کرنے آتا تو خود بتا دیتے تھے لیکن جب کوئی شخص راہ حقیقت دریافت کرنے آتا تو حضرت شیخ بشر حافیؒ کے پاس بھیج دیتے تھے۔ یہ دیکھ کر ان کے شاگردوں کو غیرت آئی اور عرض کیا کہ آپ اتنے بڑے عالم ہو کر لوگوں کو ایک صوفی کے حوالہ کیوں کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ کے احکام کا علم ہے اور ان کو خود اللہ کا علم ہے اس لیے طالبانِ حق کو اُن کے پاس بھیجتا ہوں"۔

آیۂ مذکور میں حق تعالٰے نے منصب نبوت میں ان امور کو شامل فرمایا ہے۔

۱۔ آیات قرآن پڑھ کر سنانا۔ ۲۔ ان کا تزکیۂ نفس کرنا۔ ۳۔ احکامِ الٰہی کی تعلیم دینا۔ ۴۔ حکمت یعنی حقیقت ذات و صفات الٰہی سے آگاہ کرنا۔

Marfat.com

آجکل بھی علمائے کرام یہی کام کرتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے آیاتِ قرآن پڑھتے ہیں۔ مطالب قرآن بھی سمجھاتے ہیں اور احکامِ قرآن کی تلقین بھی کرتے ہیں لیکن کیا بات ہے کہ رسول خدا صلعم کی ہدایت سے تو لوگ جوق در جوق آکر اسلام قبول کرتے تھے لیکن علمائے کرام کے سامنے ایک آدمی بھی اسلام قبول نہیں کرتا اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر زبردست روحانی قوت موجود تھی اور آپ کی محض زیارت سے لوگوں کے مراتب بلند ہو جاتے تھے۔ نیز آپ کی صحبت اور بات چیت سے مراتب بلند ہوتے تھے۔ نیز آپ کے ساتھ ہمکلام ہونے اور آپ کے ہاتھ لگانے سے صحابہ کرام کے کئی گنا مراتب بلند ہو جاتے تھے۔ حضرت سلیمان فارسی اسلام لانے سے پہلے کئی یہودی، نصاریٰ اور آتش پرست اربابِ روحانیت سے ملاقات کر چکے تھے لیکن اُن سے متاثر نہ ہوئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو چہرۂ مبارک دیکھتے ہی کلمہ طیبہ پڑھ لیا۔ اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک مجھ سے اپنی جان، مال اور اولاد سے زیادہ محبت نہیں کرتا تو یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضور میں اپنے اندر یہ کیفیت محسوس نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا کیا تم محسوس نہیں کرتے اس خطاب سے حضرت عمرؓ کے مراتب بلند ہو گئے اور فوراً عرض کیا کہ حضور اب محسوس کرتا ہوں۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ بن جبل یا کسی اور صحابی کو یمن کا عامل مقرر کر کے بھیج رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور میرے اندر عامل بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔ آپ نے ان کے کندھے کو چھوا تو وہ فوراً چلا اُٹھے کہ حضور اب وہ صلاحیت اپنے اندر محسوس کرتا ہوں۔

یہ ہے توجہ باطنی سے تزکیۂ نفس کرنا۔ رسول خدا صلعم کی طرح آپ کے بعد آپ کے خلفا بھی باطنی توجہ سے مریدین کا تزکیۂ نفس اور تصفیہ قلب کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں علماء ظاہر کی دھواں دھار تقریریں ناکام رہتی ہیں اولیاء اللہ کی ادنیٰ سی باطنی توجہ سے مریدین کا تزکیۂ نفس ہو جاتا ہے جس سے ان کی رُوحوں میں قوتِ پرواز آتی ہے اور وہ مختلف منازل و مقامات طے کرتے ہوئے قربِ حق میں پہنچ جاتے ہیں۔

فضل اللہ راہ سلوک طے کرنے میں سب سے زیادہ اہمیت فضل اللہ کو حاصل ہے۔ جب تک حق تعالیٰ کا فضل و کرم بندہ کے شامل حال نہ ہو راہ ہدایت نصیب نہیں ہوتا۔ نہ اعمال کام آتے ہیں نہ حسب و نسب کی کوئی حیثیت ہے۔ لہٰذا اہل اللہ حضرات ہمیشہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں رحمت کی درخواست کرتے رہتے ہیں۔ کہ بارِ خدایا مجھے اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

لہٰذا بندہ کو چاہیے کہ جس قدر زیادہ عبادت کرے اُسے بہت ہی کم سمجھے اور حق تعالیٰ کی طرف سے ذرہ بھر نظرِ عنایت اور ظاہری نعمت کو بہت بڑا انعام و اکرام سمجھے ؎

Marfat.com

زاہد شدہ بر بندگی خود متکبر   ما یم و نظر بر کرم بندہ نوازے

حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عابد و زاہد کون ہو سکتا ہے لیکن آپ بھی اپنی عبادات، ریاضات اور مجاہداتِ شاقہ کے باوجود ہر وقت اقرارِ عجز کرتے ہوئے بارگاہِ حق تعالےٰ میں عرض پرواز ہوتے تھے کہ یَا وَھَابُ سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ۔ مَا ذَكَرْنَاكَ حَقَّ ذِكْرِكَ۔ مَاشَكَرْنَاكَ حَقَّ شُكْرِكَ (اے میرے معطی تیری ذات پاک بہت بلند ہے۔ نہ ہم تیری عبادت کے مطابق کما حقہ، حق عبادت ادا کر سکتے ہیں نہ تیری معرفت کے مطابق کما حقہ، معرفت حاصل کر سکتے ہیں نہ تیرے ذکر کے مطابق کما حقہ تیرا ذکر کر سکتے ہیں نہ تیرے شکر کے مطابق کما حقہ شکر ادا کر سکتے ہیں۔) جب سرورِ کائنات فخرِ موجودات کا یہ حال ہے تو ہم لوگ کس باغ کی مولی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی شخص نجات حاصل نہیں کر سکتا ہے جو شخص نجات حاصل کرے گا۔ رحمتِ حق سے کرے گا۔ اس پر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ آپ بھی۔ فرمایا ہاں میں بھی اپنے اعمال سے نہیں بلکہ فضلِ ربی سے نجات حاصل کروں گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ طالبِ مولا کو چاہیے کہ ہر وقت اور ہر آن و ہر لحظہ رحمتِ حق کا طلب گار رہے کیونکہ حق تعالےٰ کی عظمت اور شان اس قدر بلند ہے کہ انسان کو چاہیے جتنی عبادت کرے۔ اس کی عظمت اور شان کے مطابق ہرگز ہرگز نہیں اتر سکتا۔ امیر خسروؒ نے خوب کہا ہے۔

اے بہ در ماندگی پناہ ہمہ   کرم تست عذر خواہ ہمہ
توبہ درگہت قبولم کن،   اے الٰہ من و الٰہ ہمہ
خسرو از تو پناہ مے جوید   اے پناہ من و پناہ ہمہ

مقامِ عشق

ضرورتِ شیخ اور فضل اللہ کے ساتھ راہِ حقیقت میں تیسری جس چیز کی اشد ضرورت ہے وہ عشق ہے ویسے تو ہر شخص فطرتاً عاشق پیدا ہوا ہے اور عاشق بھی کس کا؟ خود ذاتِ حق کا عاشق۔ کیونکہ جہاں حق تعالےٰ نے ساری کائنات کو حضرتِ انسان کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ انسان کو خالصتاً اپنے لیے پیدا فرمایا ہے۔ لہٰذا انسان عاشق بھی ہے اور معشوق بھی۔ محب بھی ہے اور محبوب بھی۔ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا اور لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ سے مراد یہی عشقِ الٰہی ہے۔ آیہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (کہہ دیجئے کہ اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میری (نبی کی) اطاعت کرو اللہ کے محبوب بن جاؤ گے) میں بھی انسان کے عاشق و معشوق ہونے کی تاکید ہے۔

لیکن افسوس صد افسوس ہے کہ انسان محبوبِ حقیقی کو ترک کر کے محبوبانِ مجازی کے پیچھے دوڑتا پھرتا ہے کوئی لیلائے حسن کا متوالا ہے کوئی لیلائے دولت کا دیوانہ ہے، کوئی لیلائے عزّ و جاہ کا شیدائی ہے غرضیکہ

Marfat.com

آتش عشق حقیقی تو محبوب حقیقی کی طلب میں سرمار ہی ہے لیکن وہ بے سمجھی سے محبوبانِ مجازی کی طلب میں سرگرداں ہے حتیٰ کہ جب کوئی اللہ والا آکر اس کا کانٹا بدلتا ہے تو وہ صحیح سمت میں چلنے لگتا ہے۔ ایک دفعہ ایک انگریز نے کہا کہ میرے دل میں کسی چیز کی تڑپ ہے لیکن مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ چیز کیا ہے۔ میرے پاس بہت دولت ہے اور اپنے دل کی بے تابی مٹانے کے لیے عیش و عشرت کا سامان مہیا کرتا ہوں حتیٰ کہ محبوبانِ مجازی کا قرب بھی حاصل کرتا ہوں لیکن کسی چیز سے میری تشفی نہیں ہوتی اور دل میں ایک تڑپ ہے جو مجھے کشاں کشاں لیے لیے پھرتی ہے۔ آپ بتائیں کہ وہ کیا چیز ہے جس کی مجھے طلب ہے۔ میں نے کہا کہ پیدائشی طور پر ہر شخص ذاتِ حق تعالیٰ کا عاشق ہے۔ خواہ وہ کافر ہے یا مسلمان، یہودی ہے یا نصرانی، اسی وجہ سے علامہ اقبال نے نیٹشے کے متعلق لکھا ہے کہ "قلب او مومن دماغش کافر است" (اس کا قلب مومن اور دماغ کافر ہے) لیکن یہ صرف نیٹشے کی خصوصیت نہیں ہے ہر شخص کا قلب مومن ہے اور عشقِ مولا میں سرشار ہے۔ لیکن سمجھ نہیں سکتا کہ میں کس کا عاشق ہوں۔ اس لیے وہ محبوبانِ مجازی کے پیچھے دوڑتا ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا اچھا پھر محبوبِ حقیقی تک کیسے پہنچا جائے میں نے کہا اس کام کے لیے تو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور لاکھوں کروڑوں اولیاء اللہ بھیجے گئے ہیں۔ اگر ہمت ہو تو یہ راستہ بہت آسان ہے لیکن بعد میں وہ انگلستان چلا گیا اور ملاقات کا سلسلہ کٹ گیا۔

حق تعالیٰ تک رسائی کے تین بڑے راستے

اسلام میں حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کے تین بڑے راستے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ **طریق اخیار**۔ یہ راستہ کثرت صوم و صلوٰۃ، تلاوت، حج، جہاد وغیرہ سے طے ہوتا ہے۔ لیکن یہ بہت لمبا راستہ ہے اور منزلِ مقصود تک پہنچنے میں بہت دیر لگتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو صحابہ کرامؓ کا راستہ جلدی طے ہو جاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر بے پناہ روحانی قوت تھی لیکن جوں جوں زمانہ گزرتا گیا۔ لوگوں کے قلوب پر زنگ بڑھتا گیا اور زنگ دور کرنے کے لیے قلوب کو عبادات و مجاہدات شاقہ سے مانجھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

۲۔ **طریق اربابِ مجاهدات و ریاضات**۔ اخلاقِ ذمیمہ کو جد و جہد اور محنت و کوشش اور ریاضت کے ذریعے اخلاقِ حمیدہ میں تبدیل کرنے کے لیے عام عبادت سے زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ یہ راستہ پہلے راستے کی نسبت چھوٹا ہے لیکن اس میں محنت زیادہ لگتی ہے۔

۳۔ **طریق اصحابِ شطاریہ**۔ یہ طریق عشق و محبت سے طے ہوتا ہے اور سب سے زیادہ اقرب اور قوی تر ہے۔ اگر کسی جنگل کو صاف کر کے زمین آباد کرنی ہو تو ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ہر درخت کو جڑ سے نکال کر پھینک دیا جائے۔ دوسرا اور زیادہ مؤثر اور آسان طریقہ یہ ہے کہ جنگل کو آگ لگا دی جائے۔ آن کی آن میں زمین صاف ہو جائے گی۔ طریق شطاریہ کے لوگ یہی کرتے ہیں۔ آتش عشق کے ذریعے تمام روحانی امراض کا

Marfat.com

علاج کرتے ہیں اور بہت جلدی منزلِ مقصود تک پہنچا دیتے ہیں۔ آتشِ عشق کو بھڑکانے کے لیے بعض مشائخ سماع سنتے ہیں اور مریدین کو بھی سنواتے ہیں۔ ان حضرات کا قول ہے کہ ایک محفلِ سماع کے ذریعے جس قدر ترقی حاصل ہوتی ہے سو سال کی عبادت سے بھی حاصل نہیں ہوتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ بات یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد عشقِ الٰہی پر قائم ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً سے ایسی شورش برپا ہوئی ہے کہ انسان تو انسان، حیوان، نباتات اور جمادات میں بھی حضرتِ عشق کارفرما ہے اور عشق ہی کے ذریعے ذرّہ ذرّہ آپس میں جُڑا ہوا ہے کشش ثقل کیا ہے۔ وہی عشق ہے جو ساری کائنات میں رُوح رواں کی طرح جاری و ساری ہے اور ہر چیز کو اپنے دائرہ کار میں مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے۔ اگر عشق نہ ہو تو عابد معبُود کے سامنے کیوں سرِ تسلیم خم کرے اور سجدہ ریزیاں کیوں کرے۔ علامہ اقبال نے خُوب کہا ہے

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں ۔۔۔ کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

حضرت مولانائے رومؒ فرماتے ہیں ہے

کلامِ ہجر و فراق

مرحبا اے عشقِ خوش سودائے ما ۔۔۔ اے طبیبِ جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما ۔۔۔ اے تو افلاطون و جالینوسِ ما
جسمِ خاک از عشق بر افلاک شد ۔۔۔ کوہ در رقص آمد و چالاک شد
عشق آں شعلہ کو چوں بر فروخت ۔۔۔ ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
در نگنجد عشق در گفت و شنید ۔۔۔ عشق دریائیست قعرش ناپدید
شرحِ عشق ار من بگویم بر دوام ۔۔۔ صد قیامت بگذرد آں ناتمام
عاشقی پیداست از زاریٔ دِل ۔۔۔ نیست بیماری چو بیماریٔ دِل
ملتِ عشق از ہمہ دینہا جدا است ۔۔۔ عاشقاں را ملت و مذہب خدا است

عشق، درد، فراق کے مضمون پر حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ کے جذبات ملاحظہ ہوں ہے

درد حاصل کن کہ درماں دردِ تست ۔۔۔ در دو عالم داروئے جاں دردِ تست
ذرۂ دردت دِہ اے درمانِ من ۔۔۔ زانکہ بے دَردَت بمیرد جانِ من
کفر کافر راہ دیں دیندار را ۔۔۔ ذرۂ دَردَت دِل عطار را
ہر چہ بینی یار ہست اغیار نیست ۔۔۔ غیر او جز وہم و جز پندار نیست

Marfat.com

حضرت شیخ سرمدؒ غم عشق کو خوشی سے زیادہ پسند فرماتے ہیں ؎

سرمد غم عشق رابہ شادی نہ دہی　　درد اگرت رسد منادی نہ دہی
صد بار شود اگر مرادت حاصل　　زنہار زدست نامرادی نہ دہی

سرمدؒ ایک اور رباعی میں عشق و مستی کی یوں مدحت سرائی کرتے ہیں ؎

سرمد در دیں عجب شکستے کردی　　ایمان بفدائے چشم مستے کردی
عمرے کہ بآیات واحادیث گزشت　　رفتی و نثار بت پرستے کردی

ایک بزرگ کا نالۂ عشق ملاحظہ ہو ؎

دل را در آتش غم جانانہ سوختیم　　قندیل کعبہ را بہ صنم خانہ سوختیم
زاں آرزو کہ جلوہ کند شعلہ پیکرے　　شبہا چراغ کعبہ و بت خانہ سوختیم

ایک اور بزرگ درد عشق کو یوں بیان کرتے ہیں ؎

پنجہ زد عشقت لباس پارسائی پارہ شد　　طاعت صد سالہ ام تاراج یک نظارہ شد

ایک صاحب آتش عشق کو یوں بیان کرتے ہیں ؎

آتش رخسار گل خرمن بلبل بہ سوخت　　چہرۂ خنداں شمع آفت پروانہ شد

حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کا نعرۂ عشق ملاحظہ ہو ؎

نمے دانم کہ آخر چوں دم دیدار مے رقصم　　مگر نازم بایں ذوقے کہ پیش یار مے رقصم
خوشا رندی کہ پامالش کنم صد پارسائی را　　زہے تقویٰ کہ من با جبہ و دستار مے رقصم
بیا جاناں تماشا کن کہ در انبوہ جانبازاں　　بصد سامان رسوائی سر بازار مے رقصم
تو آں قاتل کہ از بہر تماشا خون من ریزی　　من آں بسمل کہ زیر خنجر خونخوار مے رقصم
منم عثمان ہارونی کہ یار شیخ منصورم　　ملامت مے کند خلقے و من بر دار مے رقصم

حضرت امیر خسرو ایک مشاہدہ کے بعد اپنے محبوب کی مدح سرائی کچھ اس انداز سے فرماتے ہیں ؎

نمے دانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم　　ہمہ سوئے رقص بسمل بود شب جائیکہ من بودم
پری پیکر نگارے سرو قدے لالہ رخسارے　　سراپا آفت دل بود شب جائیکہ من بودم
خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو　　محمد شمع محفل بود شب جائیکہ من بودم

Marfat.com

حضرت شرف الدین بوعلی قلندر نالۂ ہجر و فراق یوں بلند کرتے ہیں ؎

اگر بینم شبے ناگاہ من آں سلطان خوباں را　　سر اندر پائے وے آرم فدا سازم دل و جاں را
رَوَم در بتکدہ شینم بہ پیش بت کنم سجدہ　　اگر یابم خریدارے فروشم دین و ایماں را
بگرد کعبے گردم چو روئے یار من کعبہ　　شوم طواف میخانہ ببوسم پائے مستاں را
دلم پیچاں، سرم پیچاں تنم پیچاں　　شرف چوں مارمے پیچد چو بیند زلف پیچاں را

ایک اور غزل میں غیرتِ عشق کو یوں بیان فرماتے ہیں ؎

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم　　گوش را نیز حدیث تو شنیدم ندہم

عشق کی مدح سرائی میں آپ فرماتے ہیں ؎

گر عشق نبودے و غم عشق نبودے　　چندیں سخنِ نغز کہ گفتے کہ شنیدے

یہ کلام درد و فراق ہے جو محبوب حقیقی کے ہجر میں عشاق کے منہ سے نکلتا ہے۔

کلام قرب و وصال

لیکن عشاق ازل پر ہمیشہ ایک ہی حالت طاری نہیں رہتی۔ ہجر و فراق اور قرب و وصل کی گھڑیاں بدلتی رہتی ہیں۔ فراق کے وقت خود بھی روتے ہیں اور جہاں کو بھی رلاتے ہیں۔ لیکن جب قربِ دوست میں پہنچتے تو کرب و غم کافور ہو جاتا ہے اور بلند و بالا مقامات سے بلند و بالا باتیں کرتے ہیں۔ اپنے آپ سے فانی اور ذاتِ حق سے باقی ہو کر ایک صاحب فرماتے ہیں۔

من تاجدار فقرم ذوق فنا چشیدہ　　آہوئے دشتِ ہُویم از ماسوی رمیدہ

مقامِ قرب و فنا کو حضرت مغربیؒ نے یوں بیان فرمایا ہے ؎

ما جام جہاں نمائے ذاتیم　　ما مظہر جملہ صفاتیم
ما نسخۂ نامۂ الٰہیم　　ما گنج طلسم کائناتیم
ہم صورتِ واجب الوجودیم　　ہم معنیٔ جان ممکناتیم
برتر ز مکان و در مکانیم　　بیروں ز جہان در جہانیم

شاہ نیاز بریلویؒ اس مقام فنا فی اللہ کو یوں ظاہر کرتے ہیں۔

لباس بو البشر پوشیدہ مسجود ملک گشتم　　بہ تصویرِ محمد حامد و محمود بودستم
گہے ادریس گاہے شیث گاہے نوح گہ یونس　　گہے یوسف گہے یعقوب گاہے ہود بودستم
گہے صالح گہ ابراہیم گہ اسحاق گہ یحیےٰ　　گہے عیسےٰ گہے موسےٰ گہے داؤد بودستم
برائے میکشان امروز نقد وقت شاں گشتم　　ز بہر دیگراں۔ روز جزا موعود بودستم
بدریائے حقیقت بہرِ غواصانِ دریا دل !　　بہر عہدے و عصرے گوہر مقصود بودستم

Marfat.com

جب مقام فنا فی اللہ پر کثرت ختم ہو جاتی ہے اور وحدت ذات طاری ہو جاتی تو اس حقیقت کو حضرت مغربی ان الفاظ کا جامہ پہنانے کی کوشش کرتے ہیں ؎

از ذاتِ اوست ایں ہمہ اسمار عیاں شدہ — از نورِ اوست ایں ہمہ انوار آمدہ
ایں نقشہا کہ ہست سراسر نمائش است — اندر نظر چوں صورتِ بسیار آمدہ
ایں کثرتیست لیک ز وحدت عیاں شدہ — ویں وحدتیست لیکن باطوار آمدہ
عالم مثالِ ذات وظلال وصفات اوست، — نقش دوئی چو صورتِ پندار آمدہ

اس مقام فنا میں جب محویت طاری ہو جاتی اور غیر کا شعور جاتا رہتا ہے تو حضرت مغربی اس حالت کو یوں بیان کرتے ہیں ؎

تو یقینی و جہاں جملہ گماں من بہ یقین — مدتے شد کہ یقین را بہ گمان مے بینم

اس حقیقت کو صاحب مثنوی گلشن راز شیخ محمود شبستریؒ یوں بیان فرماتے ہیں ؎

وجود اندر کمالِ خویش ساریست — تعیّنہا امورِ اعتباریست،
امور اعتباری نیست موجود — عدد بسیار و یک چیز است معدود
جہاں را نیست ہستی جز مجازی — سراسر حال او لہو است و بازی

حضرت نیاز بریلوی اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں ؎

ہستیم جملہ خیال است کا تمثال سراب — بالیقین من نیم و وہم گمانم باقی است
کار وانم ہمہ بگذشت ز میدان شہود — ہمچو نقش کفِ پا نام و نشانم باقی است
سر و سامان وجودم شررِ عشق بسوخت — زیر خاکسر دل سوز نہانم باقیست
طمع فاتحہ از خلق نداریم نیاز — عشق من در پس من فاتحہ خوانم باقیست

نعرۂ انا الحق

مقام فنا میں پہنچ کر جب عارفین خود گم ہو جاتے ہیں اور حق باقی رہ جاتا ہے تو نعرہ ہائے انا الحق اور "سبحانی ما اعظم شانی" بلند کرتے ہیں۔ نعرۂ منصور تو عام ہو چکا صاحب گلشن راز کا نعرہ سنیے ؎

در آ در وادیٔ ایمن کہ ناگاہ — درختے گویدت اِنّی انا اللہ
روا باشد انا اللہ از درختے — چرا نبود روا از نیک بختے
ہر آنکس را کہ اندر دل شکے نیست — یقین داند کہ ہستی جز یکے نیست
جناب حضرتِ حق را دوئی نیست — دراں حضرت من وما و توئی نیست
من و ما و تو، او ہست یک چیز — کہ در وحدت نباشد ہیچ تمیز
ہر آنکو خالی از خود چوں خلا شد — انا الحق اندر او صوت و صدا شد

Marfat.com

وحدت الوجود اِس حقیقتِ وحدت الوجود کو حضرت مولانا جامی یوں بیان فرماتے ہیں ؎

عاشق و عشق و بُت و بت گر و عیار یکیست | کعبہ و دیر و مساجد ہمہ جا یار یکیست
گر در آئی در چمن وحدت و یک رنگی بیں | کہ دراں عاشق و معشوق و گل و خار یکیست
در کون و مکاں نیست عیاں جز یک نور | ظاہر شدہ آں نور بانواع ظہور
حق نور و تنوع ظہورش عالم | توحید ہمین است و دگر وہم غرور

اس مضمون پر مولانا جامیؒ کی ایک اور رباعی ملاحظہ ہو ؎

مجموعہ کونین بقانون سبق | کردیم تفحّص ورقاً بعد ورق
حقّا کہ ندیدیم و نخواندیم درو | جز ذاتِ حق و شیونِ ذاتیہ حق

مقامِ فناء الفناء مقام فنا فی اللہ کے بعد سالکین راہِ حقیقت ایک اور مقام پر پہنچتے ہیں جسے علم تصوّف کی اصطلاح میں فناء الفناء یا فنائے فنا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر سالک کا یہ احساس بھی ختم ہو جاتا ہے کہ میں ذاتِ حق میں فنا ہو چکا ہوں۔ بالفاظ دیگر اس کے دل سے فنا کا شعور بھی مٹ جاتا ہے اور نیند کی طرح بحرِ ذات میں بے خود اور محو ہو جاتا ہے۔ اب فنا کا فنا ہونا کیا ہے بقا ہے۔ چنانچہ فنار الفناء کے بعد سالک کو مقام بقاباللہ نصیب ہوتا ہے۔

اگر مندرجہ بالا نقشۂ سلوک پر نظر ڈالی جائے تو یہ کہا جائے گا کہ سالک فناء الفنا کے بعد نقطۂ الف سے عود کر کے نقطۂ ن سے ہوتا ہوا پھر نقطۂ ب پر پہنچ جاتا ہے۔ نقطۂ ب پر واپس آتے ہی وہ اپنی کھوئی ہوئی خودی کو پھر سے حاصل کر لیتا ہے اور عبد مومن کی حیثیت سے پہلے سے کہیں زیادہ صوم وصلوٰۃ میں منہمک ہو جاتا ہے۔ نقطۂ ب پر جب وہ واپس آتا ہے تو اب وہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ شروع میں یعنی سفر شروع کرنے سے پہلے یہاں پر تھا بلکہ وہ پہلے ناقص تھا اب کامل ہو کر واپس آیا ہے۔ پہلے وہ اللہ تعالٰے کی ذات و صفات سے واقف نہیں تھا۔ اب وہ عارف باللہ ہو کر واپس آیا ہے۔ اور حدیث قدسی بِیْ یَسْمَعُ اور بِیْ یَبْصِرُ اور تخلقوا باخلاق اللہ کے بمصداق اب اس کو صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہو کر خلافت اور نیابت الٰہیہ کا منصب پورا کرنے کی پوری اہلیت عطا کی گئی ہے۔ اس مقام کو مقام بقاباللہ اور عبدیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس کی شرح آگے آرہی ہے۔

Marfat.com

کلام مقامِ عبدیّت یا بقا باللہ

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے مقربین بارگاہ ربّ العزت پر نہ حالت فنا دائمی طور پر طاری رہتی ہے نہ حالت بقا۔ کبھی وہ بحرِ بیکرانِ فنا میں غوطے لگا کر قرب وصال کے مزے لیتے ہیں اور کبھی بُعد و فراق کی آگ میں جلنا پسند کرتے ہیں۔ مقام قرب و فنا کے تاثرات تو آپ نے اوپر دیکھ لیے۔ اب آیئے مقام فرق بعد الجمع یا ہجر و فراق میں وہ کس قسم کے نعرے بلند کرتے ہیں۔

مقامِ جامعیّت

شاید آپ یہ کہہ دیں کہ ایک ہجر و فراق کا کلام تو ہم کلام وصال سے پہلے سن چکے ہیں یہ کون سا ہجر و فراق نکل آیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مبتدی کا نالہ ہجر و فراق اور قسم کا ہوتا ہے متوسط کا اور منتہی کا اور ہوتا ہے۔ پہلے آپ مبتدی کے ہجر و فراق کے نعرے سن چکے ہیں۔ اس کے بعد متوسطین کا مقام ہے جو مقام فنا میں غرق ہو کر انا الحق کے نعرے بلند کرتے ہیں۔ آخر میں منتہوں کا مقام ہے جو فنا سے بقا کو اور قرب سے بُعد کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ قُرب مقام وحدت ہے اور بُعد مقام عبدیت جو خاصہ ہے سرورِ کائنات فخر موجودات سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ جہاں آپ کا عروجِ فنا بدرجہ اتم تھا اس کے ساتھ آپ کا نزول و بقا بھی بدرجہ اتم تھا۔ مقام نزول و بقا کو عبدیت کہتے ہیں جو بنی نوع انسان کی روحانی ترقی کا آخری مقام ہے۔ عارفین کا قول ہے کہ جس قدر کسی بزرگ کا مقام فنا بلند ہوتا ہے اس کا نزول و بقا اسی کے مطابق قوی ہوتا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ شمائم امدادیہ میں فرماتے ہیں کہ مولانا رومؒ کا نزول شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے نزول سے زیادہ قوی تھا۔ جن حضرات کا نزول قوی تر ہوتا ہے ان کو منتہی کہتے ہیں۔ اس مقام کو جامعیت کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ جامعیت اس لیے کہ اس مقام پر فنا اور بقا دونوں کا اجتماع ہوتا ہے اس مقام کا سالک بیک وقت فانی فی اللہ بھی ہوتا ہے اور باقی باللہ بھی۔ وہ بیک وقت قرب اور وصال کے مزے بھی اڑاتا ہے اور ہجر و فراق کے بھی ؎

من لذتِ درد تو بدرماں نفروشم　　کفرِ سرِ زلف تو بہ ایماں نفروشم

ان کو مقام بشریت یا عبدیت کے ہجر و فراق کی آگ وصل کی لذت سے زیادہ پسند ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے زیادہ بلند مرتبہ بزرگان مالک حقیقی کا ادنیٰ ترین بندہ بن کر رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔

مسئلہ نور و بشر کا شاندار حل

اس استدلال سے مسئلہ نور و بشر بھی آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔ سطح بین بریلوی اور دیوبندی حضرات مسئلہ نور و بشر پر دست و گریباں ہیں حالانکہ صوفیا کرام کے نزدیک یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ مقامات فنا و بقا، عروج اور نزول کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ راہِ حقیقت میں دونوں حالتیں، یعنی عروج و نزول یا نور اور بشریت اپنے اپنے مقام پر محمود اور مستحسن ہیں۔ تمام مقربین، عارفین اور واصلین حالتِ فنا میں نور

Marfat.com

ہوتے ہیں اور حالت بقا یا عبدیت میں بشر۔ صرف حقیقت و مجاز کا فرق ہے۔ عالمِ حقیقت میں نور ہوتے ہیں اور عالمِ مجاز میں بشر کہلاتے ہیں۔ اب چونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمام اولیاء کے سردار، مقربین کے آقا، واصلین کے راہنما اور عارفین کے مقتدا ہیں آپ تمام اولیاء، عارفین اور واصلین سے بڑھ چڑھ کر بدرجۂ اتم بیک وقت فانی فی اللہ بھی تھے اور باقی باللہ بھی۔ جس طرح آپ کو فنائیت و عروج میں کمال حاصل تھا اسی طرح آپ کو نزول و بشریت میں کمال حاصل تھا۔ نہ آپ کے عروج کو کوئی پہنچ سکا ہے نہ آپ کے نزول کو۔ نہ آپ جیسا مکمل پیکرِ نور کوئی ہو سکا ہے اور نہ آپ جیسا کوئی عبد بن سکا۔ آپ کے عروج کی شہادت آپ کی حدیث لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ نَبِیٌّ الْمُرْسَلُ وَمَلَکٌ الْمُقَرَّبُ (مجھے اللہ کے قرب کا وہ مقام حاصل ہے کہ جہاں نہ کسی نبی کی رسائی ہو سکتی ہے نہ فرشتہ کی) اور آپ کے مقامِ نزول، عبدیت و بشریت کی شہادت بارگاہِ ربُّ العزت میں آپ کا کمال عجز و انکسار اور خوف و ہراس دے رہا ہے جو آپ کو ہر وقت لاحق رہتا تھا یہ بشریت و عبدیت کا کمال ہے کہ ساری رات نوافل میں گزر جائے، پاؤں مبارک پر ورم آجاتے اور گریہ وزاری سے ریشِ مبارک تر ہو جائے۔ نیز یہ عبدیت اور بشریت کا کمال ہے کہ خسوف و کسوف کے وقت آپ پر قہرِ الٰہی کا خوف طاری ہو جائے۔ اور نوافل شروع کر دیں۔ یہ بھی بشریت کا کمال ہے کہ آندھی آئے یا بارش حق تعالیٰ کے خوف سے لرزہ براندام ہو جائیں۔ یہ بھی آپ کی عبدیت و بشریت کا کمال ہے کہ سرورِ کائنات فخرِ موجودات اور باعثِ تخلیقِ کائنات ہونے کے باوجود آپ فاقہ کشی کریں، اور ایک ایسی چھوٹی سی کچی کوٹھڑی میں زندگی بسر فرمادیں جس کی نہ چھت ہو نہ در نہ دروازہ۔

یہ بھی آپ کی عبدیت کا کمال ہے کہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے باوجود آپ کا معیارِ زندگی اُمت کے غریب ترین اور مفلس ترین افراد سے زیادہ بلند نہ ہونے پاتے اور آپ علی الاعلان دنیا کو یہ سنہری سبق پڑھادیں کہ: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔ (تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے)

یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت اور بشریت کا کمال۔ افسوس ہے کہ جن حضرات نے نور و بشر کے اختلاف سے دنیا میں شورش برپا کر رکھی ہے وہ نہ تو مقامِ نور کی حقیقت سے آگاہ ہیں نہ مقامِ عبدیت اور بشریت کو سمجھ سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ نور یعنی عروج و فنائیت فی اللہ میں کمال تھا اُسی طرح آپ کو مقامِ نزول یعنی بشریت اور عبدیت میں کمال حاصل تھا۔ دیگر مذاہب کے روحانی پیشواؤں کا کمال جہاں مقامِ فنا پر ختم ہو جاتا ہے۔ امتِ محمدیہ کے اولیاء کرام کا کمال مقامِ فنا سے گزر کر بقا باللہ اور عبدیت ہے جو بشریت کا دوسرا نام ہے۔ جہاں دوسرے مذاہب میں اربابِ روحانیت

Marfat.com

یعنی عیسائی اور یہودی راہب اور ہندو جوگی ساری عمر مقامِ فنا کے استغراق اور محویت میں رہ کر غاروں میں زندگیاں ختم کر دیتے ہیں اور بنی نوع انسان کے رنج و غم میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے اہلِ دنیا ان کو بُرا بھلا کہتی ہے۔ اولیائے اسلام اپنے محبوب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور مقام فنا کے استغراق سے گزر کر مقام دوئی، کثرت، عبدیت اور بشریت پر واپس آ جاتے ہیں۔ اس وقت وہ صفاتِ الٰہی سے متصف ہونے کی وجہ سے نیابت اور خلافتِ الٰہیہ کے منصب جلیلہ سے سرفراز ہوتے ہیں اور خدمتِ خلق، ہدایت خلق وغیرہ کے فرائض انجام دینے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ مقام بقا باللہ اور عبدیت پر سب سے زیادہ مفصل اور معنی خیز شعر مرزا بیدلؒ کا ہے ؎

ہمہ عمر با تو قدح زدیم و نرفت رنجِ خمارِ ما چہ قیامتے کہ نمے رسی ز کنارِ ما بکنارِ ما

(اے محبوب ہم نے ساری عمر تیرے وصل کے پیمانے نوش کیے لیکن پھر بھی ہماری آتشِ عشق میں کمی نہیں آئی تو بھی عجب غضب ڈھا رہا ہے کہ میری آغوش سے میری آغوش میں نہیں آتا)

وصل میں ھجر یہ بھی شوقِ دیدار اور ذوقِ حضور ہے کہ وصل کے کسی مقام پر اس میں کمی نہیں آتی۔ بلند پایہ اولیاء اللہ کی یہی حالت ہوتی ہے کہ عین وصل میں ہجر محسوس کرتے ہیں۔ خواجہ غلام فریدؒ فرماتے ہیں ؎

جتھاں خود قرب ہے دُوری اوتھاں کیا وصل دہجوری
انانیت تھئی پوری ہے انسانوں تے رحمانوں

(جہاں قرب بھی بُعد بن چکا ہو وہاں ہجر و وصل بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس حالت میں کیا ہوتا ہے۔ عاشق کی طرف سے بھی اور معشوق کی طرف سے بھی انانیت کا زور ہوتا ہے)

طرفین سے انانیت کے زور میں ہونے کا یہ مطلب ہے کہ سالک بیک وقت فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہوتا ہے اور فنا میں بھی استغراق اور سکر و مستی اور محویت کی بجائے نہ صرف ہوشیاری اور بیداری کا غلبہ رہتا ہے بلکہ آتش عشق اس طرح موجزن ہوتی ہے کہ سالک ہر آن اور ہر لحظہ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد کے نعرے لگاتا رہتا ہے اس مقام کو حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے یوں بیان فرمایا ہے ؎

توڑیں جو دریا نوش ہن پُر جوش تھی خاموش ہن
اسرار دے سرپوش ہن صامت رہن مارن نہ بک

(اگرچہ عاشقان الٰہی شربت وصل کے پیمانے نہیں، صراحی نہیں، خم نہیں، دریا کے دریا نوش کر رہے ہوتے ہیں تاہم ان کا ظرف اس قدر بلند ہے کہ اس طوفان اور طلاطم کے عین وسط میں وہ خاموش اور پُرسکون رہتے ہیں اور حلاجؒ کی طرح انا الحق کے نعرے نہیں لگاتے)

Marfat.com

مقام عبدیت کا دوسرا راز

فنا فی اللہ اور قرب و وصل کے بلند مقامات سے نزول کر کے مقام عبدیت اور بشریت پر واپس آنے میں ایک راز تو قارئین کو معلوم ہو گیا کہ مقربین بارگاہ کو محبوب ازلی' اور مالک لم یزلی کے حضور میں ہجر و فراق اور عجز و نیاز اور بندگی زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اس میں دوسرا راز بھی ہے جو اسی طرح بہت اہم اور عمیق ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان حضرات کے قلوب میں آتش عشق اس قدر موجزن ہوتی ہے کہ قرب و وصال کی جتنی منازل طے کرتے ہیں اس سے وہ نہ مطمئن ہوتے ہیں نہ ان کے قلب کی آگ میں کوئی کمی آتی ہے بلکہ حسن ازلی اور جمال لم یزلی کے جلوے دیکھ دیکھ کر آتش عشق میں اور بھی اضافہ ہوتا ہے اور قرب کی اور منزل کی طرف پرواز کرتے ہیں جب وہاں پہنچتے ہیں تو اور منزل نظر آتی ہے جب وہاں پہنچتے ہیں تو اوپر اور منزل نظر آتی ہے۔ اب چونکہ ذات باری تعالیٰ بحر بیکراں کی طرح لامحدود ہے۔ منازل قرب بھی لامحدود ہیں۔ عشاق یہ منازل طے کرتے کرتے جان دے دیتے ہیں۔ لیکن نہایت کو نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ ذاتِ حق کی نہایت ہی نہیں ہے۔ یہ شیخ سعدیؒ نے اس حالت کو کس خوبی سے بیان کیا ہے ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

حضرت مولانائے رومؒ نے اس مضمون کو یوں ادا فرمایا ہے ؎

دل آرام در بر دل آرام جو ہمچو مستسقی لشنہ بر آب جوے
نگویم کہ بر آب قادر نہ اند کہ بر ساحل نیل مستسقی اند

اس مقام کو سعدیؒ نے ایک اور شعر میں یوں بیان فرمایا ہے ؎

عجب ایں نیست کہ من والہ و شیدایم عجب ایں است کہ من واصل و مہجورم

اسی مضمون کو خواجہ غلام فریدؒ نے ایک اور کافی میں یوں بیان فرمایا ہے ؎

شدہ عکس در عکس ایں ہنا کہ فنا بقا ہے بقا فنا

(یعنی میری حالت میں دو دفعہ تغیّر آیا ہے۔ ایک عکس یہ ہے کہ میری حالتِ فنا حالتِ بقا میں بدل گئی ہے دُوسرا تغیر یہ کہ حالتِ بقا' حالتِ فنا میں متبدل ہو گئی ہے)

اب فنا کا بقا اور بقا کا فنا بن جانا ایسا مرحلہ ہے کہ غیر سالکین کے لیے اس کا سمجھنا مشکل ہے۔ اول تو اچھے خاصے عالم و فاضل لوگ فنا کو نہیں سمجھ سکتے کہ کیا چیز ہے۔ پھر فنا کا بقا بن جانا اور بقا کا فنا بن جانا تو اور بھی مشکل پیدا کرتا ہے۔ بہر حال اس کا مختصر الفاظ میں مطلب یہ ہے کہ حالتِ فنا میں آتش عشق کا اس قدر غلبہ رہتا ہے کہ فنا، فنا نہیں رہتی بلکہ بقا یعنی عبدیت بن جاتی ہے جس کی وجہ سے قریب سے قریب تر

Marfat.com

ہونے کے جذبات ہر وقت بھرے رہتے ہیں اور بقا کے فنا میں مبدل ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس طلب اور ذوق وشوق میں نہ صرف ہجر میں ہجر ہوتا ہے بلکہ وصال کی دولت سے بھی سرفراز رہتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے اس مقام کو جامعیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس میں بیک سالک فنافی اللہ بھی ہوتا ہے اور باقی باللہ بھی۔ واصل بھی ہوتا ہے اور مہجور بھی۔ قرب کے بھی مزے اُڑاتا ہے اور آتش بُعد اور ہجر میں جل کر راکھ بھی ہوتا رہتا ہے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ نے ایک دفعہ اپنے شیخ حضرت باقی باللہؒ قدس سرہ کی خدمت میں لکھا کہ اب میری حالت یہ ہے کہ قرب بھی بُعد بن گیا ہے"۔ یہ وہی مقام جامعیّت ہے جہاں پہنچ کر سالک واصل بھی ہوتا ہے اور مہجور بھی۔ کسی نے حضرت شیخ صدرالدین قونویؒ سے اس رُباعی کا مطلب دریافت کیا ؎

صوفی چہ فغاں است من این الی این کیں نکتہ عیاں است من العلم الی العین
ماالحاصل فی البحر چہ پرسی سفرے کن چوں خضر بجوے گوہر از مجمع بحرین،

انہوں نے اس کے نیچے یہ لکھ دیا۔

تجدد نسبة جامعة بين الطرفين ظاهرة بالحكمين

قبل اس کے کہ میں اس رباعی کے معانی اور شعر کی عربی شرح کی شرح بیان کروں میں یہ واضح کر دوں کہ یہ رباعی اور اس کی عربی شرح میں نے حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے مجموعۂ ملفوظات موسوم بہ مقابیس المجالس میں دیکھی۔ چونکہ ان ملفوظات کا میں ترجمہ کر رہا تھا۔ میں نے رباعی کی شرح اور عربی شرح کی شرح کر تو دی لیکن اطمینان قلب نہیں ہو رہا تھا۔ خیال تھا کہ ممکن ہے کوئی بندہ کامل اس سے بہتر مطالب بیان کر دے۔ اس غرض سے میں نے پاکستان بھر کے صوفیاء ومشائخ سے تبادلۂ خیال کیا لیکن تشفی نہ ہوئی۔ کسی نے لاہور کے ایک مشہور صوفی بزرگ کا پتہ بتایا۔ ان کی خدمت میں عرض کیا تو انہوں نے ان اشعار کا لفظی ترجمہ تو بیان کر دیا۔ لیکن تشریح نہ فرمائی۔ جس سے میری تشفی نہ ہوئی۔ اُسی سال حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی تو مدینہ منورہ میں ایک صوفی بزرگ سے ملاقات ہوئی جو برصغیر سے تعلق رکھتے تھے لیکن ستر اسی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم تھے۔ جب ان کی خدمت میں رباعی پیش کی تو آپ نے اُسے غور سے پڑھا اور پڑھ کر فرمایا کہ۔

"یہ کسی صاحب حال کا کلام معلوم ہوتا ہے کوئی صاحب حال ہی اس کے معنی بتا سکے گا۔ مجھے اس کے معنی نہیں آتے"۔

اتنے بڑے شیخ سے یہ جواب سن کر میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکلتی ہوئی معلوم ہوئی اور حیرانگی کے عالم میں دل میں طرح طرح کے خیالات اور سوالات پیدا ہو رہے تھے۔ آخر میں میں نے عرض کیا کہ حضور ان اشعار کے اس احقر نے بھی مطالب لکھے ہیں اگر اجازت ہو تو پیش کروں۔ فرمایا ہاں ہاں ضرور

Marfat.com

بتائیے۔ جب میں نے بیان کیا تو آپ بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ بہت اچھے معانی نکالے ہیں اس کے بعد آپ نے بھی مثنوی اور دیوان حافظ وغیرہ سے کچھ اشعار سنائے۔ میری جھجک بھی اُتر گئی۔ میں نے بھی چیدہ چیدہ اشعار عرض کیے جس سے آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ "آج آپ نے مجھے جگا دیا ہے" اور فرمایا کہ آپ ضرور یہاں آیا کریں۔ اس سے تیسرے سال جب حج نصیب ہوا اور آپ کے دولت خانہ پر حاضری دی تو معلوم ہوا کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ بعد میں معلوم ہوا کہ انہوں نے روضۂ اطہر نبویؐ پر حاضری دینا اس لیے ترک کر دیا تھا کہ وہاں غیر مقلدوں کا تسلط ہے۔ اب ان اشعار کی شرح جو مقابیس المجالس کے ترجمے میں لکھی گئی ہے اور جسے اُن بزرگ نے پسند فرمایا۔ قارئین کرام کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اب بھی گزارش ہے کہ اگر اس سے بہتر شرح کسی بندۂ مومن کے ذہن میں ہو تو اس سے لِلّٰہ آگاہ فرمادیں۔

"صوفی چہ فغاں است من این الیٰ این"

اس کا مطلب یہ ہے کہ اے صوفی تو جو یہ سوال کر رہا ہے کہ جب ذاتِ حق ہر جگہ موجود ہے تو سیر الی اللہ اور سیر من اللہ کا کیا مطلب ہوا۔ اور یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ فلاں حق تک پہنچ گیا۔ یہ سفر کہاں سے آیا۔ اس سوال کا جواب شاعر خود اگلے تین مصرعوں میں دیتا ہے:

"کیں نکتہ عیاں است من العلم الی العین"

یعنی یہ سیر الی اللہ (اللہ تک پہنچنا) سفر مکانی نہیں بلکہ علمی اور عرفانی ہے۔ مطلب یہ کہ جب سالک علم الیقین سے بڑھ کر عین الیقین تک پہنچتا ہے یعنی اس کا ایمان صرف تقلیدی نہیں رہتا بلکہ تصدیقی اور تحقیقی ہو جاتا ہے اور اپنی آنکھوں سے ذاتِ حق کا مشاہدہ کرتا ہے (آنکھوں سے مراد سِر کی آنکھیں ہیں نہ کہ سَر کی)

ما الحاصل فی البحر چہ پرسی سفرے کن　　　چوں خضر بجوئے گوہر از مجمع بحرین

یعنی تو یہ کیوں پوچھتا ہے کہ سمندر کے سفر سے کیا حاصل ہوگا بلکہ عملاً سفر کر اور خضرؑ کی طرح تمہیں بھی گوہرِ مقصود مجمع البحرین سے مل جائے گا۔ مجمع البحرین سے مراد دو بحر ہیں ایک سالک کی روح (دوسری مالک کی روح۔ یعنی جب سالک کی رُوح کو ذاتِ حق میں فنا حاصل ہوتی ہے تو گوہرِ مقصود خود بخود مل جاتا ہے اس مقام سے مراد مقامِ جامعیت ہے یعنی سالک بیک وقت فانی فی اللہ بھی ہوتا ہے اور باقی باللہ بھی۔ اس رباعی کی شرح میں حضرت شیخ صدر الدین قونویؒ نے یہ فرمایا:

تجدد نسبة جامعية بين الطرفين ظاهرة بالحكمين۔

یعنی نسبت جامعہ یا مقام جامعیت کا قائم کرنا مقصود ہے جس میں حکمین شامل ہوں یعنی حکم حقیقت بھی

Marfat.com

اور حکم مجازی بھی۔ حکم حقیقت کی رُو سے بندہ فانی فی اللہ ہو جائے اور حکم مجاز کی رُو سے مقام دوئی، کثرت اور شہادت پر واپس آکر باقی باللہ ہو جائے اور عین وصال میں ہجر کے مزے اُڑائے۔

دیگر خصوصیات بقا باللہ

مقام بقا باللہ کی مندرجہ بالا خصوصیات کے علاوہ بہت اور خصوصیات ہیں۔ یہ اسی مقام کی خصوصیت ہے کہ سالک کما حقہ 'مرد مومن' اور انسان کامل کے لقب سے ملقب ہوتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں عاشق و معشوق، محب اور محبوب کے درمیان نہایت ہی دلچسپ اور پُرکیف سلسلۂ راز و نیاز شروع ہوتا ہے، یہ وہ مقام ہے کہ جہاں مومن کے ایمان کی آزمائش ہوتی ہے، جہاں اُس کی ہمت ایمان اور یقین پرکھا جاتا ہے۔ یہاں پر اس پر گوناگوں اور بوقلموں انوار و تجلیات کی بارش ہوتی ہے۔ جہاں کبھی تو اس پر قوسِ ابرُو سے تیر مژگاں چلاکر اس کے قلب و جگر کو چھلنی بنایا جاتا ہے اور کبھی لب لعل کی شربت رُوح افزا سے اس پر نوازشات کی بارش کی جاتی ہے اس مقام پر کبھی عاشق کے لیے شمع و پروانہ اور گل و بلبل کی داستانیں دہرائی جاتی ہیں تو کبھی اُسے نظرِ عنایت سے نوازا جاتا ہے۔ کبھی پردہ چہرے سے اُٹھاکر اُسے حسن عالم سوز کے جلوؤں سے مشرف کیا جاتا ہے تو کبھی اُسے آتش ہجر و فراق میں ڈال کر خاکستر بنایا جاتا ہے۔ اسی مقام پر عابد، معبود اور عاشق و معشوق کے مابین ایسا سلسلۂ کلام جاری ہوتا ہے جس میں ہزاروں لاکھوں حقائق و معارف بیان کیے جاتے ہیں اور کئی قسم کی تجلیات سے سالک کی تواضع کی جاتی ہے۔ لیلےٰ اور مجنوں، شیریں اور فرہاد، ہیر اور رانجھا، سسّی اور پنوں، وامق اور عذرا کی داستانیں کیا ہیں۔ حسُن حقیقی اور عشق حقیقی کی مجازی مثالیں ہیں جن سے شاعروں کی شاعری نکتہ وروں کی سخن سنجی اور تمام فنون لطیفہ کی آفرینش کا آغاز ہوتا ہے ؎

گر عشق نبودے و غم عشق نبودے چندیں سخن نغز کہ گفتے کہ شنیدے

یہ سب اسی مقام بقا باللہ کے کرشمے ہیں کہ جس سے شعر و سخن کے بلند و بالا حقائق سے دنیا مالا مال ہوتی ہے یہ اسی مقام کا نتیجہ ہے کہ راگ و رنگ وجود میں آیا ہے اور عشاق ازل کے محبوب حقیقی کے ساتھ گوناگوں اور بوقلموں اسرار و رموز کھل کر دُنیا کے سامنے آتے اور حسن ازل کی رعنائیوں اور دلفریبیوں سے خلق خدا آگاہ ہوئی یہ وہ مقام ہے جہاں انسان فنا کی سرمستیوں سے نکل کر ہوش میں آتا ہے اور کام کا آدمی بنتا ہے۔ اللہ کے صفات مقدسہ سے متصف کیا جاتا ہے اور خلافت ارضی کا تاج اس کے سر پر رکھ کر تکوینی تعلیمی اور تادیبی امُور کا اُسے منبع و مصدر بنایا جاتا ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں پر انسان صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات کے زیور سے مزین ہو کر کائنات پر حکومت کرتا ہے۔ اسی مقام پر انسان کو حقیقت الاشیاء سے آگاہ کیا جاتا ہے اور تمام علوم و فنون، فلسفہ اور سائنس کی راہیں اس پر کھلتی ہیں اور حقائق و معارف کے چشمے پھوٹتے تھے۔

Marfat.com

بقا باللہ وہ مقام ہے جہاں عشاقِ الٰہی کی آزمائش ہوتی ہے۔ ان کا ایمان پرکھا جاتا ہے۔ اُن پر کبھی تو نوازشات کی بارش ہوتی ہے کبھی ناز و انداز کی بجلیاں گرائی جاتی ہیں۔ کبھی عشوے و غمزے دکھا کر انہیں نیم جان کیا جاتا ہے اور تیرِ مژگان اور تیغِ ابرو سے ان کی تواضع کی جاتی ہے اور کبھی چشمِ نرگس لبِ شیریں سے ان کو شادکام کیا جاتا ہے۔ کبھی جاہ و جلال کی بجلیاں گرائی جاتی ہیں تو کبھی حسن و جمال کے کرشموں سے سرشار کیا جاتا ہے۔ کبھی ہجر و فراق کے تیر برسائے جاتے ہیں تو کبھی شربتِ وصل سے سیراب کیا جاتا ہے۔ کبھی زلفِ سیاہ کے پھندوں میں گرفتار کیا جاتا ہے تو کبھی رُخِ انور کی ضیا باریوں سے ان کے قلب و جان کو زندہ کیا جاتا ہے۔ کبھی بُعد سے آزمایا جاتا ہے۔ کبھی قرب سے نوازا جاتا ہے۔ کبھی بیخودی، استغراق اور محویت میں مست کیا جاتا ہے تو کبھی خوف و ہیبت کی آگ میں جلایا جاتا ہے۔ کبھی بلبل کی طرح رُوئے گل پر نثار ہونے کی دعوت دی جاتی ہے تو کبھی شمعِ حسن پر پروانہ وار جلایا جاتا ہے۔ غرضیکہ محبوبِ حقیقی کے ناز و انداز عشوے غمزے بدلتے رہتے ہیں اور عاشقِ صادق ہر حال میں خوش و خرم رہتا ہے۔ اس لیے کہ دوست کا جلال اور جمال دونوں محبوب ہیں۔ قرب میں وہ صفتِ جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بُعد میں جمال کا اور کبھی اس کے برعکس معاملہ ہوتا ہے۔ ان کی گریہ وزاری، ان کے غم و اندوہ، ان کے ہجر و فراق، ان کے وصل و انبساط، ان کے ذوق و شوق، ان کے شعر و سخن، ان کے وجد و حال، ان کے رقص و دھمال، ان کے علم و دانش، ان کی جد و جہد، ان کی کاوشوں، قربانیوں، جاں نثاریوں کا مرجع، ان کا منجا، ان کا ملجا، ان کا ماویٰ، ان کی جان، ان کی عزت، ان کی شان، ان کی آن، ان کی بان، ان کے دین، ان کے ایمان، ان کے دھرم، ان کے بھرم، ان کے شرم، ان کے زہد، ان کے تقویٰ، ان کے حج ان کی زکوٰۃ، ان کے صوم، ان کی صلوٰۃ، ان کے جہاد، ان کی زندگی اور ان کی موت کا مقصد و مدعا، غرض و غایت محبوبِ حقیقی کی رضا ہوتی ہے۔ عراقی نے خوب کہا ہے ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاکِ تیغت　　سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

ہر دو عالم قیمتِ خود گفتۂ　　نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

نیز فرمایا ؎

از دل و دین چہ آورم ہدیہ رونمائے تو
ایکہ بہ شانِ دلبری دو جہاں فدائے تو

سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

من چہ در پائے تو ریزم کہ سزائے تو بود　　سر نہ چیزیست کہ شائستہ پائے تو بود

Marfat.com

ایک صاحب فرماتے ہیں ؎

روزیکہ کہ مقدسان خاکی مدفن   گردند باز سوار بر مرکب تن

آغشتہ بخون خویش، آلودہ کفن   از خاک سر کوئے تو خیزم من

خالص اسلامی تصوف کی مندرجہ بالا بیان کردہ حقیقت جان لینے کے بعد خواص تو کیا عام سطح کے لوگوں پر بھی یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ تصوف کے متعلق جو یہ الزامات لگائے جاتے ہیں کہ خلاف شرع ہے۔ بعد کی اختراع ہے۔ اسلام کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہندو، عیسائی اور یونانی فلسفہ روحانیت کا مرہون منت ہے، جمود سکھاتا ہے۔ سب کے سب سراسر بے بنیاد اور لغو نظر آتے ہیں۔ بلکہ جتنے یہ الزامات ہیں وہ اسلامی تصوف پر نہیں بلکہ عیسائی، ہندو، بدھ، یہودی اور یونانی تصوف MYSTICISM پر صادق آتے ہیں جو غیر ملکی حکمرانوں نے اسلام کو بدنام کرنے اور عیسائیت کی اسلام پر فوقیت ثابت کرنے کی خاطر یورپین مصنفین کے ذریعے اپنے سر سے اتار کر مسلمانوں کے سر پر پھینک دیئے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کے قلوب میں احساس کمتری پیدا ہو اور عیسائی اقوام کی برتری برقرار رہے اور مسلم اقوام پر ان کی حکومت قائم رہے۔ اگلے باب میں ہم ان الزامات کا مفصل جواب دیں گے اور غیر مسلم مصنفین کی اپنی قلم سے یہ بات ثابت کر کے دکھا دیں گے کہ مسلمانوں نے ہندو اور عیسائی ارباب روحانیت کی نہیں بلکہ ہندو اور عیسائی ارباب روحانیت نے اولیائے اسلام کی خوشہ چینی کی ہے اور روحانیت کے میدان میں ان کو جو کچھ حاصل ہوا اسلام سے حاصل ہوا ہے اور صوفیا کرام اور مشائخ اسلام سے حاصل ہوا ہے۔

Marfat.com

توحید متاعیست که بر دار فروشند

گُل نیست که در کوچه و بازار فروشند

Marfat.com

چھٹا باب

تصوّف

کے خلاف بے بنیاد الزامات اور ان کے مسکت جوابات

انگلستان کے مشہور و معروف سکالر ڈاکٹر نکلسن اگرچہ اوائل عمر میں تصوّف کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا تھے۔ تاہم بعد کی ریسرچ نے ان کو قائل کر دیا کہ تصوّف قرآن اور سنت پر مبنی ہے۔ اُن کے منہ سے اُسی اوائل عمری کے ایام میں ایک بات نکل گئی جو پتے کی بات کہی جا سکتی ہے اور حقیقت پر مبنی ہے۔ مقدمہ دیوانِ شمس تبریز میں وہ لکھتے ہیں :-

"تصوّف کے متعلق جس قدر مواد ہمارے ہاتھ آیا ہے وہ اس کا ماخذ معلوم کرنے کے لیے ناکافی ہے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ہمیں ناقابلِ تسخیر مشکلات کا سامنا ہے کیونکہ دو چیزوں میں باہمی مشابہت اسباب کی دلیل نہیں ہو سکتی ایک چیز دوسری کی پیداوار ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں چیزیں ایک ہی اصل سے پیدا ہو کر ایک دوسرے کے مشابہ ہوں۔ اگر ان دونوں چیزوں کا باہمی تعلق بھی ثابت ہو جائے تاہم یہ ثابت کرنا ناممکن ہے کہ ان میں کون مَولد ہے اور کون مَولود (یعنی کون باپ ہے اور کون بیٹا)" ڈاکٹر نکلسن کا یہ اہم قول تصوّف کے خلاف عیسائی مصنفین کے اُن بے بنیاد نظریات (THEORIES) پر کاری ضرب لگاتا ہے جو انہوں نے تصوّف کی اصل (ماخذ) کے متعلق قائم کر رکھی ہیں۔ کیونکہ دنیا کے مختلف مذاہب کے روحانی نظاموں (MYSTICISMS) کے درمیان جو ناگزیر مشابہت پائی جاتی ہے اس کی بنا پر اہلِ مغرب نے ان کا باہمی تعلق تو دیکھا لیکن لاعلمی سے یا عیاری سے بیٹے کو باپ اور باپ کو بیٹا بنا دیا۔ لہٰذا ان یورپین مصنفین جن کو عرفِ عام میں مستشرقین ORIENTALISTS کہا جاتا ہے نے بے پر کی اڑا دی اور تصوّف کے متعلق چار قسم کی قیاس آرائیاں قائم کر دیں۔ اوّل یہ کہ تصوّف عیسائی فلسفۂ روحانیت MYSTICISM کی پیداوار ہے۔ دوم یہ کہ ہندو فلسفۂ روحانیت سے ماخوذ ہے۔ سوم یہ کہ تصوّف بدھ فلسفۂ روحانیت کی پیداوار ہے۔ چہارم یہ کہ تصوّف یونانی اثرات یعنی (NEOPLATONIS.. کا مرہونِ منت ہے۔

Marfat.com

تضاد بیانی

اوّل تو یہ چاروں متضاد نظریات ایک دوسرے کی تردید کے لیے کافی ہیں کیوں کہ جس مصنف نے اپنی طرف سے پہلے نظریہ کو صحیح تصور کیا ہے اس کے نزدیک باقی تینوں نظریات غلط ہیں جس کے نزدیک دوسرا نظریہ صحیح ہے اس کے نزدیک پہلا تیسرا اور چوتھا نظریہ غلط ہے، جس نے تیسرے نظریے کو صحیح قرار دیا ہے اس کے نزدیک پہلا دوسرا اور چوتھا نظریہ غلط ہے۔ علی ہذا القیاس چاروں قسم کے مصنفین ان چاروں نظریات کو خود ہی غلط قرار دے کر ختم کر دیتے ہیں۔

مستشرقین کے اِن چار گروہوں کے علاوہ ایک اور گروہ بھی ہے جو مندرجہ بالا چاروں نظریات کو غلط اور بے بنیاد قرار دیتا ہے اور تصوّف کو قرآن اور سنّت کی پیداوار ثابت کرتا ہے۔ اس گروہ کے سردار فرانس کے نامور سکالر ماسینیو (MASSIGNON) ہیں جو شیخ حسین ابن منصور حلاج پر یورپ میں اتھارٹی مانے جاتے ہیں اور انہوں نے سیکنڈ ہینڈ (SECOND HAND) تھرڈ ہینڈ THIRD HAND معلومات پر اکتفا نہ کرتے ہوئے خود مسلم ممالک میں جا کر صوفیائے کرام سے ملاقاتیں کی ہیں اصل مخطوطات دیکھے ہیں۔ اولیائے کرام کی زندگیوں کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ تصوّف کا ماخذ قرآن اور سنّت نبوی ہے۔ ان کی ریسرچ اس قدر مکمل اور ثبوت اس قدر قوی ہے کہ آج تک کسی یورپین سکالر کو انہیں چیلنج کرنے کی جرات نہیں ہوئی بلکہ ماسینیو کے بعد باقی تمام مستشرقین کا رُخ بھی بدل گیا ہے اور انہوں نے اب تصوّف کو قرآن وحدیث کی پیداوار قرار دینا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ خود ڈاکٹر نکلسن جو اوائل عمر کی کتابوں میں تصوّف پر عیسائی اور نو افلاطونی (NEOPLATONIC) اثرات کے معتقد تھے اپنی آخیر عمر کی کتاب آیڈیا آف پرسنیلٹی آف گاڈ اِن اسلام (Idea of Personality of God in Islam) میں تصوّف کے متعلق یہ اعتراف کیا ہے:۔

> "علاوہ اس بات کے کہ تصوّف کی ہر چیز کی جڑ قرآن اور سُنّت ہے اور تاوقتیکہ قرآن اور سنّت کو نہ سمجھا جائے تصوّف کو ہم نہیں سمجھ سکتے میں یہاں ایک اور بات کا اعتراف کرتا ہوں وہ بات جسے عام طور پر شک کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے یا اس کی تردید کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ محمدؐ خدا کے سچے پیغمبر ہیں اور ان کی وحی بالکل سچّی ہے اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ اس حقیقت پر ساری اسلامی دنیا متفق ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس عقیدے کے بغیر اسلام کی ساری تاریخ اس قدر شاندار نہ ہوتی جیسی کہ اب ہے۔"

اوّل تو اس بیان سے ڈاکٹر نکلسن مسلمان ہو گئے ہیں کیونکہ خدا کی ہستی کے تو پہلے ہی عیسائی لوگ قائل ہیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق اور قرآن کو سچّی وحی تسلیم کر کے ان کے ایمان میں شک وشبہ

Marfat.com

کی گنجائش نہیں رہی۔ نیز آگے چل کر اسی کتاب میں وہ لکھتے ہیں :۔

"لوگ خواہ کچھ کہیں قرآن میں بہت ایسی باتیں ہیں جو حقیقی معنوں میں تصوّف کی بنیاد ہیں"۔

اِن الزامات کے خلاف مسلمانوں کا ردِ عمل

ہم مسلمانوں کو ان مستشرقین کی عقل و دانش اور تصوّف کے خلاف مضحکہ خیز نظریات پر ہنسی آتی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ تصوّف کے متعلق ہندو اور عیسائی ارباب روحانیت جو قدرے علم رکھتے ہیں تو کچھ نہ کہیں اور یہ نام نہاد مستشرقین خود ساختہ عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر یک طرفہ فیصلے دیں کہ یہ بیرونی اثرات کی پیداوار ہے۔ حالانکہ روحانیت ایک باقاعدہ فن ہے جس کے متعلق رائے زنی کا حق سکالر لوگوں کو ہرگز نہیں پہنچتا، کیونکہ علم روحانیت ان کے علم، پیشہ اور قابلیت سے بالاتر ہے۔ سچ پوچھیں تو یہ لوگ مستشرقین (ORIENTALISTS) کہلانے کا حق بھی نہیں رکھتے کیونکہ اس لفظ کے آخر میں جو حروف (IST) ہیں ان سے مراد ہے ماہرین فن ہیں اور یہ بات مانی منائی ہے کہ علم روحانیت کے ماہر سکالر نہیں بلکہ ارباب روحانیت ہوتے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ اسلامی تصوّف تو بجائے خود مغربی تصوّف Western Mysticism سے بھی یہ لوگ بے بہرہ ہیں کیونکہ اگر ان کو اپنے مذہب کے فلسفۂ روحانیت کا ذرہ بھر بھی علم ہوتا تو تصوّف کے متعلق ہرگز غلط فہمی کا شکار ہو کر یہ قلابازیاں نہ کھاتے۔ ارباب روحانیت جانتے ہیں اور سکالر لوگ نہیں جانتے کہ روحانی مشاہدات، باطنی ترقی اور اس کے تمام انوار و تجلیات، حقائق و معارف عارفین کی سالہا سال کی جدوجہد عبادات، ریاضات اور مجاہداتِ شاقہ کا نتیجہ ہوتے ہیں اور گائے بکری یا گندم اور باجرہ کی طرح مارکیٹ سے حاصل نہیں کیے جا سکتے۔ یہ کہنا کہ روحانی ترقی دوسروں سے مستعار لی جا سکتی ہے۔ اتنا مضحکہ خیز ہے جتنا کوئی یہ کہے کہ ایک پہلوان سے بات چیت کر کے اس سے جسمانی طاقت حاصل کی جا سکتی ہے یا علم طب کی کتابیں پڑھ کر آپ ڈاکٹر بن سکتے ہیں اور تیراکی کتابیں پڑھ کر آپ تیراک اور گھڑ سواری کی کتابیں پڑھ شہسوار بن سکتے ہیں۔

ہاں اگر مستشرقین تاریخ سے ثابت کر دیں کہ فلاں مسلمان صوفی نے فلاں عیسائی راہب کے سامنے زانوئے تہ کر کے علم روحانیت کی تربیت حاصل کی تو ہم ماننے کے لیے تیار ہیں۔ عیسائی مصنفین کا کہنا ہے ساری عیسائی دنیا میں کل ایک سو کے قریب ارباب روحانیت Mystics ہو گزرے ہیں جبکہ اسلامی دنیا میں ان کی تعداد لاکھوں سے بھی تجاوز کر گئی ہے۔ قیاس آرائیوں اور مفروضوں کی بجائے یہ نام نہاد مستشرقین یہ بات ثابت کرنے کی زحمت کیوں گوارا نہیں کرتے کہ فلاں مسلم صوفی نے فلاں عیسائی راہب سے روحانی تربیت حاصل کی ہے۔ لیکن ان لوگوں کی تمام تصانیف، استدلال اور جرح و تعدیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تصوّف پر عیسائی اور ہندو اثرات کی بجائے الٹا یہ بات ثابت ہوتی

Marfat.com

ہے کہ ہندو اور عیسائی اربابِ روحانیت اور فلسفۂ روحانیت نے تصوف اسلام سے زبردست اثرات قبول کیے ہیں۔ ڈاکٹر نکلسن، آربری، ماسینو، ولیم سٹوڈارڈ، اینمیری شمیل، وغیرہ جیسے منصف مزاج مصنفین نے اپنی ریسرچ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچادی ہے کہ تصوف قرآن وسنت پر مبنی ہے اور یہ کہ مغربی مصنفین نے یہ الزامات لگانے میں محض تعصب اور ثقافتی بددیانتی سے کام لیا ہے۔ لیکن ہم اُن حضرات کے خلاف ایسے یہ الفاظ استعمال کرنے کی بجائے ان کے الزامات کو غلط فہمی پر محمول کرتے ہیں اور سطور ذیل میں ہم اُن غلط فہمیوں سے قارئین کو آگاہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ایک دوسرے کے خلاف شکوک وشبہات کی فضا ختم ہوجائے اور ہم سب مل کر الحاد اور لادینیت (Atheism) کے بڑھتے ہوئے طوفان کا مقابلہ کرسکیں۔

تصوّف کے متعلق غلط فہمیوں کے وجوہات

تصوّف کے متعلق غلط فہمیوں کی پہلی وجہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق غلط فہمی ہے

اہلِ مغرب کی تصوف کے خلاف پہلی غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ وہ عیسائی ہونے کے سبب سے اسلام کو خدا کا سچا مذہب اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا نبی تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ لیکن ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جس مذہب کو وہ جھوٹا سمجھتے تھے اسی مذہب نے ایسے لاثانی ہیرے اور جواہرات پیدا کیے اور ایسے بے مثال اولیاء، علماء، ہادی، مصلح، قانون دان، قانون ساز، تہذیب وتمدن کے علمبردار، فلاسفر، سائنسدان، مبلغ اور عہدساز ارباب پیدا کیے جن کو دیکھ کر دنیا دنگ ہے اور دُنیا کے تمام مؤرخین اور اربابِ عقل ودانش اسبات کو تسلیم کرتے ہیں کہ موجودہ علوم فنون، تہذیب وتمدن اور سائنس کی بنیاد رکھنے والے اور اس کو پروان چڑھانے والے مسلمان ہی تھے در اصل اسی عظیم الشان حقیقت کو چھپانے اور اسلام اور اکابرینِ اسلام کو بدنام کرنے میں اُن کا مقصد یہ تھا کہ اسلام پر عیسائی مذہب کی برتری ثابت ہو اور اسلامی ممالک پر اقوامِ مغرب کی حکومت برقرار رہ سکے۔

مؤرخ ٹوائن بی کا اعتراف

عصرِ حاضر کے مشہور ومعروف مؤرخ پروفیسر ٹوائن بی TOYNBEE کہتے ہیں کہ چودھویں صدی عیسوی تک مسلمانوں کے عروج کا یہ عالم تھا کہ سارے یورپ میں سائنس کے کسی شعبہ میں مسلمانوں کے سوا کوئی پروفیسر نہیں ملتا تھا۔

Marfat.com

پروفیسر ہٹی کا اعتراف

عصرِ حاضر کے دُوسرے مورّخ پروفیسر فلپ ہٹی (HITTI) لکھتے ہیں کہ جس زمانے میں مسلم سپین کے اندر شاندار محلات عظیم الشان مساجد، باغات، کتب خانوں، پبلک حماموں اور سیر گاہوں سے شہر مزیّن تھے اور پکے کوچہ بازار و اور سرکاری روشنی سے شہر جگمگا رہے تھے اُس سے کئی صدیاں بعد لنڈن اور پیرس کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی شخص اندھیری رات میں اپنے گھر کے دروازے سے باہر قدم رکھتا تو اپنے آپ کو گھٹنوں تک کیچڑ میں غرق پاتا تھا۔ فلسفہ کے میدان میں مسلمان فلاسفر اُٹھے تو انہوں نے افلاطون اور ارسطو کو چیلنج کیا۔ اور اسلامی حقائق کی روشنی ان کی تصحیح کرکے دنیا کو حیران کیا کیونکہ اب تک اہلِ یونان کا سکہ ساری دنیا مان چکی تھی اور کسی کو جرأت نہیں ہوتی کہ ان کی غلطی پکڑے اور مسلم فلاسفر پہلے لوگ ہیں جنہوں نے ان [illegible] کو جھوٹا ثابت کیا۔ پروفیسر ہٹی لکھتے ہیں کہ :-

"مسلم اربابِ دانش کی عظیم الشان کامیابی فلسفہ کے میدان میں تھی۔ انہوں نے نہ صرف یونانی فلسفہ کو باقی دنیا تک پہنچایا بلکہ انہوں نے اس سے بھی بڑا کام کیا۔ وہ یہ کہ انہوں نے مذہب اور عقل (Reason) کے مابین اور سائنس اور مذہب کے مابین صلح کرا دی۔ مسلم سپین اور بغداد کے مسلم اربابِ دانش کی یہ عظیم الشان فتح ہے کہ انہوں نے اپنے اِن نئے ترقی پسندانہ نظریات سے اہلِ یورپ کو آگاہ کیا جس سے آگے چل کر سائنس اور فلسفہ کے میدان میں بڑے بڑے کارنامے رونما ہوئے۔ اور یورپ پر جو دَورِ تاریک DARK AGES صدیوں سے چھایا ہوا اُس کا خاتمہ کر دیا۔" ہسٹری آف عرب میں آگے چل کر پروفیسر ہٹی لکھتے ہیں :-

"مسلم سپین میں بارہویں صدی سب سے زیادہ شاندار تھی، اس صدی کا آغاز ابوبکر باجہ سے ہوا جو AVEMPACE کے نام سے یورپ میں مشہور ہیں۔ ابوبکر باجہ بیک وقت فلاسفر بھی تھے سائنسدان بھی، طبیب بھی اور ماہر موسیقی بھی تھے اس کے ساتھ وہ ارسطو کے نقاد اور نکتہ چین بھی تھے۔ انہوں نے متعدد رسالہ جات میں بطلمی PTOLEMY کے نظریات کو چیلنج کیا ہے لیکن ان کی سب سے زیادہ اہم تصنیف تدبیر المتوحد ہے جس میں انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ فلسفہ کا اصل نصب العین یہ ہے کہ انسان کی بتدریج تربیت سے اس کو ذاتِ حق تک رسائی حاصل کرنے کے قابل بنایا جائے۔"

***

اس سے ظاہر ہے کہ اکابرِ اسلام نے کس طرح فلسفہ کو مسلمان کیا اور اُسے حق تعالےٰ تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا۔ چنانچہ اسلام کے تمام علوم و فنون کی غرض و غایت یہی ہے کہ خداوند عالم کی معرفت اور قرب حاصل ہو۔

Marfat.com

امام غزالیؒ کی عظمت اہل مغرب کی نظر میں

امام غزالیؒ کے متعلق پروفیسر ہٹی لکھتے ہیں:۔

"ابوالحسن اشعری کے بعد امام غزالی آئے جو بلاشبہ اسلام کے سب سے بڑے مبلغ اور مفکر تھے۔ غزالی نے زہد و تقویٰ سے زندگی شروع کی اور جلد ہی تصوف تک پہنچ گئے۔ بارہ سال کی گوشہ نشینی میں ان کی شہرہ آفاق تصنیف احیا العلوم وجود میں اس کتاب کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ اس میں شریعت اور طریقت (تصوف) کی ہم آہنگی ثابت کی گئی ہے۔ اس کتاب سے یہودی اور عیسائی علم الکلام (Scholasticism) زبردست طور پر متاثر ہوا اسی طرح ٹامس ایکوئی ناس (Thomas Acquinas) اور پاسکل (Pascal) جن کا شمار اکابر عیسائی ارباب علم روحانیت میں ہوتا ہے بھی بڑی حد تک متاثر ہوئے۔"

یاد رہے کہ ٹامس ایکوئی ناس یورپ کے مشہور و معروف روحانی پیشوا (MYSTIC) ہیں۔ ایک عیسائی مورخ کی اس تصدیق سے مستشرقین کے بے بنیاد نظریات سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ صوفیاء کرام پر عیسائی ارباب روحانیت کا کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ الٹا یہ بات ثابت ہوجاتی ہے خود ٹامس ایکوئی ناس جیسے نامور روحانی پیشوا نے مسلم صوفیاء کرام سے زبردست اثرات قبول کیے ہیں۔

پروفیسر ہٹی جیسے نامور مورخ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ تصوف کی اصل قرآن و حدیث ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"اسلام کی دیگر تحریکات کی طرح تحریک تصوف بھی قرآن و حدیث پر مبنی ہے۔ مثلاً قرآن کی آیات ۴ : ۹۶ - ۹ : ۱۱۲ - ۳۳ ، ۴۷ ، ۴۲ جو حرص کی مذمت اور توکل علی اللہ کی تلقین میں وارد ہوئی ہیں۔ صحیح معنوں میں تصوف کی حمایت کرتی ہیں اور ان سے انسان کا ہر وقت حق تعالٰی کے حضور میں حاضر ہونا پایا جاتا ہے۔ اسی طرح صوفیائے اسلام نے حدیث نبوی کے باطنی معانی اور مفہوم کو بھی سمجھا۔"

امام غزالیؒ کو پروفیسر آربری کا خراج تحسین

پروفیسر آربری امام غزالیؒ کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:۔

"الغزالی بڑے بلند پایہ صوفی اور ایک عظیم فلاسفر ہیں۔ اسی وجہ سے وہ حجۃ الاسلام اور حلیہ الاسلام کے القاب سے ملقب ہوئے ہیں۔ اس قسم کے اکابرین اسلام نے اسلامی فلسفہ اور اسلامی تصوف کی یورپ اور خاص طور پر ہسپانیہ میں بنیادیں مستحکم کیں۔ یہ امام غزالی کا کارنامہ ہے کہ انھوں نے اسلامی دنیا میں فلسفۂ یونان پر ایک کاری ضرب

Marfat.com

لگائی اور فلاسفروں کے حق میں جلاد اعظم Executioner-in-Chief ثابت ہوئے۔ انہوں نے یہ حملہ اپنی کتاب تہافۃ الفلاسفۃ[1] کے ذریعے کیا جس میں انہوں نے اپنے مخالفین کی بیس غلطیاں پکڑی ہیں۔"

یورپ پر ابن عربیؒ کے اثرات کے متعلق پروفیسر ہٹی لکھتے ہیں:۔

"اسلامی تصوف (جس کے سب سے بڑے راہنما ابن عربی ہیں) کے اثرات نہ صرف ایران اور ترکی میں اظہر من الشمس ہیں بلکہ سینٹ آگسٹائن ST. AUGUSTINE کے متبعین مثل ڈن سکاٹس DUN SCOTUS اور روجر بیکن ROGER BACON اور ریمانڈ للی RAYMOUND LULLY بھی اس سے سخت متاثر ہوئے۔"

یاد رہے کہ عیسائی دنیا میں سینٹ آگسٹائن سب سے بڑے روحانی پیشوا مانے جاتے ہیں۔ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ سینٹ آگسٹائن کے سلسلہ کے لوگوں پر ابن عربی کے ذریعے اسلامی تصوف کے زبردست اثرات کا ایک عیسائی مؤرخ کی قلم سے ثابت ہونا بہت بڑی بات ہے۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ سطور بالا میں عیسائی دنیا کے دوسرے بڑے روحانی پیشوا سینٹ اکوئی ناس پر بھی اسلامی تصوف سے متاثر ہونا تاریخ میں ثابت ہو چکا ہے۔

کتاب مذکورہ میں ہٹی نے بڑی تفصیل کے ساتھ اُن واقعات کو درج کیا جن میں اسلامی تہذیب و تمدن سے اہل یورپ متاثر اور مرہون منت ہیں۔ اس تفصیل کی یہ کتاب حامل نہیں ہو سکتی۔ یہاں صرف مختصر اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

پروفیسر ہٹی لکھتے ہیں:۔

"سپین پر اسلامی تسلط کی اوائل کی صدیوں میں اسلامی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کا یہ عالم تھا جیسا کہ علامہ مقری کے بیانات سے ظاہر ہے کہ اسلامی کلچر کا ایک طوفان مصر، عراق، شام، ماوراء النہر اور چین جیسے اسلامی مراکز سے اُمڈ کر اُندلس کی سرزمین کو سیراب کر رہا تھا۔ مقری نے اُن تمام یورپی دانشوروں کی فہرست بنائی ہے جو ان ممالک میں جا کر اسلامی علوم و فنون کی تربیت حاصل کر رہے تھے۔ یہ سیلاب اس قدر تیز تھا کہ اندلس کے بعد یورپ میں پہنچ گیا۔ یورپ میں اسلامی تمدن کا سب سے بڑا مرکز تولادو Toledo تھا۔ یہی وہ مرکز تھا جہاں پر آرچ بی شپ ریمانڈ اول کے

---

[1] اس کتاب کا انگریزی ترجمہ Incoherance of Philosophers کے نام سے پاکستان کی "انجمن فلاسفہ" کی طرف سے چھپ چکا ہے جس میں فلسفۂ یونان کی دھجیاں اُڑا دی گئی ہیں۔

Marfat.com

ذریعے عربی علوم کے تراجم وجود میں آ رہے تھے۔ اور تمام یورپی ممالک سے دانشور کھچ کھچ کر وہاں پہنچ رہے تھے۔ جزائر برطانیہ سے یہ شرف مائیکل سکاٹ MICHEAL SCOT اور رابرٹ چیسٹر ROBERT CHESTER کو حاصل ہوا جنہوں نے خوارزمی کے الجبرا کا انگریزی میں سب سے پہلا ترجمہ کیا۔" اسلامی تہذیب و تمدن کے اثرات کی تفصیل پروفیسر ہٹی سے کہیں زیادہ ہسٹورینز ہسٹری HISTORIANS HISTORY میں ملتی ہے۔ جو ضخیم پچیس جلدوں پر مشتمل ہے اور پاکستان کے بڑے بڑے کتب خانوں میں پائی جاتی ہے۔

کیا منگتے سے بھی مانگا جا سکتا ہے

اب جو حضرات صوفیائے اسلام پر یورپی اثرات کا مفروضہ پیش کرتے ہیں۔ ہم اُن سے سوال کرتے ہیں کہ جب مغربی مؤرخین اور دانشور یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ اہل یورپ علم روحانیت اور دیگر علوم فنون اور سائنس کی موجودہ ترقی کے لیے اسلامی تہذیب و تمدن کے مرہُونِ منت ہیں جو ایک عظیم دریا کی طرح یورپ کی طرف بہہ رہا تھا۔ تو کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ اس دریا نے یک دم اُلٹی طرف بہنا شروع کر دیا تھا۔

دوسری بات جو معترضین بھول جاتے ہیں یہ ہے کہ مغربی مصنفین اور روحانی پیشواؤں کی زبردست اکثریت یہ بات تسلیم کرتی ہے کہ عیسائی نظام روحانیت Mysticism نیوافلاطونی Neo-Platonic اثرات کی پیداوار ہے۔ عیسائی دنیا میں سینٹ آگسٹائن سب سے بڑے روحانی پیشوا مانے جاتے ہیں۔ ان کے متعلق وارنن برک Vernon Bourke ان کی کتاب اعترافات CONFESSIONS کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :-

> "سینٹ آگسٹائن سب سے بڑے روحانی پیشوا ہیں جو گناہ سے نکل کر روحانی عظمت تک اور کفر سے نکل کر ہدایت کی بلندیوں تک پہنچے۔ یہ وہ شخصیت ہے کہ جس نے اپنے زمانے کو روشن کرنے میں بہت بڑی مشعل کا کام کیا اور آنے والی صدیوں کے لیے نہ صرف عیسائی مذہب بلکہ پورے مغربی تمدن کو زبردست تقویت پہنچائی۔"

اُسی سینٹ آگسٹائن نے اپنی کتاب CONFESSIONS کے ساتویں باب میں اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ نیوافلاطونیت Neo-Platonism نے کس طرح ان کی پوری زندگی اور ذہنیت کو بدل ڈالا۔ اُن کا کہنا ہے کہ :-

> "اے میرے مولا تیرا احسان ہے کہ تو نے مجھے پلوٹائنس PLOTINUS کی تعلیمات سے آگاہ کیا۔"

Marfat.com

یاد رہے کہ سکندریہ کے عظیم روحانی پیشوا پلوٹائنس کی تعلیمات کو نوافلاطونیت NEO-PLATONISM کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اسی طرح برطانیہ کے ایک اور سکالر رُوفس جونس RUFUS JONES اپنی کتاب فلاورنگ آف مسٹی سزم Flowering of Mysticism میں لکھتے ہیں :۔

"پلوٹائنس حقیقی معنوں میں مغربی مسٹی سزم کے پاپائے اعظم ہیں۔"

اس کے علاوہ یورپ کے ایک اور نامور مصنف والٹر سٹیس Walter Stace اور کئی دیگر عیسائی سکالروں کا اعتراف ہے کہ عیسائی مذہب کا روحانیت Mysticism سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

والٹر سٹاس لکھتے ہیں کہ :۔

"اِن وجوہات کی بنا پر ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ مسٹی سزم کا عیسائی مذہب سے بنیادی طور پر کوئی تعلق نہیں۔ روحانی تعلیمات عیسائیت کا حصہ نہیں ہیں۔ مسٹی سزم عیسائی مذہب میں بعد میں داخل ہوئی ہے اور نقصان دہ بھی ہے۔"

جب یہ بات ہے تو ہم تصوف کو عیسائی مسٹی سزم کی پیداوار قرار دینے والے مستشرقین سے سوال کرتے ہیں کہ آیا منگتے سے بھی کوئی شخص بھیک مانگ سکتا ہے؟ کیا صُوفیائے اسلام پر عیسائی مسٹی سزم کے اثرات کے دعویداروں کے بادبانوں میں اب بھی ہَوا کا کوئی ذرہ باقی رہ جاتا ہے۔ کہ جس پر وہ اتراتے پھریں۔ کیا عیسائی دانشوروں اور روحانی پیشواؤں کے اِن بیانات سے تصوف پر بیرونی اثرات کی بے بنیاد عمارت دھڑام سے گر کر ریزہ ریزہ نہیں ہو جاتی۔ اندریں حالات جو لوگ صوفیاء کرام پر عیسائی روحانیت کی برتری کی بنا پر عیسائی مذہب کی اسلام پر برتری کی عمارت کھڑی کرنا چاہتے ہیں وہ عمارت بھی خود بخود ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔

اس پر طرفہ تماشا یہ کہ مغربی مصنفین عیسائی مسٹی سزم کو جس نَو افلاطونیت کی پیداوار قرار دیتے ہیں وہی نَو افلاطونیت ان مصنفین کی نظر میں خود بیرونی یعنی ہند وانی اثرات کی پیداوار بتائی جاتی ہے۔ یک نہ شد دو شد۔

والٹر سٹیس اپنی اُسی کتاب میں لکھتے ہیں :۔

"پلاٹائنس Plotinus کا اصل سرچشمہ ہندو مسٹی سزم ہے لہٰذا وہ مغربی بھی ہے اور مشرقی بھی نوافلاطونیت نے تاحال نہ عیسائی مذہب اور عیسائی مسٹی سزم کا رنگ قبول کیا ہے نہ اسلامی تصوّف کا۔"

Marfat.com

یہ بالکل صحیح ہے۔ نوافلاطونیت جیسا کہ ہم آگے چل کر تفصیل سے بیان کریں گے تصوف اور عیسائی مسٹی سزم دونوں سے جدا گانہ ہے۔ اس سے تصوف پر نوافلاطونی اثرات کی رام کہانی بھی خودبخود ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ان نام نہاد محققین کے نزدیک عیسائی مسٹی سزم کی اصل نوافلاطونیت نہیں بلکہ ہندو مسٹی سزم ٹھہری۔ ہم نے ان کو نام نہاد محققین اس لیے کہا ہے کہ ہندو مسٹی سزم خود عیسائی رہبانیت اور نوافلاطونیت سے بالکل مختلف چیز ہے اور جیسا کہ ہم آگے چل کر انکشاف کرنے والے ہیں ہندو مسٹی سزم دراصل اسلامی تصوف کی مرہونِ منت ہے۔ ہندو مسٹی سزم کی پوری بنیاد اس کا نظریۂ تناسخ (آواگون) ہے جس پر نہ تصوف کا اعتقاد ہے نہ عیسائی مسٹی سزم کا۔

ملاحظہ ہو والٹر سیٹس کا بیان:۔

"اپنیشد کے علمبرداروں کا عقیدہ یہ ہے کہ جب ایک شخص کی روح برہمن میں فنا ہو کر قرار پکڑ لیتی ہے تو بار بار پیدا ہونے کے چکر سے چھوٹ جاتی ہے"۔

یہ ہندو مسٹی سزم کا نظریۂ تناسخ ہے جو نہ نوافلاطونیت میں پایا جاتا ہے نہ عیسائیت میں نہ اسلام میں۔

تصوف کے متعلق غلط فہمی کی دوسری وجہ

تصوف کے متعلق مستشرقین کی غلط فہمی کی دوسری وجہ وہ لفظی مشابہت ہے جو مختلف مذاہب کے روحانی پیشواؤں کے بیانات میں پائی جاتی ہے۔ پروفیسر آربری اس قسم کے الزامات کو یوں ختم کر دیتے ہیں:

"قرآن متعدد مقامات پر اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ محمدؐ پر جو وحی نازل ہوئی ہے وہ گزشتہ انبیاء کی وحی کی تصدیق کرتی ہے۔ لہٰذا اگر اسلام اور عیسائیت کی تعلیمات اور عقائد میں کوئی مشابہت نہ ہوتی تو قابل اعتراض بات یہی (عدم مشابہت ہوتی نہ کہ مشابہت) اور حقیقت یہ ہے کہ دونوں مذاہب کے نظام اخلاقیات اور عبادات بے حد یکساں ہیں۔ اگرچہ عبادت کے طریقے مختلف ہیں۔ حقیقت ایک ہے اور نہ قابل تقسیم ہے لہٰذا دونوں مذاہب کے درمیان اصولی طور پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ بہت سے مستشرقین نے اس حقیقت کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور اس بات کو ثابت کرنے پر زور لگایا ہے کہ اسلام کے اندر جو بھی اچھی چیز ہے وہ باہر سے آئی لہٰذا اس کا کوئی نہ کوئی غیر اسلامی ماخذ تلاش کیا جائے۔ یہ دیانتدارانہ ثقافت نہیں ہے بلکہ بدترین مذہبی تعصب ہے"۔

اس لفظی مشابہت کے متعلق حضرت شاہ شہید اللہؒ جو انگلستان کے معزز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں لوائح جامی کے ترجمہ ونفیلڈ WHINFIELD کی اشاعت ثانی

Marfat.com

مطبوعہ المعارف لاہور کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :۔

"لوائح جامی کے مترجم نے مقدمہ کتاب میں سارا زور یہ بات ثابت کرنے پر صرف کیا ہے کہ صوفیائے کا نظریہ وحدت الوجود نوافلاطونیت کا مرہونِ منت ہے۔ نوافلاطونیت سے ان کی مراد پلوٹائنس کی رُوحانی تعلیمات ہیں جو سکندریہ کا رہنے والا تھا اور تیسری صدی عیسوی میں ہو گزرا ہے۔ حالانکہ ہم پہلے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ صوفیار کرام کا وحدت الوجُود کسی منطقی استدلال کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ اُن کے زبردست روحانی مشاہدات کا نتیجہ ہے جیسا کہ مترجم (ڈاکٹر وِنفیلڈ) نے کہا ہے خود پلوٹائنس Plotinus نے جب خداوند تعالےٰ تک رسائی کا طریقہ اہل مشرق سے سیکھا اُسے اس قسم کا مشاہدہ ہوا پلوٹائنس نے اپنی کتابوں میں اپنے مشاہدات کو ایسے الفاظ میں بیان کیا ہے جو صوفیار اسلام کے الفاظ سے مشابہت رکھتے ہیں نہ کہ بعینہٖ وہی الفاظ ہیں۔ اس قسم کی مشابہت تو ہنود نظریۂ ویدانت اور چینی تصوف میں بھی پائی جاتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان حضرات کے الفاظ میں یہ مشابہت اس لیے پائی جاتی ہے کہ اُن کے اندرونی یعنی باطنی واردات میں مشابہت ہوتی ہے۔ وہ واردات جن کو یہ حضرات انسانی زبان میں ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں لینے اور دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ذاتی باطنی مشاہدات ایسی چیز نہیں جو کسی سے مستعار لی جائے۔ اس سے زیادہ لغو بات کوئی نہیں ہو سکتی۔ ہاں جو چیز مستعار لی جا سکتی ہے وہ ایسے الفاظ یا اصطلاحات ہیں جو یہ حضرات اپنی اندرونی واردات بیان کرنے کے لیے ایک دوسرے سے لیتے ہیں لیکن اس لینے دینے کے معاملہ میں بھی احتیاط کی ضرورت ہے بعض الفاظ ایسے ہیں جو ہر انسان فطرتاً استعمال کرنے پر مجبور ہوتا ہے خواہ کسی دوسرے سے سُنے یا نہ سُنے۔

مثلاً علم کے لیے روشنی اور جہل کے لیے تاریکی جیسے الفاظ ہر زمانے میں ہر شخص استعمال کرتا آیا ہے۔ یہ کہنا کہ سب سے پہلے ان الفاظ کو افلاطون نے بیان کیا اس لیے اس کے بعد جس شخص نے علم کو روشنی اور جہل کو تاریکی کہا وہ افلاطون کا مرہونِ منت ہے حد درجہ کی ہٹ دھرمی اور انسانی عقل کی تاریخ کی تکذیب ہے۔ کیونکہ یہ کہنا بے حد مشکل ہے کہ آیا یہ الفاظ کسی سے مستعار لیے گئے ہیں یا کسی کی اپنی ذہنی قابلیت کی پیداوار ہیں۔ محبوبِ حقیقی کی محبت کو محبوبانِ مجازی کی محبت کے الفاظ میں اور ذاتِ حق کو بحرِ بیکراں یا روحانی محویت کو شراب کے نشہ سے تشبیہ دینا ہر انسان کا فطرتی تقاضا ہے اور

Marfat.com

اس سے لینے دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

لہٰذا جب ایک صوفی دیکھتا ہے کہ پلوٹائنس Plotinus یا ڈونیسی یوس DIONYSIUS یا اپنیشد کے مصنف یا چینی طاؤ TAO نے اپنی کسی ایسی رُوحانی کیفیت کو چند الفاظ میں بیان کیا جو اس صوفی پر بھی طاری ہے۔ تو یہ بات اس کےلیے کوئی چیز نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ اپنی کیفیت کو اُن کے الفاظ میں بیان کرنا توہین سمجھتا ہے۔ بات یہ ہے کہ عربوں کی فتوحات کے زمانے میں یونانی تمدن کے مراکز مثلاً شام، ایشائے کوچک اور مصر پر اُن کا قبضہ ہوا تو انہوں نے دیکھا وہاں کچھ فلسفہ کی اصطلاحات موجود تھیں۔ جب انہوں نے یونانی فلسفہ کی کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ کیا تو اُن اصطلاحات کو اُنہوں نے اپنی مخصوص اسلامی فلسفہ کی تصانیف میں بھی استعمال کیا۔ ان تصانیف میں انہوں نے نہ صرف یونانی فلسفہ کو دہرایا بلکہ انہوں نے اسلامی عقائد و اصول پر مبنی فلسفہ کی اپنی ایک ایسی شاندار عمارت تعمیر کی جو گہرائی اور وسعت میں یونانی فلسفہ سے کئی درجے بڑھ چڑھ کر تھی۔ اس عمل سے یونانی فلسفہ کی کچھ اصطلاحات اسلامی علم الکلام کا جزو بن گئیں جو بعد میں آنے والے مسلم مصنفین اپنے نظریات اور مسائل بیان کرنے میں استعمال کرتے چلے آئے۔ اس کی ایک جیتی جاگتی مثال یہ ہے کہ میں نے اپنے ایک مضمون میں عیسائی علم الکلام کی اصطلاحات مثل IMMANENCE اور TRANSCENDENCE کو اسلامی تصورِ وحدت الوجود بیان کرنے کے لیے استعمال کیا ہے لیکن ان اصطلاحات کو استعمال کرنے سے میں عیسائی مذہب کا پیروکار نہیں بن جاتا اور نہ ہی عیسائی مذہب سے متاثر ہونے کا مجھ پر الزام عائد ہو سکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان اصطلاحات سے میں وہ معانی بھی نہیں لے سکتا جو عیسائیوں نے لیے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ اصطلاحات میدان میں موجود ہیں اور عام فہم ہیں۔ نئی اصطلاحات بنانے کی بجائے ان مروّجہ اصطلاحات کو استعمال کرنا زیادہ آسان ہے۔ کیونکہ قارئین ان اصطلاحات سے پہلے ہی سے آگاہ ہوتے ہیں اور ان کے ذہن آسانی سے ان کو قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔ روحانی دنیا کا ہر مشاہدہ اپنی نوعیت کا علیحدہ ہوتا ہے خواہ اُسے کن الفاظ کا جامہ پہنایا جائے۔ لہٰذا مشابہتِ الفاظ کی بھی حد سے کھینچ تان کی ضرورت نہیں ہے۔ اس بارے میں صوفیائے اسلام نے اپنے مشاہدات بیان کرنے میں جو بنیادی اصطلاحات استعمال کی ہیں وہ

Marfat.com

قرآنی ہیں۔ مثلاً فنار، بقار، تجلّی، احدیت، واحدیت، حق وغیرہ۔ سچ بات تو یہ ہے کہ رُوحانی مشاہدات کو انسانی زبان میں بیان کرنا ہی محال ہے۔"

ختم ہوا حضرت شاہ شہید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان۔

غلط فہمی کی تیسری وجہ

تصوّف کے متعلق مستشرقین کی غلط فہمی کی تیسری وجہ بلکہ سب سے بڑی وجہ صوفیاء اسلام کا عقیدہ وحدت الوجود ہے۔ پروفیسر آربری نے نہایت فاضلانہ طور پر اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ صوفیوں کو سمجھنے کے لیے ایک ریسرچ سکالر کو خود بھی قدرے صوفی ہونا چاہیے۔ چونکہ وحدت الوجود کی حقیقت صوفی پر اُس وقت منکشف ہوتی ہے جب اس کی فنافی اللہ جیسے بلند ترین مراتب تک رسائی ہوتی ہے اور فنافی اللہ کے بلند ترین مدارج تک اُس وقت رسائی حاصل ہوتی ہے جب عبادات و ریاضات کے ذریعے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب حاصل ہوتا ہے۔ ظاہری علم والے ریسرچ سکالروں کے لیے اس کا سمجھنا ناممکن ہے۔ لیکن جب سکالر لوگ اس گھمنڈ میں مبتلا ہوجاتے ہیں کہ وہ صوفیائے کرام کے حقائق و معارف کو سمجھ سکتے ہیں لیکن ان کو صوفیاء کرام کے ناقابل بیان روحانی مشاہدہ کا سامنا ہوتا ہے تو بے بس ہو کر وہ شکوک و شبہات، بے بنیاد مفروضہ جات اور غلط تخیلات کی ایسی بھول بھلیاں پیدا کر دیتے ہیں جس سے نکلنا مشکل ہوجاتا ہے۔

جب صوفیائے اسلام اپنے وحدت الوجود کے مشاہدات بیان کرتے ہیں تو مستشرقین فوراً اُن پر حملہ کر کے انہیں خارج از اسلام کر دیتے ہیں اور یہ بے بنیاد دعوے کرنے لگ جاتے ہیں کہ یہ صُوفی لوگ عیسائی ہو گئے تھے، ہندو ہو گئے تھے یا نو افلاطونیت NEOPATONISM کا شکار ہو گئے تھے۔ کیونکہ اُن کا کہنا ہے کہ صوفیوں کا نظریۂ وحدت الوجود اسلام کے نظریۂ توحید Monotheism کے خلاف ہے۔ لیکن ان کو معلوم نہیں کہ خالص اسلامی نظریۂ وحدت الوجود اور خالص اسلامی نظریۂ توحید کے مابین کوئی نزاع یا تخالف نہیں ہے۔ جس قسم کا نظریۂ وحدت الوجود اسلامی نظریۂ توحید کے خلاف ہے وہ ہندوانہ ہمہ اوست اور عیسائیوں کا ہمہ اوست PANTHEISM ہے۔ اسلامی وحدت الوجود اور اسلامی توحید MONOTHEISM کے درمیان اختلاف نہیں ہے۔ ہندوانہ نظریۂ ہمہ اوست یہ ہے کہ وہ ایک خدا کو بھی مانتے ہیں اور اس کے ساتھ سینکڑوں خداؤں کی پرستش روا رکھتے ہیں اور رام اور کرشن کو بھی خدا سمجھتے ہیں۔ عیسائیوں کا نظریۂ ہمہ اوست Pantheism یہ ہے کہ وہ ایک خدا کے قائل ہوتے ہوئے تثلیث یعنی تین خداؤں کے بھی معتقد ہیں۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بھی خدا مانتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی نظریۂ وحدت الوجود اسلامی نظریۂ توحید کے

Marfat.com

خلاف ہے تو وہ ہندوؤں اور عیسائیوں کا نظریۂ وحدت الوجود Pantheism ہے نہ کہ اسلامی نظریۂ وحدت الوجود جو اسلامی نظریۂ توحید کے عین مطابق ہے۔

اسلامی نظریۂ وحدت الوجود اور نظریۂ توحید

اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ اسلامی نظریۂ وحدت الوجود کس طرح اسلامی نظریۂ توحید MONOTHEISM کے مطابق ہے۔ یہ درست ہے کہ اسلام ایک خدا کا قائل ہے لیکن اسلام کا ایک خدا عیسائیوں کے ایک خدا کی طرح نہیں جو کائنات کے کسی کونے میں عرش پر بیٹھا ہوا ہے۔ علمی دنیا میں اس قسم کے عقیدے کو انسان نما خدائی نظریہ ENTHROPOMARPHISM کہتے ہیں۔ جس سے نظریۂ تجسیم یعنی حق تعالےٰ کا جسم ہونا لازم آتا ہے جو اسلامی عقائد کی رُو سے کفر ہے۔ اس عقیدے سے ذاتِ باری تعالےٰ محدود ہو جاتی ہے اور حق تعالےٰ کو محدود سمجھنا کفر ہے۔ خدا تعالےٰ ذات وصفات دونوں میں لامحدود ہے معلوم ہوتا ہے کہ عرش پر مقیم ہونے کا شبہ آیۂ ذیل سے ہوا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی (اللہ اپنے اسم رحمٰن سے عرش پر مقیم ہے) لیکن عرش وکرسی کے متعلق دیگر آیاتِ قرآنی میں جو وضاحت آئی ہے اُس سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ مثلاً آیۃ الکرسی جیسی اہم اور مشہور آیت میں حق تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اس کے عرش اور کرسی میں ساری کائنات شامل ہے) اب جبکہ حق تعالےٰ کا عرش ساری کائنات پر حاوی ہے اور ساری کائنات عرش میں شامل ہے تو پھر حق تعالےٰ تو کائنات کے چپہ چپہ اور ذرہ ذرہ میں موجود ہونا چاہیے نہ کہ اُوپر کی جانب انسان کی طرح عرش پر بیٹھا ہوا۔ قرآن حکیم میں ایک جگہ حق تعالےٰ کے ہر جگہ موجود ہونے کا یوں ذکر آیا ہے اَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (جس طرف تم نگاہ اٹھاؤ ذاتِ حق کا چہرہ ہے یعنی ذات موجود ہے) نیز فرمایا: وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) اس سے ظاہر ہے کہ حق تعالےٰ اُوپر کی جانب عرش پر مقیم نہیں بلکہ ہر جگہ موجود ہے۔ جب حق تعالےٰ جہت اور سمت سے بالاتر ہے تو پھر اوپر کی جانب کیسے ہو سکتا ہے۔ نیز فرمایا: نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ہم انسان سے اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں) جب حق تعالےٰ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس سے قریب ہے تو پھر اس کا اُوپر کی جانب عرش پر مقیم ہونا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

علم جغرافیہ اور وحدت الوجود

دوسری بات یہ ہے کہ حق تعالےٰ کا اُوپر کی جانب عرش پر مقیم ہونے کا نظریہ عام علم جغرافیہ کی رُو سے بھی صحیح نہیں آتا۔ علم جغرافیہ یہ کہتا ہے کہ زمین گول ہے اور فضا میں معلق ہے۔ کرۂ ارض دو گردشوں میں مصروف ہے اس کی

Marfat.com

ایک گردش اپنے محور کے گرد ہے جس سے دن اور رات پیدا ہوتے ہیں اور دوسری گردش سورج کے گرد ہے جس سے ماہ و سال وجود میں آتے ہیں۔ جغرافیہ ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ کرۂ ارض گول ہے۔ لفظ کرّہ کے معنی بھی گول چیز کے ہیں۔ اور برِّ اعظم ایشیا کرۂ ارض کی جس سمت پر واقع ہے برِّ اعظم امریکہ اس کی مخالف سمت میں ہے۔ بالفاظِ دیگر اگر ہم ایشیا کے باشندے اپنے آپ کو اوپر کہیں تو امریکہ ہماری نچلی طرف کہلایا جا سکتا ہے۔ اگر امریکہ والے اپنے آپ کو اوپر والی سمت کہیں تو ہم ایشیا والے ان سے نچلی سمت میں ہوں گے۔ غرضیکہ اوپر اور نیچے کی سمت بھی اعتباری ہے۔ ایک لحاظ سے اوپر کی سمت نیچے کی سمت بن جاتی ہے اور دوسرے لحاظ سے نیچے کی سمت اوپر کی سمت ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اگر ہم یہ کہیں کہ خداوند تعالےٰ اوپر کی جانب عرش پر مقیم ہے تو اہلِ امریکہ کے نزدیک وہ اوپر والی سمت ہمارے نزدیک نیچے والی سمت بن جائے گی اور یہ اونچ نیچ کرۂ ارض کے وجود میں آنے کے بعد واقع ہوئی ہے اگر کرۂ ارض کو ہٹا لیا جائے تو نہ اونچ ہے نہ نیچ۔ آیت الکرسی کی رُو سے کرۂ ارض بھی عرش باری تعالےٰ میں شامل ہے بلکہ تمام آسمان، چاند، ستارے، سورج، فضا سب کائنات عرش میں شامل ہے اور حق تعالےٰ سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔ اگر کسی جگہ کو حق تعالےٰ سے خالی مانا جائے تو یہ اس کی ذات و صفات پر حد بندی ہو گی جس سے اس کی لامحدود اور لاانتہا ذات محدود ہو کر رہ جاتی ہے جو عقائدِ اسلام کے خلاف ہے اور کفر ہے۔ یہ ہے اسلامی نظریۂ توحید۔ اور اسلامی نظریۂ وحدت الوجود بھی یہی کہتا ہے کہ خداوند تعالےٰ ذات و صفات میں لامحدود ہے اور ہر جگہ موجود ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اسلامی نظریۂ توحید اور اسلامی نظریۂ وحدت الوجود کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ ہاں اگر اسلامی نظریۂ توحید کے ساتھ اختلاف ہے تو ہندوؤں اور عیسائیوں کے نظریۂ ہمہ اوست کا ہے جس کی رُو سے ہر چیز خدا ہے اور ان کے پیغمبر بھی خدا ہیں۔ حالانکہ اسلامی نظریہ وحدت الوجود میں ہر چیز خدا نہیں لیکن خدا سے جُدا بھی نہیں ہے۔ جہاں ہندووانہ نظریۂ وحدت الوجود میں ہر چیز خدا ہے اور بت پرستی بھی جائز ہے۔ اسلام میں نہ ہر چیز خدا ہے نہ بت پرستی جائز ہے کیونکہ اگرچہ بت کا وجود ذاتِ حق سے جُدا نہیں تاہم ذاتِ حق اپنے جملہ اسماء و صفات کے ساتھ ایک ذرّہ سے بت میں کیسے سما سکتی ہے۔ ایک بُت یا انسان کی کیا مجال ہے کہ جملہ اسماء و صفاتِ الٰہی کا متحمل ہو سکے۔ اسلام میں بُت پرستی اسی طرح مضحکہ خیز ہے جس طرح آپ زید سے کوئی کچھ رقم طلب کریں اور اس کے انکار پر آپ زید کے ہاتھ کو کہیں کہ زید کی جیب سے رقم نکال کر آپ کو دیدے۔ اب اگرچہ زید کا ہاتھ زید سے جدا نہیں ہے لیکن ہرگز زید نہیں بن سکتا۔ جزو کو کل کا درجہ کیسے دیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح بُت جزو ہے، رام جزو ہے، کرشن جزو، عیسےٰ جزو ہے عزیر جزو ہے۔ ان کو کل یعنی خداوندِ عالم کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن یہ جزو

Marfat.com

کی مثال ہم نے دی ہے یہ صرف معاملہ سمجھانے کے لیے دی ہے لیکن ہے یہ ناقص مثال کیوں کہ حق تعالےٰ پر کوئی مثال صادق نہیں آسکتی ہے۔ لیس کمثلہ شیٔ (کوئی چیز اللہ کی مانند نہیں ہے) یہ صرف سمجھانے کی بات ہے۔ کیونکہ جہاں زید محدود ہے۔ ذاتِ حق لامحدود ہے۔ جہاں زید اعضاء وجوارح میں تقسیم ہوسکتا ہے۔ ذاتِ حق واحد غیر منقسم ہے۔

لبِّ لباب اس تقریر کا لبِ لباب یہ ہے کہ اسلامی نظریۂ توحید کے مطابق بھی حق تعالےٰ ہر جگہ موجود ہے۔ اور کائنات کی ہر چیز ذات میں شامل ہے اور اسلامی نظریۂ وحدت الوجُود کی رُو سے بھی ذاتِ حق ہر جگہ موجود ہے اور کوئی چیز اُس سے علیٰحدہ نہیں ہے۔ اس لیے نظریۂ وحدت الوجُود اور اسلامی نظریۂ توحید کے مابین کوئی نزاع یا اختلاف نہیں ہے۔ اسلامی نظریۂ توحید کے خلاف جو نظریۂ وحدت الوجُود ہے۔ MONOTHEISM وہ غلط قسم کا عیسائی اور ہندو وادانہ نظریۂ وحدت الوجُود ہے جس میں جزو کو بھی کل کا درجہ دے دیا گیا ہے اور قطرہ کو بھی سمندر بنا دیا گیا ہے حالانکہ قطرہ اگرچہ سمندر کا ایک ادنیٰ سا حصّہ ہے۔ سمندر ہرگز نہیں کہلایا جاسکتا۔

وحدت الوجُود کے متعلق مولانا جامیؒ کی تشریح حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی کا شمار بھی اکابر صوفیائے اسلام میں ہوتا ہے۔ آپ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف لوائحِ جامی میں اسلامی نظریۂ وحدت الوجود کو اسی طرح بیان فرمایا ہے؛

آپ لکھتے ہیں کہ ذاتِ حق کا خلق کے ساتھ تعلق نہ جزو اور کل کا سا ہے (یعنی حق تعالےٰ اجزاء اور اعضاء سے برتر اور منزہ ہے۔) اور نہ ہی یہ تعلق ظرف و مظروف کا سا ہے۔ (جس طرح برتن میں کوئی چیز رکھی جائے۔) (یعنی کائنات ذاتِ حق میں اس طرح نہیں جس طرح ایک برتن میں پانی رکھا جاتا ہے بلکہ ذاتِ حق کا کائنات سے تعلق صفت و موصوف اور لازم و ملزوم کا ہے۔ یعنی کائنات حق تعالےٰ کی صفتِ تخلیق کا ظہور ہے اس لیے لازماً حق تعالےٰ سے علیٰحدہ اس کا وجود قرار نہیں دیا جاسکتا۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، امام غزالی، شیخ محمود شبستری، مولانا جلال الدین رومی وغیرہم نے ذاتِ حق اور اشیائے کائنات کی مثال یوں دی ہے کہ ذاتِ حق ایک بحرِ بیکراں کی مانند ہے اور اشیائے کائنات امواج، برف حباب اور جھاگ کی طرح ہیں جو نہ سمندر کہلائی جاسکتی ہے نہ سمندر کے وجُود سے جدا ہیں۔ بعض نے ذاتِ حق کو مٹی کی مثال دی ہے اور اشیائے کائنات کو مٹی کے برتنوں کی مانند قرار دیا ہے۔ اُمید ہے قارئین کرام کو اسلامی نظریۂ وحدت الوجُود کی ایک جھلک نظر آگئی ہوگی۔ جھلک اس لیے کہا ہے کہ تزکیۂ نفس اور مقام فنا فی اللہ اور لقا باللہ کے بغیر وحدت الوجُود کی پوری حقیقت انسان پر منکشف نہیں ہوسکتی۔

Marfat.com

لہٰذا مستشرقین کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ شیخ منصور حلاج نے چونکہ انا الحق کا نعرہ لگایا اور وحدت الوجود کا قائل تھا، اس لیے اسلام چھوڑ کر عیسائی بن چکا تھا۔ یہ ان کی بھول ہے یا خوش فہمی یا پھر چالاکی ہے جس سے وہ اسلام پر عیسائیت کی فوقیت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ تمام اکابر صوفیائے کرام مثل امام غزالیؒ سید علی ہجویریؒ، امام ابوالقاسم قشیری وغیرہم نے حلاج کی برات بیان کی ہے اور ان کے نعرۂ انا الحق کا جواز ثابت کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب حلاج نے انا الحق کہا تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں (منصور) خدا ہوں بلکہ عین فنا فی اللہ اور سکر کی حالت میں ان کے اندر ذاتِ حق بول رہی تھی کہ "میں خدا ہوں"۔ شیخ محمود شبستری اور حضرت مولانائے رومؒ نے انا الحق کی یہی توجیہہ فرمائی ہے ؎

چوں انا الحق روا باشد از درختے چرا روانہ بود زنیک بختے

(جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے حق تعالیٰ نے درخت کی آواز میں فرمایا۔ اِنّی انا اللہ (میں اللہ ہوں) تو وہ ایک نیک انسان کی آواز میں یہی بات کیوں نہیں کہہ سکتا۔)

جنید بغدادی جیسے عارف باللہ نے حلاج کے خلاف کیوں فتویٰ کفر لگایا بعض لوگ کہتے ہیں کہ حلاج کے خلاف جن لوگوں نے کفر کا فتویٰ لگایا اُن میں ان کے شیخ حضرت جنید بغدادیؒ بھی تھے اُن کا کہنا ہے کہ علماء اگر انا الحق کی حقیقت کو نہیں سمجھتے تھے شیخ جنید جیسے عارف باللہ تو اچھی طرح جانتے تھے انہوں نے کیوں ان کے خلاف کفر کا فتویٰ لگایا۔ بات یہ ہے کہ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اسلام میں فنا فی اللہ آخری مقام نہیں ہے۔ بقا باللہ آخری مقام ہے۔ اکابر اولیاء اللہ کے نزدیک فنا فی اللہ میں مست ہو کر بے خود ہو جانا اور خلاف شرح الفاظ منہ سے نکالنا معیوب سمجھا جاتا ہے بلکہ ان کا دستور تو یہ ہے کہ ایک دو پیالے پی کر جو مست ہو جاتا ہے وہ صوفی ہی نہیں ہے۔ کمال تو یہ ہے، شراب معرفت کے دریا اور سمندر نوش کر جائے اور مست نہ ہو (اور) ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ (اور لاؤ) کے نعرے لگائے لہٰذا ایک وجہ تو یہ تھی کہ حلاج کے مست ہو جانے کو اکثر مشائخ نے کمزوری کی علامت سمجھا اور ان کے خلاف فتوے لگائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آنے والی نسلوں کو بھی یہ سبق دینا تھا کہ درمیانی منزل پر پہنچ کر بدمست ہونے اور نعرے لگانے سے ترقی رُک جاتی ہے اس لیے مشائخ وقت نے ضروری سمجھا کہ حلاّج کے خلاف فتویٰ لگایا جائے تاکہ آئندہ کے لیے نوجوان صوفی درمیانی منزل کو آخری منزل سمجھ کر راستے میں نہ رُک جائیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ تمام اولیاء اللہ کی یہ کوشش رہی ہے کہ خواہ کچھ ہو جائے اندرونی کیفیات اور جذبات اور استغراق پر پورا قابو پانا چاہیے اور اگر اس کے متعلق کچھ کہا یا لکھا جائے تو ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں جو شریعت کے عین مطابق ہوں ورنہ فتنہ کا اندیشہ تھا۔ اب چونکہ شیخ منصور حلاجؒ کی زبان سے بے ساختہ ایسے الفاظ نکل گئے تھے جو خلافِ شریعت نظر آتے

Marfat.com

تھے۔ مشائخ وقت نے یہی مناسب سمجھا کہ اُسے سزا دی جائے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ تصوف اور شریعت کے درمیان اختلاف ہے۔ ان کی یہ بھی کوشش تھی کہ منصور کی طرح آنے والی نسلیں درمیانی منزل میں پھنس کر نہ رہ جائیں بلکہ سلوک الی اللہ کی آخری منازل پر پہنچ کر دم لیں۔ اس کے باوجود شیخ منصورؒ کی پابندیٔ شریعت کا یہ عالم تھا کہ قید خانہ میں بھی ہر رات پانچ سو رکعت نوافل ادا کرتے تھے۔ حالانکہ ان کا مواخذہ کرنے والے علمائے ظواہر فرائض اور سنن مؤکدہ سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ چنانچہ موت کے وقت بھی ان کو نماز یاد رہی ہے اور تختۂ دار پر جانے سے چند لمحات پہلے انہوں نے اپنے دوست شبلیؒ سے جاتے نماز طلب کر کے شہادت کی موت پر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔

یہ بھی یاد رہے کہ شیخ منصور چند گنتی کے صوفیاء میں سے ایک تھے جو ... استغراق میں مبتلا ہوئے ایک اور صوفی بزرگ جنہوں نے غلبۂ استغراق میں آکر غیر شرع الفاظ منہ سے ... حضرت بایزید بسطامیؒ ہیں۔ جنہوں نے "سبحانی ما اعظم شانی" کا نعرہ لگایا۔ لیکن جب ہوش میں آتے تھے اور آپ کے مریدین ان کو بتاتے تھے کہ آپ کے منہ سے یہ کلمات نکلے ہیں تو آپ ان کو حکم دیتے تھے کہ آئندہ جب میری زبان سے یہ الفاظ نکلیں تو مجھے چھریوں سے قتل کر دینا۔ لیکن جب آپ مغلوب الحال ہو جاتے اور منہ سے وہی الفاظ نکلتے تو ... مرید لوگ چھریاں لے کر ان کو مارنے کی کوشش کرتے تو چھریاں اُلٹی ... جاتی تھیں۔ اسلام کی تاریخ میں یہی چند صوفی تھے جو مغلوب الحال ہو گئے اور ان ... صوفیاء کے نزدیک یہ ایک کمزوری یا نقص ہے جو ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جاتا ہے لیکن صوفیاء کرام کی ... بڑی اکثریت مغلوب الحال ہونے کی بجائے غالب الحال رہی بالفاظ دیگر ابن الحال ہونے کی بجائے ... حال ... ہی۔ فنا سے نکل کر بقا تک پہنچے اور قرب و معرفت الٰہی میں بلند ترین مقامات حاصل کیے۔ چنانچہ فرانس کے مایۂ ناز سکالر ماسینوں جو منصور حلاج پر یورپ میں اتھارٹی مانے جاتے ہیں نے اپنی کتاب "لاپیشان ڈے الحلاج" میں لکھا ہے کہ تصوف کی ہر چیز یہاں تک کہ شطحیات یعنی اُن کا نعرہ انا الحق اور بایزید بسطامی کا نعرہ سبحانی ما اعظم شانی بھی قرآن و حدیث کے مطابق ہے ماسینوں نے حلاج کی تصنیف "کتاب الطواسین" کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا جس کا انگریزی ترجمہ انگلستان کی نومسلم خاتون عائشہ الترجمانہ نے کیا ہے۔ اس کا ایک اقتباس یہاں پیش کیا جاتا ہے تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ مستشرقین کے پروپیگنڈہ کے برعکس شیخ منصور کو اسلام اور شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کس قدر محبت تھی۔ کتاب الطواسین میں حلاج لکھتے ہیں:۔

"محمدؐ وہ چراغ ہے کہ جس کے آنے سے باقی تمام چراغ بجھ گئے۔ یعنی تمام انبیاء علیہم کی نبوت ختم ہو گئی۔ محمدؐ ہی کے نور سے تمام انبیاء علیہم کے چراغ روشن ہوتے اور

Marfat.com

محمدؐ کے چراغ کے سامنے تمام چراغ ماند پڑ گئے۔"

"آسمان کے نیچے اور زمین کے اُوپر محمدؐ کی طرح صاحب جاہ وجلال، عزت وحرمت، عقل ودانش، عادل ومنصف، حسین وجمیل کوئی پیدا نہیں ہوا۔ مولائے کائنات اس کا لقب ہے۔ اس کا اسم گرامی احمد ہے اور محمدؐ اس کی صفت ہے۔ اس کا حکم واجب ہے، اس کی رُوح عظیم ہے اور اس کی شان بلند ہے اور رسائی اعلیٰ ہے۔ سبحان اللہ! محمدؐ سے زیادہ ثابت، ظاہر، شان والا، محبوب، منوّر اور متجلّی کون ہے کہ جس کا وجود نور ہے جس کا کلام وحی ہے، جس کا علم قدسی ہے، جس کی زبان عربی ہے، جس کی نسل اعلیٰ ہے جس کا منصب نبوّت ہے اور جس کا لقب اُمّی ہے۔"

"محمدؐ برحق ہے اور حق اس کے ساتھ ہے۔ وہ سب سے پہلے پیدا ہوا اور سب سے بعد ظاہر ہوا، نہ کوئی فلسفی اس کی عقل ودانش تک پہنچا ہے نہ کسی عالم نے اس کے علم تک رسائی حاصل کی ہے۔ خدا کا قرآن اس پر نازل ہوا۔ اس سے بھاگ کر اے مریض تو کہاں جائے گا۔ سارا کا سارا فلسفہ اس کے آگے ریت کا ڈھیر ہے۔"

یہ ہیں حضرت شیخ حسین ابن منصور الحلاج کے عقائد اور جذبات سرورِ کائنات فخر موجودات محمدؐ مصطفےٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق۔ اب قارئین خود بتا سکتے ہیں کہ مستشرقین کے الزامات کیسے صحیح ہو سکتے ہیں۔ شیخ منصور کا جُرم فقط یہ تھا کہ ایک آدھ موقعہ پر انہوں نے ابلیس، فرعون اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدحت سرائی کی ہے۔ انہوں نے جوش میں آکر کہا ہے کہ ابلیس میرا دوست ہے فرعون میرا دوست اور عیسیٰؑ میرا دوست ہے۔ کیونکہ انہوں نے بھی جو کچھ کہا اس پر قائم رہے۔ میں نے بھی جو کچھ کہا ہے اس پر قائم ہوں۔ اس سے یار لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ وہ تو اسلام چھوڑ کر عیسائی مذہب اختیار کر چکے تھے۔ ان نادانوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ قرآنِ حکیم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت تمام انبیاء علیہم کا ذکر آیا ہے اور مسلمان پر واجب ہے کہ ہر انبیاء علیہم السلام کو خدا کا سچا پیغمبر سمجھے۔

والٹر سٹاس WALTER STACE ایک عیسائی سکالر ہیں جن کا شمار منصف مزاج مستشرقین میں ہوتا ہے۔ انہوں نے حلاج کے نعرۂ اناالحق کی خوب توجیہہ کی ہے وہ لکھتے ہیں:۔

"عام لوگوں کا خیال ہے کہ شیخ منصور کا نعرۂ "اناالحق" بڑائی کا دعوےٰ ہے حالانکہ اناالحق کی بجائے اناالعبد کہنا بڑا دعوےٰ ہے۔ کیونکہ جو شخص انا العبد (یعنی میں عبد ہوں) کا دعوےٰ کرتا ہے تو وہ دو ہستیوں کو تسلیم کرتا ہے ایک خدا کی ہستی دوسرے اس کی اپنی ہستی لیکن جو شخص انا الحق (میں حق ہوں) کا دعوےٰ کرتا ہے وہ ایسے

Marfat.com

آپ کو مٹا چکا ہے اور صرف ذات حق باقی ہے۔ اس کے انا الحق کا مطلب یہ ہے کہ 'میں نہیں ہوں' خدا ہے"۔ اس لیے یہ تکبر کا دعوے نہیں ہے بلکہ عین عجز و انکسار ہے"۔

شیخ محی الدین ابن عربی اور شریعت

وحدت الوجود کے سب بڑے علمبردار شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ہیں لیکن اس کے باوجود وہ شریعت کے بھی بڑے علمبردار تھے۔ یاد رہے کہ ان کا تعلق فرقۂ ظاہریہ سے تھا جو احکام شریعت کی پابندی میں بہت سخت گیر ہیں۔ یورپ کے مستشرقین نے ان کو بھی نہیں چھوڑا اور وحدت الوجود کی وجہ سے ان پر اسلام سے بغاوت جیسے قبیح الزامات لگائے ہیں۔ حالانکہ وہ حد درجہ کے محب شریعت تھے۔ احترام شریعت میں ان کے مندرجہ ذیل اقوال ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ "وہ حقیقت جو شریعت کے خلاف ہے زندقہ ہے"۔

۲۔ "خداوند تعالےٰ تک رسائی کا واحد ذریعہ شریعت ہے"۔

۳۔ جو شخص یہ دعوہ کرتا ہے کہ خدا تک رسائی کا شریعت کے علاوہ کوئی راستہ ہے وہ کذاب ہے، اس کی بات مت مانو۔

۴۔ جو شریعت ترک کرتا ہے خواہ ایک لمحہ کے لیے بھی ہو وہ برباد ہو جائے گا۔

۵۔ جو شخص وحدت الوجود کے اسرار و رموز سمجھنا چاہتا ہے اُسے شریعت کو اپنا راہبر بنانا ہوگا۔

۶۔ کشف کو شریعت پر برتری نہیں ہے۔ جو کشف کو شریعت سے برتر سمجھتا ہے ولی نہیں ہے۔

۷۔ شریعت سے مراد میری مراد وہی دستور العمل ہے جو علماء کرام کے ہاتھوں میں ہے جو ولی شریعت کے خلاف کرتا ہے قابل مذمت ہے۔ ہاں جو شخص مغلوب الحال ہے قابل معافی ہے"۔

۸۔ جادۂ شریعت کو کسی حالت میں ترک نہ کرو۔

۹۔ اگر تمہارا کشف شریعت کے خلاف ہے تو کشف کو ترک کرو اور شریعت کو مضبوط پکڑو۔ کیوں کہ تمام صوفیاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حلال و حرام پرکھنے کے لیے شریعت کے سوا اور کوئی کسوٹی نہیں ہے۔ لہٰذا کشف کی خرابیوں سے بچو میں نے اپنا فرض ادا کر دیا

۱۰۔ شریعت وہ جہاز ہے کہ اگر ڈوب جائے تو سب ہلاک ہو جائیں۔ تمہیں اس کا جواب دینا ہوگا۔

(ماخوذ از فتوحات مکیہ)

Marfat.com

اس سے ظاہر ہے کہ وحدت الوجود کے سب سے بڑے علمبردار شیخ محی الدین ابنِ عربیؒ کو شریعت کا ادب کس قدر ملحوظِ خاطر تھا اور اس کا کس قدر احترام کرتے تھے۔ یورپ کے مستشرقین کو معلوم ہونا چاہیے کہ نہ وحدت الوجود شریعت کے خلاف ہے اور نہ صوفیاء اسلام وحدت الوجود کی وجہ سے خارج از اسلام قرار دیئے جا سکتے ہیں۔

شریعت کی رُو سے وحدت الوجود کا انکار ناممکن ہے

اگر کسی عالم شریعت کو مندرجہ بالا تصور باری تعالےٰ یعنی وحدت الوجود پر اعتراض ہے تو سامنے آئیں اور وحدت الوجود کے سوا کوئی تصور ذات پیش کرے جو ذات وصفاتِ الٰہی کی محدودیت اور دیگر لوازمات شرعی سے پاک ہو۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وحدت الوجود کے سوا کوئی ایسا تصور ذات باری تعالےٰ ممکن نہیں جو شریعت کے مطابق ہو۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ حقیقت اور مجاز کا لحاظ ضرور رکھا جائے گا۔ حقیقت میں وحدت الوجود ہے اور مجاز میں کثرت الوجود ہے۔ حضرت خواجہ غلام فرید جو عصرِ حاضر کے بہت بڑے ولی اللہ ہیں، نے بھی مقابیس المجالس کی ایک سطر میں اس قدر طویل بحث کو بند کر دیا ہے آپ فرماتے ہیں: کہ حقیقت میں وحدت الوجود ہے اور مجاز میں کثرت الوجود ہے۔

مسئلہ قدر و جبر

اسی طرح آپ نے قدر و جبر جیسے اہم اور نازک مسئلہ کو بھی ایک ہی سطر میں حل کر دیا ہے۔ مقابیس المجالس میں آپ نے فرمایا ہے کہ حقیقت میں جبر ہے اور مجاز میں قدر ہے۔ لہٰذا جن متکلمین اسلام نے مسئلہ قدر و جبر کے متعلق لکھا ہے کہ "الامرُ بین الامرین" (حقیقت قضاء و قدر کے درمیان ہے) اس میں انہوں نے حقیقت اور مجاز کو یکجا کر کے یہ بیان دیا ہے۔

وحدت الوجود کے متعلق ابنِ عربیؒ کے یہ اشعار بہت جامع اور واضح ہیں ؎

لا ادم فی الکون ولا ابلیس   لا ملك سلیمان ولا بلقیس
فالکل عبارة وانت المعنی   یامن هو للقلوب مقناطیس

(دُنیا میں نہ کوئی آدم ہے نہ ابلیس نہ سلیمانؑ کی بادشاہی نہ ملکہ بلقیس یہ تمام نام ہیں، جن کا معنی تُو خود ہے تُو قلوب کے لیے مقناطیس کا اثر رکھتا ہے۔)

نیز فرمایا:

اَلعَبدُ عَبدٌ وَاِن تَعَرَّجَ   وَالرَّبُّ رَبٌّ وَاِن تَنَزَّلَ

(عبد عبد ہے خواہ جتنا عروج کرے اور رب رب ہے خواہ جتنا نزول کرے)

عروج و نزول کی وضاحت تنزلات ستہ کے بیان میں پہلے ہو چکی ہے۔

Marfat.com

شیخ ابن عربیؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حدیث کان اللہ ولم یکن معہ شیئاً (اللہ تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا۔) میں لفظ کان زمانہ ماضی اور حال دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے مثلاً قرآن حکیم میں حق تعالےٰ نے فرمایا ہے کَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ غفور اور رحیم ہے نہ کہ غفور اور رحیم تھا۔ اسی طرح حدیث کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْئًا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہے اور اس کے ساتھ اور کسی چیز کا وجود نہیں۔ آیہ ہوالاول والآخر والظاہر والباطن کا مطلب بھی یہی ہے کہ اول آخر ظاہر باطن جو کچھ ہے اللہ ہے۔ نیز حق تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کُلُّ شَیْءٍ ھَالِكٌ اِلَّا وَجْھَہٗ (ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے ذات حق کے) اب لفظ ھَالِكٌ اسم فاعل ہے جس کا مطلب ہے ہر چیز اب اور اس وقت فانی ہے نہ یہ کہ آئندہ فنا ہونے والی ہے۔ اسی طرح سورۃ الرحمٰن میں فرمایا ہے۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ (جو کچھ ہے سب فنا ہو رہا ہے، سوائے ذاتِ حق، صاحب عزت و جلال کے جس کو بقا حاصل ہے۔) یہاں لفظ فانٍ بھی اسم فاعل ہے جس کے معنی مستقبل کے نہیں بلکہ حال کے ہیں۔ نیز فرمایا: اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ (جس طرف بھی منہ کرو ذاتِ حق ہے) اس سے بھی ظاہر ہے کہ ہر جگہ ذاتِ حق ہے اور ذاتِ حق سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔ اگر ذرہ بھر جگہ بھی ذاتِ حق سے خالی ہو تو ذات پر محدودیت لازم آتی ہے جو کفر ہے۔ نیز فرمایا: اَلَآ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ (اللہ ہر چیز پر محیط ہے یعنی کوئی چیز اس کی ذات سے باہر نہیں۔ نیز فرمایا: اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ (تم نے تمام خداؤں کو ایک خدا بنا دیا ہے یہ کیسی عجیب بات ہے) کفارِ مکہ اہلِ زبان تھے۔ اس آیہ پاک کو انہوں نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ اس کی رو سے خدا کے سوا کوئی موجود نہیں۔

اسی طرح حدیث سے بھی وحدت الوجود ثابت ہے ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیہ پاک ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ کی شرح یوں فرمائی ہے ھُوَ الْاَوَّلُ وَمَا قَبْلَہٗ شَیْءٌ ھُوَ الْاٰخِرُ وَمَا بَعْدَہٗ شَیْءٌ ھُوَ الظَّاھِرُ وَمَا فَوْقَہٗ شَیْءٌ ھُوَ الْبَاطِنُ وَمَا دُوْنَہٗ شَیْءٌ (وہ اول ہے اور اس سے پہلے کچھ نہیں، وہ آخر ہے اور اس کے بعد کوئی چیز نہیں وہ ظاہر ہے اور اس سے زیادہ ظاہر کچھ نہیں وہ باطن ہے اور اس کے سوا کچھ موجود نہیں ہے)

ایک اور حدیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم رسی کو زمین کے آخری سرے تک بھی دراز کر دو تو اللہ پر جا کر رکے گی۔ اس سے بھی حق تعالےٰ کا وجود ہر جگہ پر طاری و ساری ثابت ہوتا ہے

Marfat.com

صفت و موصوف کی اصل ایک ہے

لیکن ہر چیز میں خدا ہے کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ اگر زمین کو کھودا جائے یا درخت کو چیرا جائے تو اندر سے خدا نکل آئے گا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے چونکہ ہر چیز حق تعالےٰ کی صفت خلق کا مظہر ہے اس لیے اس کا وجود خدا سے جُدا نہیں کیونکہ صفت موصوف سے جدا نہیں ہو سکتی جس طرح ایک مصنف جب کتاب لکھتا ہے تو وہ کتاب اس کی صفت علم کا ظہور ہے۔ لہٰذا مصنف سے علیحدہ وجود نہیں رکھتی یا ایک شاعر کا کلام اس سے جدا نہیں کہا جا سکتا ہے۔ لیکن ایک لحاظ سے یعنی ظاہری مجازی لحاظ سے کتاب مصنف سے جدا بھی ہے۔ صفات ایک لحاظ سے یعنی حقیقت کے لحاظ سے موصوف کا جُز اور دوسرے لحاظ سے یعنی مجاز کے لحاظ سے موصوف سے جُدا بھی ہے اس لیے عرفا کا قول ہے کہ صِفَاتُ اللّٰہِ ھِیَ لَاعَیْنِہٖ وَلَاغَیْرِہٖ (اللہ کی صفات نہ اللہ کی عین ہیں نہ غیر) اور ایک لحاظ سے عین بھی ہیں اور غیر بھی۔ حقیقت کے اعتبار سے عین اور مجاز کے اعتبار سے غیر۔ جس طرح زید کا عکس آئینہ میں اس کا عین بھی ہے اور غیر بھی۔ عین اس لیے کہ اگر زید سامنے سے ہٹ جائے تو عکس بھی جاتا رہتا ہے۔ غیر اس لیے ہے کہ جب آئینہ ٹوٹ جاتا ہے تو عکس ٹوٹ جاتا ہے لیکن زید کا چہرہ نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ محتاط قسم کے اولیاء کرام نے وحدت الوجود بیان کرنے میں ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن سے عقائد شریعت کی نفی نہ ہو خاص طور پر حضرت مجدد الف ثانیؒ نے لفظ عین کو استعمال کرنے سے اجتناب فرمایا ہے کیونکہ اس لفظ سے یہ شبہ ہو سکتا ہے زید کا ہاتھ عین زید ہے یا بت بھی خدا کا عین ہے اس لیے قابل پرسش ہے علاوہ ازیں انھوں نے اپنے مکتوبات میں اکثر مقامات پر فرمایا کہ کائنات میں ذات حق کے سوا کسی کا وجود نہیں ہے جو کچھ موجود ہے حق کا وجود ہے لیکن کوئی چیز اس کا عین نہیں ہے یعنی کوئی چیز عین خدا نہیں ہے اور جن حضرات نے عین کا لفظ استعمال کیا ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ وجود حق کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں ہے۔ بات وہی ایک ہے لیکن الفاظ کا فرق اس لیے خود حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں فرمایا ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں نزاع لفظی ہے حقیقی نہیں ہے۔ نیز آپ نے مکتوبات میں یہ بھی فرمایا کہ میرے والد ماجد حضرت شیخ عبد الاحدؒ وحدت الوجود کا عقیدہ رکھتے تھے۔ آپ نے مکتوبات میں یہ بھی فرمایا کہ شیخ حضرت خواجہ باقی باللہؒ ساری عمر وحدت الوجود پر قائم رہے۔ وصال سے صرف کئی دن پہلے وحدت الشہود کے قائل ہوئے۔ اب غور کا مقام ہے کہ اگر وحدت الوجود کفر ہوتا تو اتنے بڑے اولیاء اللہ کس طرح ساری عمر کفر پر قائم رہ سکتے تھے۔

Marfat.com

حضرت مجددؒ کا وحدت الشہود عین الیقین پر اور ابن عربی کا وحدت الوجود علم الیقین پر مبنی ہے

وحدت الوجود کے اثبات

میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ نے سب سے زیادہ اہم اور دلچسپ یہ بات کہی ہے کہ ہمارا وحدت الشہود عین الیقین کا نتیجہ ہے اور وحدت الوجود علم الیقین کا نتیجہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مجددؒ وحدتِ ذاتِ باری تعالےٰ کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرکے قائل ہوئے ہیں اور جو لوگ وحدت الوجود کے قائل ہیں وہ علمی یا منطقی دلائل سے قائل ہوتے ہیں۔ اب چونکہ علم الیقین سے عین الیقین زیادہ قوی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ثبوت وحدتِ وجود کے بارے میں زیادہ قوی ہے کیونکہ یہ چشم دید واقعہ ہے اور ان کے بقول ابن عربی کا وحدتِ وجود علمی یا منطقی استدلال کا نتیجہ ہے۔ چشم دید نہیں ہے کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

شنیدہ کے بود مانند دیدہ ترا دیدہ و یوسف را شنید

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے رسالہ وحدت الوجود موسوم بہ مکتوب مدینہ میں بھی وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے مابین اختلاف کو نزاع لفظی نہ کہ نزاع حقیقی قرار دیا ہے۔

شیخ آفندی اسماعیل بن عبداللہ رومی کے سوال کے جواب میں سب سے پہلے یہ لکھتے ہیں کہ حقیقتِ واحدہ یا ذاتِ واحدہ کو دو اعتبارات یا اصطلاحات سے ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ ایک اصطلاح وحدت الوجود ہے دوسری وحدت الشہود۔ آپ رسالہ کے صفحہ ۶، پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

"کچھ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ عالم جو اعراضِ مختلفہ کا ہدف و نشانہ ہے اس کی تہ میں ایک ہی حقیقت جاری و ساری ہے۔ جیسے موم سے انسان، گھوڑے اور گدھے کی صورتیں بنائی جائیں۔ یہ سب اگرچہ رنگ و روپ میں مختلف ہونگی مگر اصل میں ایک ہی قرار دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ موم ان سب میں مشترک ہے اور بنیاد کے طور پر پائی جاتی۔ ان صورتوں کے جب نام علیحدہ رکھے جاتے ہیں تو موم کا نام باقی نہیں رہتا۔ بلکہ اس کو انہی ناموں سے پکارا جاتا ہے لیکن دراصل ان صورتوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے اصل ہستی موم ہے۔ دوسرا گروہ حادث (موجودات)، اور قدیم ذاتِ حق کے مابین ربط و تعلق کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ یہ عالم دراصل اسماء صفات (الٰہیہ) کے اُن عکوس (جمع عکس)، وظلال (جمع ظل بمعنی سایہ) کے ہیں کہ اعدام متقابلہ آئینوں میں ارتسام پذیر ہوتے ہیں۔ مثلاً قدرت کا عدم عجز ہے۔ لہٰذا قدرت کی ضوفشانیاں عجز کے آئینے میں ہوں گی تو اس سے قدرت ممکنہ ظہور میں آجائے گی۔ موجودات واشیاء عالم، کی یہ توجیہہ کی جاتی ہے تو تمام صفاتِ وجود کو اس پر قیاس

Marfat.com

کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ پہلا نقطۂ نگاہ وحدت الوجود کہلاتا ہے اور دوسرا نقطۂ نگاہ وحدت الشہود کے نام سے موسوم ہے"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے خیال میں کشف پر مبنی یہ دونوں نتائج صحیح ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض حضرات یہ کہیں کہ وحدت الشہود کی یہ تائید شیخ ابن عربی کے اقوال سے نہیں ہو پاتی۔ ہم کہیں گے کہ یہ سراسر سہو (غلط) ہے۔ شیخ ابن عربی، ان کے تمام اتباع، تلامذہ (شاگرد) اور حکماسب اس کے قائل ہیں"۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ آگے چل کر صفحہ، ا پر وحدت الوجود کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"ہماری رائے میں یہ بات عقل اور کشف دونوں کی رُو سے صحیح ہے۔ مثلاً تم میدانِ جنگ پر نظر ڈال کر دیکھو، تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اس کی ساری رونق اور ہنگامہ آرائی "جسم" یعنی مادہ کی بدولت ہے۔ وہی قاتل ہے وہی مقتول (یعنی جسم انسانی کی ایک شکل (زید) قاتل ہے اور (بکر) مقتول ہے اور وہی آلہ قتل (تلوار جو مادہ سے بنی ہوئی) ہے۔ اسی طرح وہی راکب (سوار) اور وہی گھوڑا ہے اور وہی سیف وسنان ہے اور وہی حملہ کرنے والا اور وہی حملے کا نشانہ ہے"۔

اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:۔

"پھر یہی بات اگر جسم کے حق میں صحیح ہے تو وجود کے حق میں بھی بطریق اولیٰ صحیح ہونا چاہیے صوفیا جب یہ کہتے ہیں کہ العالمُ عین الحق" (یہ جہان حق تعالےٰ کا عین ہے) تو اس سے ان کی مُراد یہ نہیں ہوتی کہ ان موجودات یا تعینات (اشیاء) کی نفی کی جائے بلکہ صرف وہ یہ کہتے ہیں کہ حق تعالےٰ نے اس آب وگل میں ظہور فرمایا ہے[1]"

---

[1] حضرت مجدد الف ثانیؒ بھی عالم میں حق کے سوا کسی اور شئے کا وجود نہیں سمجھتے۔ ہر چیز کو وجودِ حق میں شامل سمجھتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ آپ کسی چیز کو حق کا عین نہیں کہتے اس وجہ سے کہ عین کہنے سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ بُت بھی عین خدا ہے اس لیے واجب عبادت ہے۔ یعنی وہ بت کو خدا کا نہ عین سمجھتے ہیں نہ غیر کیونکہ آپ غیرِ خدا کا وجود ہی تسلیم نہیں کرتے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے کہنے کا مطلب یہ بھی ہے کہ وحدت الوجود کے قائل صوفیاء کائنات کو عین خدا کہتے ہیں تو اُن کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے یہ سب حق تعالےٰ کا ظہور ہے۔ کسی چیز کو عین خدا سمجھ کر وہ ہرگز ہرگز قابلِ عبادت نہیں سمجھتے جس طرح کہ ہندو یا عیسائی اپنے اکابر کو خدا سمجھ کر پرستش کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کو وحدت الوجود سے کوئی عذر نہیں بلکہ لفظ عین کے استعمال سے عذر ہے کیونکہ اس سے غلط معنی لینے کا امکان ہے۔

Marfat.com

آگے چل کر صلا پر حضرت شاہ صاحب شیخ ابنِ عربیؒ اور جناب مجدد الف ثانیؒ کے درمیان لفظی فرق کی یوں تطبیق فرماتے ہیں:۔

"یہ کہنا کہ حقائق ممکنات (موجودات عالم) دراصل عکوس وظلال ہیں جو اعدام متقابلہ میں ارتسام پذیر ہوتے ہیں کسی طرح بھی شیخ ابن عربیؒ کی تصریحات کے خلاف نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

نیز حقائق ممکنات کو ان معنوں میں اسماء وصفات (الٰہیہ) کے عین مترادف قرار دینا کہ وجود خارجی میں ان کے عکوس وظلال پائے جاتے ہیں جنہیں اعیان ممکنات کہا جاتا ہے کسی انداز سے بھی شیخ مجددؒ کی تصریحات کے منافی نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم اگر چاہیں تو دونوں بزرگوں کے اقوال کو بکثرت اس سلسلے میں پیش کرسکتے ہیں"

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہؒ کے پوتے شاہ اسمٰعیل شہید بھی اپنی کتاب عبقات میں حضرت شیخ ابن عربیؒ اور حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے اقوال اور موقف میں تطبیق دیتے ہوئے عبقہ نمبر ۱۲ میں فرماتے ہیں:۔

"لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس اختلاف کی واقعی نوعیت کیا ہے۔ آیا یہ صرف نزاع لفظی ہے یا تعبیری - اختلاف ہے یا حقیقت اور واقعہ کا اختلاف ہے اس کے جواب میں متاخرین کا ایک گروہ جس نے زبردستی اپنے آپ کو صوفیوں کی جماعت میں داخل کر لیا ہے اور اصطلاحاً جن کو متصوفہ (بناوٹی صوفی) کہتے ہیں اُن لوگوں نے اختلاف کو حقیقی قرار دیتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ۔ ۔ ۔ ۔ ان دونوں فرقوں میں اختلاف ہے۔ اس کو دیکھ کر ایک عامی باور کرنے لگتا ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا اختلاف واقعی اختلاف ہے بات یہ ہے کہ۔ ۔ ۔ کہ شیخ اکبرؒ (ابن عربیؒ) جن کی طرف نظریۂ وحدت الوجود منسوب کیا جاتا ہے اور باور کرایا جاتا ہے کہ وہ خالق اور مخلوق کے درمیان اتحادی رشتے کے قائل ہیں انہی کی عبارتوں کا ایک ذخیرہ پیش کیا جاسکتا ہے جس میں انہوں نے خالق اور مخلوق کی مغائرت کو واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانیؒ جن کو وحدت الشہود کے نظریہ کا علمبردار سمجھا جاتا ہے۔ ان کے کلام میں بکثرت ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں جن میں مخلوق اور خالق کے اتحاد کی تصریح کی گئی ہے"

آگے چل کر حضرت شاہ اسمٰعیل فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

"بہرحال عارف جامیؒ[1] اور شیخ صدر الدین قونویؒ کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ یہ حضرات شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے نظریہ وحدت الوجود کے بڑے حامی ہیں لیکن اس وحدت الوجود کا واقعی مطلب جو ان حضرات نے خود بیان کیا ہے اور مجدد الف ثانیؒ جو کچھ فرماتے ہیں انصاف سے بتاؤ کہ ان میں کیا اختلاف ہے۔ دونوں کے مسلکوں میں کیا فرق ہے۔ ۔ ۔ بہرکیف خالق و مخلوقیت میں قیومیّت کے تعلق کو مان لینے کے بعد دونوں درست ہو جاتے ہیں یعنی یہ کہ خالق و مخلوق میں اتحاد بھی ہے اور یہ بھی کہ متوطن و محل و مقام نیز ماہیت کے لحاظ سے دونوں میں مغائرت بھی پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے ہر ایک دوسرے کا غیر بھی ہے۔ واقعہ یہی ہے جس کے دو پہلو ہیں۔ اور ہر ایک فریق ان دو پہلوؤں میں سے کسی ایک کی طرف زیادہ جھک گیا ہے۔"

در اصل جو لوگ وحدت الوجود کا انکار کرتے ہیں ان کا تعلق عوام سے ہے۔ ان کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ذاتِ حق جو خالص نور ہے کس طرح مادی اشیاء مثل زمین آسمان، پہاڑ وغیرہ کی شکل میں ظہور پذیر ہوئی ہے۔ لیکن آجکل کے سائنس کے زمانے میں اس بات کا سمجھنا آسان ہو گیا ہے۔ ہم روزانہ دیکھ رہے ہیں کہ ماہرین فن گیس کو ٹھوس اشیاء میں تبدیل کر رہے ہیں مثلاً یورپ میں قدرتی گیس سے پارچات اور برتن بنائے جاتے ہیں۔ یہ انسان کا کمال ہے اب خداوند عالم کے کمالات کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں جو حضرتِ انسان کا خالق ہے اور انسان سے کروڑ اور اربوں گنا زیادہ حکیم اور قدرت والا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آج کل ماہرین طبیعات PHYSICS نے جو اس علم کی جدید شاخ نکالی ہے اور جس کو وہ طبیعات جدید NEW PHYSICS کے نام سے موسوم کرتے ہیں اُن کا کہنا ہے کہ روشنی جو ٹھوس چیز نہیں ہے ان کے تجربوں میں بعض اوقات لہروں کی شکل اختیار کرتی ہے اور بعض اوقات ذرات کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ جب روشنی میں بھی یہ صفت موجود ہے کہ مادی ذرات کی شکل اختیار کرے تو نورِ ذاتِ حق کے لیے کیا مشکل ہے کہ مادی اشیاء کی شکل میں اس کا ظہور ہو۔

---

[1] مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ بھی حضرت مجدد کی طرح سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور شدت سے وحدت الوجود کے حامی ہیں۔ آپ کی کتاب "لوائح جامی" کا مضمون ہی وحدت الوجود ہے جو تمام سلاسل طریقت کے نزدیک ایک درسی کتاب سمجھی جاتی ہے اور بیشتر مشائخ نے لوائح جامی کے ایک بار نہیں چار چار پانچ پانچ بار درس حاصل کیے ہیں اور درس دیئے ہیں۔

Marfat.com

آج کل علم جدید طبیعیات NEW PHYSICS کے ذریعے سے ایسے حقائق کا انکشاف ہو رہا ہے کہ جن سے تصوّف کے حقائق کا ثبوت مل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ، امریکہ اور روس میں علم روحانیت پر تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے اور ماہرینِ فن روحانیت (صوفیاء کرام) کے اقوال اور روحانی مقامات کی تصدیق ہو رہی ہے جس سے اُن لوگوں پر اسلام کی حقانیت کا پتہ چل رہا ہے۔

تصوّف کے متعلق غلط فہمی کی چوتھی وجہ

تصوّف کے متعلق معترضین کو جو غلط فہمی ہوئی ہے اس کی چوتھی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ لفظ تصوف رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں مرّوج نہیں تھا۔ اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے کہ صرف علم تصوّف نہیں بلکہ تمام اسلامی علوم مثل تفسیر، حدیث، فقہ، بیان، کلام صرف و نحو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں وجود میں نہیں آئے۔ لیکن معنوی طور پر تمام صحابہ کرام ان سے آگاہ تھے تمام علوم بعد میں مرتب ہوئے

غلط فہمی کی پانچویں وجہ

تصوّف کے متعلق غلط فہمی کی پانچویں وجہ یہ ہے کہ بقول مستشرقین اسلام کے اوائل میں زہد و تقویٰ پر زور دیا جاتا ہے لیکن صوفی لوگوں نے عیسائی اور ہندو مذاہب سے عشق کا مسلک سیکھ کر زہد و تقویٰ ARTHODOXY کو ترک کر دیا اور عشق بازی میں مشغول ہو گئے۔ یہ بھی صوفیاء کرام کے خلاف سراسر بہتان اور غلط الزام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ صوفیاء اسلام نے زہد و تقویٰ ترک کیا اور نہ اسلام میں عشق کوئی اجنبی چیز ہے بلکہ مذہب اسلام کی بنیاد ہی عشق ہے جیسا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کُنْتُ کَنْزاً مَّخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ (میں ایک مخفی خزانۂ کمالات تھا مجھے اِس بات کی محبت ہوئی کہ میرا مشاہدہ ہو اس لیے خلق کو پیدا کیا) نیز قرآن میں حق تعالےٰ نے فرمایا کہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (جو ایماندار ہیں شدت کے ساتھ اللہ سے محبت کرتے ہیں) شدت محبت کا نام عشق ہے جو اسلام کا خاصہ ہے۔ نیز فرمایا: اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (اگر تم اللہ سے محبّت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا یعنی تم محبوب خدا بن جاؤ گے) غرضیکہ قرآن میں عشق الٰہی کی آیات بے شمار ہیں اسی طرح حدیث میں بھی عشق الٰہی پر زور دیا گیا ہے۔ رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبات میں یہ حدیث بار بار دہراتے تھے۔ اَلَا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا مُحَبَّۃَ لَہٗ (خبردار جس کے دل میں محبت نہیں وہ مسلمان نہیں)

Marfat.com

لہٰذا صوفیاء کرام نے جب عشق و محبتِ الٰہی پر زور دیا تو یہ عین اسلام اور قرآن کا تقاضا ہے اسی طرح زہد و تقویٰ اور پابندیِ شریعت میں بھی صوفیاء ضرب المثل رہے ہیں۔ بلکہ یہ جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات عبادت میں کھڑے رہتے تھے جس سے آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آجاتا ہے۔ اس سنت پر جس طرح صوفیاء نے عمل کیا ہے۔ علماء ظواہر اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں کرنے پاتے۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی ہے اسی طرح حضرت غوث الاعظم سیدنا عبد القادر جیلانیؒ نے بھی پچاس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ نیز حضرت غوث الاعظم نے تیس برس تک ہر رات ایک قرآن ختم کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب مجھ پر نیند کا غلبہ ہوتا تھا تو دیوار میں کیل گاڑھ کر اُسے پکڑ لیتا تھا اور ایک ٹانگ پر کھڑا ہو جاتا تھا۔ مستشرقین کو شاید یہ معلوم نہیں کہ صوفیاء کرام پر بعض اہلِ ظاہر نے جو آج کل اپنے آپ کو مزاج شناسِ رسول کہتے ہیں اُلٹا یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کے مختصر سے عبادت کے پروگرام کو کس قدر طویل اور مشکل بنا دیا ہے کہ ساری رات جاگتے ہیں، سارا دن روزہ رکھتے ہیں، گوشہ نشینی اختیار کرتے ہیں، نفس کشی کرتے ہیں۔ اسلام میں اہلِ ظاہر کہتے ہیں کہ یہ کہاں جائز ہے یہ تو اپنے آپ کو سزا دینا ہے۔ ان صاحبان نے شاید قرآن مجید کی آیت نہیں پڑھی تَتَجَافیٰ جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (رات کو اپنے پہلوؤں کو بستروں سے جُدا رکھتے ہیں) نیز فرمایا کہ یَبِیْتُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ (رات بھر اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں) شاید انہوں نے سورۃ مزمل کی شروع کی آیات بھی نہیں دیکھیں جس میں حکم آیا ہے کہ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا نِّصْفَهٗ (رات کو عبادت کر و نصف شب یا اس سے زیادہ یا کم) معلوم ہوتا ہے کہ ان علماء کرام نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ بھی نہیں کیا کہ آپ کس طرح مسلسل طے کے روزے رکھتے تھے۔ ساری رات عبادت میں کھڑے گزار دیتے تھے۔ جب کھانا تناول فرماتے تھے تو نہایت سادہ اور اکثر نانِ جویں پر مشتمل ہوتا تھا۔ خوابِ راحت فرماتے تو بوریا ممنونِ راحت ہوتا جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا ہے ؎

بوریا ممنونِ خوابِ راحتش تاجِ کسریٰ زیرِ پائے اُمتش

(آپ کا بچھونا ٹاٹ تھا حالانکہ قیصر و کسریٰ کے تاج آپ کی اُمت پاؤں کے نیچے روندے جا رہے تھے)

آنحضرت کی رہائش گاہ ایک چھوٹا سا مٹی کا بنا ہوا حجرہ تھا جس کی نہ چھت تھی نہ دروازہ، چھت کی بجائے کھجور کے پتے اور بکری کے بالوں کے بوریا ڈالے گئے تھے۔ جب حضرت عمرؓ کو حضورِ اقدس صلعم کے خانہ مبارک کے اندر جانے کا شرف حاصل ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ چٹائی پر سو کر اُٹھے

Marfat.com

ہیں اور جسم مبارک پر لال نشان پڑے ہوتے ہیں یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ پر گریہ طاری ہو گیا ہے اور عرض پرداز ہوتے کہ حضور قیصر و کسریٰ تو آرام سے زندگی بسر کریں اور آپ کا یہ حال ہے کہ جسم سے خون بہہ رہا ہے۔آپ نے فرمایا کہ اے عمر میں چاہتا ہوں کہ دنیا میں مشقت برداشت کروں تاکہ آخرت بہتر ہو سکے۔

خود حضرت عمرؓ کی اپنی مجاہدانہ زندگی کا یہ عالم تھا کہ اُونی لباس زیب تن کرتے تھے اور جَو کی روٹی کھاتے تھے اور ہر نوالے کے بعد پانی کا گھونٹ لیتے تھے تاکہ نوالہ حلق سے نیچے اُتر سکے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج کل کے علماء خود تو رسول خدا صلعم اور صحابہ کرام کے سے مجاہدات نہیں کر سکتے۔ کولر، ٹی وی، اور فرج کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ اور جو صوفیاء کرام سنت پر عمل کرتے ہیں تو ان کے خلاف طرح طرح کے اعتراض کرنے اور الزام لگانے کی جرأت کرتے ہیں۔اس پر طرہ یہ کہ خود کو مزاج شناس رسولؐ کا لقب دے کر جس حدیث کو چاہیں صحیح کہہ دیتے ہیں اور جس کو چاہیں غلط قرار دیتے ہیں خواہ محدثین کے نزدیک وہ احادیث کس قدر معتبر اور قوی کیوں نہ ہوں۔

عیسائی اربابِ روحانیت اور علماء کے مابین اختلاف

دوسری بات یہ ہے کہ صوفیاء اور علماء اسلام کے مابین اگر کچھ اختلاف رہا بھی ہے تو وہ فروعات پر تھا نہ کہ اصُول پر۔ اسلام کے بنیادی عقائد میں کسی صُوفی کو علمائے شریعت سے کوئی اختلاف نہیں رہا۔تاریخ اسلام شاہد ہے۔

اس کے برعکس عیسائی اربابِ روحانیت اور عیسائی علماء کے مابین فروعات پر نہیں اصُولی باتوں پر شدید اختلافات رہے ہیں۔لیکن اپنے اختلافات پر پردہ ڈال کر انہوں نے صوفیاء اور علمائے شریعت کے معمولی سے اختلاف کو اس لیے بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے کہ ان کو خارج از اسلام ظاہر کر کے بیرونی اثرات کا گرویدہ ظاہر کیا جاتے اور اسلام پر عیسائی مذہب کی نام نہاد برتری ثابت ہو سکے۔ اب ہم عیسائی مصنفین کی تحریرات سے ثابت کریں گے کہ جہاں مسلم صوفیاء اور علماء کے مابین کوئی اختلاف تھا اگر تھا تو محض معمولی فروعی اختلاف تھا لیکن عیسائی علماء اور اربابِ روحانیت کے درمیان اصُولی عقائد پر شدید اختلافات رہے ہیں اور اب بھی موجود ہیں۔

مسٹر ای۔ہرمن E. HERMAN اپنی کتاب Meanings of Mysticism میں لکھتے ہیں:۔

Marfat.com

"عیسائی علماء کا ایک فرقہ جن میں پرنسپل فارسیتھ Forsyth اور پروفیسر اومان Oman جیسے علماء بھی شامل ہیں ، شدت سے اس تحریک کے علمبردار ہیں کہ روحانیت Mysticism کا عیسائیت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور شدت سے اس کا مقابلہ کیا جائے تاکہ عیسائی مذہب کو کمزور ہونے سے بچایا جا سکے ۔ لیکن ، اس فرقے کی مخالفت میں ایک اور فرقہ کھڑا ہو گیا ہے جس میں ڈاکٹر انگ (ING) ڈاکٹر گواٹکن (GWATKIN) اور کینن مابرلی CANON MOBERLY اور ابھرتے ہوئے نوجوان شامل ہیں ۔ یہ لوگ شدت سے اس بات پر قائم ہیں کہ مسٹی سزم عیسائی مذہب کا بنیادی عنصر ہے اور علماء کو ہر طریقے سے اس کی طرف لوٹانا چاہیے ۔"

اوّل الذکر گروہ کا خیال یہ ہے کہ عیسائی مسٹی سزم میں بنیادی خامی یہ ہے کہ اس سے رہبانیت کو فروغ حاصل ہوتا ہے جس کے متعلق مصنف مذکور لکھتے ہیں کہ :-

"عیسائی مذہب کے اکابر پیشوا نے ایسی زندگی پسند کی ہے کہ جس میں عوام کی خوشی اور غمی میں شریک ہونا گناہ سمجھتے ہیں اور لوگوں کے گناہوں اور غلط کاریوں سے سخت بے تعلقی برتتے ہیں ۔ سب سے بڑے عیسائی روحانی پیشوا سینٹ آگسٹائن کا قول ہے کہ "خدا سے محبت کرو باقی جو جی میں آئے کرو ۔" ایک اور روحانی پیشوا کا کہنا ہے کہ "خدا کے لیے خدا کو ترک کر دو ۔"

اس کے بعد مصنف مذکور بعض جرائم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"سب سے پہلی بات یہ ہے قرونِ وسطیٰ کے اکثر روحانی پیشواؤں کا تعلق پادریوں کی اُس جماعت کے ساتھ تھا جو (Inquisitional Clergy) کے نام سے مشہور تھی (یعنی وہ پادری جنہوں نے ترقی پسند [illegible] وں کو چن چن کر کلیسا کی عدالتوں میں سزائیں دیں اور موت کے گھاٹ اتار [illegible] پادری سے اُن گناہوں کی پاداش میں نکالے گئے تھے جن گناہوں کی وجہ دوسروں کو سزا دینا چاہتے تھے ۔"

"ان میں سے سب سے زیادہ بدنام جان ڈے برن John De Brun تھا جس کی غلط کاریاں خود اُس کو اور اس کی جماعت کو زیادہ بدنام کرتی ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے کہ جن کو بدنام کرنے کی وہ کوشش کر رہے تھے ۔ اس فرقے کی بدعنوانیاں Antinomianism روحانی پیشواؤں کی بدعنوانیوں [illegible] سے کہیں زیادہ ہیں

مسٹر کوٹ COAT روحانی پیشواؤں پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ وہ اپنے خیال سے اس قدر خدا رسیدہ ہو چکے ہیں کہ بیچارے گناہ گاروں کو گناہ کی دلدل میں پھنسا دیکھ کر ذرا بھر ترس نہیں کرتے ۔

عصر حاضر کے ایک اور مصنّف والٹر سٹیس WALTER STACE اپنی کتاب Teachings of Mysticism میں لکھتے ہیں کہ:۔

"بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ مسٹی سزم عیسائی مذہب کا حصّہ ہے لیکن یہ خیال غلط ہے ۔ ۔ ۔ ۔ مسٹی سزم کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد فرائض اور ذمّہ داریوں سے راہِ فرار ہے ۔ روحانی پیشواؤں پر یہ الزام لگائے جاتے ہیں کہ وہ اپنی روحانی کیفیت میں مست ہو کر نہ صرف اپنے غموں کو بھُول جاتے ہیں بلکہ اپنے بھائیوں کی ضروریات اور مصائب کو بھی بھُول جاتے ہیں ۔ غرضیکہ ان کی زندگی بنیادی طور پر خود غرضانہ ہے ۔"

اس کے برعکس علمائے اسلام نے صوفیاء پر جو اعتراضات وارد کیے ہیں وہ یہ نہیں کہ صوفی لوگ زہد و تقویٰ سے گریز کرتے ہیں ۔ نہ ہی اُن کے خلاف کوئی یہ شکایت کرتا ہے کہ عوام کے دُکھ درد میں شریک نہیں ہوتے کیونکہ وہ سب سے زیادہ حق تعالےٰ اور اس کی مخلوق سے محبّت کرنے والے ہیں ۔ البتہ ابتدائی چند برسوں کے لیے وہ اپنے فن (فنِ روحانیت) میں کمال حاصل کرنے کے لیے گوشہ نشینی اختیار کر لیتے ہیں جیسا کہ دُنیا کے ہر فن میں کمال کے حصُول کے لیے عزلت کی ضرورت پڑتی ہے لیکن جب وہ سلوک تمام کر لیتے ہیں تو خدمتِ خلق میں سب سے زیادہ کمربستہ وہی نظر آتے ہیں کیونکہ تزکیۂ نفس کی وجہ سے ان کی خدمت بے لوث ہوتی ہے ۔ تاریخ شاہد ہے کہ صوفیاء کرام اور مشائخ عظام نے امراء اور رؤسا اور حکمرانوں کی دشمنی مول لے کر ہمیشہ غرباء، فقراء اور بے کسوں کی امداد کی ہے ۔ اور نہ ہی صوفیاء کرام پر تاریخ اسلام میں کسی نے یہ الزام لگایا ہے کہ وہ جرائم میں مبتلا تھے ۔ کیونکہ وہ سب سے زیادہ خوفِ خدا رکھنے والے اور خلقِ خدا سے محبّت کرنے والے تھے ۔ یہاں تک کہ ہر دور میں عوام اور خواص کو ان حضرات سے والہانہ محبّت رہی ہے کسی ولی اللہ کا نام لیتے ہی لوگوں کے دِلوں میں ادب و احترام کے جذبات بھر جاتے ہیں ۔ اسلامی دنیا میں اولیاء کرام کی عزّت اور عظمت کا یہ عالم ہے کہ جب کوئی شخص ان کا نام لیتا ہے یا لکھتا ہے تو ان کے لیے " حضرت شیخ "، " فلاں " رحمتہ اللہ علیہ " جیسے الفاظ لازماً استعمال کرتا ہے اگر دُنیائے اسلام میں کسی صوفی کی مذمت کی گئی ہے تو نام نہاد، گندم نما جَو فروش صُوفی ہیں ۔

Marfat.com

جن کا مکاری پیشہ ہوتا ہے، عیاری جن کی عادت ہے اور سادہ لوح مسلمانوں کی کھال اُتارنا اُن کا شیوہ ہوتا ہے۔ یہ لوگ ہرگز صوفی کہلانے کے مستحق نہیں ہیں اور نہ ہی کوئی شخص ان کی قدر و منزلت کرتا ہے۔ یہ لوگ اسلام کے دشمن ہیں اور مسلکِ تصوّف کے بدنام کرنے والے ہیں۔ تصوّف اور صوفیائے کرام سے ان کو دُور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔

غرضیکہ تصوّف اور شریعت کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جن لوگوں کو شریعت سے اختلاف رہا ہے یا جن کا عمل شریعت کے خلاف رہا ہے وہ صوفی نہیں بلکہ مکار اور دھوکا باز راہزن ہیں جو صوفیائے کرام کا لبادہ اوڑھ کر شکار کرنے کے عادی ہیں۔

ہم اس بات کے بھی معترف ہیں کہ بعض علمائے شریعت نے شروع میں تصوّف سے اختلاف کیا ہے لیکن بعد میں اندرونی بصیرت کے آتے ہی انہوں نے اپنا رویہ بدل دیا اور تصوف کی حمایت میں کمربستہ ہو گئے۔ ان حضرات میں امام غزالیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، حافظ ابن قیمؒ، قاضی شوکانی یمنی اور امام جوزی شامل ہیں۔

امام غزالی کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے ابتدائی زمانے میں تصوّف کی مخالفت کے باوجود آپنے عمر کے آخری دَور میں تصوّف پر احیاء العلوم جیسی بے نظیر کتاب لکھی جس میں انہوں نے تصوّف کو عین اسلام اور جانِ شریعت قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام احمد بن حنبل شروع میں تصوّف کے خلاف تھے لیکن بعد میں انہوں نے حضرت بشر حافی جیسے صوفیاء کرام سے روحانی فیض حاصل کیا۔

حافظ ابن قیمؒ نے جو امام تیمیہ کے شاگرد ہیں بعد میں صوفی مشرب اختیار کیا اور کتاب الروح تصنیف کی جو روحانیت سے لبریز ہے۔ نیز انہوں نے مشہور صوفی بزرگ شیخ الاسلام حضرت شیخ عبداللہ انصاری ہرویؒ کی کتاب منازل السالکین کی عارفانہ انداز میں شرح لکھی ہے جو حقائق تصوف سے لبریز ہے۔ اسی طرح امام شوکانی یمنی جو امام ابن تیمیہ کے مسلک پر تھے بعد میں تصوّف کے حامی ہوئے یہاں تک کہ ابن عربیؒ کے مسئلہ وحدت الوجود کے بھی قائل ہو گئے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

غلط فہمی کی چھٹی وجہ

تصوّف کے متعلق مستشرقین کی غلط فہمی کی چھٹی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نہ اسلام کو اور نہ پیغمبر اسلام کے مشن کو سمجھا ہے۔ وہ لوگ اسلام کو عیسائی مذہب کے معیار پر اور پیغمبر اسلام کے مشن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشن کے معیار پر قیاس کرتے ہیں حالانکہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کل تینتیس برس تھی۔ آپ کو تیس سال کی عمر میں نبوت ملی اور آپ کی نبوت کی مدت کل تین سال ہے۔ اب آپ خود قیاس فرما سکتے ہیں کہ ان تین سالوں میں آپ کیا کچھ کر سکتے تھے۔ حق بات یہ ہے کہ جو کچھ جزوی

Marfat.com

طور پر ہر ایک نبی علیہ السلام کے سپرد تھا اس کو پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منصب میں اجتماعی طور پر شامل کر دیا گیا کسی نے خوب کہا ہے ؂

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ہر نبی علیہ السلام میں جو خوبی انفرادی طور پر موجود تھی وہ تمام خوبیاں بیک وقت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ علیہ السلام کی ذاتِ بابرکات میں مجتمع کر دی گئی ہیں۔

مکمّل ضابطہ حیات

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خدا کے آخری نبی ہیں خداوند تعالےٰ نے آپ کے ذریعے انسانی زندگی کے لیے مکمل ضابطہ حیات نازل فرمایا ہے جو تمام دنیاوی اور روحانی ضروریاتِ زندگی کے قواعد و ضوابط پر مشتمل ہے۔ چونکہ جہانداری اور جہانبانی کے تمام قوانین انسانی زندگی کا جزوِ اعظم ہیں۔ سیاست سے لے کر اقتصادیات، اخلاقیات، اور معاشرت تمام امورِ زندگی کے لیے شریعت اسلامیہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جب خدائی قانون کے مطابق بت پرستی، زنا، جوا، شراب خوری، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے جیسے قبیح اور بھیانک جرائم حرام قرار دیئے گئے تو ظاہر ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی شدید مخالفت ہوئی جس کا لازمی نتیجہ تصادم تھا اور تصادم ہو کر رہا۔ راہِ خدا میں برائی کو مٹانے کے لیے جو تصادم پیش آیا قرآن حکیم نے اُسے جہاد فی سبیل اللہ کا نام دیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جرائم کا قلع قمع کرنے اور امن و امان بحال کرنے کی خاطر حملہ آوروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور کئی معرکے پیش آئے جن میں فتح اسلام کو ہوئی۔ لیکن دشمنانِ اسلام نے جب اسلام اور پیغمبر اسلام کے اس مشن کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے مشن پر پرکھنے کی کوشش کی تو ان کو زمین و آسمان کا فرق نظر آیا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا مسلک ترک تھا۔ آپ نے نہ شادی کی نہ اولاد تھی، نہ آپ کا کوئی گھر تھا نہ گھاٹ۔ جہاں رات ہو جاتی تھی آرام فرما لیتے تھے۔ نہ آپ کے مشن میں جہاد تھا نہ آپ نے جہاد کیا۔ آپ کی تعلیمات کا انحصار صرف پند و نصیحت پر تھا۔ چنانچہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی اس راہبانہ زندگی۔ کے مقابلے میں جب عیسائی لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجاہدانہ زندگی کا موازنہ کیا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے خلاف طرح طرح کے الزام لگانا شروع کیے۔ مثلاً ایک عیسائی مؤرخ لکھتا ہے کہ:

Muhammad would have been a superman had he not scumm to lust for power.

(اگر محمدؐ کو ملک گیری کی ہوس نہ ہوتی تو وہ انسان سے بھی برتر ہستی ہوتے۔)

Marfat.com

اِن نادانوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملک گیری کی ہوس ہوتی تو وہ بغیر جہاد کیے پہلے دن ہی پوری ہو چکی ہوتی کیونکہ قریش مکہ نے آپؐ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرنے کی پیش کش کی تھی۔ قریش نے کہا کہ اگر آپ ہمارے بتوں کو بُرا کہنا چھوڑ دیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرتے ہیں۔ آپ ہم سے جس قدر دولت چاہیں لے سکتے ہیں اور جس عورت کو آپ پسند کریں ہم دینے کو تیار ہیں۔ لیکن آپ نے وہی جواب دیا جو ایک جلیل القدر پیغمبر دے سکتا ہے۔ آپ نے اس پیش کش کو اِن الفاظ میں ٹھکرا دیا:-

"اگر تم لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند رکھ دو تو پھر بھی میں اپنے رب کا پیغام دینے سے باز نہیں آؤں گا"

غلط فہمی کی ساتویں وجہ

تصوف کے متعلق مستشرقین کی غلط فہمی کی ساتویں وجہ صوفیاء کرام کا مسلکِ اخفا ہے۔ سلاطین بنی اُمیہ اور بنی عباس کے زمانے میں تو مشائخ طریقت نے اس لیے اخفا سے کام لیا اور اپنی تمام کارروائیوں کو پوشیدہ رکھا کہ بادشاہ لوگ ان کے گرد لوگوں کے ہجوم اور بیعت وغیرہ کو دیکھ کر اُن سے بدظن ہو جاتے تھے اور بغاوت کے خیال سے اس قسم کے اجتماعات کو کچل دیتے تھے۔ اس لیے یہ حضرات اپنے مسلک اور حرکات و سکنات کو مخفی رکھتے تھے لہٰذا مسلکِ طریقت کا زیادہ چرچا نہ ہوا۔ مشائخ کی جانب سے اخفا کی دوسری وجہ ان کا روحانیت کے میدان میں کمال عروج تھا۔ چونکہ مشائخ کی زبردست اکثریت ایسے کاملین واصلین اور مقربین کی تھی جو کشف و کرامات کو بازیچۂ اطفال سمجھ کر خود بھی اس سے باز رہتے تھے اور اپنے حلقہ کے لوگوں کو بھی باز رکھتے تھے، انہوں نے کم ظرفی اور اظہار کشف و کرامات کو پاس نہ پھٹکنے دیا اور کمال اخفا سے کام لیا جس کی وجہ سے ان کا مسلک اور ان کے عظیم الشان کارنامے لوگوں کی نگاہوں سے اکثر و بیشتر مخفی رہے اور دشمنانِ اسلام نے سمجھا کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اور جن صوفیاء سے کشف و کرامات بے ساختہ سرزد ہوئے انہوں نے ان کو حقیقی صوفی سمجھا لیکن اُن پر یہ الزام بھی لگا دیا کہ چونکہ اسلام کی سرزمین روحانیت سے خالی اور بالکل بنجر تھی ان لوگوں نے عیسائی اور ہندو اربابِ روحانیت کی خوشہ چینی کی ہے۔ اُن کو یہ معلوم نہیں تھا کہ جن حضرات نے کشف و کرامات کو چھپایا وہ تو روحانیت کے بلند ترین مقام یعنی بقا باللہ پر فائز تھے اور جان بوجھ کر کشف و اظہار سے پرہیز کرتے تھے اور یہی وہ چیز ہے جو پیغمبرِ اسلام علیہ السلام اور صحابۂ کرام کی خاص شان تھی اور اسی خصوصیت کو اکابر مشائخ اسلام نے قائم رکھا۔

Marfat.com

ان حضرات کے کمال اخفا کی دوسری وجہ یہ تھی بندہ اور مولا کے درمیان یا بالفاظ دیگر عاشق و معشوق اور محب اور محبوب کے درمیان جو رشتہ ہوتا ہے وہ نہایت نازک اور پوشیدہ رکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ یہ اُن کا ذاتی تجربہ تھا کہ جب بھی کسی بُزرگ کی طرف سے عشق و محبّت کا راز و نیاز ظاہر کیا گیا حق تعالےٰ کی طرف سے ان پر عتاب نازل ہوتا تھا اور مراتب سلب کر لیے جاتے تھے

اولیاء کرام کا مقولہ ہے کہ ایک نبی کو حکم ہوتا ہے کہ اپنی نبوّت کا اعلان کرے اور ولی کو حکم ہوتا ہے کہ اپنی ولایت کو چھپائے رکھے۔ اکابر اولیاء کا ظرف اس قدر بلند تھا کہ انہوں نے کبھی بھی مغلوب الحال ہو کر اپنے باطنی حال و مقام کو لوگوں پر ظاہر نہ ہونے دیا بلکہ شراب وصل کے جس قدر پیالے پیتے تھے ہل من مزید کے نعرے لگائے جاتے تھے۔ اور یہی پیغمبر اسلام علیہ السلام کی خصوصیّت ہے۔ آپ کو بقا باللہ یعنی عبدیّت میں کمال تھا۔ اس لیے نہ مغلوب الحال ہوئے نہ آپے سے باہر آئے۔ آپ کی سُنّت میں اکابر اولیاء کا بھی یہی دستور رہا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب رسول خدا صلعم، صحابہ کرام اور تابعین، تبع تابعین حضرات کے کمال اخفا کی وجہ سے دشمنانِ اسلام کو کشف و کرامات اور غلبۂ حال کی کوئی شالین نظر نہ آئیں تو انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اسلام روحانیت سے خالی ہے اور جو کچھ صوفیوں کو ملا ہے باہر سے ملا ہے۔ یہ جہالت کی انتہا ہے۔

غلط فہمی کی آٹھویں وجہ

تصوّف کے متعلق غلط فہمی کی آٹھویں وجہ یہ ہے کہ صوفی شعراء نے جب اپنی بلند روحانی واردات یعنی مشاہدات، تجلیات، حقائق، معارف، اسرار و رموز کو انسانی زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے عشق حقیقی کی داستانوں کیلئے وہی الفاظ استعمال کیے جو عشق مجازی کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ مثلاً محبوب حقیقی کو انہوں نے بُت اور صنم کے ناموں سے ظاہر کیا۔ قرب حق میں جو مستی، محویت اور استغراق ہوتا ہے اس کو انہوں نے شراب کا نام دے کر ظاہر کیا، اسی طرح محبوب حقیقی کی طرف سے بے اعتنائی اور شدت کو انہوں نے تیغ اور تیر کا نام دیا اور تجلیاتِ حسن حقیقی کو انہوں نے معشوق کے خد و خال اور لب لعل کا نام دیا کیونکہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ غالب نے اسی مشکل کو ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے ؎

ہر چند کہ ہو مشاہدۂ حق میں گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

دوست کے رُخ انور کو صوفی شعراء نے اسلام کا نام دیا اور اس کی تعیّ[illegible] زلفوں سے تشبیہ دے [illegible]ر انہوں نے اُسے [illegible]ر کیا۔ کیونکہ تعینات (اشیاء عالم) کی آڑ

Marfat.com

میں خالقِ عالم نے اپنے آپ کو چھپا رکھا ہے۔ انہوں نے زلفوں یا تعینات میں مشغول ہونے کو کفر قرار دیا۔ چونکہ محققین صوفیاء کرام کے نزدیک وحدت الوجود حق ہے اور چونکہ مجاز کی دنیا میں انہوں نے شریعت کی پابندی لازمی سمجھ کر جو عبادت کی اس کو انہوں نے کفر کہا، کفر اس لیے کہا کہ حقیقت میں چونکہ وجود ایک ہے جو خدا کا وجود ہے اور حقیقت کی دنیا میں نہ کوئی ساجد ہے نہ معبود، نہ عابد ہے نہ معبود۔ لیکن جب عروج سے نزول اور فنا سے بقا کی طرف یہ حضرات لوٹتے تھے تو حقیقت کو یعنی وحدتِ وجود کو ترک کر کے کثرتِ وجود میں آتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں تو وہ لوگ اپنے اس فعل کو کفر کا نام دیتے ہیں۔ کفر کے معنی بھی چھپانے کے ہیں چونکہ وہ حقیقتِ وحدت کو چھپا کر مجازی اور اعتباری کثرت میں آتے ہی اس لیے اپنے آپ کو کافر کہتے ہیں تاکہ لوگ ان کو ملامت کریں اور ان کا راز چھپا رہے۔ اب یہ وہ چیز ہے کہ جس سے بڑے بڑے عقل مندوں کے وضو ٹوٹ جاتے ہیں اور حیران ہو کر یہ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ فی الواقع یہ صوفی لوگ کافر ہو گئے۔ چنانچہ ایک صاحب کا شعر ہے ؎

کافر نشدی لذتِ ایماں چہ شناسی خود را نہ پرستی عرفاں چہ شناسی
امروز نہ دیدی تو اگر روئے صنم را فردا القیامت رُخِ جاناں چہ شناسی

ظاہر ہے کہ اس کفر سے مراد کفر حقیقی ہے یعنی جب تک تو مقام فنا فی اللہ اور وحدت الوجود کو ترک کر کے عبادتِ الٰہی میں مشغول نہیں ہوگا ایمان کی لذت نہیں پا سکتا۔ یہاں مقام فنا اور وحدت الوجود کے ترک کو کفر کہا گیا ہے اور خدا کی پرستش کو اپنی پرستش کہا گیا ہے کیونکہ مقام فنا میں وہ ذاتِ حق کے ساتھ ایک ہو چکا تھا۔

غرضیکہ صوفیاء کرام کے اس قسم کے بے ساختہ یا دانستہ محیّر العقول اقوال سطحی نظر کے لوگ ہرگز نہیں سمجھ سکتے۔ اور طرح طرح کے شکوک و شبہات کا شکار ہو کر غلط فہمیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

خصوصی الزامات اور جوابات

اب ہم مستشرقین کے خصوصی الزامات کا جائزہ لے کر قارئین کرام کے سامنے ان الزامات کے وہ جوابات پیش کرتے ہیں جو خود منصف مزاج اور اعتدال پسند مستشرقین نے دیئے ہیں۔

رچارڈ ہارٹ مین کے عائد کردہ الزام

RICHARD HERTMANN نے اپنی کتاب AL QUSHAIRIS DASTELLUNG DES SUFILMUS میں لکھا ہے۔

"چونکہ ابوعلی سندی مشہور صوفی بزرگ بایزید بسطامی کا استاد تھا اس سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوا کہ تصوف کی اصل ہندو مذہب ہے"

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنا بڑا عالم فاضل اور اس قسم کا بودا استدلال کہ چونکہ شیخ بایزید کا استاد ابوعلی سندی تھا اس لیے تصوف ہندو مذہب کی پیداوار ہے۔ کیا تمام مسلمان جو برصغیر ہند و پاکستان میں رہے ہیں یا رہتے ہیں ہندو مذہب کے مرہون منت ہیں۔ اگر ہارٹ مین صاحب نے تاریخ اسلام کے ورق الٹانے کی زحمت گوارا کی ہوتی تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ برصغیر کے علماء مشائخ نے ہندوؤں کے ساتھ کفر و اسلام کی کتنی جنگیں لڑی ہیں خاص طور پر برصغیر کے صوفیاء کرام نے ہندو جوگیوں اور روحانی پیشواؤں کو نیچا دکھا کر ہزاروں لاکھوں ہندوؤں کو نور اسلام سے مشرف کیا۔ لیکن ساری تاریخ اسلام پر پانی پھیر کر ہارٹ مین صاحب کو صرف یہی کمزور ترین شہادت کا سہارا ملا ہے کہ چونکہ ابوعلی سندھ کے باشندہ تھے اس لیے ساری اسلامی دنیا یعنی عرب، ترکستان، افریقہ، چین، ہر جگہ کے صوفیاء پر صرف ایک صوفی بایزید بسطامی چھا گئے اور سب پر ابوعلی سندھی کا مسلک مسلط کر دیا۔ کیا ہم فاضل مصنف سے پوچھ سکتے ہیں کہ بایزید بسطامی سے پہلے جو صوفیاء کرام ہو گزرے ہیں ان پر ابوعلی سندھی اور بایزید بسطامی کے اثرات کیسے چھا گئے اور انہوں نے کس طرح تصوف کا مسلک اختیار کر لیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسلامی دنیا اور اسلامی تاریخ میں کہیں حضرت بایزید بسطامی کے شیخ ابوعلی سندھی کا نام نہیں ملتا۔ معلوم نہیں جرمنی کے ہارٹ مین صاحب نے یہ بات کہاں سے حاصل کی۔ تاریخ اسلام تو یہ کہتی ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کو حضرت امام جعفر صادق رضؓ کی روحانیت سے فیض حاصل ہوا ہے۔

Marfat.com

انگلستان کے نامور مصنف اور مستشرق اعتدال پسند پروفیسر آربری نے بھی اسی بات پر ہارٹ مین کو چیلنج کیا ہے اور اپنی کتاب مقدمہ تاریخ تصوف میں لکھا ہے :-

"معلوم نہیں کس وجہ سے ہارٹ مین نے یہ سمجھ لیا کہ "نسبت سندی" کا مرجع ہندوستان کا صوبہ سندھ ہے۔ اس سے زیادہ قرین قیاس تو یہ بات ہے کہ سند ایک بستی کا نام ہے جو بسطام کے قریب ہے اور ابی ووذ سے زیادہ دور نہیں ہے جیسا کہ "یاقوت ماتجم البلدان" کی جلد پانچ ص۱۵۸ میں درج ہے۔ چونکہ سند اور بسطام دونوں گاؤں ایک دوسرے کے قریب صوبہ خراسان میں واقع ہیں یہ ہوسکتا ہے کہ بایزید ساکن بسطام نے ابوعلی ساکن سند سے سبق حاصل کیے ہوں۔"

ہارٹ مین کے دیگر الزامات

ہارٹ مین نے تصوف کے خلاف دیگر الزامات یہ لگائے ہیں کہ تصوف کی اصل زرتشت ہے۔ یہودی قبالہ ہے، عیسائی مسٹی سزم ہے اور نوافلاطونیت ہے۔ دیکھیے ایک ہی سانس میں انہوں نے تصوف کے کتنے باپ گنوا دیتے ہیں۔ کیا یہ تضاد بیانی نہیں ہے اور کیا ان کا ایک نظریہ THEORY دوسرے نظریات کو خود بخود ختم نہیں کر دیتا۔ افسوس ہے کہ اپنی تضاد بیانی SELF CONTRADICTION کو فاضل مصنف نے محسوس نہ کیا۔

ہارٹ مین کے اس الزام کے متعلق پروفیسر آربری کتاب مذکور میں لکھتے ہیں کہ :-

یہ دیکھ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اول تو یہ تمام نظریات ایک دوسرے کی نفی کرنے والے یعنی HETROGENEOUS ہیں۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ ان متضاد نظریات کو کیسے یکجا کیا جاسکتا ہے اور کیسے کس جوڑ توڑ سے مرتبے کو تصوف کا نام دیا جاسکتا ہے۔ اس سوال کا جواب ہارٹ مین یہ دیتے ہیں کہ اس کام کے ذمہ دار جنید بغدادی ہیں۔ لہٰذا ہارٹ کا مقصد یہ ہے کہ اب ان تمام شواہد کو جمع کر کے تجزیہ کیا جائے۔ ممکن ہے کہ شاید ہمیں تصوف کی اصل کا کوئی ثبوت مہیا ہو سکے :

کمال ہے ہارٹ مین کی منطق کا۔ ایک طرف تو وہ قطعی اور یقینی طور پر ثابت کر چکے ہیں کہ تصوف کی اصل ہندومت ہے۔ دوسری طرف یہ بات کھڑی کر دی کہ تصوف کی اصل یہودی قبالہ ہے اور زرتشت ہے اور عیسائی مسٹی سزم، اور نوافلاطونیت NEOPLATONISM ہے۔ اب تیسری بات کہہ کر انہوں نے اپنی تمام باتوں پر پانی پھیر دیا ہے یعنی اب وہ یہ کہتے ہیں کہ اب ہم تمام یورپین سکالروں کو مل کر اس بات کا کھوج لگانا چاہیے کہ تصوف کی اصل کیا ہے۔ سبحان اللہ! کیسی منطق ہے

Marfat.com

اور کیسا استدلال ہے ایک طرف تو قطعی اور بین طور پر فیصلہ صادر کر دیتے ہیں کہ تصوف کی اصل ہندوازم ہے، اس کے بعد پھر شک میں پڑ جاتے ہیں اور یہودی قبالہ، زرتشت، عیسائی مسٹی سزم اور نوافلاطونیت کو تصوف کا ماخذ قرار دیتے ہیں اور آخر میں یہ قلابازی کھاتے ہیں کہ ان تمام نظریات کو جمع کر کے تجزیہ کرنے اور تصوف کی اصل معلوم کرنے کی ضرورت بھی باقی ہے۔ فاضل مصنف کی یہ منطق تو ہمارے ایشیائی دماغ ہرگز قبول نہیں کر سکتے اور نہ ہی ڈاکٹر آربری جیسے یورپی دماغ نے قبول کی ہے۔

مسٹر ہارٹ مین کو تاریخ تصوف میں یہ دیکھنے کی ضرورت بھی نہ محسوس ہوئی کہ جنید بغدادی جن کو وہ دنیا کی تمام روحانی تحریکوں یعنی زرتشت، یہودی قبالہ، عیسائی مسٹی سزم اور نوافلاطونیت کا مرہون منت قرار دیتے ہیں کون تھے اور ان کا سلسلۂ طریقت کیا ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ جنید بغدادیؒ عرب تھے اور ان کی رگوں میں ایرانی خون کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا۔ وہ اپنے ماموں حضرت شیخ سری سقطی کے مرید و خلیفہ تھے، جو حضرت شیخ معروف کرخی کے مرید و خلیفہ تھے، وہ داؤد طائی کے، وہ حبیب عجمی کے وہ خواجہ حسن بصری کے اور آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اور آپ سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت شیخ جنید بغدادی شریعت اسلامیہ کے اس سختی سے پابند تھے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ساری عمر میں مجھ سے شریعت کی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی ترک نہ ہوئی۔ ایک دفعہ ان کے ایک رشتہ دار نے جو سرکاری ملازم تھے۔ آپ کی خدمت میں کچھ کھانا بھیجا جو آپ نے اس لیے تناول نہ فرمایا کہ یہ سرکاری خزانے کا مال ہے اور اس کی حلت یا حرمت مشتبہ ہے۔ اس لیے انہوں نے وہ کھانا دریا میں پھینک دیا اور پھر ساری عمر اس دریا کی مچھلی نہ کھائی۔ اس خیال سے کہ دریا کی مچھلیوں نے وہ مشکوک غذا کھائی ہوگی۔ اسی طرح بایزید بسطامی کی پابندئ شریعت کا یہ حال تھا کہ انہوں نے ساری عمر خربوزہ نہ کھایا کیونکہ ان کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ کس طرح کاٹا اور کس طرح کھایا ہوگا اور ممکن ہے کہ کسی دوسرے طریقے سے خربوزہ کھانے سے وہ خلاف سنت عمل کر بیٹھیں۔ پھر بھی اس قدر متبعانِ اسلام اور محبانِ شریعت پر اہل مغرب یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے دوسرے مذاہب کے کافرانہ اور مشرکانہ نظریات کو اپنایا۔ کس قدر ظلم، اندھیر اور غضب، جہالت اور تعصب ہے۔

ولیم جونز کے الزامات

ولیم جونز WILLIAM JONES ایک اور مستشرق ہیں جو تصوف کو ہندو ویدانت کا مرہون منت قرار دیتے ہیں اس وجہ سے کہ دونوں میں مشابہت بہت ہے۔ پروفیسر آربری اس اعتراض کا یوں جواب دیتے ہیں۔

Marfat.com

"لیکن ولیم جونز کی قیاس آرائی کی بنیاد ایرانی شعراء کا کلام ہے۔ ان کو اصل عربی دستاویزوں کے مطالعہ کا موقعہ ہی نہیں ملا جن کے تجزیہ کی اشد ضرورت ہے تاکہ تصوّف کی اصل پر مزید روشنی پڑ سکے۔"

جان میلکم کے الزامات

جان میلکم (JOHN MALCOLM) کا شمار ان مستشرقین میں ہوتا ہے جو ہندوازم کو تصوّف کا ماخذ قرار دیتے ہیں۔ ان کے متعلق پروفیسر آربری لکھتے ہیں:۔

"سر جان میلکم نے اپنی کتاب تاریخ فارس HISTORY OF PERSIA میں تصوّف کے بنیادی اصولوں پر طویل بحث کی ہے جو طویل غلط فہمیوں کا پلندہ ہے۔ میلکم کی ریسرچ کا ماخذ کیپٹن گراہام (GRAHAM) کا وہ لیکچر ہے جو انہوں نے ۱۸۱۱ء میں بمبئی کی ادبی سوسائٹی میں دیا۔ جہاں تک خود گراہام کی معلومات (ماخذ) کا تعلق ہے وہ ایسی کم مایہ اور کم پایہ ہیں کہ ان کی طرف ذرہ بھر التفات نہیں کیا جا سکتا ہے۔ نیز میلکم نے جو صوفیا کے سلاسل کی فہرست اور ان کے تمام اعداد و شمار دیئے ہیں وہ بھی بہت بے تکے ہیں۔"

تصوّف پر ایرانی اثرات کے برعکس پروفیسر آربری کتاب مذکور میں یہ ثابت کرتے ہیں ایران کے صوفی شعراء کے عارفانہ کلام کا یورپ پر گہرا اثر ہوا۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"ایران کا عارفانہ کلام کافی مدّت سے جرمنی پر اثر انداز ہو رہا تھا اور جرمنی کے نامور شاعر گوئٹے (GOETHE) اس سے بڑی حد تک متاثر ہوتے ہیں۔ فرانس میں وہاں کے مایہ ناز بزرگ سلوسٹر ڈے سیکی (SILVESTER DE SACY) پر بھی تصوّف کو بڑا اثر ہوا جس کی وجہ سے انہوں نے ۱۸۱۹ء میں شیخ فرید الدین عطار کے پندنامہ کا متن اور ترجمہ شائع کیا۔"

تھالک کے الزامات

تھالک (THOLUCK) کے متعلق پروفیسر آربری لکھتے ہیں کہ:۔

"میلکم کی تاریخ فارس کے بعد یورپ میں تصوّف کے متعلق سب سے بڑی تصنیف ایف۔ آر۔ ڈی۔ تھالک کی صوفیمس (SUFIMUS) ہے جو عصر حاضر کے صحافت کے معیار کی رُو سے ایک معمولی چیز ہے۔ . . . تھالک اپنے قارئین پر اپنی عظیم ریسرچ اور لسانی قابلیت کا رُعب جمانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس کام میں وہ ناکامی کا شکار ہو جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنا نظریہ ثابت کرنے کے لیے وہ جو ... وہ بالکل نا ... ذخیرہ ... سے لیا گیا

Marfat.com

جو بہت ہی عامیانہ (PRIMITIVE) ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ان کتابوں کا مطالعہ تک نہیں کیا۔۔۔۔ تھالک کو اُن مشکلات کا سامنا ہوا جو ہر ریسرچ سکالر کو پیش آتی ہیں۔

"ریسرچ کی شاہراہ کو چھوڑ کر وہ مختلف شکوک وشبہات کے جنگل میں پھنس گئے اور شروع میں یہ نظریہ قائم کیا کہ تصوف مشتق ہے لفظ صوف (اُون) سے اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ پہلے میرا خیال یہ تھا کہ تصوف کا ماخذ مجوسی فلسفۂ روحانیت ہے۔ لیکن اس نظریہ کا ان کو کوئی ثبوت مل سکا اور نہ علمی دنیا میں اُسے کسی نے قبول کیا۔ اس لیے اُسے ترک کر کے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ تصوف کی اصل عربستان کی عزلت نشینی ہے۔۔۔ اس کے بعد حلاج کے نظریہ توحید کے متعلق تھالک یہ ثابت کرتے ہیں کہ انا الحق جیسا بظاہر غیر شرع کلمہ بھی پیغمبر اسلام کی تعلیمات سے ثابت ہوتا ہے۔ اس بارے میں انہوں نے اس حدیث کا حوالہ دیا ہے "لِی مَعَ اللہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ نَبِیٌّ الْمُرْسَل وَمَلَکٌ الْمُقَرَّب" (بعض اوقات مجھے حق تعالےٰ کے ساتھ یہ تعلق ہوتا ہے جہاں نہ کسی نبی مرسل یا مقرب فرشتہ کی رسائی ہوسکتی ہے۔) آخر میں تھالک قطعی طور پر یہ فیصلہ دیتے ہیں کہ تصوف پیغمبر اسلام کی اپنی روحانیت کی پیداوار ہے۔"

تھالک کی یہ قلابازیاں دیکھ کر پروفیسر آربری لکھتے ہیں کہ :۔

"مختلف مذاہب کے روحانی نظریات میں مشابہت ایسا جال ہے کہ اس میں سب پھنس جاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس مشابہت کی بنا پر تصوف کی تاریخ مرتب کرنا بے کار ہے۔ ذاتی طور پر میرا یہ خیال ہے کہ فی الحال ان تمام قیاس آرائیوں کو ختم کر کے کم از کم ایک نسل تک ہم سب کو اس بات پر متفق ہو جانا چاہیے کہ اگر تصوف کی تاریخ مرتب کرنا مطلوب ہے تو ہمیں تصوف سے متعلق اسلامی اور صرف اسلامی ذرائع اور وسائل پر بھروسہ کرنا ہوگا۔"

اس کتاب میں وہ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ :۔

"براؤن کی ریسرچ اور ان کی تصوف کے متعلق گہری نظر کا مقابلہ آج تک کوئی نہیں کر سکا۔ ان کی تمام تصانیف میں اسلامی تصوف کے ساتھ محبت اور گہری دلچسپی روح رواں کی طرح نظر آتی ہے۔ بالخصوص ان کی کتاب "فارس کی ادبی تاریخ" ریسرچ کے میدان میں ایسا شاہکار ہے کہ جس سے بڑھ کر کسی نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔ اس کتاب

Marfat.com

ہیں انہوں نے عالمانہ اور محققانہ انداز میں ثابت کیا ہے کہ تصوّف کا فارسی شاعری پر کتنا بڑا اثر ہوا ہے "

آخر میں آربری اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ :-

"تصوّف کی تاریخ مرتب کرنے کے قابل صرف وہ لوگ ہیں جو تصوف کی تعلیمات کو خلوص اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں "

عیسائی پادری میکڈانلڈ کا اعتراض اور اعتراف

انگلستان کے مشہور پادری ڈی ۔ بی میکڈانلڈ (D.B.MACDONALD) بہت بڑے عیسائی مبلغ (MISSIONARY) ہیں جو عرصہ دراز تک مصر وغیرہ میں عیسائیت کی تبلیغ میں مشغول رہے اور تصوف کا گہرا مطالعہ کیا۔ اپنی اوائل عمر کی تصنیف "RELIGIOUS ATTITUDES AND RESEARCH IN ISLAM" میں وہ تصوف کو عیسائی مسٹی سزم اور نوافلاطونیت NEOPLATONISM کا ممنون منت قرار دیتے ہیں لیکن بعد کی ریسرچ کے نتیجے میں اپنا یہ نظریہ ترک کرکے اپنی کتاب ASPECTS OF ISLAM میں لکھتے ہیں :-

"اب مجھے تصوف کی اصل کے مطابق کچھ کہنا ہے ۔ اسلام کی ہر بات کی طرح تصوّف کا تخم محمدؐ کے دل میں تھا ۔ میرے نزدیک محمدؐ کی عظمت کا ثبوت اسلام کی عظمت ہے ۔ قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر تصوف کی ہر چیز موجود ہے ۔ ۔ قرآن میں ایسی عبارات بھی موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ محمدؐ پکے صوفی تھے ۔ جو حقیقت کے بحر بے کراں میں بغیر کسی ظاہری راہ دکھانے والے اور نشان دہی کرنے کے آسانی سے سفر کر رہے تھے ۔ قرآن میں ایسے الفاظ بھی موجود ہیں کہ جن سے وحدت الوجود کی تائید ہوتی ہے "

میکس ہورٹن کے الزامات

میکس ہورٹن (MAX HORTEN) کا شمار ان مستشرقین میں ہوتا ہے جو نظریہ ہندو اثرات کے قائل ہیں ۔ لیکن پروفیسر آربری جیسے سخت گیر ریسرچ سکالر ان کی یوں خبر لیتے ہیں :-

"ہورٹن سے زیادہ کسی سکالر نے تصوف پر ہندو اثرات کا نظریہ ثابت کرنے میں زور نہیں لگایا لیکن ان کے استدلال اور یک طرفہ فیصلوں کو کسی نے قبول نہیں کیا ۔ جب میکس ہورٹن لکھتے ہیں کہ منصور حلاج برہمن انداز فکر کا مالک تھا ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ آیا انہوں نے حلاج کے متعلق پروفیسر ماسینوں (MASSIGNON) اور ڈاکٹر

Marfat.com

نکلسن کی رائے کا بھی کبھی مطالعہ کیا جنہوں نے ثابت کیا ہے کہ حلاج ایک سچا موحد تھا۔ پسچ تو یہ ہے ہورٹن کی تصانیف کا مقصد کھلم کھلا اکابر اسلام پر کیچڑ اچھالنے کے سوا کچھ نہیں۔"

آسن پلے سیوس کے الزامات

مائیگل آسن پلے سیوس (MIGUL ASIN PLACIOS) سپین (اُندلس) کے ایک مشہور مصنف ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ تصوف عیسائیت کا ممنون منت ہے۔ انہوں نے قرآن مجید کی پینتالیس ایسی آیات جمع کی ہیں جن کا مطلب انجیل کی پینتالیس عبارتوں سے ملتا جلتا ہے اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خود قرآن انجیل سے ماخوذ ہے۔ پروفیسر آربری نے اپنی کتاب مذکور میں اس کی یوں تردید کی ہے:۔

"قرآن خود صاف طور پر بیان کرتا ہے کہ جو وحی محمدؐ پر نازل ہوئی وہ تصدیق کرتی ہے اس وحی کی جو آپ سے پہلے انبیاء پر نازل ہوئی (۲: ۸۵ - ۹۱، ۳: ۸۰ وغیرہ) اس لیے اگر اسلامی تعلیمات اور عیسائی تعلیمات میں کوئی مشابہت نہ ہوتی تو الٹا یہ حیرانی کی بات ہوتی اور حقیقت یہ ہے کہ دونوں مذاہب کے قوانین اور روحانی اصولوں میں کافی یکسانیت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت ایک اور غیر منقسم ہے۔ لہٰذا بلند روحانی مقامات پر یکسانیت کا ہونا ناگزیر تھا۔ انصاف کی بات کرنا علم ادب کا بہترین اصول ہے لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایک بھی غیر مسلم سکالر نے اس پر عمل نہیں کیا اور ہر شخص نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام میں جو بھی اچھائی ہے وہ دوسرے مذاہب سے حاصل کی گئی ہے۔ یہ دیانتدارانہ ثقافت نہیں ہے بلکہ بدترین قسم کا مذہبی تعصب ہے۔ ہر چیز کی اچھائی ثابت کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اُسے منطق کی کسوٹی پہ پرکھا جائے۔ آیئے ہم پلے سیوس کے بیانات کی اسی انداز سے تنقید کرتے ہیں:"

اس کے بعد پروفیسر آربری ایک طویل بحث کے ذریعے پلے سیوس کے الزامات کا جواب دیتے ہیں جن کی یہاں گنجائش نہیں۔ اس کتاب میں آربری نے یہ بھی لکھا ہے کہ پلے سیوس نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے اسلام اینڈ ڈیوائن کامیڈی اس کتاب میں انہوں نے بیّن دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اٹلی کے مایہ ناز شاعر ڈانٹے (DANTE) کی مشہور تصنیف کامیڈیا ڈیوائنا (COMEDIA DEVINA) میں سپین کے صوفی بزرگ ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ کی نقل لگائی گئی ہے۔ اس سے اگرچہ اٹلی کے ادبی حلقوں میں کافی شور وغل برپا ہوا لیکن کسی سے اس کی تردید نہیں ہو سکی۔ اس پر آربری کہتے ہیں کہ یہ کتاب لکھ کر آسن پلے

Marfat.com

سیوس نے اپنی آپ تردید کر دی ہے کیونکہ ایک طرف تو ان کا خیال یہ ہے کہ صوفیائے اسلام عیسائیوں سے متاثر ہوئے اور کتاب مذکور میں ثابت یہ کرتے ہیں کہ عیسائی اربابِ روحانیت نے مسلم صوفیاء سے بہت بڑی حد تک اثرات قبول کیے ہیں۔ آربری کے اپنے الفاظ یہ ہیں:۔

"لیکن اپنی کتاب ڈیوائین کامیڈی میں پلے سیوس اپنے آپ کو اُلٹے گیئر (REVERSE GEAR) میں ڈال کر ثابت یہ کر بیٹھے کہ ابن عربی جیسے مسلم صوفیاء کا ڈانٹے پر گہرا اثر ہوا۔۔۔ یہ کہنے سننے کے بعد جو حقیقت باقی رہ جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ابن عربی جیسے بلند ترین اسلامی جوہر پر ہماری ریسرچ تاحال الف با تک محدود ہے۔ ابن عربی کی مثال ایک عظیم الشان پہاڑ کی ہے کہ جس کی چوٹی اب تک کسی سے سَر نہیں ہو سکی۔ حتیٰ کہ یہ بھی کسی کو معلوم نہیں ہو سکا کہ اس چوٹی کے گرد کا علاقہ کیسا ہے اور وہاں تک رسائی کا راستہ کیا ہے۔ ہمیں تو آج تک یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ ابن عربی کے علوم، حقائق و معارف کے چشمے کہاں پھوٹتے ہیں کہ جن سے ایک عظیم الشان دریا نے نکل کر اسلامی اور عیسائی سرزمین کو برابر سرسبز و شاداب کر دیا۔۔۔۔۔ اس سے ظاہر ہے کہ مستشرقین کی تصانیف میں جو فیصلے صادر کیے گئے ہیں ان سے کوئی مفید مطلب نہیں نکل سکتا۔"

آسن پلے سیوس کی کتاب اسلام اینڈ ڈیوائین کامیڈی کے متعلق آربری نے مزید کہا ہے کہ:۔

"فاضل مصنف آسن پلے سیوس نے اپنی کتاب اسلام اینڈ ڈیوائین کامیڈی میں عظیم الشان شواہد سے ثابت کیا ہے کہ ڈانٹے اسلامی اصطلاحات سے بخوبی واقف تھے اور انہوں نے اپنی طویل نظم میں اگلے جہان کا جو نقشہ کھینچا ہے اس کے لیے وہ ہسپانیہ کے عظیم صوفی ابن عربی کا مرہونِ منت ہے۔ یہ ایک منفرد مثال ہے۔ اسلامی دنیا کے اس عظیم الشان تہذیب و تمدن کے دریا کی جو یورپ کی طرف بہہ رہا تھا۔ مثلاً سپین کے روحانی شاعر (MYSTIC) سینٹ جان آف دی کراس کا کلام پڑھنے کے بعد ممکن ہی نہیں کہ ہم اس نتیجے پر نہ پہنچیں کہ یہ سب سپین کے مسلم صوفیاء کا اثر ہے۔ جہاں تک کٹلان ریمانڈ لولی (CATALAN REMOND LULLY) کا تعلق ہے اسبات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ انہوں نے مسلم صوفیاء سے گہرے اثرات قبول کیے کیونکہ وہ عربی زبان اچھی طرح جانتے تھے اور انہوں نے

Marfat.com

روم میں علوم اسلامیہ کی ایک درس گاہ قائم کر رکھی تھی :-

ڈاکٹر نکلسن کا اعتراف

اسلامی اثرات کے موضوع پر ڈاکٹر نکلسن NICHOLSON لکھتے ہیں :-

"روحانی سائیکالوجی اور روحانی بلندیوں کے متعلق اب بھی اہل مغرب اسلام سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ عیسائی یورپ نے تہذیب و تمدن کے میدان میں اسلام سے کتنا بڑا قرض حاصل کیا اس کی تفصیل معلوم کرنے میں ہم تا حال قاصر رہے ہیں۔ البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ یہ قرض بہت بڑا تھا۔ ہم لوگ یہ خیال بھی نہیں کر سکتے کہ ہمارے اکابر مثل ٹامس ایکوئی ناس (THOMAS ACQUINAS) ایکہارٹ ECKHART اور ڈانٹے DANTE اسلامی اثرات سے محروم رہے ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روحانیت وہ علاقہ ہے کہ جہاں اسلامی تصوف اور عیسائی روحانیت کا گہرا میلاپ ہوا اگرچہ ہماری ریسرچ اب تک نامکمل ہے۔ پھر بھی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اسلام کی فتاویٰ تحریک کا قرون وسطیٰ میں یورپ کی گلڈ تحریک پر گہرا اثر ہوا۔"

آگے چل کر نکلسن اپنی کتاب Idea of Personality of God میں لکھتے ہیں :-

"یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے کہ تصوف کی اصل قرآن اور سنت ہے اور جب تک ہم اسے اس کے اصلی ماخذ (قرآن و سنت) کی روشنی میں نہ دیکھیں اسے سمجھنے سے قاصر ہیں اب میں ایک اور بات کہتا ہوں وہ بات جس کی بعض نے تردید کی ہے یا شک و شبہ سے دیکھا ہے۔ وہ یہ کہ محمدؐ خدا کے سچے پیغمبر ہیں اور ان کی وحی خدا کی سچی وحی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ساری اسلامی دنیا کا اس بات پر اتفاق ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس حقیقت کے بغیر اسلامی تاریخ ہرگز اس قدر شاندار نہیں ہو سکتی تھی۔ لوگ خواہ کچھ کہیں قرآن میں بے شمار ایسی باتیں ہیں جو تصوف کی بنیاد ہیں"

اپنے شاگرد آربری کے خط کے جواب میں ڈاکٹر نکلسن نے حدیث نبوی اور تصوف کی شان میں جن جذبات کا اظہار کیا اس کا خلاصہ یہ ہے :-

"سر عبداللہ سہروردی نے انڈیا اور انگلینڈ میں علمی و ادبی کارناموں کے ذریعے اسلامی زندگی اور اسلامی تہذیب و تمدن کو جس طرح زندہ کیا ہے اس سے مغربی دنیا میں صدیوں سے جو لاعلمی اور تعصب چلا آ رہا تھا اب وہ دور ہو رہا ہے اور اسلام کی عظمت کا مہذب دنیا میں صحیح اندازہ ہونے لگا ہے خاص طور پر ان کا ترجمہ حدیث نبوی ہے جس کا نہ صرف

Marfat.com

روس کے ادیب ٹالسٹائے (TOLSTOY) پر گہرا اثر ہوا ہے بلکہ میرے اپنے ہم وطن منکرین کو بھی پیغمبر اسلام کی ان روحانی اور عملی زندگی کی بے بہا حکمتوں سے آگاہ کیا ہے جو رسول عربی کے متبعین کا مایہ ناز ورثہ ہے جو انہوں نے بطریق احسن جمع کیا اور باقی دنیا تک پہنچایا اور یہ ان حضرات کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج یہ ورثۂ نبوی ساری دنیا کا مشترکہ سرمایہ بن گیا ہے۔ صوفیا کی زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت مجھ پر بھی منکشف ہو چکی ہے کہ قرآن وحدیث کی دوہری بنیاد TWIN FOUNDATION کے بغیر تصوف کی یہ خوبصورت اور عالی شان عمارت تعمیر ہو سکتی تھی نہ قائم رہ سکتی تھی۔ جس فقر کو پیغمبر اسلام نے اپنا فخر قرار دیا وہ دراصل روحانی فقر تھا جس کی وجہ سے آپ خدا کے سوا سب کچھ ترک کر سکتے تھے۔ اس فقر کا ظاہری نشان یہ تھا کہ آپ کو مادی دنیا سے کوئی رغبت نہ تھی۔"

ڈاکٹر نکلسن آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

"بعض مصنفین نے تاریخ تصوف لکھنے کی ناکام کوشش کی ہے لیکن کوئی اطمینان بخش نتیجہ نہیں نکلا۔ اس کی وجہ معلوم کرنا مشکل نہیں۔ اب میں ایک قطعی بات کہتا ہوں۔ وہ یہ کہ اس وقت تصوف کے متعلق ہم جزوی طور پر بھی کچھ نہیں لکھ سکتے کیونکہ بدقسمتی سے تصوف کی بنیادی کتابیں تاحال غیر مطبوعہ نسخوں کی صورت میں پڑی ہیں جن کے بغیر تصوف کا تنقیدی جائزہ ناممکن ہے ماسینیوں (MASSIGNON) کی کتاب لاپیشان ڈے الحلاج (LA PASSION DE ALHALLAJ) کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ جن دستاویز پر ان کا انحصار رہا ہے وہ اب تک غیر مطبوعہ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی سکالر کے لیے اس وقت تصوف کے متعلق کوئی فیصلہ دینا ناممکن ہے۔ اس لحاظ سے ماسینیوں کا یہ کارنامہ ہمارے لیے ایک ٹسٹ کیس (TEST CASE) ہے۔"

لوئی ماسینیوں کا اعتراف

فرانس کے فاضل مصنف ڈاکٹر لوئی ماسینیوں (LUIS MASSIGNON) یورپ میں شیخ منصور حلاج پر سند (AUTHORITY) مانے جاتے ہیں۔ ماسینیوں نے جان بوجھ کر حلاج کو اپنی ریسرچ کا مضمون اس لیے بنایا ہے کہ حلاج ایک اختلافی (CONTROVERSIAL) شخصیت ہیں اور اکثر مستشرقین نے انکی طرف جست لگا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وحدت الوجود کی وجہ سے وہ عیسائی مذہب کی طرف راغب ہو گئے تھے اور اسلام ترک کر دیا تھا اسلامی وحدت الوجود اور حلاج کی اسلام اور پیغمبر اسلام صلعم سے محبت کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ حالانکہ غلبہ استغراق میں بھی وہ قید خانہ کے اندر ہر رات پانچ سو رکعت نفل

Marfat.com

ادا کرتے رہے جب کہ ان کو گرفتار کرنے والے خود کم سے کم فرائض اور سنن موکدہ پر اکتفا کرتے تھے۔

ماسینیوں کی دیانت اور محققانہ کاوشوں کے متعلق پروفیسر آربری لکھتے ہیں:۔

"مستشرقین کے لیے یہ کہہ کر خاموش ہو جانا کافی نہیں کہ حلاج نے نظریہ فنا ہندوؤں کے فلسفہ "دھیان" اور "پنجتلی" سے اخذ کیا۔ یہ نظریہ قبول کرنے سے پہلے چند امور کا ثابت کرنا ضروری ہے ان میں سے زیادہ اہم یہ اصول ہے کہ آیا اس زمانے میں اسلام اور ہندو مذہب کے درمیان تبادلۂ خیالات ممکن بھی تھا۔ ماسینیوں کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اس اصول کے مطابق تصوف کی اصل کے متعلق تمام نظریات (THEORIES) پر ریسرچ کی ہے مثلاً تصوف پر ہندو اثرات کا نظریہ، عیسائی اثرات کا نظریہ، ایرانی اثرات اور نو افلاطینت کا نظریہ اور مجوسی اثرات کا نظریہ۔ اس تنقید، قطع و برید اور تعدیل کے بعد ماسینیوں اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ:۔

"تصوف اسلامی کی ابتدا قرآن ہے جو ہمیشہ پڑھا جاتا ہے جس پر ہمیشہ غور و خوض کیا جاتا ہے اور جس پر ہمیشہ مسلمانوں کا عمل رہا ہے قرآن سے تصوف کا نشو و نما ہوا اور قرآن ہی تصوف کے تمام مقامات و منازل کا سرچشمہ ہے۔ یہاں تک کہ شطحیات (بظاہر غیر شرعی اقوال مثل انا الحق وغیرہ) بھی قرآن سے ثابت کیے جا سکتے ہیں کہ جب صوفی ذات حق میں فنا ہو کر اپنی انا اور ذات حق کی انا میں فرق محسوس نہیں کرتا۔ اور صیغہ واحد متکلم استعمال کرتا ہے۔"

مارگریٹ سمتھ کا اعتراف

مارگریٹ سمتھ کا شمار بھی یورپ کے اہم سکالروں میں ہوتا ہے۔ یورپ میں وہ حارث محاسبیؒ پر اتھارٹی سمجھی جاتی ہیں۔ انہوں نے امام غزالیؒ پر بھی ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام الغزالی ہے۔ اس کتاب کے تیرہویں باب میں انہوں نے مسلم اور غیر مسلم ارباب روحانیت پر امام غزالیؒ کے اثرات اور احسانات کا ذکر کیا۔ یہاں ہم صرف ان بڑے بڑے غیر مسلم روحانی پیشواؤں کا ذکر کرتے ہیں جو مارگریٹ سمتھ کی تحقیق کے مطابق امام موصوف سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ کتاب مذکور کے صفحہ ۲۱۹ پر مارگریٹ سمتھ لکھتی ہیں:۔

"قرون وسطیٰ کے یہودی فکر و فلسفہ پر بھی غزالیؒ کا بہت بڑا اثر ہوا۔ کیونکہ ان کی اخلاقی تعلیمات اپنے معیار میں یہودی فکر و نظر کے بہت مشابہ تھیں۔ چنانچہ ان کی تصانیف سے یہودی حلقہ ہائے علم و ادب بہت متاثر ہوئے اور غزالی کی نہ صرف روحانی تعلیمات سے انہوں نے استفادہ کیا بلکہ ان کے فلسفیانہ نظریات کا بھی ان پر گہرا اثر ہوا جیسا کہ میمونائیڈس (MAIMONIDES) وغیرہ نے بے حد اثرات قبول کیے۔ غزالی کی موت

Marfat.com

کے ایک سو سال کے اندر اندر غزالی کی تصانیف کے عبرانی اور لاطینی تراجم وجود میں آ گئے مثلاً مشہور یہودی فاضل ابن داؤد (AVENDEATH) جو ٹولاڈو (TOLEDO) کا باشندہ تھا اور ۱۰۹۰ء سے ۱۱۶۵ء تک حینِ حیات میں رہا غزالی کی تعلیمات سے اس قدر متاثر ہوا کہ اسلام قبول کر کے ڈومینک گنڈی سلوس (DOMINIC GINDISALVUS) اور آرچ ڈیکن آف سیگوویہ (ARCHDEACAN OF SEGOVIA) کی معیت میں اُن کی فلسفی کی تصانیف کے لاطینی زبان میں تراجم کیے اسی طرح یہودی سکالر ابراہیم بن حسدائی (ABRAHAM IBN HASADI) ساکنِ بارسیلونہ (BARCELONA) نے تیرہویں صدی عیسوی میں غزالی کی کتاب میزان العمل کا عبرانی زبان میں ترجمہ کیا۔ غزالی کی کتاب مشکوٰۃ الانوار بھی یہودی حلقوں میں بہت مقبول ہوئی اور اسحاق الفاسی نے اس کا ترجمہ کیا جس کے اقتباسات سولہویں صدی کے ایک یہودی سکالر موسےٰ بن حبیب (MOSES IBN HABIB) ساکن لسبن نے اپنی تصانیف میں پیش کیے ہیں موسےٰ بن حبیب خود بھی شاعر، ادیب اور فلسفی تھا"

آگے چل کر مارگریٹ سمتھ نے لکھا ہے کہ یہودی فلسفۂ روحانیت قبالہ کے دس نکات غزالی کی کتاب المعارف العقلیہ میں موجود ہیں اور قبالہ کے تین مقامات عالم ناسوت عالم مثال اور عالم علوی غزالی کے عالم ملکوت، عالم جبروت اور عالم شہادت کی گونج ہیں۔ نیز یہودی روحانی کتاب زوہار بھی غزالی کے فلسفۂ روحانیت سے بہت مشابہ ہے اور زوہار کی اصطلاحات "NEPHESH" - "RUAH" اور "NESHAMA" اور غزالی کی اصطلاحات "روح" "نفس" اور "نسمہ" مندرجہ رسالہ لدنیہ سے متعلق ہیں۔

عیسائی اربابِ روحانیت پر غزالی کے اثرات

آگے چل کر صفحہ ۲۱۹ پر مارگریٹ سمتھ امام غزالی کی اُن تعلیمات کا ذکر کرتی ہیں جن سے عیسائی روحانی پیشوا متاثر ہوئے ہیں۔ وہ لکھتی ہیں:۔

"قرونِ وسطیٰ کے عیسائی اربابِ روحانیت پر بھی غزالی کا گہرا اثر ہوا اور سب سے پہلے عیسائی فاضل یوحنا ابو الفرج بار حبر الس (YUHANNA ABULFARRAJ BARHEBRAEUS) المعروف گریگوریس (GREGORIOUS) ساکن ایشیا کوچک نے (تاریخ پیدائش ۱۲۲۶) غزالی کی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا اور مسلم صوفیاء سے تربیت حاصل کر کے طرابلس میں سکونت اختیار کی۔ وہ عربی کے علاوہ قدیم شامی زبان (SYRIAC) اور فارسی بھی

Marfat.com

جانتا تھا اور بغداد میں رہنے کی وجہ سے غزالی کی تصانیف سے استفادہ کیا۔ بعد میں وہ یکے بعد دیگرے گیوبا (GUBA) لکابہ (LAKABA) اور حلب (ALLEPO) کا بشپ ہوا۔ انہوں نے علم روحانیت پر دو کتابیں لکھیں۔ ایک کا نام (THE BOOK OF DOVE) ہے اور دوسری کا نام (ETHIKON) ہے اور دونوں غزالی کی تعلیمات سے لبریز ہیں۔ اس کی تصانیف سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے غزالی کی کتب میزان العمل "احیا العلوم" اور کیمیائے سعادت سے بھی گہرا اثر قبول کیا۔"

"لیکن غزالی کا اثر صرف مشرقی عیسائیت پر نہیں ہوا بلکہ مغربی ممالک اٹلی، سپین، کے ارباب روحانیت (MYSTICS) بھی بہت متاثر ہوئے اور بارہویں صدی سے عربوں کے اثرات زیادہ تر صلیبی جنگوں کے ذریعے مغربی دنیا میں پھیلنے شروع ہو گئے تھے۔ تیرہویں صدی عیسوی میں شاہ فریڈرک ثانی نے نیپلز (NEPLES) میں ایک یونیورسٹی قائم کی جہاں عربی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی اور اس کے اثرات پالرمو (PALERMO) اور سالرمو (SALERMO) تک پھیل گئے۔ یہاں تک کے جب ایک سو تیس سال کے بعد سسلی میں اسلامی دورِ حکومت کے بعد عیسائی تسلط ہو گیا تب بھی عیسائی اربابِ روحانیت اسلامی کتابوں سے استفادہ کرتے رہے۔"

"اگرچہ ٹالوڈو پر ۱۰۸۵ء میں پھر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا پھر بھی یہ شہر اسلامی علوم کا مرکز رہا اور وہاں مشہور بشپ ریمانڈ RAYMOND نے عربی کتب کو اطالوی زبان میں تراجم کرانے کا ایک مرکز قائم کیا۔ اس کے علاوہ ٹالوڈو میں علوم اسلامیہ کا ایک اور مرکز بھی قائم ہو گیا جس کے اثرات جنوبی یورپ سے گزر کر شمالی یورپ تک پھیل گئے تھے۔ ان تمام مراکز میں غزالی کی تعلیمات پیش پیش تھیں اور اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ عیسائی علم الکلام اور عیسائی مسٹی سزم کو اسلامی تعلیمات سے جو کچھ حاصل ہوا اس میں غزالی کا بہت بڑا حصہ ہے۔"
آگے چل کر مارگریٹ سمتھ نے لکھا ہے کہ:

"غزالی کا سب سے زیادہ اثر یورپ کے روحانی پیشوا سینٹ ایکوئی ناس (THOMAS ACQUIUNAS) پر ہوا جو ۱۲۲۵ء سے ۱۲۷۴ء تک زندہ رہے۔ جنہوں نے اپنی کتاب سمہ تھیول (SUMMA THEOL) میں مسلم ارباب روحانیت سے فیضیاب ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ جن میں غزالی بھی شامل ہیں سینٹ ایکوئی ناس کی اس کتاب میں جابجا غزالی کی کتب احیا العلوم اور کیمیائے سعادت کے حوالہ جات ملتے ہیں۔۔۔"

Marfat.com

سینٹ ایکوئی ناس نظریۂ معرفت اور مشاہدۂ حق میں سب سے زیادہ فیضیاب صوفیائے اسلام اور بالخصوص غزالی سے ہوتے ہیں جن کے علم لدنیہ کا اُن پر گہرا اثر ہوا۔ ۔ ۔" اپنی کتاب سمتہ تھیول میں سینٹ ایکوئی ناس جس مقام مشاہدہ اور فنا کا ذکر کرتے ہیں وہ لفظ بلفظ غزالی کا نظریہ ہے۔"

آگے چل کر صـ۲۲۳ پر مارگریٹ سمتھ لکھتی ہیں کہ:۔

"عیسائی ارباب رُوحانیت میں سے ریمانڈ مارٹن پر بھی غزالی کا گہرا اثر ہوا ہے جس نے اپنی تصانیف میں غزالی کی کتب مقاصد الفلاسفہ، احیا العلوم اور میزان العمل کا ذکر کیا ہے۔"

کتاب مذکورہ میں مارگریٹ سمتھ نے لکھا ہے کہ:۔

"قرون وسطیٰ کے ایک اور روحانی پیشوا ڈانٹے الیگوری (DANTE ALIGEIERI) ہیں جن کی تصانیف میں نہ صرف غزالی کے اثرات نمایاں ہیں بلکہ انہوں نے غزالی اور دیگر مسلم ارباب روحانیت کے احسانات کا بھی اعتراف کیا ہے۔"

"ان کی نظم (PARADISO) میں جو مراحل عروج پائے جاتے ہیں وہ پیغمبر اسلام کے واقعہ معراج کے مطابق ہیں۔"

کتاب کے صـ۲۲۵ پر مارگریٹ سمتھ لکھتی ہیں کہ:۔

"زمانۂ قریب میں جس عظیم شخصیت نے غزالی سے اثرات قبول کیے وہ فرانس کے مشہور روحانی پیشوا بلائی پاسکل (۱۶۲۳-۱۶۶۲) (BLASE PASCAL) ہیں جن کو ریمانڈ مارٹن کی کتاب پوگی فیڈی (POGI FIDIE) کے ذریعے غزالی کی تعلیمات حاصل ہوئیں۔" ۔ ۔ ۔ ۔ "ذات باری تعالےٰ کے ثبوت میں بھی پاسکل نے امام غزالی کی دلائل پیش کی ہیں۔"

مارگریٹ سمتھ نے اپنی مشہور تصنیف "الحارث المحاسبی" میں ثابت کیا ہے کہ تصوف کا منبع و مصدر قرآن و حدیث نبوی ہے اور تصوف کے تمام ارکان مثل زہد، عبادت، ورع، قناعت، صبر و شکر، فنا اور بقا وغیرہ کو قرآن و حدیث سے ثابت کیا ہے۔ اس کتاب میں ایک مقام پر وہ لکھتی ہیں کہ:۔

"حارث محاسبی کے تصوف کا پہلا منبع قرآن ہے اور دوسرا سنت نبوی ہے جس کا نام شریعت ہے۔"

ولیم سٹوڈارڈ کا اعتراف

ولیم سٹوڈارڈ (WILLIAM STODARD) کا شمار منصف مزاج اور اعتدال پسند مصنفین میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب صوفی ازم (SUFISM) میں لکھا ہے کہ:۔

Marfat.com

"اسلام کے بغیر کوئی تصوف نہیں ہے۔ تصوف اسلام کی رُوح اور جان کی حیثیت رکھتا ہے روحانیت ہر مذہب کی جان اور بطون ہے۔ جسم کو جان سے جدا کرنا ایسا ظلم ہے کہ جس سے وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ ماضیٔ قریب میں اسلامی تصوّف کو مغربی دنیا میں جس قدر اس ظلم سے نقصان پہنچا ہے کسی اور چیز کو نہیں پہنچا۔ آج بعض لوگ کہتے ہیں کہ تصوف کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ گویا وہ لوگ ہمیں یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ انسان رُوح کے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ ہم یہ تصور ہی نہیں کر سکتے کہ ایک عیسائی مسٹک (MYSTIC) عیسائی مذہب کے بغیر یا ایک صوفی اسلام کے بغیر وجود میں آسکتا ہے اسلام کے بغیر تصوف ہرگز وجود میں نہیں آسکتا۔"

وہ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:۔

"اسلام مجموعہ ہے ظاہر و باطن کا۔ ظاہر اور باطن کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اس تعلق کو ایک مثال سے ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ اسلام کے ظاہری حصّے یعنی شریعت کو ایک دائرہ کے محیط اور اس کی حقیقت یا البطون کو اس دائرہ کے مرکز سے تشبیہہ دی جاسکتی ہے اور دائرہ کا قطر وہ راستہ ہے کہ جس کے ذریعے محیط یعنی شریعت سے ہو کر انسان مرکز یعنی حقیقت تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ یعنی عمل سے یقین تک اور یقین سے مشاہدہ تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ اس لیے شریعت یعنی اسلام کے ظاہری جسم کے بغیر حقیقت تک رسائی حاصل کرنا محال ہے۔"

آجکل کے مستشرقین کے احساسِ برتری SUPERIORITY COMPLEX پر ضرب لگاتے ہوئے ولیم سٹوڈارڈ لکھتے ہیں:۔

"ایک متوسط یوروپین جو دورِ حاضر کی پیداوار اور ذہنی شکنجے میں گرفتار ہے دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں ایک گونا فخر یا احساس برتری میں مبتلا ہے۔ بعض لوگ شعوری یا لاشعوری طور پر اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ تہذیب حاضر عیسائی مذہب کا ظہور ہے اس لیے وہ اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ عیسائی مذہب باقی مذاہب پر فوقیت رکھتا ہے۔ تقابلِ ادیان کے میدان میں اس سے بڑھ کر کوئی غلطی ممکن نہیں۔"

شریعت اور حقیقت کے باہمی تعلق کے متعلق ولیم سٹوڈارڈ مزید کہتے ہیں کہ:۔

"دراصل شریعت ظہور ہے حقیقت کا۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء ہمیشہ شریعت کی حمایت میں کمربستہ رہے ہیں۔"

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ بایزید بسطامیؒ نے ساری عمر خربوزہ اس خوف سے نہ کھایا کہ ممکن ہے رسول خداﷺ نے کسی اور طرح سے اُسے کاٹا اور تناول فرمایا ہو اور میں سنت رسولؐ کی عدم پیروی کا مرتکب ہو جاؤں۔

شریعت اور تصوف کی ہم آہنگی کے متعلق ولیم سٹوڈارڈ مزید لکھتے ہیں کہ:۔

"مختصر الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ تصوف شریعت سے کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے جیسا کہ ژوئی ماسینوں اور دوسرے دانشوروں نے ثابت کیا ہے تصوف کی ہر چیز اور صوفیاء کا ہر فعل قرآن پر مبنی ہے اور قرآن ہی پر شریعت کا مدار ہے۔ اس سے اُن تمام الزامات کی تردید ہوتی ہے کہ تصوف بیرون اثرات کا ممنون ہے مثلاً نوافلاطونیت عیسائیت یا ہندو مذہب کا"

ولیم سٹوڈارڈ اس الزام کی بھی پُر زور تردید کرتے ہیں کہ تصوف کے اندر ابن عربی کا وحدت الوجود عیسائی اور نوافلاطونی اثرات کا نتیجہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:۔

"تصوف کا بنیادی اصول وحدت الوجود ہے جس سے مراد وجودِ حق ہے۔ حالانکہ وحدت الوجود کی اصل شہادہ (یا مشاہدہ) ہے جو لا الٰہ الا اللہ کا مفہوم ہے کیونکہ لا الٰہ الا اللہ کا مطلب صرف یہ نہیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں بلکہ یہ بھی ہے کہ خدا کے سوا کوئی وجود حقیقی نہیں ہے۔ یاد رہے کہ خدا تعالےٰ کے اسمائے گرامی میں سے ایک نام حق بھی ہے جس کا مطلب ہے حقیقت یا سچائی (REALITY OF TRUTH) صوفیاء کا عقیدہ ہے کہ اضافی یا اعتباری وجود (وجودِ کائنات) کالعدم ہے اور جزو (FINITE) کا بغیر کل (INFINITE) کوئی وجود نہیں۔ اسلام میں انسان صرف قرآن کے ذریعے جو خدا کا کلام ہے یا پھر پیغمبرِ اسلام کے ذریعے حق تعالےٰ تک رسائی حاصل کر سکتا ہے قرآن کا خلاصہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اس شہادت کے ذریعے انسان ایک تو خدا کی وحدانیت دوسرے نبی کی نبوت میں سے حصہ لے سکتا ہے"

ایچ۔سی۔ہاپولڈ کا اعتراف

ایچ۔سی۔ہاپولڈ (HAPPOLD) کا شمار مستشرقین میں نہیں بلکہ روحانی لوگوں میں ہوتا ہے۔ وہ اپنی کتاب مسٹی سزم میں لکھتے ہیں کہ:۔

"اسلام جیسے سب سے زیادہ تنزیہی (TRANSCENDENTAL) مذہب کے اندر شاندار روحانی عروج کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اگرچہ صوفیائے اسلام کے مشاہدات عام طور پر وہی ہیں جو دوسرے مذاہب کے ارباب روحانیت کے

Marfat.com

ہوتے ہیں لیکن صوفیاء میں چند ایسے خاص عناصر ہیں جو روحانیت کے طالب علم کے لیے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ صوفی کے لیے ترک دنیا ضروری ہے لیکن صوفی کا ترک اور قسم کا ہے۔ صوفی طالب مولا ہوتا ہے اور طلب مولا میں صوفی کے لیے ضروری ہے کہ دنیا کو ترک کر کے پس پشت نہ ڈال دے بلکہ دنیا کے اندر گھس کر اس کی حقیقت اور ماہیت کو پالے۔ یہ بات باقی ارباب روحانیت میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ صوفی کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ دنیا کے اندر گھس کر اس کی حقیقت معلوم کرے اور اس بات کے لیے اُسے تزکیۂ نفس کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ تجربے سے بالاتر ہو کر رائے قائم کرے، اور نفسانیت سے بالاتر ہو کر لوگوں سے معاملہ کرے اور اپنے جذبات اور خواہشات پر قابو پا سکے۔ اور یہ بات دنیا میں رہ کر حاصل ہو سکتی ہے۔ خدا تک پہنچنے کا یہی اور صرف یہی راستہ ہے جس کے بعد وہ ذاتِ حق کے ساتھ ایک ہو کر حقیقت اشیاء کو سمجھتا ہے اور سورج اور ستاروں کی حرکات کو اسی نور سے دیکھتا ہے۔ چونکہ صوفی ذات حق میں گم ہو جاتا ہے وہ دنیا کی حقیقت کو بہتر سمجھ سکتا ہے اور کائنات کو ایسے دیکھتا ہے جیسے خدا (یعنی خدا کی بصیرت سے دیکھتا ہے)۔ (حدیث میں بھی بی یَسْمَعُ اور بی یَبْصَرُ آیا ہے) اس کے بعد دنیا اس کو کچھ اور نظر آتی ہے۔ اس کو دنیا کی قباحت کے نیچے حسن اور نقائص کے نیچے کمال نظر آتا ہے۔ وہ ہر چیز میں نیا راگ سنتا ہے، ہر شے میں نیا رنگ دیکھتا ہے اور ہر جگہ اس کو نئی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ یہاں پر دونوں قسم کے مشاہدات جمع ہو جاتے ہیں۔ مشاہدۂ حق اور مشاہدۂ کائنات . . . . بعض صوفیاء کے منہ سے بے ساختہ غیر شرع کلمات نکل گئے۔ لیکن غزالی جیسے اکابر صوفیاء نے میدان میں آ کر تصوف اور شریعت کو ایک ثابت کیا اور فنا فی اللہ جیسے مشکل مقامات کو ایسے الفاظ میں بیان کیا جو شریعت سے متصادم نہیں ہوتے۔"

کیسے سنہری الفاظ میں مصنف نے اسلامی تصوف اور دیگر مذاہب کے فلسفۂ روحانیت میں فرق بیان کیا ہے۔ چونکہ ہالولڈ خود ایک روحانی پیشوا ہیں انہوں نے تصوف کی وہ خصوصیات بتائی ہیں جو تصوف کے حقائق سے ناواقف آدمی نہیں بتا سکتا خواہ ظاہری عالم دین کیوں نہ ہو۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ تزکیۂ نفس سیکھے بغیر لوگ تصوف کے متعلق رائے زنی شروع کر دیتے ہیں۔ اگر تزکیۂ نفس جس کا وہ دعوہ کرتے ہیں صحیح معنوں میں ہوتا تو کبھی انکار نہ کرتے۔

Marfat.com

میکڈانلڈ پر صوفی مجالس کا اثر

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ ڈی۔ بی میکڈانلڈ ایک بہت بڑے عیسائی مشنری تھے جو مصر میں تبلیغ عیسائیت پر مامور تھے اگرچہ انہوں نے بھی اوائل عمر میں صوفیا پر اعتراض کیے ہیں تاہم وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ جب وہ صوفیا کی مجالس میں شریک ہوتے تھے تو ان پر ان کا بڑا روحانی اثر ہوتا تھا۔ ایک دفعہ وہ مسلمانوں کے شکار کو نکلے تو ان کو محسوس ہوا کہ وہ خود شکار ہو رہے ہیں۔ سو وہ اپنی اس حالت کو اپنی کتاب (ASPECTS OF ISLAM) میں یوں بیان کرتے ہیں:۔

"جہاں تک زندہ اولیاء کا تعلق ہے ہماری مغربی دنیا میں ان کا بہت فقدان ہے اس لیے میں اکثر متوفی اولیاء کی تلاش میں رہتا تھا جن کی اسلامی دنیا میں کوئی کمی نہیں ان کے مزارات پر میں احترام سے جاتا تھا اور فاتحہ پڑھتا تھا۔ معلوم نہیں قبر والوں کو اس سے فائدہ ہوتا ہے یا نہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ جو لوگ وہاں جاتے ہیں ان کو بھی کوئی فائدہ ہوتا ہے یا نہیں۔ البتہ مجھے یہ معلوم ہے کہ مجھے اس سے بہت فائدہ ہوا اور میں نے وہاں (یعنی مزارات پر) جا کر خدا کا قرب محسوس کیا۔ دیکھئے ایک غیر مسلم پادری کو بھی مزارات سے فیض حاصل ہوا اور اس کو محسوس بھی ہوا کہ مجھے فیضان (INSPIRATION) ملا ہے۔" ایک دفعہ انہوں نے مجلس ذکر میں شمولیت کی اور یہ ان کے تاثرات ہیں:۔

"میں یہ نہیں کہتا کہ وہاں مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ میں پُر زور الفاظ میں کہتا ہوں کہ مجھ پر بہت اثر ہوا۔ مجھے یہ محسوس ہوا کہ غیب سے میرے سمیت تمام حاضرین پر ایسی روحانیت چھا رہی تھی جو اور کسی جگہ نہیں ملتی۔"

یہ ہیں مجالس ذکر سے فیوض و برکات جو ایک عیسائی کو بھی محسوس ہو رہے تھے۔ کاش کہ ہمارے مسلمان اس قدر تزکیۂ نفس کر لیتے۔ میکڈانلڈ نے بیان کیا ہے وہ ایک صوفی کو عیسائی بنانے میں کامیاب تو ہو گئے لیکن وہ ہمیشہ مغموم رہتا تھا اور اپنے کیے پر پچھتاتا رہا۔ میکڈانلڈ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"دراصل مجھے یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ آدمی اپنی سابقہ مذہبی زندگی پر نظر ڈال کر پچھتاتا تھا کہ اب مجھ پر وہ حالت طاری نہیں ہوتی جو اسلامی زندگی میں ہوتی تھی۔ کیونکہ اسلامی زندگی میں درویشی کی حالت میں اس پر کشف بھی ہوتا تھا جس سے اُسے یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ کہیں دُور کے فاصلے پر کیا ہو رہا ہے اور دُور کی آوازیں سُن بھی سکتا تھا۔ لیکن مجھے محسوس ہوتا تھا کہ وہ آدمی اب افسوس کر رہا ہے اب وہ اِن نعمتوں سے محروم ہو گیا ہے۔ اگرچہ وہ یہ بات زیادہ واضح طور پر نہیں کہتا تھا۔ لیکن وہ اس چیز کی کمی بہت محسوس کرتا تھا۔"

Marfat.com

سپنسرٹرنگھم کا اعتراف

(SPENCER TRINGHAM) نے سلاسل طریقت پر ریسرچ کی ہے اور اپنی کتاب موسومہ SPIRITUAL ORDERS میں اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تمام سلسلے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر جاکر ختم ہو جاتے ہیں اور تمام سلاسل طریقت کا منبع اور مرکز پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ یہ بہت اہم تصنیف ہے جس کی عدم موجودگی میں مستشرقین غلط فہمی میں مبتلا ہوکر تصوف کا منبع اور مصدر دیگر مذاہب میں تلاش کرتے پھرتے تھے۔ بلکہ فاضل مصنف نے خود مستشرقین کی اس غفلت اور غلط فہمی کی شکایت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"جہاں اسلامی تصوف کی طرف مستشرقین نے زبردست کشش محسوس کی ہے انہوں نے تصوف کے تنظیمی پہلو یعنی سلاسل طریقت کو بُری طرح نظر انداز کر رکھا ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے جا بجا ٹھوکریں کھائی ہیں اگر وہ سلاسل طریقت کی بے مثال تنظیم کا پتہ لگاتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ اسلامی دنیا میں مشائخ نے اس پر کس قدر کاوش اور جانفشانی سے کام کیا ہے اور اپنے اپنے روحانی شجرۂ نسب کو کس طرح محفوظ رکھا ہے۔ علاوہ ازیں بچارے مستشرقین کو یہ بھی معلوم نہیں کہ جب کسی بزرگ کو مجاہدات اور ریاضات کے بعد تکمیل کا شرف حاصل ہوتا ہے تو اس کو خلافت تو اپنے شیخ سے ملتی ہے لیکن منظوری اوپر کے مشائخ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دی جاتی ہے۔ اور ان چودہ صدیوں میں اسلامی دنیا میں ہر جگہ اسی اصُول پر خلافتیں ملتی رہی ہیں اور رشد وہدایت کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ خانقاہی نظام اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ بعض جگہوں پر نام نہاد پیروں نے اپنے مریدین کو نام نہاد خلافتیں عطا کی ہیں لیکن چند ایک کالی بھیڑوں کی وجہ سے سارا ریوڑ کالا نہیں بن سکتا۔ ہر مذہب وملت میں گناہ گار وسیہ کار افراد کا وجود پایا جاتا ہے لیکن اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا وہ مذہب وملت خراب ہے۔ کتاب مذکور میں فاضل مصنف لکھتے ہیں کہ:۔

"جس حسُن وخوبی سے اسلامی تصوف کی تحریک نے عوام اور خواص کی ہدایت کی اس کی مثال عیسائی دنیا میں نہیں ملتی۔ جہاں اب تمدن جدید نے مزید تباہی مچادی ہے۔"

سپنسر ٹرنگھم بھی تصوف پر بیرونی اثرات کی تردید کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"صوفی ازم (تصوف) اسلام کی اپنی چیز ہے جو بیرونی اثرات سے بالکل متاثر نہیں ہوئی۔ یادِ الٰہی کی بدولت صوفیا کو اندرونی بصیرت حاصل ہوئی جس سے ان کی زندگیاں منور ہوگئیں۔"

Marfat.com

اینمیری شمیل کا اعتراف

جرمنی کی مشہور سکالر اور مستشرق (ANNEMARIE SCHIMMEL) نے تصوف کا سب سے زیادہ گہرا مطالعہ کیا ہے۔ انہوں نے سیکنڈ ھینڈ مستعار اطلاعات پر انحصار نہ کرتے ہوئے خود اسلامی ممالک میں ریسرچ کا فریضہ ادا کیا ہے علماء و مشائخ اسلام سے تبادلۂ خیال کیا ہے۔ راقم الحروف سے بھی ان کی ملاقات ہوئی اور مسائل تصوف زیر بحث آئے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے دلی خلوص اور محبت سے تصوف کا مطالعہ کیا ہے اور جہاں بھی اکابر صوفیاء کا ذکر کرتی ہیں۔ ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھتی ہیں اس کے برعکس بعض مستشرقین نے اکابر اسلام کے حق میں سخت گستاخانہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ انہوں نے مولانا رومؒ، غالبؒ، اقبالؒ، شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ اور خواجہ میر دردؒ کے صوفیانہ کلام کا بغور مطالعہ کیا ہے اور داد دی ہے انہوں نے اس عمیق ریسرچ کے نتیجے میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے (MYSTICAL DIMENSIONS OF ISLAM) سب سے پہلے انہوں نے پروفیسر آربری کی طرح یہ اعتراف کیا ہے کہ صوفیاء کا کلام سمجھنا ناممکن کے برابر ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ:۔

"روحانی مشاہدات کا تجزیہ ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے کیونکہ حقیقت کو الفاظ میں نہیں بیان کیا جا سکتا۔"

دیگر منصف مزاج اور اعتدال پسند مستشرقین کی طرح اینمیری شیمل بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہیں کہ الٹا تصوف سے عیسائی ارباب روحانیت نے اثرات قبول کیے ہیں وہ لکھتی ہیں کہ:۔

"یورپ پر سب سے پہلے تصوف کا اثر ریمانڈ لل (REMOND LULL) پر ہوا جن کا سن انتقال ۱۳۱۶ ہے اس سے ایک صدی بعد ولیم جونز (WILLIAM JONES) نے فارسی شاعری کا مطالعہ کیا اور بالآخر خواجہ حافظ کے دیوان کا ترجمہ کیا۔ خواجہ حافظ کا انگریز مستشرقین پر بڑا اثر ہوا لیکن بعض انیسویں صدی کے مصنفین نے ان کی شاعری سے غلط معنی لیے اور غلط فہمی کا شکار ہوئے۔ ان لوگوں نے خواجہ حافظ کے کلام کے ظاہری معنی لیے اس لیے تصوف کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہوئے۔"

آگے چل کر وہ لکھتی ہیں کہ:۔

"انیسویں صدی میں تصوف کے متعلق اس قدر مواد جمع ہو گیا کہ اہل قلم اس کے متعلق صحیح رائے قائم کرنے لگے۔ ہاں بعض کتابیں ایسی بھی لکھی گئیں جن میں متقدمین صوفیاء کے تذکرے نہیں ملتے جس کی وجہ سے ان کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ اسلام کی سرزمین بنجر اور روحانیت سے خالی ہے لیکن حقیقت یہ ہے اسلام کے متعلق نہ ان لوگوں کو علم تھا

Marfat.com

اور نہ سمجھ سکتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جرمنی کے فاضل پروفیسر مذہبیات تھالک نے ۱۸۲۱ء میں تصوف پر پہلی تفصیلی کتاب لکھی۔ حیرت کی بات ہے کہ پروفیسر تھالک اگرچہ کٹر پروٹسٹنٹ ہیں جو روحانیت کے حامی نہیں ہوتے تاہم انہوں نے یہ اعتراف کیا ہے کہ "تصوف محمدؐ کی اپنی روحانیت کی پیداوار ہے اور اسی سے اُسے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے"

پروفیسر شیمیل کتاب مذکور میں تصوف پر ہندو اثرات کی یوں تردید کرتی ہیں :-

"میکس ہارٹن سمیت بہت سکالروں نے تصوف پر ہندو اثرات کا نظریہ پیش کیا ہے لیکن اس کے متعلق کوئی واضح ثبوت نہیں لا سکے"

تصوف کے متعلق پروفیسر شیمیل کی اپنی رائے یہ ہے :-

"تصوف کا منبع پیغمبرِ اسلام ہیں اور تصوف کا سرچشمہ وحی الٰہی ہے جو پیغمبر اسلام کے ذریعے قرآن کی صورت میں نازل ہوئی۔ قرآن مسلمانوں کے نزدیک غیر مخلوق ہے اور سب کے لیے خاص کر صوفیاء کے لیے رُشد و ہدایت کا مینار نور رہا ہے۔ قرآنی علوم اور حقائق کے بیان کرنے میں صوفیاء اسلام نے سب سے زیادہ حصّہ لیا ہے اور قرآن کے الفاظ نے ان کے لیے مشعل ہدایت کا کام دیا ہے۔ مزید برآں یہ قرآن ہی ہے جس سے صوفیاء کو روحانی احوال و مقامات حاصل ہوئے اور کشف و کرامات اور استغراقی کیفیات نمودار ہوئیں۔ صوفی ازم کی اصل محمدؐ ہیں اور محمدؐ ہی سلسلۂ روحانیت کی پہلی کڑی ہیں اور محمدؐ سے علوم ولایت اُن کے چچازاد بھائی علی ابن ابی طالب کو حاصل ہوئے"

آگے چل کر انیمیری شیمیل لکھتی ہیں :-

"اہل مغرب اصحاب قلم کے سامنے محمدؐ کی وہ تصویر رہی ہے جو صدیوں کی نفرت و عداوت سے پیدا ہوئی۔ ان کے نزدیک وہ محض ایک ہوشیار سیاستدان تھے یا زیادہ سے زیادہ ایک جھوٹے مذہب کے بانی تھے جنہوں نے تورات و انجیل کی نقل لگائی۔ لیکن آپ کے رُوحانی کمالات کا علم کسی کو نہیں ہے"

اس کے بعد وہ ان صحابہ کرام کا ذکر کرتی ہیں جن کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی فیض حاصل ہوا اور ان کا ذکر جن کو صحابہ کرام سے فیض حاصل ہوا غرضیکہ انہوں نے فیضان نبوی کا ایک مسلسل شجرۂ نسب بنا کر پیش کیا جن کو سلاسل طریقت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ :-

"اس سلسلۂ طریقت میں وہ اصحاب رسولؐ شامل ہیں جن کا اُوپر ذکر ہو چکا ہے۔ ان کے علاوہ اصحاب صفہ، ابوذر غفاری، سلمان فارسی اور اویس قرنی ہیں جن کا مسلک آنے والے صوفیاء

Marfat.com

نے اختیار کیا اور جو اسلام، ایمان واحسان پر مبنی ہے۔ایک حدیث میں احسان کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ خدا کی اس طرح عبادت کرو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اگر دیکھ نہیں سکتے تو یہ کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔"

تصوف پر مجوسی اور عیسائی اثرات کی پرزور نفی کرتے ہوئے وہ لکھتی ہیں :۔

"صوفیاء نے مجوسی دوئی دو خدا یعنی یزدان واھرمن) اور عیسائی تثلیث (تین خدا) کے عقائد کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔کیونکہ یہ ان کے نزدیک شرک تھا۔"

اس سلسلے میں پروفیسر شیمل ایک اور مستشرق پیری نیویا (PERE NWYA) کا مندرجہ ذیل اقتباس پیش کرتی ہیں :۔

"پیغمبرِ اسلام کے اہل بیت میں امام جعفر صادقؒ تصوف کے سب سے بڑے معلم ہیں۔ امام صاحب کی تفسیر جو سلمی کی تفسیر میں محفوظ ہو چکی ہے حقائق تصوف کا بہترین خزانہ ہے امام جعفر صادقؒ کے نزدیک قرآن کے چار مطالب ہیں۔قرآن کا ظاہر عوام کیلئے ہے۔اشارات خواص کے لیے لطائف اولیاء کے لیے اور حقائق انبیاء کیلئے۔"

کاش کہ ہمارے علمائے ظواہر قرآن کے متعلق مندرجہ بالا حقائق سے آگاہ ہوتے۔اگر ہوتے تو اج یہ تفرقہ بازی نہ ہوتی۔

پروفیسر شیمل نے ایڈورڈ براؤن اور نکلسن جیسے اکابر کی بھی تردید سے دریغ نہیں کیا۔وہ لکھتی ہیں :۔

"ہمیں براؤن کے اس قول سے اتفاق نہیں کہ ذوالنون پہلا شخص ہے جس نے نظریہ وحدت الوجود پیش کیا اور نہ ہی ہم نکلسن کے اس قول سے متفق ہیں کہ تصوف کی اصل فلسفہ یونان ہے۔ کیونکہ حدیث قدسی بی یسمع اور بی یبصر میں کوئی فلسفیانہ بات نہیں ہے اور نہ ہی ذوالنون مصری کے اس قول میں کوئی فلسفہ کی بات ہے کہ "میں نے خدا کو خدا سے جانا۔"

اسی طرح شیمل نے اپنے ہم وطن سکالر روڈالف آٹو (RUDOLF OTTO) کی بھی تردید کی ہے۔نیز انہوں نے پروفیسر ہلمٹ ریٹر (HELMUTRITTER) اور آر۔سی۔زہنر (ZAEHNER) کے اس قول کی تردید بھی کی ہے کہ ابو یزید بسطامیؒ کے تصوف کی اصل ہندو مذہب ہے۔انہوں نے یورپ کے ان مصنفین کی بھی تردید کی ہے جنہوں نے حلاج پر الزام تراشی کی ہے۔مثلاً ایڈورڈ پیکاک، کریمر، ہارٹن، میکڈانلڈ وغیرہ۔اور نکلسن اور ماسینوں کے اس قول کی تائید کی ہے کہ حلاج کا تصوف قرآن وحدیث پر مبنی تھا۔یہ کتاب دیکھنے کے قابل ہے۔

Marfat.com

اہل یورپ پر تصوف کے اثرات بیان کرتے ہوئے پروفیسر شمیل لکھتی ہیں :۔

"پیغمبر اسلام نے کہا ہے کہ مُوتوا قبل انتَ مُوتوا (مر جاؤ مرنے سے پہلے) فارسی شاعری کے ذریعے یہ تمثیل یورپ میں جا پہنچی جس کے نتیجے میں گوئٹے نے اپنی مشہور نظم (SELIGE SCHNSUTCHT) میں موت قبل از موت کا ذکر کیا ہے۔ نیز گوئٹے کی نظم (STUB WERDE) بھی پیغمبر اسلام کی اِسی حدیث کا ترجمہ ہے۔ اور یہی حلاج اور دیگر صوفیاء کے تصوف کا سنگِ بنیاد ہے"

دیکھئے کس قدر پُرمغز ریسرچ ہے۔ اِن حقائق کو غور میں لایا جائے تو تمام اختلافات مٹ سکتے ہیں۔ کتاب مذکور میں پروفیسر شمیل نے لکھا ہے کہ حلاج کی موت کے بعد صوفیاء نے جو کتابیں لکھی ہیں انہوں نے اسبات کی پُرزور حمایت کی ہے کہ تصوّف اور شریعت اسلامیہ کے مابین کوئی نزاع نہیں ہے مثلاً ابو نصر سراج کی کتاب اللّمع' قلاآبادی کی کتاب تعرف' ابوطالب مکی کی کتاب قوت القلوب سلمی کی کتاب طبقات الصوفیہ' نعیمی کی کتاب حلیۃ الاولیاء' امام ابوالقاسم کا رسالہ' سید علی ہجویری کی کتاب کشف المحجوب اور امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم ان تمام کتابوں میں تصوف اور شریعت کی ہم آہنگی ثابت کی گئی ہے۔

فاضل مصنف نے آگے چل کر لکھا ہے کہ تصوّف کے تینوں اصُول شریعت' طریقت اور حقیقت پیغمبر اسلام کی اِس حدیث میں موجود ہیں :۔

اَلشَّرِیْعَۃُ اَقْوَالِیْ وَالطَّرِیْقَۃُ اَفْعَالِیْ وَالْحَقِیْقَۃُ اَحْوَالِیْ۔

اس کے بعد وہ تصوّف کے تمام حقائق و مسائل کو قرآنی آیات سے ثابت کرتی ہیں۔ انہوں نے توبہ' ورع' خلوص' زہد' توکل' فقر' فنا' صبر' شکر' خوف' رجا' ادب' قبض' بسط' محبّت' معرفت' انس' ہیبت' قرب' شوق' عشق' وغیرہ کو قرآن و حدیث سے ثابت کیا ہے۔

آگے چل کر وہ بعض لوگوں کے اس الزام کی بھی نفی کرتی ہیں کہ فنا سے حلول و اتحاد لازم آتا ہے فنا کی جو تعریف فاضل مصنفہ کرتی ہیں وہ صوفیاء کی تعریف کے عین مطابق ہے :۔

"فنا کیا ہے سالک کا ذاتِ حق میں گم ہو جانا اور اپنی نفی کرنا ہے"

ظاہر ہے کہ اس سے نہ حلول لازم آتا ہے نہ اتحاد۔ حلول و اتحاد کا عقیدہ یہ ہے کہ ذاتِ حق رام اور کرشن میں اُتر آئی اور وہ خدا بن گئے۔ لیکن اسلام کے عقیدہ فنا میں یہ دونوں چیزیں نہیں ہیں۔

رُوڈلف اوٹو کی نکتہ چینی

ایک جرمن ماہر روحانیات رُوڈلف اوٹو (RUDOLF OTTO) نے ایک کتاب میں ذاتِ حق کی دو صفات جمال اور جلال کا

Marfat.com

تقابل کیا ہے۔ اس کے متعلق ڈاکٹر شیمیل لکھتی ہیں کہ:۔

"اس سے ایک ہزار سال سے زائد عرصہ پہلے مسلم صوفی ذوالنون مصری نے حق تعالٰے کی صفتِ جمال، صفتِ جلال کو بیان کرکے تیسری صفت کمال سے یکجا کردیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے جو چیز رُوڈلف اوٹو نے بیان کی ہے صوفیائے اسلام کو کئی صدیاں پہلے اس کا علم تھا"

ڈاکٹر شیمیل اور وحدت الوجود

لیکن وحدت الوجود سمجھنے میں شاید ڈاکٹر شیمیل کو بھی دیگر مستشرقین کی طرح کچھ غلط فہمی ہوئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وحدت الوجود کا تعلق مشاہدہ سے ہے جو منطقی استدلال سے بالاتر ہے۔ اس کتاب میں ڈاکٹر شیمیل کو بھی سطحی نظر کے لوگوں کی طرح یہ مغالطہ ہوا ہے کہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی وحدت الشہود کو صحیح اور وحدت الوجود کو غلط سمجھتے تھے۔ وہ لکھتی ہیں کہ:۔

"عام طور پر شیخ احمد سرہندی کے نظریہ وحدت الشہود کو لوگ وحدت الوجود کی نسبت زیادہ شریعت کے مطابق سمجھتے ہیں بلکہ علمائے ظاہر تو وحدت الوجود کو بالکل اسلام کے خلاف سمجھتے ہیں لیکن اس سطحی قسم کے استدلال سے ایسے ادق مسائل کہاں حل ہوسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ماریجن مول (MARIJAN MOLE) نے شیخ احمد سرہندی کے نظریات کو خوب سمجھا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ توحیدِ شہودی عین الیقین کا نتیجہ ہے یعنی اپنی آنکھوں سے وحدتِ وجود کو دیکھ کر یقین کرنا اور وحدت الوجود منطقی استدلال یعنی علم الیقین کا نتیجہ ہے۔ توحیدِ شہودی میں سالک اپنی آنکھوں سے وحدت کا مشاہدہ کرتا ہے اور وحدت الوجود صرف ایک علمی نظریہ ہے۔ بعد میں سالک کو حق الیقین کے ذریعے معلوم ہوجاتا ہے کہ دونوں الگ نظر آتے ہیں اور روحانی انداز میں ایک ہوجاتے ہیں۔ اس طرح شیخ سرہندی اور عظیم کبرائی شیخ علاء الدولہ سمنانی باہم متفق ہوجاتے ہیں کیونکہ مؤخر الذکر نے بھی ابن عربی کی مخالفت کی ہے"

اس اقتباس میں ڈاکٹر شیمیل کو دو باتوں میں مغالطہ ہوا ہے۔ ایک یہ ہے کہ جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں کوئی تعرض نہیں ہے۔ خود شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات میں فرمایا ہے کہ دونوں نظریات کے مابین نزاع لفظی ہے نہ کہ حقیقی۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ ڈاکٹر شیمیل کو یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ شیخ علاء الدولہ نے اگرچہ اوائل میں ابن عربی کی معمولی بات پر مخالفت کی تھی لیکن بعد میں

Marfat.com

انہوں نے ابن عربی کو حق پر سمجھا اور اپنے آپ کو غلط فہمی کا شکار قرار دیا اور پچھتائے۔[1]

نیز ماریحن مول نے جو یہ بات کہی ہے کہ وحدت الشہود نتیجہ ہے۔ عین الیقین کا اور وحدت الوجود علم الیقین پر مبنی ہے یہ بھی کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ نے یہ استدلال اپنے مکتوبات میں خود پیش کیا۔ اگرچہ حضرت شیخ احمدؒ کے نزدیک وحدت الشہود عین الیقین یعنی عینی شہادت پر مبنی ہے اور وحدت الوجود بقول آپ کے صرف منطقی استدلال کا نتیجہ ہے پھر بھی اس منطقی استدلال کی خود بخود عینی شہادت کے ذریعے تصدیق ہو جاتی ہے اور منطقی استدلال پر مبنی نظریہ وحدت الوجُود ایک مسلّمہ حقیقت بن جاتا ہے۔ یہ تو تھا ڈاکٹر شیمیل کا جرمن سکالر ماریحن مول کے بیانات پر تبصرہ۔ لیکن وحدت الوجُود اور وحدت الشہود کے متعلق ڈاکٹر شیمیل کا اپنا خیال حقیقت سے زیادہ قریب ہے۔ کیونکہ وہ لکھتی ہیں کہ:۔

"ماریحن مول کے نزدیک وحدت الوجود منطقی استدلال کا نتیجہ ہے اور وحدت الشہو د عینی شہادت کا لیکن بعد میں سالک کو حق الیقین سے معلوم ہو جاتا ہے کہ بظاہر دونوں الگ نظر آتے ہیں لیکن روحانی انداز میں ایک ہو جاتے ہیں۔"

اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور شاہ اسماعیل شہید کا بھی یہی خیال ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی حقیقت ایک ہے اور ان کے مابین جو اختلاف بظاہر نظر آتا ہے۔ نزاع لفظی ہے نہ کہ نزاع حقیقی۔ لیکن افسوس ہے کہ سطح بین حضرات نہ حضرت شیخ احمدؒ کے مکتوبات شریف کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ شاہ ولی اللہؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ جیسے نقشبندی مجددی اکابرین کے اقوال کی پرواہ کرتے ہیں اور وحدت الوجُود کو خلاف شرع اور وحدت الشہود کو مطابق شرع بتانے کی رٹ لگائے جاتے ہیں اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اس قسم کے ناقدین کی اکثریت اُن لوگوں پر مشتمل ہے جو تحقیق سے معرّا اور تدقیق سے مبرّا ہیں اور اکثر بے ریشی کے مراحل طے کر رہے ہوتے ہیں اور سکولوں میں ٹیچری کے فرائض انجام دیتے ہیں۔۔ حالانکہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود جیسے ادق حقائق کا سمجھنا سفید ریش اور سفید سر سے پہلے ہرگز میسر نہیں آسکتا۔ اور وہ بھی عمر بھر کے مجاہدات، ریاضات، عبادات، مکاشفات اور مشاہدات اور مقامات فنا و بقا پر عبور کے بعد۔ اور حیرت پہ حیرت یہ کہ اس قسم کے چھُٹ بھیئے وحدت الوجود کے جرم میں بڑے بڑے اکابر اولیاء اللہ کو نہایت گستاخانہ انداز میں داغتے اور روندتے چلے جاتے ہیں اور بھی معلوم

---

[1] مراۃ الاسرار مصنفہ شیخ عبد الرحمٰن مطبوعہ صوفی فاؤنڈیشن ۲۰ دربار مارکیٹ لاہور۔

Marfat.com

کرنے کی کوشش نہیں کرتے کہ وحدت الوجود کے قائل تمام مشائخ عظام اور اولیا کرام کے ساتھ حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے اپنے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد چشتیؒ اور آپکے دلدا شیخ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی چشتی ہیں۔ کس قدر اندھیر ہے۔

ٹامس آرنالڈ کا اعتراف

انگلستان کے مشہور سکالر ٹامس آرنالڈ (THOMAS ARNOLD) کی کتاب اسلامی تعلیمات (PREACHING OF ISLAM) کا موضوع بھی یہی ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں بلکہ اپنی بے پناہ روحانی قوت اور صداقت کی بنا پر پھیلا ہے۔ انہوں نے دنیا کے اُن تمام ممالک کا جائزہ لیا ہے جہاں مسلمانوں نے حکومت کی ہے یا تاجر اور مبلغ اسلام بن کر گئے ہیں اور نہایت تفصیل کے ساتھ صوفیاء کرام اور دیگر علماء و صلحا کی تبلیغی مساعی اور کامیابیوں کو بیان کیا ہے۔ یہ کتاب کافی ضخیم ہے اور پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ سطور ذیل میں صرف برصغیر کے متعلق فاضل مصنف کے بیانات نقل کیے جاتے ہیں کیونکہ مستشرقین کو اکثر تصوف اور ہندو فلسفہ روحانیت کے درمیان مشابہت سے دھوکہ ہوا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"بنگال میں اسلامی اثرات کی واضح دلیل صوفیاء و مشائخ کے مزارات ہیں جن پر آج بھی لوگوں کے ہجوم رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک شیخ جلال الدین تبریزی ہیں جو شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے اور جن کا ۱۲۴۴ء میں انتقال ہوا تبلیغ اسلام کے سلسلے میں وہ کئی ممالک کا دورہ کرتے ہوئے بنگال پہنچے۔ جہاں ان کا مزار ہے اور اوقاف کی جائداد منسلک ہے۔ آپ کی بہت کرامات مشہور ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے ایک ہی نگاہ سے ایک ہندو گھوسی کو مسلمان بنا دیا۔"

اس کے بعد فاضل مصنف نے ہندوستان کے دوسرے حصّوں میں صوفیاء کرام کی تبلیغی کوششوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک شیخ اسماعیل ہیں جن کا شمار بخارا کے سادات میں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں کہ:۔

"شیخ اسماعیل ظاہری و باطنی علوم سے آراستہ تھے جو سب سے پہلے ۱۰۰۵ء میں لاہور آکر تبلیغ اسلام میں مشغول ہوئے۔ ان کی مجالس پند و نصیحت میں ہزاروں لوگ شمار ہوتے تھے اور اسلام قبول کرتے تھے اور نومسلموں کی تعداد میں بے حد اضافہ ہوا۔ ان کے متعلق بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جو شخص بھی ان کو ملنے آتا مسلمان ہو کر جاتا تھا۔"

آگے چل کر ٹامس آرنلڈ لکھتے ہیں کہ:۔

"مغربی پنجاب کی ہندو اقوام شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی اور بابا فرید الدین گنج شکر کی تعلیمات

Marfat.com

سے مسلمان ہوئیں جو تیرھویں اور چودھویں صدی عیسوی کے بزرگ ہیں۔ جواھر فریدی کے مصنف اصغر علی نے لکھا ہے کہ بابا فرید الدین کی تبلیغی ساعی سے پنجاب کی سولہ بڑی قوموں نے اسلام قبول کیا" آگے چل کر ٹامس آرنلڈ لکھتے ہیں کہ :۔

(PIONEER)

"ہندوستان میں سب سے زیادہ مشہور اور اسلامی تبلیغ کی شاہراہ تعمیر کرنے والے بزرگ شیخ خواجہ معین الدین چشتی ہیں جنہوں نے ہندوستان کی راجدھانی اجمیر میں سکونت اختیار کی۔ آپ سجستان کے رہنے والے تھے جو فارس کے مشرق میں واقع ہے۔ ہندوستان میں جا کر تبلیغ اسلام کرنے کا حکم آپ کو پیغمبر اسلام سے اس وقت ہوا جب وہ حج کے موقعہ پر مدینہ کی زیارت کو گئے۔ ان کو پیغمبر اسلام نے فرمایا :۔

کہ "خداوند عالم نے ہند کا ملک تجھے دیا ہے۔ وہاں جاؤ اور اجمیر میں مقیم ہو جاؤ۔ خداوند تعالے کی مہربانی سے اور تمہاری اور تمہارے مریدین کی برکت سے اسلام اس ملک میں پھیل کر رہے گا" آپ نے حکم کی تعمیل کی اور ہندوستان کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب دہلی پہنچے تو وہاں سات سو ہندو آپ سے مل کر مسلمان ہوئے۔ اجمیر پہنچ کر دیکھا کہ وہ بت پرستی کا گڑھ ہے آپ کی تبلیغ کی بدولت ہندو لوگ رفتہ رفتہ اسلام قبول کرنے لگے۔ آخر وہاں کے راجا کا گورو مقابلہ کے لیے نکلا اور وہ بھی مسلمان ہو گیا"

آگے چل کر ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں کہ :۔

"صوفیا میں سے ایک بخارا سے آئے ہوئے سید تھے جن کا نام سید جلال الدین بخاری تھا۔ آپ ۱۱۹۹ء میں پیدا ہوئے اور ۱۲۴۴ء میں ریاست بہاولپور کے قصبہ اوچ میں آکر سکونت اختیار کی۔ آپ نے گرد و نواح کی ہندو اقوام کو مسلمان کیا اور ۱۲۹۱ء میں رحلت کی۔ آپ کے خاندان میں بہت اولیاء اللہ پیدا ہوئے ہیں جو ہمیشہ تبلیغ اسلام میں مصروف رہے اور آج تک ان کی تبلیغ کے مراکز موجود ہیں۔ آپ کے خاندان میں سید جلال الدین ثانی اور سید احمد کبیر بھی بڑے مشائخ ہوئے ہیں جنہوں نے پنجاب کی بہت قوموں کو مسلمان بنایا۔ اوچ سے ایک میل مشرق میں ایک اور بزرگ حسن کبیر الدین کا مزار ہے۔ جن کے والد کا نام سید صدر الدین ہے۔ جو سید جلال الدین کے ہمعصر تھے۔ باپ اور بیٹے نے بھی کثیر تعداد میں کفار کو مسلمان بنایا۔ حسن کبیر الدین کے اندر اس قدر روحانی قوت تھی کہ جس ہندو پر ان کی نظر پڑتی تھی مسلمان ہو جاتا تھا" بحوالہ پنجاب سٹیٹس گزٹ (PUNJAB STATE GAZZET) جلد بہاولپور"

Marfat.com

آگے چل کر آرنالڈ لکھتے ہیں کہ:۔

"اُسی صدی میں ایرانی عراق سے ایک اور بزرگ ہندوستان آئے جن کا نام بوعلی قلندر تھا۔ انہوں نے ہندوستان آکر پانی پت میں سکونت اختیار کی جہاں ایک سو سال کی عمر میں انہوں نے ۱۳۲۴ء میں وفات پائی۔ وہاں کے راجہ امر سنگھ نے آپ کی روحانی تعلیمات کے ذریعے اسلام قبول کیا اور اب اُن کی مسلم راجپوت اولاد شہر میں آباد ہے آپ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔۔۔"

اس سے آگے آرنالڈ لکھتے ہیں کہ:۔

"ایران سے ایک اور صوفی بزرگ چودھویں صدی میں آئے اور آسام کے شہر سلہٹ میں آباد ہوئے ان کا نام بھی شیخ جلال الدین تھا۔ ان کو بھی تبلیغ اسلام میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ مسلمان ہوتے۔"

ٹامس آرنالڈ کی مذکورہ بالا کتاب میں صوفیاء اور علمائے اسلام کی تبلیغی مساعی اور شاندار کامیابیوں کو اس قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اس محدود کتاب میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کثیر تعداد کی غیر مسلم مصنفین کی حقیقت آمیز اور حقیقت آموز ریسرچ کے بعد اب بھی اگر مخالفین تصوف مخالفت پر ڈٹے رہیں اور اس کو غیر اسلامی اور بیرونی اثرات کی پیداوار قرار دیں تو ظاہر ہے کہ یہ مخالفت برائے مخالفت ہوگی جس کا علمی دنیا میں کوئی جواز نہیں۔ یہ اسلام کی خدمت نہ ہوگی بلکہ اسلام کے شیرازہ کو بکھیرنے کی مذموم کوشش ہوگی۔ لیکن عصر حاضر کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ دشمنان اسلام کے چاروں طرف حملوں کے پیش نظر مسلمان اختلافات چھوڑ کر ایک ہو جائیں۔ یاد رہے کہ مسلمانوں کے مابین اختلافات کی خلیج غیر ملکی یورپین حکمرانوں کی پیدا کردہ ہے اب جبکہ وہ رخصت ہو گئے ہیں۔ اُن کے پیدا کردہ اختلافات بھی رخصت ہو جانا چاہئیں اور مذہبی اختلافات کو روزی کا ذریعہ بنانے کی مذموم حرکت کو ختم کرنا چاہیئے۔ روزی خداوند عالم کے ہاتھ میں ہے جو رب العالمین ہے۔

Marfat.com

عصرِ حاضر میں اہلِ یورپ اور اہلِ ہند پر تصوف کے اثرات

گزشتہ صفحات میں یورپین مصنفین کی اپنی ریسرچ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یورپ کے قدیم مایۂ ناز روحانی پیشوا مثل ڈانٹے، گوئٹے، سینٹ ایکوئی ناس، سینٹ ایکہارٹ، سینٹ جان آف دی کراس اور سینٹ آگسٹائین کے سلسلے کے لوگ تصوف اور صوفیائے اسلام کے کس قدر ممنونِ منت ہیں۔ اب ہم قارئین کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ عصرِ حاضر میں کس طرح اہلِ مغرب کے بعض لوگوں نے اسلامی تصوف سے زبردست اثرات قبول کیے اور بعض نے اسلام قبول کر کے صوفی مسلک اختیار کیا اور بلند روحانی مراتب حاصل کیے۔

ادریس شاہ نے اپنی کتاب صوفیاء (THE SUFIS) میں یورپ کے جن لوگوں نے تصوف سے زبردست اثرات قبول کیے ان کی تفصیل بیان کی ہے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اٹھارہویں صدی کے آخر میں جب نپولین نے مصر پر حملہ کیا تو اسلام اور خاص طور پر تصوف سے اس قدر متاثر ہوا کہ واپسی پر اپنے ساتھ صوفیاء کی ایک جماعت فرانس میں لے گیا تاکہ وہاں ادارۂ تصوف قائم کیا جائے۔ اس جماعت کو صوفین (SUPHEENS) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد انہوں نے اپنی ناکامی کا اقرار کیا اور یہ کہہ کر ادارہ بند کر دیا کہ تصوف بغیر شیخ کامل نہیں چل سکتا۔

رچرڈ برٹن

ادریس شاہ نے کتاب مذکور میں لکھا ہے کہ:۔

"اسلامی تصوف کی سب سے زیادہ دلچسپ پیداوار انگلینڈ کے رچرڈ برٹن (RICHARD BURTON) ہیں جنہوں نے ایک صدی پہلے ایک قصیدہ لکھا جو اُن کے حج بیت اللہ کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے قصیدے کے مقدمہ میں اپنے آپ کو مترجم اور قصیدہ کے مصنف حاجی عبدل یزدی کو اپنا شیخ بتایا ہے۔ قصیدہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ضرور اپنے شیخ کے تحت تصوف کا روحانی کورس طے کیا تھا اور اب تصوف کو یورپ میں پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے۔

فیرفیکس

اسی طرح فیرفیکس (FAIR FAX) نے اپنے شیخ حاجی ابراہیم سے تصوف سیکھا اور تصوف کے مضمون پر ایک نہایت اچھی نظم لکھی جس کا نام "بہارستانِ تصوف" (SUFI ROSE GARDEN) ہے۔

Marfat.com

کرنل وِلبر فورس کلارک

انگلینڈ کے ایک اور صوفی منش سکالر کرنل وِلبر فورس کلارک (WILBERFORCE CLARK) ہیں جنہوں نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ان کی کتاب عوارف المعارف کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ انہوں نے خواجہ حافظ کے دیوان اور نظامی کی کتاب سکندر نامہ کا بھی ترجمہ کیا ہے۔ آپ مشہور صوفی منش سکالر ریمانڈ لل کے مکتب سکول سے تعلق رکھتے ہیں۔ کرنل کلارک نے تصوف کے متعلق سب سے زیادہ اہم بات یہ کہی ہے کہ "جہاں دوسرے مذاہب میں غلبۂ حال (ECSTACY) آخری منزل قرار دیا جاتا ہے۔ اسلامی تصوف کی رُو سے یہ صرف ابتدا ہے اور انتہائی مقام قربِ حق یا مقامِ عبدیت ہے جو دوسرے مذاہب میں نہیں ملتا بلکہ منشیات کے ذریعے مخموری اور غلبۂ حال پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ :۔

حال عارضی کیفیت کا نام ہے اور جب یہ کیفیت پختہ ہو جاتی ہے تو مقام کہلاتی ہے غلبۂ حال (ECSTACY) منزل مقصود نہیں ہے بلکہ مقام تک پہنچانے کا ذریعہ ہے"

کرنل کلارک کی یہ بات اکابر صوفیاء کے مسلک کے عین مطابق ہے کیونکہ جہاں دیگر مذاہب میں غلبۂ حال کو منزل مقصود قرار دیا جاتا ہے اسلامی تصوّف میں غلبۂ حال (مغلوبیت) منزل مقصود نہیں بلکہ درمیانی منزل ہے اور نقص سمجھی جاتی ہے۔

صُوفی عبدالعزیز

ڈاکٹر عبدالعزیز دراصل پشاور کے ایک ہندو خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو انگلینڈ میں ڈاکٹری پاس کرنے کی خاطر گئے، عیسائی مذہب اختیار کر لیا اور وہیں کے ہو رہے۔ اور پھر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی روحانیت کے ذریعے مسلمان ہوئے اور مسلک تصوف اختیار کر کے بلند مراتب تک پہنچے۔

واقعہ یُوں ہے کہ ایک دفعہ پشاور کا ایک ہندو گھرانہ اجمیر شریف کے نواح میں ایک مندر پشکر کی پوجا کے لیے اجمیر پہنچا اور رات وہاں بسر کی۔ ان کے ساتھ ایک چھ سال کا چھوٹا بچہ بھی تھا جس کا نام مدن داس تھا۔ کھانا کھانے کے بعد جب رات کو مدن داس کے والدین خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے مزار کی زیارت کے لیے جانے لگے تو چھوٹا بچہ مچل گیا۔ اس نے کہا میں بھی خواجہ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ والدین اس خیال سے کہ بچہ ہے وہاں نیند آجائے گی اور اٹھانا مشکل ہو جائے گا اس کو روتا ہوا چھوڑ کر چلے گئے۔ بچّے کو روتے ہوئے نیند آگئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک سفید ریش بزرگ آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ "تم مجھے ملنا چاہتے تھے لیکن تمہارے والدین نے نہ آنے دیا۔ اس لیے میں خود تمہیں ملنے آیا ہوں۔ یہ بھی کہا کہ فکر نہ کرو میں تم کو بلا لوں گا"

Marfat.com

پشکر کی زیارت کے بعد وہ لوگ واپس پشاور چلے گئے۔ بچّہ بڑھتا رہا۔ جوان ہوا تو بی اے پاس کیا اور چونکہ امیر گھرانے سے تعلق رکھتا تھا پشاور چھاؤنی میں انگریز فوجی افسروں کے ٹینس کلب کا ممبر ہوگیا اور وہاں روزانہ شام کو ٹینس کھیلنے جایا کرتا تھا۔ وہاں کلب میں ایک فوجی میجر کی لڑکی بھی ٹینس کھیلنے آیا کرتی تھی جس کے ساتھ اس کا محبت کا رابطہ قائم ہوگیا اور لڑکی اس کے ساتھ شادی کرنے پر آمادہ ہوگئی۔ اب چونکہ اس زمانے میں انگریز قوم دیسی لوگوں کو لڑکی دینا معیوب سمجھتے تھے۔ انہوں نے پیچھا چھڑانے کی خاطر لڑکے کو ڈاکٹری سیکھنے کے لیے انگلینڈ بھجوا دیا۔ مدن داس ہونہار لڑکا تھا اس نے ڈاکٹری پاس کی اور انگریزوں کے ایما پر وہیں پرائیویٹ پریکٹس میں مشغول ہوگیا۔ اور عیسائی مذہب بھی قبول کرلیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ انگریز میجر بھی پنشن پاکر انگلینڈ چلا گیا۔ جب لڑکی اور لڑکے کو ایک دوسرے کا علم ہوا تو خط وکتابت اور عشق ومحبّت کا راستہ پھر سے کھل گیا۔ اب چونکہ وہ برٹش نیشنل بن چکا تھا اور عیسائی مذہب بھی اختیار کر چکا تھا۔ لڑکی کے باپ نے تنگ آکر اس کے ساتھ شادی کردی اور بچے بھی پیدا ہوئے اور وہ پریکٹس کرتا رہا۔

ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ وہی بزرگ جن کے ساتھ خواب میں اجمیر شریف میں ملاقات ہوئی تھی آئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ تم ہمارے پاس آجاؤ۔ لیکن اس نے اس خواب کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ دوسری رات پھر وہی خواب دیکھا اور اس بزرگ نے زیادہ پُرزور طریقے سے کہا کہ تم ضرور آجاؤ۔ لیکن اس نے پھر بھی پرواہ نہ کی۔ تیسری مرتبہ پھر وہی خواب دیکھا اور بزرگ نے کہا کہ تم نہیں آتے تو ہم تمہیں زبردستی بلالیں گے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد اس کے بچّے یکے بعد دیگر بیمار ہوتے اور فوت ہوگئے۔ بیوی بیمار ہوئی اور فوت ہوگئی۔ اس کے بعد وہ خود بیمار ہوگیا اور ڈاکٹروں نے جتنا زور لگایا اچھا نہ ہوا۔ آخر تنگ آکر سب ڈاکٹروں نے یہ مشورہ دیا کہ تبدیلیٔ آب وہوا کے لیے اُسے وطن جانا چاہیے۔ چنانچہ اس کو اُسی بیماری کی حالت میں سوار کرایا گیا اور بمبئی کی بندرگاہ پر آکر اُترا۔ چونکہ اب وہ عیسائی ہوچکا تھا اُس نے ایک عیسائی گرجا میں سکونت اختیار کی اور چند یوم میں صحت یاب ہوگیا۔ گرجا کے لوگوں نے اُسے مشنری سروس کے لیے ملازم رکھ لیا اور وہ گاہے بگاہے دوُرے کرکے عیسائیت کی تبلیغ کرنے لگا۔ ایک دفعہ دوُرہ کرتے ہوئے وہ اجمیر شریف پہنچا۔ خیال آیا کہ مزار پر جاؤں۔ جونہی اندر داخل ہوا تو اس قدر کشش محسوس ہوئی کہ گویا ایک بجلی کی کرنٹ جسم میں دوڑ گئی ہے اس سے ان کو اس قدر مزہ آیا کہ درگاہ میں کمرہ لے کر ٹھہر گئے اور حضرت خواجہ کی طرف روز بروز زیادہ سے زیادہ توجہ، محبت اور کشش ہونے لگی۔ بالآخر اسلام قبول کرکے حضرت خواجہ صاحبؒ کا مسلکِ تصوف اختیار کیا، اور ڈاکٹر عبدالعزیز نام سے پرائیویٹ پریکٹس میں مصروف ہوگئے اس کے ساتھ تصوّف کی تعلیمات بھی حاصل کرتے رہے اور بلند مقامات تک پہنچ گئے۔ ہمارے شیخ حضرت مولانا سیّد محمد ذوقی شاہ قدس سرہٗ اس زمانے میں اجمیر شریف میں قیام پذیر تھے۔ ان کے ساتھ اکثر ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں اور مجالس معرفت گرم رہتی تھیں۔

Marfat.com

صوفی حبیب اللہ لوگرود

انگلستان کے ایک اور درویش جو مسلمان ہو کر تصوف کی تعلیم میں مشغول ہوئے صوفی حبیب اللہ لوگرود (LOVEGROVE) تھے۔ آپ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کے روحانی فیض سے مسلمان ہوتے۔ پہلے آپ کو مولانا رومؒ نے خواب میں زیارتیں کرائیں اور اسلام کی طرف راغب کیا۔ جب اسلام لا چکے تو حالتِ بیداری میں بھی مولانا علیہ رحمہ کی روحانیت کا مشاہدہ کرتے تھے اور گفتگو ہوتی تھی۔ جب ہمارے شیخ حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہؒ کا انگریزی مضمون صوفی ازم لندن کے ایک جریدہ اسلامک ریویو (ISLAMIC REVIEW) میں شائع ہوا تو حبیب اللہ لوگرود نے حضرت شاہ صاحب علیہ رحمہ کو کئی خطوط لکھے اور خط و کتابت کے ذریعے تصوف کی تعلیم حاصل کرتے رہے، ان کے پہلے خط کا اقتباس درج ذیل ہے:

میرے اسلامی بھائی سید محمد ذوقی۔

السلام علیکم۔ میں نے آپ کا مضمون صوفی ازم جو اسلامک ریویو میں چھپا بڑے شوق سے پڑھا۔ عرصہ ہوا میں نے غیبی اشاروں کی بدولت اسلام قبول کیا۔ مجھے آپ سے روحانی امداد اور ہدایت حاصل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ میرے غیبی روحانی دوست نے سب سے پہلے مجھے تصوف سے روشناس کرایا اور پھر مسجد میں جا کر اسلام قبول کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ سال ۱۹۱۶ء میں میں نے اسلام قبول کر لیا۔ اسی وقت سے مجھے اسلام کی ہر چیز سے بہت محبت ہو گئی ہے۔ میں نے "اسلام کیا ہے" (WHAT IS ISLAM) کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے جو بہت پسند کی گئی ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ سے بہت کام لینا ہے اور میں علم کا پیاسا ہوں۔ میں روحانی طور پر سفر کر کے بیماروں کا علاج بھی کرتا ہوں۔ لوگوں نے مجھے بارہا ایک خاص صورت میں مریضوں کے سرہانے بیٹھے دیکھا ہے۔ میں نے اپنے روحانی دوست کا فوٹو بھی اتارا ہے اور ہندوستان کے ایک دوست نے کہا ہے کہ یہ مولانا رومؒ ہیں۔ ہندوستان کے ایک بزرگ جن کا نام عثمان تھا خاص طور پر اتنا طویل سفر طے کر کے مجھے یہ بات بتانے آئے تھے۔ میں اپنے روحانی مشاہدات میں دیکھتا ہوں کہ اسلام کے لیے بہت کام کر رہا ہوں۔"

اس خط کے جواب میں حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہؒ کے خط کا مختصر اقتباس حسب ذیل ہے:

"مولانا جلال الدین رومیؒ کا آنا اور آپ کو ہدایت دینا اسبات کی دلیل ہے کہ آپ راہِ راست پر ہیں کیونکہ حق تعالےٰ کے باطنی نظامِ ہدایت میں مولانا رومؒ کے سپرد اہل مغرب کی ہدایت

Marfat.com

ہے۔ وہ مناسب شاگرد چُن کر ان کی ہدایت کرتے ہیں اس لیے جو کچھ ان کی طرف سے آتا ہے بالکل صحیح ہے :

حبیب اللہ لوگرود نے ایک اور خط میں لکھا :

" میرے روحانی دوست اس وقت میرے پاس بیٹھے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ سید محمد ذوقی بہت اچھے دوست ہیں اور ان کے ساتھ خط و کتابت جاری رکھو۔ انہوں نے مجھے کوئی غلط بات نہیں بتائی۔ گزشتہ سوموار کے دن جب میں ایک میٹنگ میں گیا تو میرے دوست جلال الدین رومیؒ میرے ساتھ تھے۔ ان کو ایک یہودی عورت مسز کلینڈ نے جو میرے دفتر میں کام کرتی ہیں بھی دیکھا اس کا خط شامل پڑا ہے مہربانی کر کے جلدی واپس کرنا "

ایک اور خط میں حبیب اللہ لوگرود نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ جب میں ایک مجلس میں تقریر کر رہا تھا تو کئی لوگوں نے دیکھا کہ دو فرشتے اور مولانا رومی شاندار لباس میں میرے پیچھے کھڑے ہیں مسز کلینڈ نے بھی دیکھا حبیب اللہ لوگرود کئی مذہبی سوسائٹیوں کے ممبر اور ایک دو سوسائٹیوں کے صدر تھے۔ لیکن حضرت مولانا ذوقیؒ نے ان کو مشورہ دیا کہ فی الحال یہ کام چھوڑ کر پورے انہماک کے ساتھ خداوند تعالےٰ کے ساتھ پیوستہ ہو جائیں کیونکہ اس سے ان کی روحانی ترقی میں رکاوٹ ہو رہی تھی۔

صوفی عبداللہ مالٹکے

صوفی عبداللہ مالٹکے (MOLTKE) کا تعلق جرمنی کے ایک مشہور فوجی خاندان مالٹکے سے ہے۔ اس خاندان میں دو بڑے نامور جرنیل پیدا ہوئے ہیں۔ جن میں سے ایک پہلی جنگ عظیم میں جرمن فوج کا کمانڈر انچیف تھا۔ اسلام سے پہلے مالٹکے ایک بحری جہاز کے کپتان تھے جو ہندوستان اور انگلستان کے درمیان چلتا تھا۔ جب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی انگریزوں کے خلاف سال ۱۸۵۷ء کے جہاد میں ناکام ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہوئے تو کراچی سے اس جہاز میں سوار ہو گئے۔ لیکن آپ کے پاس ٹکٹ خریدنے کیلئے رقم بھی نہیں تھی۔ جہاز کے عملے کے ساتھ کافی لے دے کے بعد جہاز کا کپتان آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یا رقم نکالو یا جہاز سے اُتر جاؤ۔ آپ نے اپنی جیب سے استنجا کے چند ڈھیلے نکال کر اس کے ہاتھ میں دیئے۔ جب اس نے دیکھا تو وہ سونے کی ڈلیاں تھیں۔ یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ اس نے کہا کہ میں سنتا تھا کہ مسلمان بزرگوں سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں لیکن آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے اس کے بعد وہ حضرت امداد اللہؒ کو اپنے کیبن میں لے گیا اور خدمت کرتا رہا۔ جب جہاز جدہ پہنچا تو انہوں نے استعفیٰ لکھ کر اپنے نائب کے حوالہ کر دیا اور خود اُتر کر حضرت حاجی صاحبؒ کے ساتھ مکہ معظمہ چلا گیا۔ اسلام

Marfat.com

قبول کیا اور تصوف کی تعلیم حاصل کر کے بلند روحانی مراتب حاصل کیے۔ ہمارے حضرت دادا پیر حضرت مولانا وارث حسن کوڑہ جہان آبادی علیہ رحمۃ جن کو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے شرف بیعت حاصل تھا فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ معظمہ میں شیخ عبداللہ ماٹلکے کی زیارت کی تھی۔ انہوں نے ایک مشک خریدی ہوئی تھی اور لوگوں کا پانی بھرتے تھے۔ جب دو آنے کی رقم جمع ہو جاتی تھی تو ایک ہفتہ گوشہ نشینی کر کے یاد خدا میں منہمک ہو جاتے تھے۔

صُوفی عبدالسلام

مدن موہن ہندوستان کے ایک فلم ایکٹر تھے جو بہت اچھا گاتے تھے۔ ایک دفعہ جب اجمیر شریف جانا ہوا تو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی درگاہ میں چلے گئے۔ اندر جا کر دہلیز کو چوما تو جسم میں ایک بجلی کی سی کرنٹ محسوس ہوئی اور بے خود ہو کر رہ گئے۔ چند روز وہاں رہنے کے بعد ہمارے شیخ حضرت مولانا شاہ سید محمد ذوقیؒ سے ملاقات کا سلسلہ جاری ہوا اور مسلمان ہو کر شرف بیعت حاصل کیا اور سلوک الی اللہ کی تعلیم و تربیت میں سرگرم ہو گئے۔ پاکستان بننے پر وہ حضرتِ اقدس کے ساتھ کراچی آئے اور کچھ عرصہ بعد انگلستان چلے گئے جہاں انہوں نے بہت لوگوں کو تصوّف کی تعلیمات سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد وہ ہندوستان چلے گئے اور وہاں زیادہ تر ہندوؤں میں تبلیغ اسلام کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کو حضرت اقدس سے خلافت بھی ملی تھی اور آخر لکھنؤ میں بیمار ہو کر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسٹر لیس ہوپ

مسٹر لیس ہوپ (LESHOPE) ایک اور عیسائی ہیں جو تصوف سے متاثر ہو کر حضرت مولانا شاہ سید محمد ذوقی علیہ رحمۃ کے زیر تربیت رہے حضرت شاہ صاحبؒ کے ساتھ ان کی خط و کتابت رہی۔ ایک خط میں حضرتِ اقدس فرماتے ہیں:۔

"مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ کو روحانی ترقی ہو رہی ہے اور عقائد بھی صحیح ہو رہے ہیں۔ روحانی ترقی کی کوئی حد نہیں ہے۔ آدمی جتنی ترقی کرے اس سے اُوپر اور منازل نظر آتی ہیں۔ اس راستے میں سب سے زیادہ ضروری بات استقلال اور ہمت ہے۔ اگر تھوڑا کام باقاعدگی سے کیا جائے تو اُس بہت کام سے بہتر ہے جو بے قاعدگی سے کیا جائے۔ تمہیں چاہیے کہ جس طرح جسمانی خوراک کا بندوبست کرتے ہو رُوح کو بھی اس کی غذا پہنچاتے رہو۔ میں یہ باتیں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے اندر استعداد موجود ہے اور ترقی یقینی ہے بشرطیکہ کام کرتے رہو۔ تمہارے مستقبل کا دارومدار تعلق باللہ پر ہے۔ تعلق باللہ جس قدر زیادہ ہوگا زیادہ ترقی حاصل ہو گی۔ ۔ ۔ ۔ جسم آلہ ہے روح کا اور روح آلہ ہے اَنا کا جو انسان کے اندر ہے اور جو اَناۓ حقیقی کی صدائے بازگشت (ECHO) ہے۔ اَناۓ حقیقی نہ انسان کے اندر ہے نہ باہر، اس کا کوئی مقام

Marfat.com

نہیں اور ہر جگہ موجود ہے وہی وجودِ حقیقی ہے جس کے سامنے کسی وجود کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ہر چیز اس کے سائے کی طرح بلکہ سایہ بھی نہیں کہلائی جا سکتی۔ تمہارا کام اپنے آپ کو پہچاننا ہے اس کے بعد یہ معلوم کرنا ہے کہ ذاتِ حق کے ساتھ آپ کو کیا تعلق ہے جب اس حقیقت سے آگاہی ہو جائے گی تو تمہارا جسم، روح اور ہر چیز منور ہو جائے گی۔ تعلق باللہ کے بغیر کوئی چیز کام نہیں آتی حتیٰ کہ ہوا میں اُڑنا اور پانی پر چلنا بھی بے کار ہے۔"

مدن راؤ مادھوراؤ

مدن راؤ مادھوراؤ ایک اور ہندو ہے جس نے تصوّف سے متاثر ہو کر حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی تربیت حاصل کی۔
ایک خط میں حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:۔

"اپنے اندر جھانک کر معلوم کرو کہ تم کیا ہو اور تمہارے اندر کس چیز کی طلب ہے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ بظاہر اگرچہ تم ایک سرکاری ملازم ہو، ایک خاوند ہو۔ ایک باپ ہو لیکن درحقیقت تم ایک درویش، سادھو یا فقیر کا قلب رکھتے ہو۔ لہٰذا تمہیں اپنا نقطۂ نگاہ بدلنا ہو گا۔ تمہارا مقصد زندگی خدا ہونا چاہیے۔ باقی ہر چیز اس کے نیچے ہونا چاہیے اس کام میں جس چیز سے مدد ملے تمہارے لیے بہتر ہے۔"

ڈاکٹر رولو

ڈاکٹر رولو (ROLO) ایک اور عیسائی تھے جنہوں نے حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہ علیہ رحمۃ سے روحانی تربیت حاصل کی۔ حضرت شاہ صاحبؒ ایک خط میں لکھتے ہیں:

"حبسِ دم کے کئی طریقے ہیں۔ لیکن یہ سب موسم سرما میں یا سرد ممالک میں کیے جاتے ہیں۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ خلوت میں بیٹھ کر آنکھیں بند کر لو اور مربعہ بیٹھ کر اس طرح کرو کہ جب سانس باہر آئے تو یہ خیال کرو کہ تمہارے تمام خیالات، تعلقات، خواہشات جو ماسوا کے ساتھ وابستہ ہیں سب دل سے باہر جا رہے ہیں اور جب سانس اندر جائے تو یہ خیال کرو۔ نہ صرف خیال کرو بلکہ پختہ یقین کرو کہ حق تعالےٰ میرے اندر داخل ہو رہے ہیں۔ سانس اندر جانے اور باہر آنے میں فی الحال وقفہ برابر رکھو اور رفتہ رفتہ بڑھاتے جاؤ۔"

شیخ احمد مراد

تصوّف سے متاثر ہونے والے ایک امریکن دانشور شیخ مراد ہیں جو حضرت شیخ عنایت کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ شیخ عنایت ہندوستان کے ایک بزرگ تھے جنہوں نے یورپ جا کر وہاں کے لوگوں کو تصوّف سے آگاہ کیا۔ ان کی تبلیغی مساعی کا مرکز زیادہ ہالینڈ رہا جہاں ان کے ہزاروں مرید پائے جاتے ہیں۔

Marfat.com

متفرق نو مسلمین

مندرجہ بالا نو مسلمین کے علاوہ یورپ اور امریکہ سے بے شمار نو مسلم پاکستان آئے ہوتے ہیں جو تلاشِ شیخ اور روحانی تربیت کے شوق میں اکثر عرسوں اور مزارات پر دیکھے جاتے ہیں۔ ان میں سے کئی حضرات راقم الحروف کے غریب خانہ پر آکر رہتے ہیں۔ حقیقت و معرفت کی باتیں ہوتی ہیں۔ بہت ہی مخلص، باہمت اور مستقل مزاج لوگ ہیں۔ گھر بار وطن، دولت، آرام و آسائش سب ترک کرکے وطن سے دور یہاں پر ان کو جس قدر مشکلات و مصائب کا سامنا ہوتا ہے۔ سب بخوشی برداشت کرتے ہیں حتیٰ کہ کئی دن کے فاقوں سے بھی نہیں گھبراتے ایک دفعہ ہم نے بہاول پور میں اپنے مکان پر ایک فرانسیسی نو مسلم نوجوان اور ایک سوئٹزرلینڈ کی نو مسلم لڑکی کی شادی رچائی تھی۔ اب وہ دونوں پاکستان سے چلے گئے ہیں۔ اسی طرح مراکش کے صوفی بزرگ حضرت شیخ محمد ابن حبیبؒ کے ہاتھ پر یورپ اور امریکہ کے بے شمار لوگوں نے حال میں اسلام قبول کیا ہے اور تصوف کی تعلیمات حاصل کی ہیں شیخ عبدالقادر الصوفی جو برطانیہ کے باشندہ ہیں اُن مریدین میں سب سے زیادہ مشہور ہیں۔

شیخ عبدالقادر الصوفی اور ان کے خلفاء کے نو مسلم مریدین بھی اکثر اوقات راقم الحروف کے غریب خانہ پر آکر حلقہ ہائے ذکر اور مجالس مذاکرہ میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک خاتون سبع سمٰوات نامی ہیں جن کو روحانیت کا بے حد شوق ہے اور اس ذوق و شوق میں ہمارے غریب خانہ واقع الہ آباد میں بھی آئی تھیں اور ان کی خواہش کے مطابق ہم لوگ اپنے بیوی بچوں سمیت ان کو اوچ شریف کے مزارات پر لے گئے جہاں ان کو بہت زیادہ روحانی فیوض حاصل ہوئے اور بہت خوش ہو کر واپس گئیں

ان نو مسلمین میں سے ایک محمد نعیم حبیب اللہ ہیں جو روحانی طور پر حضرت بابا فریدالدین گنجشکر سے بہت وابستہ ہیں اور اکثر پاکپتن شریف میں رہتے ہیں۔ غریب خانہ پر آیا کرتے ہیں۔ بہت باہمت اور صاحبِ ذوق انسان ہیں۔ ایک دفعہ وہ ایک سو میل ریگستان و بیابان کے سفر کے بعد ایک بزرگ کے مزار پر پیدل گئے۔ جب راقم الحروف نے پوچھا کہ کتنا سفر تھا تو کہنے لگے کہ صرف ایک سو میل۔ ایک دفعہ افغانستان اور فلسطین میں جنگ کی وجہ سے مجھے پریشان ہوتا دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ:۔

"آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں۔ خدا کی قدرت کو نہیں دیکھتے کہ جہاں اسلامی ممالک کی سرحدوں پر دشمنانِ اسلام نے توپیں نصب کر رکھی ہیں ان کے اپنے گھروں کے اندر ہم جیسے جاں نثار اسلامی سپاہی پیدا ہو رہے ہیں"

احمد اکبر

ان میں سے ایک صاحب احمد اکبر ہیں جو بے حد جوشیلے صوفی ہیں اور جب سے انگلینڈ سے آئے ہیں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ رحمۃ کے اس قدر

Marfat.com

گرویدہ ہیں کہ ہر وقت مزار پر رہتے ہیں۔ کبھی کبھی حضرت بابا علیہ رحمۃ کے عرس پر پاکپتن شریف بھی آتے ہیں اور حضرت داتا گنج بخش علیہ رحمۃ کے مزار پر بھی حاضری دیتے ہیں۔ لیکن ان کی رہائش وہی حضرت خواجہ قطب الدین علیہ رحمۃ کا آستانہ ہے۔ حضرت خواجہ کے باطنی اشارہ کے مطابق انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے قدم مبارک کی زیارت بھی کی ہے جو سری لنکا میں ایک پہاڑ پر ہے۔ وہاں جاتے ہوئے انہوں نے حضرت خواجہ قطب علیہ رحمۃ کے اشارہ کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے مزارات کی زیارت بھی کی جو جنوبی ہندوستان کے ایک شہر شاید رامیشور میں واقع ہیں۔ بہت لمبی قبریں ہیں۔ ہندو لوگ وہاں کے مجاور ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے بزرگوں کی قبریں ہیں۔ وہ بھی سچ کہتے ہیں کیونکہ آدم علیہ السلام اور ان کے بیٹے سب کے باپ اور بزرگ ہیں۔

عبدالرحمٰن اطالوی نومسلم حضرات میں سے ایک صاحب عبدالرحمٰن ہیں جو اٹلی کے باشندہ ہیں ایک دفعہ جب وہ غریب خانہ پر بہاول پور آئے تو میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کس طرح مسلمان ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے فرانس کے مشہور مصنف ماسینوں (MASSIGNON) کے ایک فلاں شاگرد (جن کا نام میرے ذہن سے اتر گیا ہے۔) نے کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ چونکہ وہ بڑے عالم و فاضل اور دیندار آدمی تھے میں نے ان کا کہنا مان لیا اور مسلمان ہو گیا۔ راقم الحروف نے پوچھا کہ کیا وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ میں نے کہا کہ پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک عیسائی دوسرے عیسائی کو مسلمان ہونے کی تلقین کرے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات میری سمجھ میں بھی نہیں آئی۔ میں نے کہا کہ پھر تو ان کے استاد ماسینوں کے متعلق یہ خبر صحیح معلوم ہوتی ہے کہ وہ تصوف پر ریسرچ کے بعد درپردہ اسلام قبول کر چکے تھے اور معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے وہ شاگرد جنہوں نے آپ کو اسلام قبول کرنے کی تلقین کی وہ بھی درپردہ مسلمان تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں یہی ہو سکتا ہے۔

عطاء اللہ چشتی آپ بھی امریکہ کے نومسلم ہیں جو حضرت شیخ احمد مراد کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور بیعت ہو کر تبلیغ اسلام میں مشغول رہے۔ آپ پاکستان میں بھی آئے۔ اور لاہور کی معروف خاتون ڈاکٹر خاور چشتی سے شادی کی۔ جو آجکل لاہور میں ایک کالج کی پرنسپل ہیں۔ اپنے شیخ کے وصال کے بعد جناب عطاء اللہ چشتی نے صوفی برکت علی صاحب (سالاروالا) سے اخذِ فیض کیا۔ اور ۱۹۷۴ء میں واصل باللہ ہو کر سالاروالا ہی میں دفن ہوئے۔ اُن کا پہلا نام GEORGE ENDREW LEAR JUNIOR تھا آپ کو شیخ احمد مراد صاحب سے خلافت بھی حاصل ہوئی۔

Marfat.com

محمد ہارون صاحب آپ جرمنی کے نومسلم ہیں۔ جو حضرت شاہ شہید اللہ فریدیؒ سے بیعت ہوئے۔ اور اب کراچی میں مقیم ہیں۔

حاجی مختار صاحب آپ آسٹریلیا کے نومسلم ہیں جو حضرت شاہ شہید اللہ فریدیؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوگئے۔ کراچی میں اسلامک سنٹر میں تعلیم حاصل کرکے اب ملیشیا میں مقیم ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ ملیشیا میں ہر سال دس ہزار لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں۔

نعمت اللہ صاحب آپ ارجنٹائن (جنوبی امریکہ) کے نومسلم ہیں۔ اور حضرت شاہ شہید اللہ فریدیؒ کے جانشین حضرت شاہ سراج علی صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوکر سلوک الی اللہ طے کر رہے ہیں

مصطفےٰ سہیل صاحب آپ بھی ارجنٹائن کے نومسلم ہیں جو اسلام آباد کے ایک مدرسہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

محمد ناصر صاحب آپ بھی ارجنٹائن کے نومسلم ہیں جو سندھ میں ایک نقشبندی شیخ سے بیعت ہوکر سلوک الی اللہ طے کر رہے ہیں۔

داؤد ابو الفتح صاحب آپ آسٹریلیا کے نومسلم ہیں جو احقر راقم الحروف سے بیعت ہوکر سلوک طے کر رہے ہیں۔ آپ ملیشیا میں سائنس یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔

سیف الاسلام صاحب آپ کا تعلق ملیشیا کی چینی آبادی سے ہے جو اسلام قبول کرنے کے بعد راقم الحروف سے بیعت ہونے اور سلوک الی اللہ میں مشغول ہیں۔

محمد غوث صاحب آپ ملیشیا کے نومسلم ہیں جو پہلے وہاں کی ہندو آبادی سے تعلق رکھتے تھے۔ قبول اسلام کے بعد احقر راقم الحروف کے تحت سلوک طے کر رہے ہیں۔

عاشق علی صاحب آپ فرانس کے نومسلم ہیں جو بیوی بچوں سمیت مسلمان ہوئے اور اب کراچی میں اسلامی تعلیم و تربیت حاصل کر رہے ہیں۔

عبد السلام صاحب آپ بھی فرانس کے نومسلم ہیں جو پاکستان میں کافی عرصہ رہ کر اب الجزائر چلے گئے ہیں۔

Marfat.com

مسز مریم کعکی | آپ فرانس کی نومسلمہ ہیں جو اب ریاض میں مقیم ہیں اور اسلامی تعلیم و تربیت حاصل کر رہی ہیں ۔ عرصہ دو سال سے احقر راقم الحروف سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہے۔

غرضیکہ نومسلم حضرات کی تعداد اسقدر کثیر ہے کہ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

Marfat.com

ہندو رُوحانی پیشواؤں پر صوفیائے اسلام کے عظیم احسانات

مشہور ہندو مؤرخ پروفیسر ڈاکٹر تارا چند نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے۔

INFLUENCE OF ISLAM ON INDIAN CULTURE ڈاکٹر تارا چند کی یہ وہ قابلِ تحسین ریسرچ اور حق بیانی ہے کہ جس سے تصوف پر ہندو اثرات کے الزام لگانے والوں کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔ جس طرح یورپ پر صوفیائے اسلام کے احسانات کو مستشرقین یورپ نے قلابازیاں لگا کر اُلٹا صوفیا کرام پر عیسائیت کے اثرات کا ڈھونگ رچایا اُسی طرح صوفیائے اسلام کے جو اثرات اور احسانات ہندو ارباب روحانیت پر ہوئے ان کو بھی یورپ کے مستشرقین نے اُلٹا رنگ دے کر تصوف پر ہندو اثرات کی رام کہانی بنا کر دنیا کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں بھی ڈاکٹر نکلسن کا وہی قول صادق آتا ہے کہ "یار لوگوں نے غلط بیانی کر کے باپ کو بیٹا بنا دیا ہے اور بیٹے کو باپ کا مقام دے دیا ہے"۔

ویسے تو اولیاء اور صوفیائے اسلام جنہوں نے ہندوستان میں آکر ہزاروں لاکھوں کفار کو نورِ اسلام سے منور کیا ان کی سوانح حیات اور تاریخ اسلام میں کثرت سے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ جہاں بھی ہندو جوگیوں کا مشائخ اسلام سے مقابلہ ہوا جوگیوں نے منہ کی کھائی اور عاجز آکر مشائخ کے قدموں میں گر کر اسلام اختیار کیا

ڈاکٹر تارا چند کے حیرت انگیز انکشافات و اعترافات

لیکن جہاں تک غیر اسلامی شواہد کا تعلق ہے اس سلسلے میں نامور مورخ و محقق ڈاکٹر تارا چند کی کتاب انفلوئنس آف اسلام آن انڈین کلچر (INFLUENCE OF ISLAM ON INDIAN CULTURE) پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ صوفیاء اسلام ہندو فلسفۂ حیات کے ممنون ہیں بلکہ ہندو ارباب روحانیت اسلامی تصوف اور صوفیائے اسلام کے ممنون منت ہیں۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ اقوامِ مغرب کے نوآبادیاتی نظام COLONIALISM اور (IMPERIALISM) کے ایجنٹوں نے محکوم مسلم اقوام پر غیر ملکی حکومت برقرار رکھنے کی خاطر اسلام اور اکابر اسلام کو بدنام کرنے اور مسلمانوں کے دلوں میں احساس کمتری پیدا کرنے کے لیے کتنے بڑے سفید جھوٹ ایجاد کیے کہ حقیقت کو اُلٹ دیا، ممنون کو محسن اور محسن کو ممنون بنا کر دکھایا اور باپ کو بیٹا اور بیٹے کو باپ بنا دیا۔ حالانکہ ڈاکٹر تارا چند جیسے محقق اور منصف مزاج مورخ نے تاریخ سے ثابت کر دیا ہے کہ شنکر اچاریہ، راما نوجا، راما نندا، بھگت کبیر اور ان کے تمام چیلے اور چیلوں کے چیلے صوفیاء کرام اور اولیائے اسلام سے تصوف کی تعلیم و تربیت حاصل کر کے بلند روحانی مراتب کو پہنچے۔ لیکن یار لوگوں نے یہ ڈھونگ رچا رکھا ہے کہ تصوف شنکر آچاریہ اور راما نوجا کی تعلیمات کا مرہونِ منت ہے۔ کس قدر اندھیر، ظلم اور غضب اور جھوٹ ہے۔

Marfat.com

ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ شمالی ہند میں مسلمانوں کی آمد فتوحات اور حکومت سے بہت پہلے جنوبی ہند میں عرب نوآبادیوں کے ذریعے ہندو ارباب روحانیت نے مسلمانوں سے تصوف کے میدان میں اثرات قبول کرنا شروع کر دیئے تھے۔اس تاریخی حقیقت سے اسبات کی بھی نفی ہوتی ہے کہ مسلمانوں نے بزورِ شمشیر غیر مسلموں کو مسلمان بنایا۔ڈاکٹر تارا چند کے الفاظ یہ ہیں:۔

شنکر آچاریہ

"جنوبی ہند میں شنکر آچاریہ اور ان کے شاگردوں کی روحانی تعلیمات اور اسلامی تصوف کی تعلیمات میں حیرت انگیز مشابہت ہے۔۔۔ شنکر کی پیدائش کے وقت تک اسلامی نظریۂ توحید (MONOTHEISM) جنوبی ہند میں جڑ پکڑ چکا تھا۔اس لحاظ سے شنکر آچاریہ اپنے عہد کی پیداوار تھے۔اور ایک نئے مذہب یعنی مذہب توحید کے بانی تھے۔ جو برہمنوں کی بت پرستی کے برعکس تھا۔شنکر کے اس نظریۂ توحید کو اسلام کے سخت توحید پسند مذہب سے بڑی تقویت حاصل ہوئی۔شنکر اس وقت پیدا ہوئے جب مسلمانوں نے جنوبی ہند میں قدم جما کر وہاں کے ایک راجا کو مسلمان کر لیا تھا اور اپنی تبلیغی کوششوں میں مصروف ہو چکے تھے۔ان کی جائے پیدائش بھی وہ جگہ تھی جہاں عربستان اور ایران سے جہاز آ کر ٹھہرتے تھے۔لہٰذا اگر شنکر کا نیا نظریۂ توحید اسلامی توحید کی ایک گونج قرار دیا جائے تو کوئی نئی اور حیرت کی بات نہ ہوگی۔چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے اثرات ہندوازم میں پوری قوت سے داخل ہوئے اور اس پر اسلامی رنگ چڑھا دیا۔"

آگے چل کر ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں۔

رامانوجا

رامانوجا کے وقت میں مسلمان کارومنڈل ساحل پر آباد ہو چکے تھے۔اس زمانے میں مسلم اولیاء مثل ناصر ولی وغیرہ اسلام کی تبلیغ میں مصروف تھے اور ہندوؤں اور ان کے حکمرانوں مثل راجا کنپوریا وغیرہ کو مسلمان بنا رہے تھے اور ان سے مساجد کیلئے زمینیں حاصل کر رہے تھے۔ہندو مذہب پر اسلام کا اتنا اثر ہوا کہ شنکر آچاریا اور رامانوجا کے وقت میں قدیم ہندو ذات پات کی رسم، عقیدۂ تناسخ اور بت پرستی وغیرہ کا خاتمہ ہو گیا۔۔۔۔رامانوجا کے فلسفہ کے مطابق خداوند عالم صفات حسنہ کا مالک سمجھا جانے لگا اور انہوں نے خدائے واحد کی عبادت میں ذوقِ عمل اور حسن عقیدت کو شامل کر دیا۔انہوں نے مذہب کے وہ دروازے ان قوموں کے لیے بھی کھول دیئے جن کو اب تک برہمنوں نے بند کر رکھا تھا۔عابد و معبود کے باہمی تعلق میں عشق کو بڑا دخل حاصل ہوا بلکہ انسان بھائی کی محبت بھی جزو ایمان بن گئی لیکن اس معاملہ میں پیش رفت ذرا کم تھی۔اور وشنو سوامی، نمبارکا اور مہادیو کے بحث ومباحثے وہ شکل اختیار کر گئے جو نظام، اشعری، اور غزالی کے مابین ہوا کرتے تھے۔"

Marfat.com

آگے چل کر ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں :-

" نانویں صدی کے جنوبی ہند کے دیگر عقائد پر بھی اسلام کی چھاپ نمایاں نظر آتی ہے مثلاً خدائے واحد لاشریک کی عبادت، عبادت الٰہی میں عشق و محبت کا زور، تزکیہ نفس، گرو یا پیر و مرشد کا احترام۔ ذات پات کا ترک وغیرہ۔۔۔"

ڈاکٹر تاراچند ان اصلاحات کو اسلام اور صرف اسلام کی پیداوار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

"چنانچہ رامانوجا نے شودروں کو مندروں میں داخل ہونے کی اجازت دے رکھی تھی ان اصلاحات کو جین مت اور بدھ مت سے ہرگز منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ ان مذاہب میں بھی ذات پات اور بت پرستی کی لعنت گھس چکی تھی۔ بھگتی یعنی محبت اور پاراپتی (اطاعت) کا عنصر خالص اسلامی اثرات کا نتیجہ ہے۔"

ڈاکٹر تاراچند مزید لکھتے ہیں کہ :-

"مصنف بھمدار کار کا خیال ہے کہ ہندوازم پر یہ اثرات عیسائی مذہب کا نتیجہ ہیں۔ لیکن زیادہ یقینی بات یہ ہے کہ یہ اثرات اسلامی ہیں۔ کیونکہ محبت اور اطاعت دونوں اسلام کا جزو اعظم ہیں۔ لفظ اسلام کے معنی بھی فرمانبرداری یعنی اطاعت کے ہیں اور ایک مسلمان سچا پاراپتا (مطیع) ہوتا ہے۔ خداوند تعالٰی کی رضا کے آگے سر جھکا دینا اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ تاریخ کی رو سے بھی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ رامانوجا نے یہ عقائد اسلام سے حاصل کیے۔ امام (گورو) کے ذریعے حق تعالٰی کی عبادت میں منہمک ہوجانا بھی اسلام کے اہم عقائد میں سے ہے۔ احترام شیخ کا یہ اصول قرون وسطیٰ کے ہندوازم کے اندر صوفیاء اسلام کے ذریعے داخل ہوا شنکر کا نظریہ انانند اگیری یعنی شوا میں فنا ہوجانا اور الورا اور اچارو کا وشنو میں فنا ہونا اور اناپاھتی کا گورو وادا یہ تمام نظریات صوفیانہ ہیں اور صوفیاء کے ذریعے سارے ہندوستان میں پھیل گئے۔ چنانچہ عصر حاضر کا ایک ہندو سکالر لکھتا ہے کہ ہندو مذہب میں یہ جو استاد کو اتنا اونچا مقام دیا گیا ہے میرے نزدیک یہ اسلام کا اثر ہے۔ رامانوجا اور آربتھاپنچیکا کا عقیدہ آچاریہ بھیما بھی اسلام سے ماخوذ ہے نہ کہ عیسائیت سے یہ تمام اثرات جنوبی ہند میں ظاہر ہو رہے تھے نہ کہ شمالی ہند میں جہاں ابھی تک اسلام نہیں پہنچا تھا۔"

ہندو فرقے لنگا (جنگاماس) اور سدھار پر صوفی اثرات

ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں کہ :-

"جنوبی ہند کا ذکر چھیڑنے سے پہلے دو اور ہندو فرقوں کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت

Marfat.com

ہے کیونکہ ان فرقوں پر اسلامی اثرات سب مذکورہ بالا فرقوں سے زیادہ ہوتے ہیں ان فرقوں کے نام لِنگایت (جگنا ماس) اور سدھارا ہیں۔

ہندومت کے اِن دونوں فرقوں کی عادات وخصائل، عقائد واعمال برہمنوں سے اس قدر مختلف اور اسلام سے اس قدر مشابہ ہیں کہ ہندو اور یورپین مورخ اسلامی اثرات کی ہرگز نفی نہیں کر سکتے"

ڈاکٹر تاراچند مزید وضاحت کرتے ہوئے اسلامی تصوف کے مندرجہ ذیل اثرات بیان کرتے ہیں"

"لنگایت فرقہ کے لوگ خدائے واحد لاشریک کی پرستش کرتے ہیں جسے وہ پار اشو ا کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ وہ بلند ترین تجلیات، اور کمالات کا مرکز، وہ تمام خوشیو ں کا منبع، وہ لازوال ہستی، جو ہر مادی تغیرات سے پاک ہے وہ ایک عالمگیر ہادی ہے جسے وہ لوگ علاھہ پر بھو کہہ کر پکارتے ہیں۔ انسان کی شکل میں جو ہادی آیا وہ اس ستار و غفار کا نائب ہے جسے وہ اپنی زبان میں بساوا کہتے ہیں۔ ان نائب ہادیوں کے نام ان کی زبان میں یہ ہیں۔ ریوان، مارول، اکوراما اور پنڈت پروفیسر براون کا خیال ہے کہ یہ مسلمانوں کے چار پیر ہیں جو روحانی تربیت پر مامور ہیں۔ اور جن کی مرید بنانے کی رسومات اس قوم کے چار پیشوا بعینہٖ گلنام (چیلہ) بناتے وقت ادا کرتے ہیں۔ ان کے چیلہ بنانے کے قواعد بھی وہی ہیں جو مسلم صوفیاء کے ہیں"

آگے چل کر ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں کہ اُن کے حسب ذیل عقائد بھی مسلمانوں جیسے ہیں:۔

"اُن میں کوئی ذات پات کا امتیاز نہیں ہے۔ جب ایک پاریا (غلام) ان کے سلسلے میں داخل ہوتا ہے تو وہ برہمن سے کسی حالت میں کم نہیں سمجھا جاتا اور نہ ہی اُن کے ہاں امیر و غریب یا مرد و عورت کا فرق ہے تمام لوگ اپنے اعمال کے مطابق معزز سمجھے جاتے ہیں"

آگے چل کر ڈاکٹر تاراچند ان کے رسوم و رواج اور معاشرتی اصول بیان کرتے ہیں۔ جو خالص اسلامی ہیں:۔

"اُن کے ہاں شادی اختیاری چیز ہے اور دلہن کی رضامندی ضروری سمجھی جاتی ہے بچپن کی شادی کو وہ غلط سمجھتے ہیں۔ ان کے ہاں طلاق جائز ہے۔ وہ لوگ بیواؤں کی عزت کرتے ہیں اور ان کو دوبارہ شادی کی عام آزادی ہے۔ وہ لوگ مردوں کو جلاتے نہیں دفن کرتے ہیں اور مُردہ کو غسل دیا جاتا ہے۔ ان کے ہاں برہمنوں کی طرح موت کی

Marfat.com

رسومات نہیں ہیں۔ وہ تناسخ (آواگون) کے قائل نہیں ہیں۔ وہ سب مل کر کھانا کھاتے ہیں، باہم شادی بیاہ کرتے ہیں اور اتفاق سے رہتے ہیں۔ وہ بہت مخلص اور متقی و پرہیزگار ہوتے ہیں اور مجاہدانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ ٹیلیگو علاقے میں رہتے ہیں۔ جہاں بلگام، بیجاپور اور دھارواڑ کے ضلعوں میں ان کی ۳۵ فیصد اور میسور اور کلھاپور میں دس فیصد آبادی ہے۔"

قارئین غور فرماویں کہ یہ تمام اصول اور عقائد اسلامی ہیں اور ہندو مذہب کے بالکل خلاف ہیں۔ آگے چل کر ڈاکٹر تاراچند یہ سوال کرتے ہیں کہ یہ عقائد انہوں نے کہاں سے اپنائے ہیں اور پھر خود ہی پروفیسر براؤن کی تردید کرتے ہوئے جواب دیتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کا اثر ہے جن کی نوآبادیاں ساحل سمندر کے ساتھ پھیلی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر تاراچند کہتے ہیں کہ مورخ نائران (NAIRN) کا بھی یہی خیال ہے اس کے بعد ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں:۔

"اس نظریہ کو رد کرنا مشکل ہے کہ لنگایت فرقہ اسلامی اثرات کی پیداوار ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نظریہ قائم نہیں کیا جا سکتا کہ جس سے ان کی عادات و عقائد میں اس قدر انقلاب واقع ہو سکے۔ کیونکہ تناسخ جیسے مضبوط ہندو عقیدہ، مردہ جلانے جیسی قدیم ہندو روایت، ذات پات جیسی پرانی رسم، شادی بیاہ جیسی اہم رسومات کا ترک اور ان لوگوں کی سخت مجاہدانہ اور دلیرانہ زندگی جو انہوں نے اپنے بادی علامتم سے سیکھی صاف گواہی دے رہے ہیں کہ یہ اسلام کا فیض ہے۔"

اس کے بعد ڈاکٹر تاراچند اس قوم کے اسلامی عقائد تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں جن میں سے چند باتیں یہاں نقل کی جاتی ہیں:۔

"ارے انسان اگر تو نے گناہ کا ارتکاب کر لیا ہے تو تو ایک دفعہ کہہ دے کہ میں ایمان لایا پس تمام گناہ ختم ہو جائیں گے۔"

غیر اسلامی رسومات چھڑانے کے لیے ان کے راہنما یہ دعوت دیتے ہیں:۔

"گھوڑوں کی قربانی بند کر دو۔ اجاپا ھنترا کی بیعت چھوڑ دو۔ آگ کی پوجا چھوڑ دو۔

گیاتری جادو کی رغبت ترک کر دو۔ لوگوں پر جادو مت کرو۔ خدا کی پرستش کرو اور ذات پات کا چکر چھوڑ دو۔ کیونکہ سب سے اعلیٰ ذات اس کی ذات ہے جو خدا کا بندہ ہے۔"

یہ تمام اسلامی عقائد ہیں اور آخری عقیدہ تو قرآن مجید کی اس آیت کا ترجمہ ہے اِنَّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکم (تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔)

Marfat.com

مندرجہ ذیل عبارت تو بعینہٖ صوفیاء کرام کے مقام فنافی اللہ کا بیان ہے:۔

"آہ! میں وہ لذت کیسے بیان کروں کہ جب میرا وجود برف کی طرح گھل کر پانی کے ساتھ یک جان ہو جاتا ہے جیسے آگ کے اندر لاکھ کی مورتی۔ آہ! میں کیسے کہوں کہ میں خدا سنگنام ڈیرا کے ساتھ ایک ہو جاتا ہوں۔ جب آسمان، زمین سب کچھ گم ہو جاتا ہے۔ ساری کائنات خدا کے وجود کے اندر برف کے ٹکڑے کی طرح ہے میں ایسے سمندر میں پہنچ چکا ہوں جہاں لذت ہی لذت ہے اور دوئی کا نام نہیں۔"

اس قوم کے بزرگوں کی یہ عبارت قابلِ غور ہے:۔

"خدا وہ نور ہے جو نہ آسمانوں میں سما سکتا ہے نہ زمین میں۔ وہ میرا بادشاہ ہے جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔" یہ عبارت حدیث ذیل کا عین ترجمہ ہے:۔

"لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَ لَا سَمَائِیْ وَ لٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ۔"

اور لفظ بادشاہوں کا بادشاہ ترجمہ ہے قرآن کے الفاظ احکم الحاکمین کا۔

صوفیاء کرام ذاتِ حق کو ذاتِ وراء الوریٰ کہتے ہیں۔ فرقہ لنگایت کے الفاظ ذیل بھی بعینہٖ وہی ہیں۔ ۔ ۔ ۔"

"خدا کی ذات منزّہ ہے اور پردوں کے پیچھے دور دور ہے اور ہر چیز سے دور ہے۔ اور پھر ہمارے اندر بھی ہے (جیسے قرآن کہتا ہے وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اور نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ)

آگے چل کر ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ:۔

"وہ ایک خدا یعنی ست گرو کو مانتے ہیں اور بار بار جنم لینے کے ہندو عقیدہ کی تردید کرتے ہیں اور نہ ہی وہ ہندو مقدس کتابوں کو مانتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جو لوگ چاروید، چھ شاستروں اور ذات پات اور ایک سے زیادہ خداؤں میں یقین رکھتے ہیں وہ دوزخ کی آگ میں جھونکے جائیں گے۔ ان کے عقائد خالصتاً اسلامی ہیں۔"

ذات پات اور چھوت چھات کی تردید میں وہ لوگ کہتے ہیں:۔

"ارے برہمن! میری بات سنو اور اگر بن پڑے تو جواب دو۔ کیا بارش اور ہوا بھی اونچی ذات کے لیے آتی ہے اور نیچی ذات کو چھوڑ دیتی ہے؟ کیا جب شودر لوگ زمین پر چلتے ہیں تو زمین ان کی نفرت میں پھٹ جاتی ہے؟ کیا سورج کی کرنیں نیچی ذات پر نہیں چمکتیں۔ خدایا! کب یہ ذات پات ختم ہوگی اور بنی نوع انسان ایک ہو جائیگی۔"

Marfat.com

ان عقائد کے اسلامی ہونے کے متعلق ڈاکٹر تارا چند مزید لکھتے ہیں :-

"ان تمام اقتباسات سے ظاہر ہے کہ سدھارا قوم کے لوگ خدائے واحد لاشریک میں اعتقاد رکھتے تھے۔ ویدوں اور شاستروں کو نہیں مانتے تھے، بُت پرستی کے مخالف تھے۔ تناسخ میں یقین نہیں رکھتے تھے۔ ان کے گیتوں میں اسلامی عناصر کی جھلک رہی ہے۔ ان کا تصورِ ذاتِ باری تعالےٰ اور ذاتِ حق میں فنا کا نظریہ وہی اسلام کا نظریہ ہے۔ کیونکہ دونوں ذاتِ حق کو نور کہتے ہیں اور دونوں کے نزدیک عشق کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ بلاشبہ مسلمانوں کے شاگرد ہیں"

آخر میں ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں :-

"مختصر یہ کہ جنوبی ہند کے مذہبی عقائد سے یہ بات واضح ہے کہ اسلامی عقائد ہندو مذہب کے اندر گھس گئے تھے ۔۔۔۔ لہٰذا اگر ان کے حق میں کوئی فیصلہ دیا جا سکتا ہے۔ تو یہ ہے کہ وار سیوا اور سدھارا قومیں اسلامی اثرات سے گہرے طور پر متاثر ہوئیں"

راما نند اور بھگت کبیر

اس کے بعد پروفیسر تارا چند شمالی ہند میں اسلامی اثرات بیان کرتے ہوئے راما نند اور بھگت کبیر جیسے نامور روحانی پیشواؤں کی مثال پیش کرتے ہیں جو تصوف سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ :-

"راما نند جنوبی اور شمالی ہند کے درمیان بھگتی تحریک کا پُل (واسطہ) ہے بھنڈ کار اور گرئیسن (GRIE SON) جیسے سکالروں کا خیال ہے کہ راما نند، راما نوج سے چوتھی پشت پر ہے۔ میکن لیف (MACANLIFE) کہتا ہے کہ وہ ۱۲۹۹ء میں پریاگ (الہ آباد) کے ایک گھرانے میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک آزاد ذہنیت کے مالک تھے اور اپنے علم کو بڑھانے کے لیے انہوں نے سارے ملک کا سفر اختیار کیا۔ میکن لیف کہتے ہیں کہ اس سفر کے دَوران وہ مسلم علما و صوفیاء سے ملتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے اپنے پرانے مذہب کے خیالات ترک کر دیئے۔ راما نند کے بارہ چیلوں کے نام یہ ہیں: اننتا نندا، کبیر، پیپا، بھاوانندا، شوکا، سرسورا، پدماوتی، نرہاری، رائیداس، دھانا، سینا اور سرسورا کی بیوی۔ کبیر ۱۳۹۸ء میں پیدا ہوئے۔ وہ ہندو مسلم اتحاد کے بڑے حامی تھے۔ ان کو اپنے استاد راما نند کی زیادہ صحبت نہیں ملی تھی۔ وہ اکثر پھرتے رہتے تھے اور نیک لوگوں سے ملتے تھے۔ وہ زیادہ تر مسلم صوفیاء کی صحبت میں رہے جس کا ذکر وہ اپنی نظم راماَئنی میں بھی کرتے ہیں۔ ان کی رہائش مانک پور میں تھی جہاں وہ مدت

Marfat.com

تک شیخ تقی کی صحبت میں رہے۔ اسی طرح بھگت کبیر نے جام پور اور جھانسی کے علاقے میں مسلم پیروں سے تصوف کی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اس علاقے میں بیک وقت تیس[۲۱] پیر رہتے تھے جو مساجد میں خطبات بھی دیا کرتے تھے۔ بھگت کا ایک بیٹا تھا۔ اس کا نام باپ کی طرح اسلامی نام تھا۔ بیٹے کا نام کمال اور بیٹی کا نام کمالی تھا۔"

یاد رہے کہ راما نند اور کبیر ہندوؤں کے پیران پیر ہیں جنہوں نے مسلم صوفیاء کرام سے تصوف کی تعلیمات حاصل کیں۔ ان تینوں باپ بیٹے اور بیٹی کے اسلامی نام تھے اور اس قدر اسلامی زندگی بسر کرتے تھے کہ جب کبیر کا انتقال ہوا تو مسلمان ان کو دفن کرنے اور ہندو جلانے کے لیے جنازہ پر پہنچ گئے لیکن جب دیکھا تو پھولوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔

بھگت کبیر کے اسلامی عقائد

بھگت کبیر کے عقائد کے متعلق ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ:

"کبیر کا مذہب کیا تھا۔ نابھاجی کہتے ہیں کہ کبیر ذات پات کے منکر تھے اور نہ ہی ہندو مت کے چھ مکاتیب فکر کو مانتے تھے۔ اور نہ برہمنوں کے بنائے ہوئے زندگی کے چار حصوں میں یقین کرتے تھے۔ ان کا مذہب بھگتی (محبت) تھا۔ جو صوفیاء سے اخذ کیا کبیر کی تعلیمات وہی تھیں جو صوفیاء کی تھیں۔ ہندو دھرم میں ان کا کوئی پیشوا نہیں تھا مسلم صوفیاء ہی ان کے پیشوا تھے۔ ان کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے شیخ فریدالدین عطار کا پند نامہ بھی پڑھا تھا اور جلال الدین رومی اور سعدی کے کلام سے بھی آشنا تھے۔ مثلاً کبیر کہتے ہیں کہ جب تم دنیا میں آئے تو لوگ ہنستے تھے اور تم رو رہے تھے۔ تم دنیا میں اس طرح گزارو کہ تمہاری موت پر لوگ روئیں اور تم ہنسو۔"

یہ شیخ سعدیؒ کی رباعی کا لفظ بہ لفظ ترجمہ ہے۔

ڈاکٹر تارا چند کہتے ہیں کبیر نے انسان اور خدا کے باہمی تعلق کو شیخ عبدالکریم جیلی اور دوسرے صوفیاء کی طرح بیان کیا ہے مثلاً ایک جگہ پر کبیر کہتے ہیں:۔

"یہ زندگی ایک بحر بے کنار میں ایک حباب کی مانند ہے جس کا وجود سمندر سے علیحدہ نہیں۔" "نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔" کبیر عبدالکریم جیلی اور دیگر صوفیاء کی طرح ذات حق کو سمندر اور انسان کو سمندر کی لہر کی مثال دیتے ہیں اور اکثر بادہ و ساغر، عاشق و معشوق محبّ اور محبوب کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ نیز وہ گل و بلبل اور حال و مقام جیسے صوفیانہ الفاظ بھی اکثر استعمال کرتے ہیں یہ تمام چیزیں دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت بڑی حد تک

Marfat.com

صوفیاء کے احسان مند ہیں۔ احمد شاہ نے کبیر کے کلام کا ترجمہ کیا ہے جس میں دو سو سے زائد عربی اور فارسی کے الفاظ ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ تصوف کا اُن پر کتنا گہرا اثر تھا۔ کبیر پر صوفیاء کرام کے اثرات کا سب سے بڑا ثبوت ان کی تعلیمات ہیں۔ مثلاً وہ خدا کو ان ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ اللہ، بے چوں، خدا، سائیں، گوبندا وغیرہ۔ سب سے زیادہ پیارا خدا کا نام ان کے نزدیک صاحب ہے جو ہر وقت وہ استعمال کرتے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ ذاتِ حق وریٰ الوریٰ ہے۔ وہ پاک ذات ہے۔ وہ کہتے ہیں خدا کا وجود نور ہے۔ اور یہ گہرا صوفی اثر ہے۔ کبیر کہتا ہے ذاتِ حق ایک نور ہے جو ساری کائنات کو سموئے ہوتے ہے۔ سنو بھائی سادھو حقیقی ہادی خالص نور ہے۔ یہ شیخ عبدالکریم جیلی اور بدرالدین شیخ کے الفاظ کی گونج ہے۔

ایک عجیب بات جو کبیر کی صوفیانہ تعلیمات کے اندر دیکھنے میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ مسلم صوفیاء کی طرح مقام فنا فی اللہ کا تو اکثر ذکر کرتے ہیں لیکن بقا باللہ کا کہیں نام نہیں لیتے جو صوفیاء کرام کے نزدیک سب سے اونچا اور آخری مقام ہے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے شاید ان کو صرف فنا کا مقام حاصل ہو سکا اور ظاہری طور پر ہندو بن کر رہنے کی وجہ سے اُن پر بقا باللہ کا دروازہ نہ کھل سکا۔ یاد رہے کہ بقا باللہ اسلام کا خاصہ ہے اور آخری منزل ہے اور جب تک خدا کے آخری نبی کی پوری متابعت نہ کی جائے آخری مقام حاصل نہیں ہوتا۔ ہر زمانے کے نبی کی متابعت ضروری ہوتی ہے ورنہ فیضانِ الٰہی کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور خاص لوگوں پر صرف قطرات کی صورت میں فیضان کا ترشح ہوتا رہتا ہے۔ لیکن بعض لوگوں کی عادت ہے کہ سب سے پرانے مذہب کو پرانی شراب کی طرح بہترین سمجھتے ہیں اور اپنے قدیم ترین مذہب پر فخر کرتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ سب سے پرانا مذہب پرانے شراب کی طرح سب سے زیادہ بگڑا ہوا ہو گا۔ پرانی شراب بھی اسی لیے پسند کی جاتی ہے کہ سب سے زیادہ بگڑی ہوئی ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ دماغ کو بے ہوش کر دیتی ہے۔ اس پر فخر کی کون سی بات ہے۔

ڈاکٹر تاراچند آگے چل کر کبیر کی صوفیانہ کیفیات بیان کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ:۔

"کبیر اپنی روحانی کیفیات کو "حال" کا نام دیتے ہیں (صوفیا کی طرح)، کبیر غم کو دکھ کا نام دیتے ہیں۔ اُمید کو آشا کہتے ہیں۔ خوف کو ڈر اسا، خوبصورتی کو جمال، رعب کو جلال مہربانی کو مہر، جدائی کو ورابا، حیرانگی کو حیرت، اتحاد کو میلان، غیر حاضری کو غیب اور موجودگی کو حضور کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ وہ روحانی سفر کو منھ

Marfat.com

کی طرح اپنے اندر کا سفر کہتے ہیں۔ وہ حلاج کی طرح ناسوت کو تاریکی، ملکوت کو فرشتہ پن، جبروت کو نورِ جلال، لاہوت کو نورِ جمال اور ھاھوت کو ذاتِ محض کا نام دیتے ہیں۔"

ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ کبیر اپنے دس مقام ریختہ میں محمد کا پورا سفرِ معراج بیان کرتے ہیں۔ کبیر اپنے ہندو بھائیوں کو تلقین کرتے ہیں:۔

"برہمانہ رسومات ترک کر دو۔ بتوں پر قربانیاں چھوڑ دو۔ جادوگری چھوڑ دو۔ بت پرستی چھوڑ دو۔ زبانی عبادت چھوڑ دو۔ برہمن راج ختم کر دو۔ ذات پات اور چھوت چھات بند کر دو۔ اوتار کا عقیدہ غلط ہے۔ روح (جیارا) مہمان ہے جو دوسری بار نہیں آئے گا۔"

دوسرے الفاظ میں کبیر ہندوؤں کو اسلام کی دعوت دے رہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان کو اپنا پیشوا ماننے والے ہندو صاحبان ان کی دعوت کو کیوں نہیں قبول کرتے۔

گورو نانک

ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ گورو نانک جو سکھ مذہب کے بانی ہیں ۱۴۶۹ء میں پیدا ہوئے ان کی ہمشیرہ کے خاوند کا نام جے رام تھا جو نواب دولت خان لودھی کا ملازم تھا۔ نواب دولت خان سلطان بہلول لودھی کا رشتہ دار تھا۔ ہمشیرہ نے نانک کو بلا کر نواب دولت خان کے ہاں مالِ زکوٰۃ کا منشی تعینات کرایا۔ تیس سال کی عمر میں انہوں نے ملازمت چھوڑ دی اور گھر بار چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی۔ گورو نانک نے ہندوستان، لنکا، ایران اور عرب کے چار سفر کیے اور چالیس سال تک ان ملکوں میں مقدس مقامات کی زیارت میں مشغول رہے۔ شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی کے پاس وہ ایک مدت تک رہے۔ علاوہ ازیں وہ مشائخ ملتان کی صحبت میں بھی رہے اور بابا فرید کے خاندان میں شیخ بہرام (ابراہیم) فرید چشتی سے بھی فیض حاصل کیا۔ نانک کا مشن ہندو اور مسلمانوں کو ایک کرنا تھا۔ صوفیائے اسلام کی صحبت میں رہ کر انہوں نے ہندو عقائد مثل بت پرستی، اوتار وغیرہ عقائد ترک کر دیئے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ: "خدا ایک ہے اور اس کا خلیفہ نانک سچ بولتا ہے۔"

ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ:۔

"اس سے صاف ظاہر ہے کہ گورو نانک پیغمبر اسلام کو اپنا راہبر سمجھتے تھے اور ان کی تعلیمات پر بھی یہی اسلامی رنگ ہے۔ پیغمبر اسلام کی طرح نانک بھی اپنے پیروکاروں سے خدائے واحد کی اطاعت کا مطالبہ کرتے تھے۔ . . . . صوفیوں کی طرح نانک بھی گورو (راہبر) کی متابعت ضروری سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک روحانی سفر کے چار مراحل تھے سرن کھنڈ، انان کھنڈ۔ کرم کھنڈ۔ اور سچ کھنڈ۔ کتاب نانک پرکاش کے

Marfat.com

مصنف لکھتے ہیں کہ گورو نانک کے یہ چار مراحل صوفیا کے چار مقامات: شریعت، طریقت معرفت اور حقیقت پر مبنی ہیں۔ اسلام کا گورو نانک پر کتنا گہرا اثر ہوا یہ بات خود بخود ظاہر ہے بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور ان کے اقوال اور افعال اس کی شہادت دے رہے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ صوفی رنگ میں پوری طرح رنگے جا چکے تھے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ آیا انہوں نے ہندوازم سے بھی کوئی فائدہ حاصل کیا۔" ختم ہوا ڈاکٹر تارا چند کا بیان۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ ابراہیم فرید چشتیؒ جو حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ سے بارہویں پشت پر تھے کی تعلیم و تربیت سے وہ مقام فنافی اللہ میں تو پہنچ گئے لیکن اُن پر مقام بقا پر لوٹنے کی بجائے شاہ بوعلی قلندر کا قلندری رنگ چھا گیا اور دائمی استغراق میں رہنے لگے جس کی وجہ سے آپ کو نہ حجامت بنوانے کا ہوش تھا اور نہ دنیا کے دیگر کاموں کا۔ وہ بادہ توحید اور فنا میں مست ہو چکے تھے۔ نماز روزہ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ جیسا کہ سکھ حضرات مانتے ہیں وہ حج بیت اللہ کے لیے مکہ معظمہ بھی تشریف لے گئے سنا ہے امرتسر کے مندر میں آپ کے تبرکات میں سے ایک آپ کا کرتہ ہے جس پر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہے۔

سکھ حضرات سے یہ بھی سنا ہے کہ ایک دفعہ مکہ معظمہ میں حج کے دوران آپ کعبہ شریف کی طرف ٹانگیں کر کے سوئے ہوئے تھے کسی نے کہا کہ کعبہ کی طرف ٹانگیں مت کرو تو آپ نے فرمایا کہ اچھا میری ٹانگیں اس طرف کرو جدھر خدا نہ ہو۔ جب اُس نے آپ کی ٹانگیں دوسری طرف کیں تو کعبہ بھی اُسی طرح مڑ گیا۔ یہ کہانی سکھ حضرات بیان کرتے ہیں۔ لیکن سنت سے ہیں۔

گورو نانک کے کلام کے مجموعے کا نام گرنتھ صاحب ہے جو حضرت شیخ ابراہیم فرید کی شاعری سے لبریز ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ حضرت بابا فرید کا کلام ہے جس کے ہر شعر کے آخر میں فرید تخلص استعمال کیا گیا ہے۔ چونکہ آپ کمال استغراق کی وجہ سے نماز روزہ کی پابندی نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی حجامت بنوا سکتے تھے۔ ان کے پیروکاروں نے ان کی سنت پر عمل کرتے ہوئے نماز روزہ کی پابندی کو ضروری نہ سمجھا اس لیے ایک نئے مذہب کی بنیاد پڑ گئی اور مغل بادشاہوں اور سکھوں کے درمیان سیاسی جنگوں کی وجہ سے دونوں مذاہب کے درمیان کی خلیج اور بھی وسیع ہو گئی۔

صفحات ذیل پر حضرت بابا گورونانک کے پیر و مرشد حضرت شیخ ابراہیم فرید ثانیؒ کے جد امجد حضرت بابا فریدالدین گنجشکرؒ کے چند اشعار جو گرنتھ صاحب میں سے ماخوذ کیے گئے ہیں درج کیے جاتے ہیں۔ ویسے تو پوری گرنتھ صاحب حضرت بابا فریدالدین گنج شکر قدس سرہ کے اشعار سے لبریز ہے اور کتاب کے

Marfat.com

ہر بند کے آخر میں حضرت شیخ کا تخلص فرید گونج رہا ہے۔ لیکن اختصار کی خاطر ان چند اشعار پر اکتفا کیا گیا ہے۔ ان اشعار کی شرح فارسی زبان میں پائی جاتی ہے جو اس زمانے کے مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں سب کی مشترکہ علمی و ادبی زبان تھی۔

نوٹ:۔ بعض کا خیال ہے کہ گرنتھ صاحب میں فرید تخلص کے ساتھ جتنے اشعار ہیں وہ حضرت بابا فریدالدین گنجشکر قدس سرہٗ کے نہیں ہیں بلکہ آپ کے خلیفہ جانشین حضرت شیخ ابراہیم فرید رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں جو حضرت بابا گورو نانک کے پیرو مرشد تھے اور حضرت بابا فرید گنجشکر قدس سرہٗ سے بارہویں پشت میں تھے۔ لیکن صفحات ہذا میں شارح گلونت سنگھ جیت سنگھ نے ان اشعار کو حضرت بابا فریدالدین گنجشکر قدس سرہٗ سے منسوب کیا ہے جو صحیح معلوم ہوتا ہے۔ ان سکھ حضرات کے اپنے الفاظ یہ ہیں:۔

حضرت شیخ فریدالدین گنجشکرؒ

حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر یکی از معروف ترین صوفیائے سلسلۂ چشت است کہ نامش در تمام ہندوستان بہ عزت و احترام می برند۔ در واقع شیخ یک نابغۂ عظیم روحانی بود کہ زہد و ریاضت، فقر و درویشی، علم و انکسار و عشق حقیقی و شعر و سخن در ذات و شخصیتِ او تجسیم تام یافتہ۔

پدرش جمال الدین کہ خواہر زادۂ[1] سلطان غزنوی بود در عہدِ شہاب الدین غوری از کابل بہ لاہور وارد شد۔ چندے بہ قصور اقامت گزید و بعد بہ ملتان رسید۔ بنا بر گفتۂ مفتی غلام سرور لاہوری شیخ فریدالدین: ۵۸۵ھ تولد یافت و ۶۷۰ھ واصل بحق شد۔

شیخ فرید بدست خواجہ قطب الدین بختیار کاکی بیعت نمود و بہ سلسلۂ چشتیہ پیوست۔ فطرتاً شیخ فرید بہ زہد و ریاضت رغبت داشت و اکثر در مجاہدت و عبادت مشغول ماند۔ استغراق فرید بہ زہد و عبادت بحدّے بود کہ می گویند ضعف و نقاہت بر و مستولی گردید و چوں سرخیل اولیائے ہند خواجہ معین الدین بہ کسی سلسلۂ چشتیہ بمرید خویش یعنی خواجہ بختیار کاکی بیامد۔ شیخ برائے احترام خواجہ بزرگوار نتوانست برخاست و اشک از چشمش جاری گشت کہ حالتِ درونی را ظاہر کرد خواجہ بزرگوار آثارِ بزرگی در ناصیۂ شیخ فرید ملاحظہ کرد و فرمود بابا بختیار! شہبازِ عظیم را لقید آوردہ ای کہ بجز سدرۃ المنتہیٰ آشیانے نگیرد۔

شخصیتِ شیخ فرید مکمل ترین مظہرِ تصوف است و می تواں گفت کہ ابیاتِ زیبا و اشعارِ دلآویز کہ بزبانِ پنجابی از قلمش تراوش یافتہ مکمل ترین نمونۂ شعر و سخن است کہ مشحون بہ حلاوت و عذوبت است کہ خوانندہ را سرشار و مجذوب و مسحور می سازد۔ فصاحت و بلاغت در کلامِ الہام التیام شیخ بحدیست کہ کسے بپایۂ ادنیٰ سدّہ

نوٹ [1]۔ یہ نسبت صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ سلطان محمود غزنوی کا زمانہ بہت پہلے کا زمانہ ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ سلطان غزنی سے

Marfat.com

ناگفتہ نماند کہ شیخ فریدؔ در اشعار افکار عالیہ را مجسم ساختہ و اہمیتِ بردباری و تحمل و مروت و ژرف نگاہی عشق الٰہی را بروز دادہ ۔ شیخ یکے از ہادیانِ اخلاق فاضلہ است کہ تلقین بہ حسن اندیشہ و حسن عمل و حسن معاشرت می کند ۔ از ہمیں جہت است کہ کلامش در کتابِ مقدس مذہب سکھاں شمول یافتہ ۔ می تواں گفت کہ شاید حضرت گنج شکر صوفی بے نظیر است کہ ذات و کلامش مقبول و محبوب ہر گروہ عوام است و محدود بہ فرقہ مخصوص نیست ۔ الحق شیخ یکے از پیغام گزارانِ عشق و محبت است و تمام بنی نوع انسان را بہ یک رشتۂ وحدت منسلک می سازد ۔

اشعارے کہ شیخ بزرگوار بزبانِ پنجابی سرودہ شعلہ جاوید است کہ انوار اقدارِ عالیہ منتشر می سازد و ظلمات اوہام و ظنون ۔ از زدودہ قلب و ضمیر را مجلّی و مزکّی می کند ۔ در تاریخ تصوف و شعر افکارِ عمیق کہ شیخ فریدؔ بہ طور خصوصی آوردہ عبارت است از عشق و عقل و عمل کہ اہمیت جاودانی دارد و برائے بنی نوع انسان کیمیائے سعادت است ۔ ایں شعر سنائی بحق او صادق و احسن است ۔

ہر لفظ او قوتِ جانست و بس   ہر شعر او فضل را کیمیاست

گلونت سنگھ ، جیت سنگھ سیتل

فریدا جے توں عقل لطیف
کالے لکھ نہ لیکھ
آپنڑے گریوان میہہ
سر نیواں کر ویکھ

اے فریدؔ ! تو کہ عقل لطیف داری
نامۂ اعمالِ خویش سیاہ مکن
رو بہ گریبان کشیدہ
دم درکش و بنگر
(کہ چہ ہستی و چہ می کنی)

فریدا خاک نہ نندی اے
خاکو جیڈ نہ کوء
جیوندیاں پیراں تلے
موتیاں اُپر ہوء

Marfat.com

اے فرید! خاک را زبوں شمار
چیزے نیست کہ باخاک برابری تواندکرد
تا زندہ بمانیم خاک در زیرِ پاسے ماں باشد
چوں بمیریم ایں خاک است کہ مارامی پوشد
فریدا سبے نواجا کُتیا
ایہہ نہ بھلی ریت
کب ہی چل نہ آئیا
پنجے وکھت مسیت

اے فرید! کسیکہ از ادائے نماز غافل وقاصر است
مانندِ سگِ پلید و مذموم است
غفلت بہ نمازگذاری روشِ ستودہ و خوب نیست
حیف است حیف برتو
کہ برای ادای نماز پنجگانہ بہ مسجد نیای
فریدا جوتے مارسے ٹکیاں
تنہاں نہ مارسے گھُم
آپنڑے گھر جائیکے
پیر تنہاں دسے چُم

اے فرید! آنانکہ ترا می رنجانند
تو ایشاں را میا زار
بل بخانۂ شاں رفتہ
عزت و احترام شاں بجا آر
اُٹھ فریدا اضو ساج
صبح نواج گزار
جو سر سائیں نہ نوسے
سو سر کپ اُتار

Marfat.com

اے فرید! برخیز و وضو بساز
نماز صبح گاہی بگذار
ہر کہ بحضورِ خداوندی وظیفۂ نیاز بجا نیارد
سرش بباید برید

فریدا صاحب دی کر چاکری
دل دی لاہ بھراند
درویشاں نو لوڑی اے
رکھاں دی جیراند

اے فرید! بحضورِ خدائے خویش نیازِ بندگی برساں
و اوہام وظنوں را از دل برون بکن
ہمچنانکہ درختانِ بلند و سرسبز شدتِ آفتاب را تحمل می نمایند
درویشاں صافی را ہم باید
کہ سختی کردار ناہنجارِ زمانہ را تحمل نمودہ
اظہارِ لطف و مروت بنمایند

فریدا کنھ مصلے صوف گل
دل کاتی گڑ وات
باہر دسے چانناں
دل اندھیاری رات

اے فرید! مصلے بر دوش گزاشتہ ای
و پشمینۂ سیاہ کہ جامۂ مخصوص صوفیاں است پوشیدہ ای
حرفِ شیریں بہ زباں گرفتہ ای
الا بہ درونِ دل خنجرِ ریا نہاں کردہ ای
ظاہراً نور پاکیزگی و طہارت می نمائی
ولے درونِ دل ظلمتِ شبگوں می داری

Marfat.com

سولہویں صدی کے ہندو فقیر

اس کتاب کے اس باب میں ڈاکٹر تارا چند راما نند اور کبیر کے پیروکاروں کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ راما نند کے مندرجہ ذیل چیلے تھے:۔

۱۔ دھنان۔ جو جاٹ قوم سے تعلق رکھتے تھے اور راجپوتانہ کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے وہ بنارس گئے اور راما نند کے شاگرد ہوئے۔ وہ بھی خدائے واحد لاشریک کی تعلیم دیتے تھے۔

۲۔ پیپا۔ جو ریاست گراؤں گڑھ کے راجا تھے۔ وہ بھی صوفیوں کی طرح ذاتِ حق کو ہر چیز کی اصل سمجھتے اور گورو کے ذریعہ خدا تک رسائی کے قائل تھے۔

۳۔ سائیں۔ ایک حجام تھے جو راجا بھنڈار گڑھ کے دربار میں رہتے تھے اس جگہ کو آج کل ریوا کہتے ہیں۔ بعد میں وہ راجا کے روحانی پیشوا ہوئے۔

۴۔ رائیداس۔ کا تعلق شودر قوم سے تھا اور چمڑے کا کام کرتے تھے۔ ان کی جائے پیدائش بنارس ہے ان کے اصول وہی ہیں جو کبیر کے تھے اور ان کی طرح وہ بھی ریختہ کلام کہتے تھے۔ بلکہ ان کے کلام میں اکثر فارسی اور صوفیانہ اصطلاحات پائی جاتی ہیں۔

کبیر کے چیلے

کبیر کے بے شمار چیلے تھے جن کے ذریعے ان کی تعلیمات شمالی ہند اور دکن میں پھیل گئیں۔ ان کے رُوحانی سلسلے میں بارہ شاخیں تھیں اور ہر شاخ کا علیحدہ سربراہ تھا۔ کبیر کے مندرجہ ذیل چیلے (خلفاء) تھے۔

۱۔ سرت گوپال داس جن کا مرکز بنارس تھا۔

۲۔ مگھر۔

۳۔ جگن ناتھ۔

۴۔ دوارکا۔

۵۔ بھگوداس جنہوں نے کبیر کی نظم بیجک کو مرتب کیا۔

۶۔ دھرنا داس جن کی نظموں میں کبیر ان کے سوالات کا جواب دیتے ہیں۔

۷۔ جیون داس جو ست نام فرقہ کے بانی ہیں۔

۸۔ کمال ابن کبیر کے مریدین زیادہ تر مغربی ہند میں رہتے تھے۔

۹۔ دادو دیال جو کبیر کے خلفاء میں سے سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ وہ حلاج (روئی دھننا) کا کام کرتے تھے۔ ان کا وطن زیانہ (مارواڑ) ہے۔ ان کا کلام پانچ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ وہ فارسی میں بھی شاعری کرتے تھے۔ ان کے چند فارسی اشعار یہ ہیں:۔

Marfat.com

بے مہر گمراہ غافل گشت خوردنی — بے دل بدکار عالم حیات مردنی
کل عالم یکے دیدم ارواح اخلاص — بدعمل بدکار دوئی پاک یاراں پاس
موجود خبر، معبود خبر، ارواح خبر — وجود مقام چہ چیز است دانی سجود

نوٹ: فارسی سے انگریزی اور انگریزی سے اردو ترجمے میں اشعار کی حالت بگڑ گئی ہے اور مفہوم کم فہم ہو گیا ہے۔

دادو دیال کے مندرجہ ذیل اقوال بالکل صوفیانہ رنگ میں رنگے ہوتے ہیں:۔

"جب نفس غالب آجاتا ہے تو تکبر، غصہ، خودی، دوئی، جھوٹ، حرص، ضد، ابھر آتے ہیں اور نیکی ختم ہو جاتی ہے ارواح کا مقام یہ ہے کہ جب محبت، عبادت، اطاعت، وحدت، تزکیہ، رحم، مہر، حق اور نیکو خوئی جمع ہو جاتے ہیں تو آدمی راہ راست پر آجاتا ہے:"

یہ صوفیاء کرام کی اصطلاحات تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے سوا اور کیا ہے۔ ایک جگہ پر تو وہ صاف صوفیانہ انداز میں کہتے ہیں کہ:۔

"میں نے صاف بتا دیا کہ مجھے کیا مقام حاصل ہے۔ "پیر" کے ذریعے "مرید" کو "محبوب" کا راستہ ملتا ہے۔"

ایک مقام پر وہ کہتے ہیں کہ:۔

"دوست کی طلب دادو کے قلب میں ہے اور وضو کر کے وہ "اللہ پاک" کے سامنے نماز پڑھتا ہے: دادو کا جسم "مسجد" ہے جہاں وہ "جماعت" کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے۔ امام کے پیچھے وہ خدا جس کی تعریف الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی کے سامنے ہے اور دادو "رکوع وسجود" کرتا ہے۔ دادو کا پورا جسم تسبیح ہے جس پر وہ "کریم کریم" پکارتا ہے۔ وہ اکیلا ہے اور اس کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں"۔ کلمہ خود آپ ہے"۔ دادو مکمل توجہ کی بدولت اللہ کی طرف پرواز کرتا ہے جس کے لیے "مکمل توجہ" کی ضرورت ہے۔ پھر وہ عرش سے بھی اوپر چلا جاتا ہے وہ عرش جہاں "رحمٰن" رہتا ہے (یہ قرآن کی آیت الرحمٰن علی العرش استویٰ کا لفظ بلفظ ترجمہ ہے) خط کشیدہ الفاظ دادو کے اپنے ہیں۔

نوٹ: اس عبارت سے ظاہر ہے کہ وہ وضو بھی کرتے تھے اور نماز بھی پڑھتے تھے۔

آگے چل کر ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں:۔

"اپنے بزرگوں کی نسبت دادو دیال کو تصوف کا زیادہ علم حاصل تھا۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ وہ کبیر کے فرزند کمال کے مرید تھے جن کے تمام تر اقوال و افعال صوفیانہ تھے۔ کمال کے

Marfat.com

مغربی ہندوستان یعنی اجمیر، احمد آباد کے صوفیاء کا گہرا اثر ہوا۔"
ایک نظم میں دادو دیال کہتے ہیں:۔

"یا الٰہی" "تم" "رحمٰن" بھی ہو "رحیم" بھی اور "کریم" بھی (خط کشیدہ الفاظ اس کے اپنے ہیں۔)

ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں کہ:۔

"دادو تناسخ کے خلاف تھے وہ کہتے ہیں کہ زندگی کا مکمل چکر ایک ہی جنم میں طے ہوتا ہے"۔

کلہا اور ملک داسؒ

ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں کہ:۔

"دادودیال کا چیلہ (خلیفہ) کلہا تھا اور کلہا کا خلیفہ ملک داس تھا۔ انہوں نے بھی دادو کا مسلک اختیار کیا۔" ایک مقام پر ملک داس لکھتے ہیں کہ:۔

"وہ شخص جو پانچ عناصر کی حد سے باہر نکل جاتا ہے خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ وہ شخص جو پیاسے کو پانی پلاتا ہے اس کا یہ کام محمدؐ کے نزدیک بڑی عبادت ہے"۔

سندر داس

دادودیال کے ایک اور نائب سندر داس ہیں۔ آپ سال ۱۵۹۶ء میں جے پور کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے فتح پور سیکری میں اقامت اختیار کی اور صوفی شاعر نواب الف خاں اور ان کے بیٹے دولت خان اور صابر خان کے ساتھ بہت گہرے تعلقات تھے۔ ان کا انتقال ۱۶۸۹ء میں ہوا۔ وہ سنسکرت کے بڑے سکالر تھے اور فارسی بھی جانتے تھے۔ ان کا مسلک بھی کبیر کا مسلک تھا۔

ویر بھان

دادودیال کے معصر ایک فقیر ویر بھان تھے جو سادھو اور ستنامی فرقے کے بانی ہیں وہ رائے داس کے شاگرد تھے اور ان کا مسلک بھی تصوف تھا۔ وہ گورو (مرشد) کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور اس کو "مالک کا حکم" قرار دیتے ہیں۔ ان کی تعلیمات کا مجموعہ ایک کتاب ہے جس کا نام پوتھی ہے جو روزانہ جملہ گار (جماعت) کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ ان کی تعلیمات کا علاقہ دہلی، رہتک، آگرہ، فرخ آباد، مرزاپور اور جے پور تک پھیلا ہوا ہے۔ ڈاکٹر تاراچند نے اپنی کتاب میں ان کے "دس حکموں" کی تفصیل لکھی ہے جو اسلام اور تصوف کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔

لال داس اور بابا لال

ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں کہ یہ دو فقیر سترہویں صدی عیسوی میں مشہور ہوئے لال داس کا مرکز الور تھا جو میو قوم کا علاقہ ہے۔ اس کی تعلیمات وہی ہیں جو کبیر کی تھیں۔

بابا لال جہانگیر کے عہد حکومت میں مالوہ کے علاقے میں پیدا ہوئے۔ وہ اپنے گرو چیتن داس

Marfat.com

کے ہمراہ لاہور گئے اور سرہند کے قریب دھیان پور میں مقیم ہو گئے۔ دارا شکوہ بابالال کی بہت عزت کرتے تھے۔ اس کی صحبت سے متاثر ہو کر دارا شکوہ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام نادر النکات ہے جب دارا شکوہ نے بابالال سے پوچھا کہ آپ کا مذہب کیا ہے تو انہوں نے خواجہ حافظ شیرازی کا ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ ہے:۔

"تمام مذاہب کا مقصد ایک ہے۔ سب ایک ہی محبوب کے طالب ہیں۔ ساری دنیا عاشقوں سے بھرپور ہے کیا مسجد کیا مندر۔"

آگے چل کر ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ لال داس اور بابالال کے علاوہ اور درویش بھی پیدا ہوئے جن کا مقصد ہندو مسلم اتحاد تھا۔ انہوں نے تمام ہندوانہ عقائد ترک کر دیئے تھے اور دن میں پانچ وقت نماز ادا کرتے تھے۔ خدا اور محمدؐ کا نام ان کی زبان پر رہتا تھا اور وہ اکثر جبرائیل، میکائیل، عزرائیل، محمدؐ کے ناموں کا وِرد رکھتے تھے۔ وہ مُردوں کو جلانے کی بجائے دفن کرتے تھے اور اپنے آپ کو درویش کہتے تھے۔ وہ اکثر بھیک مانگتے تھے اور جو کچھ جمع کرتے غرباء اور مساکین میں تقسیم کرتے تھے۔

دھرنا داس اور پران ناتھ

ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ سترہویں صدی عیسوی کے آخر میں دھرنا داس اور پران ناتھ آئے۔ ان کے سلسلے کے لوگ آج تک سارے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ ان کی تعلیمات کے چند اصول یہ ہیں:۔

"چراغ انسان کے جسم میں ہے جو نہ بتی کا محتاج ہے نہ تیل کا۔"

یہ قرآنی آیت اللہ نور السموات والارض کا ترجمہ ہے جس میں آگے چل کر یہ لکھا ہے کہ انسان کے اندر ایک طاق ہے اس طاق کے اندر ایک شیشہ ہے جس میں چراغ ہے جو شرقی ہے نہ غربی ہے جس کو نہ تیل کی ضرورت ہے نہ بتی کی۔ ڈاکٹر تارا چند نے اس فرقے کا ایک اور قول یہ نقل کیا ہے:

"اے دھنی! جسم تخت ہے اور اس پر سلطان بیٹھا ہے۔"

یہ بھی مندرجہ ذیل حدیث کا لفظ بلفظ ترجمہ ہے۔

قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالٰی (مومن کا قلب اللہ تعالےٰ کا عرش ہے)

پران ناتھ

ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ:۔

"پران ناتھ دھرنی فرقہ کے بانی ہیں۔ ان کا مسلک بھی وہی تھا جو کبیر کا تھا۔ وہ علوم اسلامیہ سے بخوبی واقف تھے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "قلزم سروپ" ہے اس کتاب میں وہ قرآنی آیات اور وید نقل کرتے ہیں۔ ان کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے۔ بت پرستی بند کرو۔ ذات پات ختم کرو۔ برہمنوں کی پیروی چھوڑ دو۔ انہوں نے ایک اور کتاب بھی لکھی جس کا نام ہے قیامت نامہ

Marfat.com

وہ کہتے ہیں:۔

"اُمت کے پاس جاکر کہو کہ قیامت قائم ہوچکی ہے۔ میں یہ قرآن کی خبر دے رہا ہوں"۔

وہ کہتے ہیں کہ:۔

"پہلے عیسٰے علیہ السلام آئے۔ اُن کے بعد محمدؐ آئے اور محمدؐ کے بعد امام ہیں"۔

"دونوں جہانوں میں تہلکہ مچ گیا۔ اور کاسہ کنڈہ اور شریعت کا قانون مسلط ہوگیا جس میں حقیقت اور معرفت کا راستہ ظاہر ہوا"۔ (زیر خط الفاظ ان کے اپنے ہیں)

اٹھارویں صدی کے فقیر ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں کہ اٹھارویں صدی عیسوی میں مندرجہ ذیل فقیر ہو گزرے ہیں:۔

جگ جیون، بُلّا صاحب، کیسارا، چندر داس، سہجو بائی، دیا بائی، غریب داس، شو نرائن اور رام صاحبی۔

جگ جیون کا قول ہے:۔

"فکر چھوڑ کر ذکر میں مشغول ہوجاؤ"۔ (خط کشیدہ الفاظ ان کے اپنے ہیں۔)

یہ ایک حدیث نبوی کا لفظ بلفظ ترجمہ ہے۔

بُلّا صاحب ان کا اصلی نام بلاقی رام ہے۔ وہ یاری صاحب کے شاگرد ہیں جو مسلمان ولی اللہ تھے۔

چندر داس چندر داس میوات میں ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیمات وہی ہیں جو کبیر کی ہیں۔

غریب داس غریب داس ۱۷۱۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۷۷۸ء میں فوت ہوئے۔ وہ رہتک کے رہنے والے تھے وہ بھی کبیر کے مسلک پر تھے اور قوم کے جاٹ تھے

غریب داس کا ایک قول یہ ہے:۔

"اے صاحب! میری دعا کو اپنے عرش پر سنو۔ آپ میرے پدر ہیں اور میری مادر ہیں۔ آپ کریم ہیں سب مجھے اپنا دیدار کرائیو"۔ (خط کشیدہ الفاظ اس کے اپنے ہیں۔)

رام چرن: رام چرن ایک فرقے کے بانی ہیں۔ جس کا نام رام سانچی ہے۔ آپ جے پور کے قریب ۱۷۱۸ء میں پیدا ہوئے۔ ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں کہ ان لوگوں کی عبادت کے طریقے مسلمانوں کی طرح کے تھے اور دن میں پانچ وقت نماز ادا کرتے تھے۔

Marfat.com

انیسویں صدی کے فقیر

ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں کہ انیسویں صدی میں یہ فقیر آتے:۔
سوھاجانند، دولنداس، گلال، بھیکا اور پالتوداس
یہ سب کبیر کا مسلک رکھتے تھے۔

آگے چل کر ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں:۔

اُس سے ظاہر ہے ہندوازم نے کس قدر اسلامی اثرات قبول کیے اور کس طرح اسلام کے اثر سے ہندودھرم میں بت پرستی، ذات پات کا خاتمہ ہوا اور عبادت میں خلوص پیدا ہوا، استاد (مرشد) کو اہمیت حاصل ہوئی۔ مشکلات کا ازالہ ہوا۔ یہاں تک کہ تلسی داس اور سورداس جو راما نند کے پیروکار تھے، کی تعلیمات میں اسلامی اثر سب سے زیادہ نظر آتا ہے۔ ایک ہندو فقیر تکارام کا قول یہ ہے: "اے دوست! اللہ کا ذکر کرو۔ سب سے بڑا نام اللہ ہے: اسے مت بھولنا" (خط کشیدہ الفاظ ان کے اپنے ہیں۔)

ایک جگہ پر تکارام کہتے ہیں:"اللہ ایک ہے نبی ایک ہے۔ بھول نہ جانا"

نوٹ:۔ اوپر کی عبارت میں ڈاکٹر تاراچند نے بھیکا کو بھی ہندو فقیر ظاہر کیا ہے حالانکہ وہ مسلمان تھے جن کو ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ ان کا نام شاہ میراں بھیک ہے اور بھیکا تخلص ہے۔ آپ مشہور چشتی بزرگ شاہ ابوالمعالی کے مرید اور خلیفہ تھے لیکن آپ کا کلام خالص ہندی زبان میں ہے جس کے مجموعہ کا نام گیان لہر ہے۔ جب ڈاکٹر تاراچند بھیکا سمیت تمام فقیروں کو ہندو ظاہر کرتے ہیں تو کیا عجب ہے کہ بھیکا کی طرح باقی فقیر بھی مسلمان ہوں اور ایک ہندو مؤرخ نے ان کو ہندو ظاہر کیا ہو۔ وہ تمام بُت پرستی، ذات پات، چھوت چھات، مُردہ جلانا، تناسخ کا عقیدہ وغیرہ ترک کر کے مسلمانوں کی طرح دن میں پانچ وقت نماز ادا کرتے تھے۔ کیا عجب ہے کہ ان کی پنجگانہ نماز کو ڈاکٹر تاراچند نے (PRAYER) لکھ دیا ہو۔ کیونکہ ہم مسلمان بھی نماز کا انگریزی ترجمہ (PRAYER) کرتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ڈاکٹر چند کی اس کتاب کے اصلی مآخذ تلاش کیے جائیں۔ یہ کام انشاء اللہ مکمل ہو جائے گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان درویشوں نے مسلم صوفیاء کرام اور مشائخ عظام کی تعلیمات سے فیضیاب ہو کر قلندرانہ مشرب اختیار کر لیا تھا لیکن بااثر ہندو اکثریت کے خوف سے اپنے اسلام کو ظاہر نہ کیا بلکہ ہندو عقائد ترک کر کے اسلامی عقائد اپنا لیے اور اسلامی عبادت بھی کرتے رہے۔ لیکن ان کے ہندو پیروکاروں نے ان کے بعد ان کو ہندو کہنا شروع کر دیا۔ اکثر کتابوں میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ کبیر جن کو ہندو لوگ بھگت کبیر کے نام سے یاد کرتے ہیں کا نام کبیرالدین تھا۔ ان کے بیٹے کا نام کمال الدین تھا۔ اور ان کی بیٹی کا نام کمالی تھا۔ ان کی وفات کے وقت بھی ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ مسلمان ان کو مسلمان سمجھتے تھے اور ہندو

Marfat.com

ان کو ہندو مانتے تھے۔ بھیکا تو تاریخ بتا رہی ہے کہ مسلمان تھے اور شاہ ابوالمعالی کے خلیفہ تھے بلّا صاحب، غریب داس اور صاحب داس ناموں سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مسلمان ہو گئے تھے لیکن چونکہ ان کا مشرب قلندرانہ تھا۔ اپنی شاعری میں وہی باتیں کرتے تھے جو مسلمان قلندر کہتے آئے ہیں۔ مثلاً شاہ شرف الدین بو علی قلندر فرماتے ہیں:-

اگر بینم شبے ناگاہ من آں سلطان خوباں را
سر اندر پائے وے آدم فدا سازم دل و جاں را
روم در بت کدہ شینم بہ پیش بت کنم سجدہ
اگر یابم خریدارے فروشم دین و ایمان را

اگرچہ صوفیاء کرام کی بت سے مراد محبوب حقیقی ہے اور بُت کدہ سے مراد پیرو مرشد کی خانقاہ ہے جہاں ان کو دیدار دوست نصیب ہوا۔ لیکن عالمِ حقیقت کی کوئی زبان ہی نہیں ہے۔ حقائق مثل فنا فی اللہ اور وصول الی اللہ اور دیدار محبوب کو وہ مجاز کے الفاظ میں بیان کرتے آئے ہیں۔ اور یہی حال اُن ہندو درویشوں اور فقیروں کا ہے جو اسلامی عقائد یعنی توحید اور نبوت، قیامت، حشر نشر پر ایمان لاکر اندرونی طور پر مسلمان تو ہو چکے تھے لیکن اپنی مادری زبان میں اُسی قسم کے اشعار کہتے رہے جو مسلم قلندر لوگ اور مغلوب الحال صوفی بزرگ کہتے تھے۔ بعض مسلمان اولیاء اللہ کا یہ بھی دستور رہا ہے کہ ہندو کا روپ دھار کر ہندو مندروں اور ریاضت گاہوں میں بیٹھ جاتے تھے۔ ہندی زبان میں گفتگو کرتے تھے اور چھپ کر نماز پڑھتے تھے لیکن در اصل وہ اسلامی عقائد کی تبلیغ کرتے تھے اگر وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر دیتے تو ہندو لوگ ان کی بات نہ سُنتے اور بھاگ جاتے۔ تذکرہ غوثیہ میں اس قسم کے بہت سے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

کتاب کے اگلے باب میں ڈاکٹر تاراچند بنگال اور مہاراشٹر میں اسلامی تصوف کے اثرات کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ اس ریسرچ میں ڈاکٹر تاراچند کا انحصار مشہور بنگالی سکالر دانیش چندرا سین کی کتاب "ہسٹری آف بنگالی زبان و کلچر ہے" اس کے علاوہ وہ بنائے کمار سرکار کی کتاب (FOLK ELEMENT IN HINDU CULTURE) کے حوالہ جات بھی پیش کرتے ہیں۔ نیز وہ جادوناتھ سرکار اور جادو بھٹہ چاریہ جیسے ادیبوں کے حوالہ جات دے کر ہندو بنگال پر مسلم اثرات کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

Marfat.com

مہاراشٹر میں صوفی اثرات

جہاں تک مہاراشٹر میں صوفیاء کرام کے اثرات کا تعلق ہے ڈاکٹر تارا چند (RANADE) رانا ڈے کی کتاب (RISE OF MARATHA POWER) کے حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ مشہور سکالر بھنڈارکار کی کتابوں کے حوالہ جات بھی دیتے ہیں اور ہندو درویشوں اور فقیروں کے صوفیانہ کلام کے اقتباسات بھی پیش کرتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ طوالت کے خوف سے اس کی تفصیلات یہاں درج نہیں کی جا سکتیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ اسلامی تصوّف اور صوفیاء کرام پر بیرونی اثرات کی کہانی بالکل من گھڑت، بے بنیاد اور لغو ہے بلکہ خود غیر مسلم ریسرچ سکالروں کی اپنی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ہندو اور عیسائی ارباب روحانیت کس قدر اسلامی تصوّف اور صوفیائے اسلام کے ممنون منت اور مرہون احسان ہیں۔ بھلا یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ جہاں تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کے ہر میدان میں مسلمانوں نے راہنمائی کر کے یورپ کو عہد تاریک کی دلدل سے نکال باہر کیا ہو وہ صرف روحانیت کے میدان میں بیرونی قیادت کے محتاج تھے۔ اُلٹی گنگا کسی کے بہانے سے نہیں بہہ سکتی۔

مختلف روحانی تعلیمات کا اسلام سے مقابلہ
اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کون پسند کرتا ہے

[illegible] نہیں ہے کہ ہر شخص تصوّف پر الزام لگا کر چھوٹ جائے۔ بلکہ یہاں تو تحقیق کے میدان میں جو بات کہی جاتی ہے اُسے ثابت بھی کیا جاتا ہے۔ علم روحانیت یعنی معرفت و حقیقتِ اسما (صفات الٰہی اور تعلق باللہ) کی حقیقت سے ناواقف لوگ خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم بھلا یہ کیسے سمجھ سکتے ہیں کہ اسلام میں عبادات ریاضات اور اذکار کی کثرت سے کاملین واصلین اور مقربین کو جو بلند مراتب حاصل ہوتے ہیں، ان کا عشر عشیر بھی غیر مسلم ارباب روحانیت کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بات تصوّف اور دیگر غیر مذاہب کی روحانی تعلیمات کے باہمی مقابلے سے صاف ظاہر ہے کہ جہاں دیگر مذاہب کی روحانی تعلیمات میں کفر و شرک کی آمیزش کے علاوہ ان کے طور طریقے اور روحانی مشقیں بالکل ناقص، مختصر اور معمولی نوعیت کی ہیں اسلام میں علم روحانیت کو ایک باقاعدہ فن (سائنس) کے طور پر مرتب کیا گیا ہے اور جہاں دیگر مذاہب میں کفر و شرک کی آمیزش سے شیطان کو گمراہ کرنے کے خوب مواقع ملتے ہیں اسلام کی روحانی تعلیمات میں کفر و شرک کے ذرا سے شائبہ کو بھی نکال باہر پھینکا جاتا ہے جس سے حق تعالیٰ کی جانب سے بے حد مدد ملتی ہے اور روحانی ترقی کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی جاتی ہے۔

Marfat.com

اب ہم مختلف مذاہب کی روحانی تعلیمات کا ایک مختصر جائزہ لیتے ہیں تاکہ قارئین پر اسلامی تعلیمات کی فوقیت اظہر من الشمس ہو جائے۔ یاد رہے کہ تصوف کے خلاف ان چار مذاہب کی خوشہ چینی کے الزام عائد کیے گئے ہیں۔ عیسائیت ہندو دھرم، بدھ مت اور نوافلاطونیت۔
اب ہم علیحدہ علیحدہ اسلامی روحانی تعلیمات (تصوف) اور ان مذاہب کی روحانی تعلیمات (مسٹی سزم) کا مقابلہ کریں گے۔

تصوّف اور عیسائی مسٹی سزم

اس مضمون کی تفصیل تو بہت طویل ہے جس سے عام قاری حضرات کو زیادہ دلچسپی نہ ہوگی اس لیے صرف دونوں مذاہب کی موٹی موٹی باتوں کو زیر غور لایا جائے گا۔ یاد رہے کہ جہاں عیسائی مسٹی سزم میں فنا فی اللہ آخری مقام سمجھا جاتا ہے اور عیسائی لوگ دنیا سے کنارہ کشی کر کے ہمیشہ کے لیے خلق خدا سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ اسلام میں فنا فی اللہ آخری مقام نہیں ہے بلکہ فناء الفنا اور بقا باللہ آخری مقام ہے جس کا دوسرا نام نزول اور عبدیت ہے۔ عیسائی دنیا میں ارباب روحانیت کو اسلیے ملامت کی جاتی ہے کہ وہ دنیا سے کنارہ کشی کر کے خلق خدا کے دکھ درد میں شریک نہیں ہوتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ عیسائی لوگوں کی فنا بھی مکمل نہیں ہوتی۔ فنا کے بے شمار مدارج اور منازل ہیں۔ چونکہ ذات حق کی کوئی انتہا نہیں۔ فنا کے مراتب کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ مثلاً سمندر کے اندر فنا ہونے والا سطح آب سے ایک گز نیچے بھی فانی فی البحر کہلائے گا۔ اور ایک میل، دو میل، دس میل بیس میل کی گہرائی تک جانے والا بھی فانی فی البحر کہلائے گا اب دیگر مذاہب میں فنا کی ذراسی بو آتی ہے یا ایک آدھ انچ پانی میں جاتے ہیں تو بہت خوش ہوتے ہیں اور شور مچا دیتے ہیں کہ فنا حاصل ہو گئی۔ بلکہ اکثر و بیشتر تو فنا سے پہلے معمولی قسم کے کشف، کرامات یا سچے خواب دیکھ کر پھولے نہیں سماتے کہ ہم منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ لیکن منزل مقصود تو کیا اس کی ہوا تک بھی ابھی نہیں لگی ہوتی۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ فنا سے پہلے کی فضا دیکھ کر یا فنا کی ابتدائی منزل کو دیکھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس صوفیاء کرام سالہا سال تک بحر فنا میں غوطے لگا لگا کر اس قدر گہرے جاتے ہیں کہ ان لوگوں کے وہم و گمان میں بھی وہ مقامات قرب نہیں آسکتے۔ لیکن اس پر بھی اکتفا نہیں کرتے اور ھل من مزید کے نعرے لگاتے ہوئے منازل پر منازل طے کرتے جاتے۔ ان کا نصب العین یہ ہوتا ہے ؎

صوفی آنکہ فوق الوصل جوید

(صوفی وہ ہے جو وصل سے بھی اوپر کے مقام کا طلب گار ہوتا ہے)
لیکن جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے دیگر مذاہب میں جہاں روحانی سفر صرف ایک مرحلہ پر مشتمل

Marfat.com

ہے۔ اسلام میں اس کے دو مراحل ہیں ایک فنا فی اللہ، دوسرا بقا باللہ۔ فنا کے بلند ترین مدارج پر پہنچ کر مشائخ عظام سالک کو واپس مقام دوئی پر لے آتے ہیں جہاں وہ حالت تلوین یعنی محویت اور استغراق سے نکل کر ہوشیاری میں آتا ہے اور چونکہ فنا کے انتہائی مدارج پر وہ حدیث بِی یَسمَعُ اور بِی یُبصِرُ کے بمصداق حق تعالےٰ کی ذات وصفات سے متصف ہو جاتا ہے۔ اس کے سر پر خلافت اور نیابت الٰہیہ کا تاج رکھا جاتا ہے اور اس کو دنیا کے تکوینی امور نیز رشد وہدایت کے منصب پر فائز کیا جاتا ہے اور یہ چیز نہ عیسائی مسٹی سزم میں پائی جاتی ہے نہ ہندو میں نہ بدھ مت نہ یونان کی نوافلاطونیت میں۔ کیونکہ جہاں پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت پر دیگر انبیاء علیہم کے مذاہب منسوخ ہوگئے۔ اُن مذاہب کے اربابِ روحانیت کو خلافتِ الٰہیہ کا ملنا بھی بند ہوگیا اور صرف نبی آخر الزماں کی اُمت کے اربابِ حقیقت کے لیے خلافت باقی رہ گئی۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں دیگر مذاہب کے اربابِ روحانیت ہمیشہ کے لیے گوشہ نشینی اختیار کر کے خلق خدا اور دنیاوی امور سے منقطع ہو جاتے ہیں اولیائے اسلام کو حکماً دنیاوی امور میں حصہ لینا اور اصلاح خلق کا فریضہ ادا کرنا پڑتا ہے اسی وجہ سے اولیائے اسلام کی زبردست اکثریت بقا باللہ کے منصب جلیلہ پر فائز ہو کر دنیاوی امور میں حصہ لیتی رہی ہے اور ساری اُمت میں صرف چند گنتی کے لوگوں نے قلندرانہ روش اختیار کر کے جذب ومستی میں زندگی بسر کی ہے۔

۲۔ اسلام اور نوافلاطونیت
NEOPLATONISM

یونانی مسٹی سزم نوافلاطونیت کا بھی یہی حال ہے۔ نوافلاطونیت یونان کے حکیم پلاٹانس (PLOTINUS) کے نام سے منسوب ہے۔ آپ تیسری صدی عیسوی میں سکندریہ میں رہتے تھے اور بڑے عارف باللہ تھے۔ آپ کی کتاب اینڈس (ENNEADS) آپ کی روحانی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تعلیمات میں آخری مقام فنا ہے۔ یہاں آپ کی کتاب میں سے صرف ایک فقرہ نقل کیا جاتا ہے جس سے آپ کی پوری تعلیمات سمجھ میں آجاتی ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ:۔

(RETURN SUMS UP THE ENTIRE DUTY OF MAN)

(ذاتِ حق کی طرف واپس لوٹنا یعنی مقام فنا انسان کی زندگی کا ماحصل ہے)

اس سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک آخری منزل فنا ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ فنا کے لاتعداد منازل میں سے کس منزل تک آپ کو رسائی حاصل تھی۔ خواہ کچھ ہو۔ بقا باللہ اور عبدیت کا آپ کی تعلیمات میں کوئی مقام نہیں ہے۔

Marfat.com

تعلیمات عیسائی مسٹی سزم کی بنیاد ہیں کیونکہ عیسائیت کے سب سے بڑے روحانی پیشوا سینٹ آگسٹائن SAINT AUGUSTINE کے قول سے جو پہلے اس کتاب میں نقل ہو چکا ہے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سب کچھ نوافلاطونیت (NEOPLATONISM) سے حاصل کیا اور سینٹ آگسٹائن ہی عیسائی مسٹی سزم کے باپ یا پاپائے اعظم ہیں۔

اسلام اور ہندو مسٹی سزم

ہندو مسٹی سزم میں بھی وہی ایک مرحلہ والا (SINGLE PHASE) روحانی سفر ہے۔ بقاباللہ کا نام تک نظر نہیں آتا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اگرچہ ہندو مذہب کے سب سے بڑے روحانی پیشوا شنکرا چاریہ، راما نوجا، راما نندا، کبیر، دادو دیال، رائے داس، بابا لال وغیرہ سب کے سب نے صوفیا کرام سے روحانی تعلیمات حاصل کیں تاہم اس کی کتابوں میں صرف فنا ہی فنا کا ذکر آیا ہے بقاباللہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا ہے۔ دارا شکوہ نے اپنی تصانیف میں اسلامی روحانیت اور ہندو مسٹی سزم میں مشابہت ثابت کرنے کی بہت کوشش کی ہے لیکن انہوں نے بھی ہندو ارباب روحانیت کی زندگیوں میں بقاباللہ کی کہیں نشاندہی نہیں کی۔

اسلام اور یہودی قبالہ سسٹم

یہودی قبالہ سسٹم میں آخری مقام فنا بتایا گیا ہے یہودی مذہب میں آجکل ایک اور روحانی سسٹم پر زور دیا جا رہا ہے جو (HESIDISM) کے نام سے مشہور ہے اس کی آخر حد بھی وحدت الوجود اور فنا بتائی جاتی ہے بقاباللہ کا نام و نشان نہیں ہے

اسلام کی جامعیت

یہ صرف اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس میں مقام فنا فی اللہ اور اس کے بھی بلند ترین مقامات پر پہنچ کر سالکین کو نزول کر کے اپنے نقطۂ آغاز پر واپس آنا ہوتا ہے جہاں وہ فنا کے سُکر اور استغراق سے نکل کر عالم صحو اور ہوشیاری میں آتے ہیں۔ خلافت ارضی کا اُن کے سر پر تاج رکھا جاتا ہے اور ہدایتِ خلق اور دنیا کے تکوینی امور اس کے سپرد کیے جاتے ہیں۔ اس مقام بقاباللہ یا عبدیت کو جامعیت کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ جامعیت اس لیے کہ اس مقام پر سالکین بیک فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہوتے ہیں اور بیک محبوب حقیقی کے حسن و جمال اور قرب و وصال کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں اور درد ہجر و فراق کی لذت بھی حاصل کرتے ہیں۔ بلکہ وہ وصال سے مہجوری کو زیادہ پسند کرتے ہیں کیونکہ اس سے حق تعالے کے حضور میں ان کو عجز اور نیاز اور بندۂ عبد ہو کر ہنا زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے

من لذتِ درد تو بہ درماں نفروشم   کفر سر زلف تو بہ ایماں نفروشم

اور وصل اور مہجوری کی حالت میں وہ ہر وقت قرب کی بلند سے بلند منازل طے کرتے جاتے ہیں۔ لیکن ان کی آتش عشق ہے کہ کسی مقام وصل پر مطمئن نہیں ہونے دیتی اور ہر وقت ھَل مِن مَزِید

Marfat.com

کے نعرے لگاتے رہتے ہیں۔ ان کا مطمح نظر یہ ہوتا ہے۔

ہمہ عمر با تو قدح زدیم و نرفت رنج خمار ما
چہ قیامتے کہ نمے رسی ز کنار ما بکنار ما

اور یہ آہ و فغاں، درد و داغ اور نالہ و فریاد دائمی ہوتا ہے۔ وہ ساری زندگی اسی پرواز الی اللہ میں بسر کرتے ہیں اور مرنے کے بعد عالمِ ارواح میں بھی اسی پرواز میں رہتے ہیں اور بہشت میں بھی ان کی یہی ترقی اور یہی پرواز الی اللہ جاری رہے گی۔ کیونکہ ذاتِ حق اور قرب و وصال حق کی کوئی انتہا نہیں۔

تقابلی مطالعہ کا نتیجہ

اس تقابلی مطالعہ سے ظاہر ہے کہ اسلامی روحانی تعلیمات کے مقابلے میں باقی مذاہب کی رُوحانی تعلیمات کچھ حیثیت نہیں رکھتیں اور یہ جو ہم نے اُوپر دیگر مذاہب میں فنا کے مقامات کا ذکر کیا ہے یہ بھی عہد ماضی کی بات ہے۔ اب تو وہ چیز بھی نہیں رہی۔ اب وہ لوگ روحانی علم حاصل کرنے کی بہت کوشش کرتے ہیں لیکن کچھ حاصل نہیں ہوتا اس لیے تو وہ اسلامی روحانیت کی طرف راغب ہو رہے ہیں اور امام غزالی اور ابن عربی جیسے اکابر صوفیاء کی تصانیف کی چھان بین میں لگے ہوتے ہیں۔

اُن مذاہب کی روحانی تعلیمات میں دوسری کمی راہبر کی ہے جو اسلامی دنیا میں کثرت سے مشائخ، اولیاء اور پیر و مرشد کے ناموں سے موجود ہیں۔ نیز، ہاں دوسرے مذاہب میں رُوحانی نصاب کا فقدان ہے اسلام میں مشائخ عظام نے علم روحانیت کو بطور ایک مستقل فن (SCIENCE) کے مرتب کر لیا ہے جس سے طریقت اب ایک عظیم شاہراہ کی صورت اختیار کر چکی ہے جس پر مختلف منازل و مقامات کے سنگ ہائے میل علامات اور نشانات سب موجود ہیں۔ علاوہ ازیں جہاں اسلام میں متعلقہ پیر و مرشد کے علاوہ سلسلے کے تمام مشائخ حتیٰ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سالک پر توجہ نظرِ عنایت اور فیض کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ دیگر مذاہب کے اربابِ روحانیت اس فیض سے محروم ہیں۔ یہی وجہ ہے ان مذاہب میں ہر شخص اپنا آپ استاد بھی ہے اور اپنا آپ شاگرد بھی ہے۔ اس کے لیے نہ کوئی راستہ مقرر ہے نہ منازل متعین ہیں۔ نہ ان کو پیر کامل کی راہبری حاصل ہے نہ اس کے لیے کوئی نصاب عمل موجود ہے جو مسلم طالبین کے لیے عبادات، اذکار، مشاغل، اوراد، وظائف، تلاوت قرآن اور نوافل کی صورت میں حاصل ہے۔ اُن مذاہب میں ہر طالب اپنا راستہ آپ بناتا ہے جس میں نہ اُسے شیطان سے امان ملتی ہے نہ اپنے نفس کی خباثت سے۔ وہ سنگلاخ وادیوں اور خار دار جنگلوں میں منازل طے کرتا ہے۔ جہاں نہ اُسے نشیب و فراز راہ کا علم ہوتا ہے نہ راہزن اور ڈاکو کا۔

Marfat.com

نیز مغربی طالب روحانیت (MYSTIC) کے لیے نہ کوئی عقائد کی کتاب سامنے ہے نہ وہ عقائد کی روشنی میں سفر کرنے کو سمجھ سکتا ہے۔ اُس کے مفسد عقائد، شکوک وظنون، کفر اور شرک سے اُلٹا راستہ بند ہوتا ہے نہ کہ کھلتا ہے۔ عبادات کی بجائے وہ زیادہ تر وہ گیان دھیان اور مراقبات MEDITATION پر بھروسہ کرتا ہے اور جب قوتِ تخیل WILL POWER میں ذرا سی ترقی ہوتی ہے وہ اُسے دنیاوی مقاصد کے حصول میں صَرف کرنے سے دریغ نہیں کرتا جس سے وہ اعلیٰ کو ادنیٰ پر قربان کر دینے میں ذرا بھر غم محسوس نہیں کرتا۔ علاوہ ازیں شیطان کی حرکت سے بسا اوقات وہ ذہنی امراض کا شکار رہتا ہے اور (MENTAL CASE) بن کر سائیکاٹرسٹ (PSYCHARTRISTS) کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مردوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے میں اُسے خاص دلچسپی ہوتی ہے لیکن مردوں کی رُوحوں اور شیاطین کے فتنوں میں وہ فرق نہیں کر سکتا ہے اس لیے گمراہ ہو جاتا ہے۔

لیکن صوفی اس سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ سب سے پہلے صوفی اسلامی عقائد اور حلال و حرام اور کفر و شرک کے مسائل سے آگاہ ہوتا ہے شیطان مردود کے شر کو پہچانتا ہے۔ نفس کی خباثت سے آگاہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں تلاوتِ قرآن، نماز روزہ، حج، زکوٰۃ، اوراد، وظائف، اذکار، شب بیداری سے اُسے بڑی مدد ملتی ہے۔ اس کے ساتھ اس کو اپنے شیخ کامل کی ہدایت نصیب ہوتی ہے جو اس راہ سے گزر چکے ہوتے ہیں اور نشیب و فراز راہ اور نفس و شیطان کے شر سے بخوبی آگاہ ہوتے ہوئے مریدین کی حفاظت کرتے ہیں۔ مزید برآں مشائخ گزشتہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات بھی ان کے شاملِ حال ہوتی ہیں اور خداوند تعالیٰ کے ساتھ صحیح عقائد اور صحیح عبادت کی وجہ سے اس کو انشراحِ قلب نصیب ہوتا ہے اور حق تعالیٰ اس کے لیے اپنے قرب و وصال کے راستے کھول دیتا ہے۔

غرضیکہ اسلامی تصوف اور دیگر مذاہب کی روحانی تعلیمات کا کوئی مقابلہ ہی نہیں اور جو لوگ رُوحانی تعلیمات کی باریکیوں اور حقائق سے آگاہ نہیں وہ اسبات کا خیال بھی نہیں کر سکتے کہ صوفیائے اسلام کو کبھی دیگر مذاہب کی ادنیٰ تعلیمات کی طرف ذرّہ بھر رجوع کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی اور نہ وہ ان کی کافرانہ اور مشرکانہ تعلیمات کو صحیح سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے یہ ڈھونگ اقوامِ مغرب نے صرف مسلم ممالک پر اپنا سیاسی اقتدار برقرار رکھنے کے لیے رچایا ہے اور بس۔

Marfat.com

ایک سوال

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہندو قوم کے اُن محبوب پیشواؤں کے جن کے پیروکاروں کو کیا کرنا چاہیے۔ آیا اُن محبوب روحانی پیشواؤں کا خلاف کرنا ان کے لیے بہتر ہوگا یا ان کی متابعت بہتر ہوگی۔ یہ ایک اہم سوال ہے جس کا جواب ان کی زبان نہ دے تو نہ دے ان کا ضمیر اور دنیا کا ضمیر ضرور دے گا۔ اور اگر ایمانداری سے صحیح جواب دیدیں تو ان کے لیے قبول اسلام کے سوا چارہ نہیں رہتا ——————— لیکن اس کے لیے بڑی ہمت، بے پناہ فراخدلی اور بے حد اعتدال پسندی اور منصف مزاجی کی ضرورت ہے جو ممکن ہے مستقبل قریب یا بعید میں اُبھر آئے۔ واقعہ یہ ہے کہ جس طرح عیسائی دنیا میں مٹھی بھر مذہبی پیشواؤں (پادری قوم) نے اپنا تسلط اور دانہ پانی بحال رکھنے کی خاطر لوگوں کے سامنے خدا کے سچے مذہب اسلام کو دل سے تو تسلیم کیا لیکن ظاہری طور پر بدنام کر کے عوام الناس کو اسلام سے محروم رکھا۔ اسی طرح برصغیر میں برہمنوں کی مٹھی بھر اقلیت نے اپنا تسلط اور دانہ پانی بحال رکھنے کی خاطر اسلام کو بدنام کیا اور عوام الناس کو اسلام سے محروم رکھا۔ حالانکہ عیسائیت اور ہندو دھرم کے روحانی پیشوا اسلام کے گرویدہ ہو چکے تھے اور اپنے قول و فعل میں مسلمانوں کی تقلید کرتے رہے۔

لیکن وہ وقت ضرور آرہا ہے کہ جب عوام کے آزاد دماغ پادریوں اور برہمنوں کی قید سے بھاگ نکلیں گے اور خدا کے سچے مذہب اسلام کو دل و جان سے تسلیم کریں گے۔

اس وقت موجودہ ریسرچ سے کم از کم یہ فائدہ ضرور ہوا ہے کہ یہ جو مٹھی بھر اقلیت کی طرف سے تصوّف کے خلاف چاروں طرف سے ہندو اور عیسائی اثرات کے الزامات کی بارش ہو رہی تھی اب وہ ختم ہو جاتے گی اور اہل اللہ کو سکون نصیب ہوگا۔ روحانیت اسلام اور مسلکِ اولیاء اللہ کی فتح و کامرانی کا حقیقی دَور بفضلہٖ تعالےٰ آگے آرہا ہے جس کو یار و اغیار انشاء اللہ العزیز سب لبیک کہیں گے۔

Marfat.com

Marfat.com

چھٹا باب

سلاسلِ طریقت

(نوٹ: اس باب میں تمام حالات کا ماخذ کتاب مراۃ الاسرار ہے جو صوفی فاؤنڈیشن ۲۰۰ دربار مارکیٹ لاہور میں طبع ہوئی)

سلاسلِ طریقت

تاریخِ اسلام میں تمام مذہبی تنظیموں میں سے سلاسلِ طریقت کی تنظیم سب سے زیادہ مضبوط، معتبر، دیرپا اور کامیاب رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا تعلق بطون سے یعنی ذاتِ حق کے قرب و معرفت سے ہے جو سیدھا دل کی گہرائیوں میں اُتر جاتا ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اسلام کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ اسلام کا ظاہری حصّہ شریعت ہے اور باطنی حصّہ طریقت ہے جو حقیقت اور معرفت تک رسائی کا راستہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شریعت کی تمام عبادات (صوم و صلوٰۃ، حج و زکوٰۃ و تلاوت وغیرہ) سے قربِ حق کی جانب ترقی ہوتی ہے لیکن تصوف اور طریقت کا یہ کمال ہے کہ اس میں زائد عبادت، ریاضت اور نوافل و مجاہدہ کی وجہ سے ترقی کی رفتار زیادہ تیز ہو جاتی ہے۔ اس کی دوسری بڑی خصوصیت یہ ہے کہ روحانیت کے میدان میں کام کرنے والوں اور قرب و معرفت کی منازل و مقامات اور نشیب و فراز کا ذاتی تجربہ رکھنے والے ماہرینِ فن یعنی شیخِ کامل کی راہنمائی مل جاتی ہے کیونکہ شیخِ کامل کی راہنمائی کے بغیر نفس و شیطان کی شرارت سے بچ کر نکلنا بے حد مشکل ہوتا ہے۔

قرآنِ حکیم میں اس جہادِ نفس کے لیے یہ حکم صادر ہوا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (جو لوگ ہماری راہ میں (یعنی ذاتِ حق کے حصول کے لیے) مجاہدات و عبادت کرتے ہیں ہم ان کی اپنی طرف راہنمائی کرتے ہیں) اس آیت میں بھی زائد عبادت اور مجاہدہ کا حکم ہے دوسری آیت جو مقامِ قرب کی طرف دعوت دیتی ہے یہ ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (کہہ دیجئے کہ اے مسلمانو اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میرا اتباع کرو حق تعالیٰ تم سے محبت کرے گا) اور تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے سالک اور آیت میں حق تعالیٰ کے قرب کے حصول کی یوں تاکید وارد ہوئی ہے۔ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (اللہ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے وسیلہ تلاش کرو) حق تعالیٰ تک رسائی کا بہترین وسیلہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کی پردہ پوشی کے بعد یہ ضرورت ختم نہیں ہو گئی بلکہ اور زیادہ ہو گئی ہے۔ اس لیے یہ کمی پوری کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

وہ خلفاء ہیں جو علمائے ظواہر کی طرح صرف ظاہری عبادت اور احکامِ شریعت میں ہادی و راہبر نہیں بلکہ عالم لبطون کے تربیت یافتہ بھی ہیں اور خود ان راستوں سے گزر چکے ہیں۔

ظاہری اتباع اور باطنی اتباع

آیت مذکورہ بالا میں جس اتباع نبوی کا حکم آیا ہے اس سے مراد صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری اتباع نہیں بلکہ باطنی اتباع بھی شامل ہے۔ ظاہری اتباع سے مراد رسول خدا صلعم کے ظاہری افعال و اعمال، حرکات و سکنات، لباس اور بود و باش کی پیروی ہے اور باطنی اتباع سے مراد رسول خدا صلعم کے باطنی کمالات، مثل فنا فی اللہ، بقا باللہ، قرب و معرفت الٰہی، انوار و برکات و تجلیات، کشف و کرامات، عشق الٰہی وغیرہ کا حصول ہے۔ چونکہ اسلام ساری دنیا کے لیے ہے اور قیامت تک رہے گا اس لیے حق تعالےٰ نے اسلام کی ظاہری و باطنی فیوض و برکات کا تا قیام قیامت جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اربابِ باطن یعنی اولیاء اللہ کے وجود سے کبھی زمانہ خالی نہیں رہا اور نہ رہے گا اور اسلام کی باطنی تعلیمات کا یہ نظام سلاسل طریقت کی صورت میں ابتدائے اسلام سے جاری ہے اور بفضلہٖ تعالےٰ قیامت تک جاری رہے گا جس کے ذریعے عوام و خواص کی راہنمائی قرب و معرفت حق تک ہوتی رہے گی اور اولیاء اللہ ہر زمانے میں وجود میں آتے رہیں گے بفضلہٖ تعالےٰ۔

ولایت

اسلام کے اس باطنی فیضان کا نام ولایت ہے اور جس شخص پر یہ فیضان ہو اُسے ولی اللہ کہتے ہیں۔ جس کی جمع اولیاء اللہ ہے۔ یہ کوئی من گھڑت نام نہیں ہے بلکہ حق تعالےٰ کا دیا ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (اچھی طرح جان لو کہ اولیاء اللہ وہ طبقۂ خاصان حق ہے جن کے لیے نہ کوئی خوف ہے نہ غم)۔ فیضانِ ولایت کا سرچشمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے اور حضور اقدس صلعم کی پردہ پوشی کے بعد رشد و ہدایت کی یہ ذمہ داری آپؐ کے خلفاء پر عائد ہوتی آئی ہے لیکن جوں جوں زمانہ گزرتا گیا تن آسانی اور سہل انگاری کی وجہ سے مسلمانوں کے اندر ریاضات اور مجاہدات کا جذبہ کم ہوتا گیا اور زیادہ تر لوگوں نے اسلام کی صرف ظاہری رسومات یعنی ظاہری صوم و صلوٰۃ پر اکتفا کر لیا اور ولایت کے ظاہری و باطنی فیوض و برکات کو نظر انداز کر دیا۔ لیکن حق تعالےٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور ہر زمانے میں اولیاء کرام کے ذریعے ظاہری احکام کے ساتھ خواص اور خاص الخاص اکابرین کے لیے باطنی فیوض و برکات کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ سلاسل طریقت انہی باطنی فیوض و برکات کو جاری رکھنے کا سلسلہ ہے۔

Marfat.com

ولایت کی اقسام

ولایت کی دو قسمیں ہیں۔ ولایتِ عامہ اور ولایتِ خاصہ۔ ولایتِ عامہ میں ہر مسلمان شامل ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ ولی الذین اٰمنو (اللہ ان کا ولی یعنی دوست ہے جو ایمان لاتے۔) اس آیت کی رُو سے ہر مسلمان ولی اللہ ہے اور یہ ولایتِ عامہ کہلاتی ہے۔ ولایتِ خاصہ وہ ہے کہ جب آدمی زہد عبادات، ریاضات اور مجاہدات کے ذریعے کسی شیخ کے زیرِ تربیت رہ کر سلوک الی اللہ طے کرتا ہے اور تکمیل حاصل کر کے خدا رسیدہ ہو جاتا ہے ایک دفعہ ایک بڑے فوجی افسر نے پوچھا کہ کیا ہر شخص ولی بن سکتا ہے۔ میں نے کہا ہاں بن سکتا ہے ولایتِ عامہ تو ہر مسلمان کو حاصل ہے اور جب کوئی شخص کوہ ہمالیہ کی سب سے بڑی چوٹی پر پہنچنے کی کوشش کرتا ہے تو اگر چوٹی تک نہیں پہنچ سکتا تو کم از کم کسی بلندی پر تو جا پہنچے گا۔

وِلایت اور وَلایت میں فرق

ایک اور لحاظ سے بھی ولایت کی دو اقسام ہیں۔ وَلایت اور وِلایت۔ وِلایت سے مراد وہ کمالات ہیں جن کے ذریعے ایک ولی اللہ سے ظاہری کشف و کرامات کا ظہور ہوتا ہے اور وَلایت وہ چیز ہے جس کے ذریعے شیخ کامل کی توجہ سے سالکین و مریدین کے باطن میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اور منازل قرب میں ترقی کرتا ہے۔ یہ نعمت تزکیۂ نفس سے حاصل ہوتی ہے جو عبادت اور مجاہدہ کے علاوہ شیخ کامل کی باطنی توجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ وہ دولت ہے جو رسول خدا ﷺ سے سینہ بسینہ اور پشت بہ پشت چلی آ رہی ہے اور جب بھی کسی سالک کو خلافت ملتی ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ملتی ہے۔

ہر زمانے میں ولایت کا منبع و مصدر رسولِ خدا ﷺ ہیں

جس طرح اپنے زمانے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمام ظاہری اور باطنی تعلیمات، فیوض و برکات اور رشد و ہدایت کا منبع اور مصدر تھے اُسی طرح آج بھی اور آج کے بعد قیامت تک بلکہ بعد قیامت بہشت میں بھی مسلمانوں کے لیے آنحضرت ﷺ تمام روحانی فیوض و برکات کے منبع و مصدر رہیں گے۔ کیونکہ آپ خاتم النبیّن ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باطنی توجہات کے ساتھ ظاہری ہادی و راہبر کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور یہ کام آپ کے خلفاء کے ذریعے قیامت تک انجام ہوتا رہے گا۔ یہ جو قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "کونوا مع الصادقین" (صادقین کی صحبت اختیار کرو) اس میں بھی صدیقین یعنی اولیاء اللہ کی صحبت اور تربیت کا حکم وارد ہوا ہے قرآن حکیم میں مقربین حق کے مراتب اس ترتیب سے بیان کیے گئے ہیں۔ انبیاء والصدیقین والشہداء والصالحین۔ سب سے بلند مرتبہ کے لوگ انبیاء علیہم السلام ہیں ان کے بعد صدیقین، ان کے

Marfat.com

بعد شہداء ان کے بعد صلحا یعنی عام نیک لوگ ہیں۔ صدیقین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا ایمان عام لوگوں کی طرح تقلیدی نہیں بلکہ تصدیقی ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر وہ صرف پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سن کر خدا تعالےٰ پر ایمان نہیں لاتے بلکہ اپنے نورِ بصیرت سے ذاتِ حق کا باطنی آنکھوں سے مشاہدہ بھی کرتے ہیں۔ اس مقام یا اس مرتبہ کو قرآن حکیم میں عین الیقین کہا جاتا ہے اس سے اوپر ایک اور مرتبہ ہے جسے حق الیقین کہتے ہیں۔ یہ مقام مشاہدہ سے بھی بڑھ کر ہے یہ مقام فنافی اللہ ہے۔ لہٰذا آیۂ مذکورہ کونُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ سے وہ ارباب رشد وہدایت مراد ہیں جو صادق الحال ہیں اور مرتبہ علم الیقین سے گزر کر مرتبہ عین الیقین اور حق الیقین تک پہنچ چکے ہیں جس کا دوسرا نام تصدیق ہے اور یہی مرتبہ احسان ہے جسے حدیث میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ "خداوند عالم کی اس طرح عبادت کرو کہ تم اُسے دیکھ رہے ہو اگر تم اُسے نہیں دیکھ سکتے تو یہ خیال جماؤ کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے"۔ جب کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ کیا آپ نے خدا تعالےٰ کو دیکھا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ میں اس خدا کی کیسے عبادت کر سکتا ہوں جسے دیکھ نہ لوں۔ جب اس نے مزید تفصیل پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ حق تعالےٰ کو جسمانی آنکھوں سے نہیں بلکہ روحانی آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا (میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے) اگرچہ تمام اکابرین صحابہ کرام سے روحانی فیوض وبرکات اور رشد وہدایت سینہ بہ سینہ ایک عرصہ تک جاری رہا لیکن جن سلاسل طریقت کو حق تعالےٰ نے بقائے دوام کا درجہ عطا فرمایا ہے وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ کے سلاسل طریقت ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جو روحانی سلاسل جاری ہوتے وہ جمع ہو کر آج سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی شکل میں ظاہر ہیں اور باقی تین بڑے سلسلے یعنی سلسلۂ عالیہ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ وغیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جاری ہوتے ہیں۔

حضرت علیؓ کے خلفاء

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چار خلفاء تھے۔ حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت امام حسن بصریؒ اور حضرت امام کمیلؒ۔ ان چار اکابرین سے چودہ بڑے سلسلے جاری ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی نعمت سینہ بہ سینہ تمام مشائخ سلسلہ کے ذریعے آج تک اُمت میں چلی آرہی ہے۔

حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسین کا سلسلۂ روحانیت ائمہ اہل بیت کے ذریعے ہر زمانے میں جاری رہا ہے یہاں تک کہ بڑے بڑے اکابرین صوفیا مثل حضرت فضیل ابن عیاضؒ، امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہ، حضرت بایزید بسطامیؒ وغیرہم نے ائمہ اہلِ بیت سے روحانی فیوض حاصل کیے اور بلند روحانی مدارج تک رسائی حاصل کی۔

Marfat.com

حضرت امام حسن بصریؒ کے خلفاء حضرت امام حسن بصریؒ کے بہت خلفاء تھے جن میں سے دو زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت عبدالواحد بن زیدؒ اور حضرت حبیب عجمیؒ۔ جن کے فیض تربیت سے ذیل کے چودہ بڑے سلسلے وجود میں آئے:

۱۔ سلسلہ زیدیہ یہ سلسلہ حضرت عبدالواحد بن زیدؒ کے نام سے موسوم ہے۔ جن کو ایک خرقۂ خلافت حضرت کمیل بن زیادؒ سے بھی ملا۔ نیز صحابیٔ رسولﷺ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے خاندان کے پانچ افراد بھی اس سلسلے میں داخل ہوئے۔ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ نے آخر عمر میں دو مریدوں کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ حضرت خواجہ فضیل ابن عیاضؒ اور حضرت خواجہ ابو یعقوب السوسیؒ۔

۲۔ سلسلہ عیاضیہ یہ سلسلہ حضرت خواجہ فضیل ابن عیاضؒ کے نام سے منسوب ہے اور آپ ہی سے شروع ہوا۔ حضرت خواجہ فضیل ابن عیاضؒ کو ائمہ اہل بیت سے بھی روحانی فیض حاصل ہوا۔ آپ نے حضراتِ تابعین کی بھی صحبت پائی ہے اور فیض حاصل کیا ہے۔ یہ ہی حضرات ہیں جو اس زمانے میں کثرت سے موجود تھے۔ اور مسلمانوں کو علم شریعت اور علم حقیقت کی تعلیم دینے میں مصروف تھے۔

۳۔ سلسلہ ادھمیہ یہ سلسلہ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھمؒ سے منسوب ہے جو حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کو ایک خرقۂ خلافت امام باقر رضی اللہ عنہ سے بھی ملا ہے جو امیر المومنین حضرت امام حسینؓ کے پوتے تھے۔

۴۔ سلسلہ ہبیریہ یہ سلسلہ حضرت خواجہ ابو ہبیرہ امین الدینؒ سے شروع ہوا جو حضرت خواجہ حذیفہ مرعشیؒ کے مرید و خلیفہ تھے جو حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھمؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ الیٰ آخرہٖ۔

۵۔ سلسلہ چشتیہ یہ سلسلہ حضرت خواجہ ممشاد علی دینوریؒ سے شروع ہوا۔ جو حضرت خواجہ ابو ہبیرہ امین الدین بصری کے مرید و خلیفہ تھے۔ خواجہ ممشاد علی دینوری کے خلیفہ حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی تھے جن کو اپنے شیخ علیہ رحمۃ سے چشت میں قیام کرنے کا حکم ہوا۔ قصبہ چشت افغانستان میں ہرات کے قریب واقع ہے۔ خواجہ ابو اسحاق شامی پہلے شیخ ہیں جو خواجہ ابو اسحاق چشتی کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ وجود میں آیا۔ آپ نے خواجہ ابو احمد ابدالؒ کو خرقۂ خلافت عطا کیا۔ جن کا شمار چشت کے رؤسا میں ہوتا ہے۔ خواجہ ابو احمدؒ کے خلیفہ حضرت خواجہ ابو محمد چشتی اور آپ کے خلیفہ حضرت ابو یوسف چشتی ہیں اور آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی ہیں۔ چشت

Marfat.com

کے یہ پانچ مشائخ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے پانچ ستون (ارکان) کہلاتے ہیں۔ ان کو "پنج پیرانِ چشت" بھی کہتے ہیں۔

۶۔ سلسلۂ عجمیہ یہ سلسلہ حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ سے منسوب ہے جو حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔

۷۔ سلسلۂ طیفوریہ یہ سلسلہ سلطان العارفین حضرت خواجہ ابویزید بسطامیؒ سے منسوب ہے جن کا اصلی نام طیفور تھا۔ تذکرۃ الاولیا مصنفہ شیخ فریدالدین عطارؒ میں لکھا ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے ایک سو سولہ [۱۱۶] مشائخ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے بارہ سال حضرت امام جعفر صادقؓ کی خدمت میں رہ کر فیضان حاصل کیا۔ بعض کا خیال ہے کہ انہوں نے حضرت امام جعفر صادقؓ سے بطریق اُویسیہ اخذ فیض کیا۔ یعنی ان کے وصال کے بعد مزار مبارک پر بیٹھ کر حقیقت خواہ کچھ ہو اخذ فیض کے یہ دونوں طریقے مشائخ طریقت کے نزدیک مستند ہیں۔ لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ ان کو ایک خرقۂ خلافت حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ سے بھی ملا۔

۸۔ سلسلۂ کرخیہ سلسلہ کرخیہ حضرت خواجہ معروف کرخیؒ سے شروع ہوا جن کو حضرت امام موسیٰ کاظمؓ سے خرقۂ خلافت حاصل ہوا جو ائمہ اہل بیت کے ساتویں امام تھے۔ ان کو ایک خرقۂ خلافت حضرت داؤد طائیؒ سے بھی ملا جو خواجہ حبیب عجمیؒ کے خلیفہ تھے۔

۹۔ سلسلۂ سقطیہ یہ سلسلہ حضرت خواجہ سری سقطیؒ سے شروع ہوا جو خواجہ معروف کرخیؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور حضرت جنید بغدادیؒ کے ماموں اور پیر تھے۔

۱۰۔ سلسلۂ جنیدیہ یہ سلسلہ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ سے منسوب ہے جو خواجہ سری سقطیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ ان حضرات کے مراتب اس قدر بلند تھے کہ ان میں سے ہر ایک صاحب سلسلہ ہوا۔

۱۱۔ سلسلۂ گاذرونیہ یہ سلسلہ حضرت خواجہ ابواسحاق گاذرونیؒ سے شروع ہوا ہے جو گاذرون کے بادشاہ تھے۔ آپ تخت و تاج چھوڑ کر حضرت خواجہ عبداللہ خفیفؒ کے مرید ہوئے جو حضرت خواجہ رویمؒ کے مرید و خلیفہ تھے جو خواجہ جنید بغدادی کے مرید و خلیفہ تھے۔

۱۲۔ سلسلۂ طوسیہ اس سلسلہ کے بانی مبانی حضرت شیخ علاء الدین طوسیؒ تھے جو حضرت خواجہ وجیہ الدین ابوحفصؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ جو خواجہ جنید بغدادیؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ شیخ علاؤالدین طوسیؒ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے ہمعصر دوست تھے۔ یہ شیخ نجم الدین کبریٰ یورپ کے مشہور روحانی پیشوا سینٹ فرانسس آف اسیسی کے ہمعصر تھے۔ آپ کو ملنے کی خاطر سینٹ

Marfat.com

فرانس نے بغداد کا طویل سفر اختیار کیا لیکن کسی وجہ سے بغداد نہ پہنچ سکے اور ناکام واپس چلے گئے۔

۱۳۔ سلسلہ سہروردیہ یہ سلسلہ حضرت شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردیؒ سے شروع ہوا جو شیخ وجیہہ الدین ابو حفصؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کو ایک خرقۂ خلافت حضرت شیخ احمد الغزالیؒ سے بھی حاصل ہوا۔ جن کا سلسلہ طریقت پانچ واسطوں سے خواجہ جنید بغدادی سے جا ملتا ہے۔

۱۴۔ سلسلہ فردوسیہ اس سلسلہ کے مورث اعلیٰ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ ہیں۔ آپ فردوس کے اکابرین میں سے تھے اور شیخ ابو النجیب سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے مولانا عبدالرحمٰن جامی نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ شیخ نجم الدین کبریٰ کو ایک خرقۂ خلافت شیخ عمار یاسرؒ سے بھی حاصل ہوا۔ شیخ عمار یاسرؒ مرید و خلیفہ تھے حضرت ابو النجیب سہروردیؒ کے جن کا سلسلہ چھ واسطوں سے خواجہ جنید بغدادیؒ سے جا ملتا ہے۔ چنانچہ یہ چار سلاسل طریقت یعنی فردوسیہ، سہروردیہ، طوسیہ، گازرونیہ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ سے جا ملتے ہیں۔ خواجہ جنیدؒ کو ایک خرقۂ خلافت ایک واسطے سے حضرت امام علی رضاؒ سے بھی حاصل ہوا۔ جو امام موسیٰ کاظمؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ اور آپ حضرت امام جعفر صادقؓ کے آپ امام باقرؒ، آپ امام زین العابدینؒ اور آپ امیر المومنین حضرت امام حسینؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے فرزند ارجمند تھے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت علیؓ کے بڑے بیٹے حضرت امام حسنؓ بھی ان روحانی واسطوں میں آتے ہیں۔ نفحات الانس میں لکھا ہے کہ شیخ ابو النجیبؒ کو ایک خرقۂ خلافت حضرت کمیل بن زیادؒ سے بھی حاصل ہوا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کے خلیفہ تھے۔ یہ سلسلہ اس طرح پر ہے۔ شیخ ابو النجیبؒ، شیخ اسماعیل مصریؒ، شیخ محمد بن موکل، شیخ محمد بن داؤد، شیخ ابو العباس بن ادریس، شیخ ابو القاسم بن رمضان، شیخ ابو العقوب رابری، شیخ ابو عبداللہ عثمان المکی، شیخ ابو لیعقوب نہر جوری، شیخ یعقوب السوسی اور کمیل ابن زیاد جو خلیفہ تھے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے۔ روایت ہے کہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے ستر خلفاء تھے۔ جو خود حضرت شیخ کے ہم پلہ تھے۔ آگے چل کر آپ کے سلسلہ عالیہ کی دو شاخیں ہوگئیں۔ سلسلہ فردوسیہ اور سلسلہ کبرویہ۔

Marfat.com

بارہ فروعی سلاسل

۱۔ سلسلہ قادریہ غوثیہ یہ سلسلہ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے منسوب ہے آپ مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت شیخ ابو سعید مخزومیؒ کے۔ آپ حضرت شیخ ابوالحسن علی العرشی کے۔ آپ حضرت شیخ ابوفرح طرطوسیؒ کے آپ حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد یمنیؒ کے، آپ شیخ ابوبکر شبلیؒ کے اور آپ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے خلیفہ تھے۔ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کو ایک خرقۂ خلافت گیارہ واسطوں سے اپنے آباؤاجداد یعنی ائمہ اہلِ بیت سے بھی حاصل ہوا کیونکہ آپ حسنی و حسینی سادات تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کا شمار اُمّت کے اکابرین اولیاء اللہ میں ہوتا ہے آپ غوث الوقت تھے۔ آپ کا ایک لقب محبوب سُبحانی بھی ہے۔ آپ اُمّت محمدیہ کے افراد میں شمار ہوتے ہیں۔ (افراد کا مرتبہ تمام اولیاء اللہ سے زیادہ بلند شمار کیا جاتا ہے۔ افراد فرد کی جمع ہے۔ فرد وہ ہوتا ہے جو اپنا تعین کھو کر ذاتِ حق میں ایک ہو جائے۔ یہ حالت زندگی کے بالکل آخری مراحل میں آتی ہے۔

۲۔ سلسلہ یسویہ یہ سلسلہ حضرت شیخ احمد یسویؒ سے شروع ہوا جو شیخ ترکستانؒ کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ خواجہ یوسف ہمدانی کے خلیفہ تھے، آپ خواجہ علی فارمدیؒ کے، آپ خواجہ ابوالقاسم گورگانی کے، آپ شیخ ابوعثمان مغربیؒ کے آپ ابوالکاتبؒ کے، آپ شیخ ابوعلی رودباریؒ کے، آپ سیّد طائفہ خواجہ جنید بغدادیؒ کے۔ اور آپ کئی واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلیفہ تھے۔ حضرت شیخ احمد یسویؒ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک اور واسطے سے بھی خلافت ملی تھی یعنی حضرت محمد حنیفہ کے ذریعے سے جو فرزند ارجمند ہیں حضرت علیؓ کے۔

۳۔ سلسلہ نقشبندیہ:۔ یہ سلسلہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کے نام سے منسوب ہے۔ آپ مرید خلیفہ تھے حضرت امیر سیّد کلالؒ کے، آپ خواجہ محمد سماسیؒ کے، آپ خواجہ علی رامیتنیؒ کے، آپ خواجہ محمود ابوالخیر فغنویؒ کے، آپ خواجہ عارف ریوگیری کے، آپ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ آپ خواجہ یوسف ہمدانیؒ کے، آپ خواجہ علی فارمدی کے، آپ خواجہ ابوالقاسم گورگانیؒ کے، اور خواجہ ابوالقاسم کا سلسلہ تین واسطوں سے حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ سے جا ملتا ہے۔ خواجہ ابوالقاسم گوگانی کا سلسلہ کئی واسطوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بھی جا ملتا ہے جن میں ابوالحسن خرقانیؒ، حضرت خواجہ ابویزید بسطامی، اور امام جعفر الصادق شامل ہیں۔ حضرت امام جعفر صادقؓ حضرت امام قاسم کے نواسے تھے۔ جو حضرت ابوبکر صدیق کے پوتے تھے۔ حضرت امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دو دفعہ جنا ہے ایک یہ کہ آپ میرے نانا امام قاسم کے دادا ہیں دوسرے مجھے روحانی فیض

Marfat.com

بھی حضرت ابوبکر صدیق سے اپنے نانا امام قاسم اور حضرت سلمان فارسیؓ کے ذریعے ملا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ائمہ اہل بیت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خاندان کے ساتھ شیر وشکر تھے، مفاد پسند لوگوں نے ان کے درمیان خواہ مخواہ ایک فرضی خلیج حائل کر رکھی ہے۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کا شمار اکابرین مشائخ میں ہوتا ہے۔ آپ بڑے عالی ہمّت بزرگ تھے۔ آپ کے بلند روحانی مقام کا پتہ مندرجہ ذیل رباعی سے چلتا ہے۔ جو ہمیشہ آپ کی زبان پر رہتی تھی

از پائے طلب نے نشینم ہردم   تاحق بدو چشم سر نہ بینم ہردم
آں ایشانند من چنینم ہردم   گویند خدارا بچشم سر نتواں دید

یاد رہے کہ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ کو سر کی آنکھوں سے نہیں بلکہ سِر کی آنکھوں (باطنی بصیرت) سے دیکھا جاسکتا ہے جیسا کہ حضرت علیؓ کے مندرجہ بالا قول سے واضح ہے لیکن حضرت خواجہ نقشبندؒ کا سَر کی آنکھوں سے دیکھنا بھی جواز سے خالی نہیں۔ اس کی وضاحت مولانا محمد قاسمؒ نے تقریر دلپذیر میں یوں فرمائی ہے کہ ظاہر بصارت (یعنی سَر کی آنکھوں سے دیکھنا) بھی باطنی بصیرت پر منحصر ہے کیونکہ جب رُوح نکل جاتی ہے تو ظاہری آنکھیں بھی مشاہدہ سے عاری ہوجاتی ہیں۔ ان کے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ جب آدمی سَر کی آنکھوں سے دیکھتا تو دراصل وہ باطنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ظاہری آنکھیں خواہ کھول لے خواہ بند کرلے مشاہدہ جاری رہتا ہے۔

۴۔ سلسلہ نوریہ یہ سلسلہ حضرت ابوالحسن نوریؒ سے منسوب ہے۔ آپ قصبۂ بغبور کے رہنے والے تھے جو ہرات اور مَرو کے درمیان واقع ہے۔ آپ حضرت خواجہ سری سقطیؒ کے مرید وخلیفہ تھے۔ اور شیخ ابوالحسن نوریؒ، شیخ محمد علی قصاب کے ہم عصر اور دوست تھے جو ذوالنون مصر کے نام سے مشہور ہیں۔

۵۔ سلسلہ خضرویہ یہ سلسلہ حضرت خواجہ احمد خضرویہؒ سے شروع ہوا جو خواجہ حاتم اصمؒ کے خلیفہ تھے آپ شیخ شقیق بلخیؒ کے مرید وخلیفہ تھے اور آپ خواجہ ابراہیم بن ادھمؒ کے مرید وخلیفہ تھے اور آپ حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض اور امام باقرؓ کے خلیفہ تھے۔

۶۔ سلسلہ شطاریہ عشقیہ یہ سلسلہ عبداللہ شطاریؒ سے منسوب ہے جو خلیفہ تھے خواجہ محمد عارف کے، آپ خلیفہ تھے شیخ محمد علی اسحاقؒ کے، آپ شیخ خدا قلی ما وراالنہری کے، آپ ابوالحسن العشقیؒ کے، آپ ابی مظفر مولانا ترک طوسیؒ کے، آپ بایزید العشقیؒ کے، آپ محمد مغربیؒ کے، آپ شیخ ابویزید البسطامیؒ کے، حتیٰ کہ باقی تمام سلسلوں کی طرح یہ سلسلہ بھی حضرت علی المرتضٰے کرم اللہ وجہہ

Marfat.com

سے جاملتا ہے۔ شیخ عبداللہ شطاریؒ اپنے سلسلہ کے پہلے بزرگ ہیں جو اپنے شیخ کے حکم سے ہندوستان آئے اور جس جگہ جاتے تھے شاہانہ ٹھاٹھ سے کیمپ لگاتے تھے۔ باوردی رہتے تھے اور ہر جگہ پہنچ کر ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کرتے تھے:۔

"اگر کسی کو خدا سے ملنے کی خواہش ہے تو آئے میں اسے خدا سے ملا دوں گا"

۷۔ سلسلہ سادات کرام یہ سلسلہ حضرت شیخ جلال الدین بخاریؒ گل سرخ کے پوتے سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ سے شروع ہوا۔ آپ کو خرقۂ خلافت اپنے آباؤ اجداد یعنی ائمہ اہل بیت سے حاصل ہوا۔ آپ کے اور حضرت علیؓ کے درمیان پندرہ واسطے ہیں۔ آپ کو ایک خرقۂ خلافت حضرت شیخ رکن الدین سہروردیؒ سے حاصل ہوا جو حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے پوتے تھے اور آپ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے خلیفہ تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کو ایک خرقۂ خلافت حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ سے حاصل ہوا جو حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء دہلویؒ کے خلیفہ تھے آپ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے اور آپ سلطان الہند خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کو بالجملہ ایک سو چالیس مشائخ سے خرقۂ خلافت حاصل ہوا۔ آپ نے سارے عالم اسلام کا دورہ کیا۔ آپ کا مزار مبارک سابقہ ریاست بہاول پور کے قصبہ اوچ شریف میں واقع ہے جو راقم الحروف کے شہر اللہ آباد سے بیس میل شمال میں واقع ہے۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے الدر المنظوم اور خزینہ جلالی زیادہ مشہور ہیں۔ اوچ شریف جامع مسجد دہلی اور بادشاہی مسجد لاہور میں جو تبرکات نبویؐ موجود ہیں وہ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے لائے ہوئے ہیں۔

۸۔ سلسلہ زاہدیہ یہ سلسلہ حضرت شیخ بدر الدین زاہد کے نام سے منسوب ہے جو مرید و خلیفہ تھے خواجہ صدر الدین سمرقندیؒ کے، آپ خواجہ ابوالقاسمؒ کے، آپ خواجہ قطب الدین عبدالملکؒ کے، آپ خواجہ ابواسحاق گازرونیؒ کے، آپ خواجہ حسین بازیار ہراتیؒ کے، آپ خواجہ محمد رویم کے اور آپ سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادیؒ کے تا حضرت علی المرتضیٰؓ۔

۹۔ سلسلہ انصاریہ یہ سلسلہ شیخ الاسلام حضرت عبداللہ انصاریؒ سے منسوب ہے۔ جو "پیر انصار" کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا مزار ہرات میں ہے۔ آپ خواجہ ابوالحسن خارقانی کے خلیفہ ہیں اور آپ خواجہ ابویزید بسطامیؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ ایک خرقۂ خلافت آپ کو شیخ ابوالعباس قصابؒ سے بھی ملا جو خلیفہ ہیں شیخ ابومحمد عبداللہ طبری کے، اور آپ ابومحمد جریریؒ کے مرید و خلیفہ تھے یہ آپ غوث الوقت تھے اور سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادیؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ خواجہ عبداللہ انصاریؒ

بھی غوث الوقت تھے

Marfat.com

۱۰۔ سلسلہ صفویہ یہ سلسلہ حضرت شیخ صفی الدین اسحاق اردبیلیؒ سے منسوب ہے جو شیخ زاہد گیلانی کے خلیفہ تھے۔ آپ میر سید جمال الدین تبریزیؒ کے، آپ شیخ شہاب الدین ابہریؒ کے، آپ شیخ رکن الدین سجازیؒ کے، آپ شیخ قطب الدین ابہریؒ کے، آپ شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کے جن کا سلسلہ حضرت جنید بغدادیؒ سے جاملتا ہے۔ الیٰ آخرہ۔

۱۱۔ سلسلہ ادروسیہ جو شیخ میر سید عبداللہ المکی ادروسیؒ سے منسوب ہے۔ آپ شیخ ابو البحرؒ کے خلیفہ تھے۔ آپ شیخ عبدالرحمنؒ کے، آپ شیخ علیؒ کے، آپ شیخ علویؒ کے، آپ شیخ محمد بن علی المدرؒ کے اور آپ شیخ ابو محمد مغربیؒ کے اور آپ کئی واسطوں سے حضرت جنید بغدادیؒ کے خلیفہ اور مرید تھے۔ شیخ ادریسؒ کو ایک خرقۂ خلافت سلسلہ سہروردیہ سے بھی حاصل ہوا۔ آپ کا سلسلہ زیادہ عرب اور ہندوستان میں پھیلا ہے۔

۱۲۔ سلسلہ قلندریہ اس سلسلے میں کئی سلاسل طریقت کے مشائخ شامل ہیں۔ اس سلسلہ کا نام قلندریہ اس لیے مشہور ہو گیا ہے کہ اس کے اندر قلندر مشرب کے مشائخ شامل ہیں۔ جو اکثر سکر و استغراق میں مست رہتے ہیں۔ یہ حضرات اپنے حال میں مست ہوتے ہیں اور خدمت رشد و ہدایت انجام نہیں دے سکتے۔ قلندروں میں سے بعض یہ ہیں:۔

شیخ محمد قلندر، شاہ حیدر قلندر، شاہ حسین بلخی، شاہ شمس تبریزی، شیخ فخر الدین عراقی، خواجہ اسحاق مغربی، خواجہ حافظ شیرازی رحمہم اللہ تعالےٰ۔ ہندوستان میں سب سے بڑے قلندر حضرت شاہ خضر رومیؒ ہیں جو سلطان شمس الدین التمش کے ہم عصر تھے۔ آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کعکیؒ کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ قطبؒ نے ان کو خرقۂ خلافت تو عطا فرمایا لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ قلندرانہ لباس ترک نہ کرنا۔ شاہ نجم الدین قلندر بھی آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔ قلندرانہ لباس ترک نہ کرنے کا حکم حکمت سے خالی نہیں۔ دراصل مشرب قلندری ہی سب سے زیادہ قوی مشرب ہے۔ جس میں اپنی ہستی، ساز و سامان گھر بار سب کچھ تج کر محبوبِ حقیقی پر قربان کیا جاتا ہے۔ لیکن اسلام میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھنے کے لیے قلندری چھوڑ کر عبدیت اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اس میں بھی حکمت کے خزانے پوشیدہ ہیں۔

برصغیر کے ایک اور معروف قلندر شاہ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی ہیں جن کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کعکیؒ سے بطریق اولیسیہ فیضان حاصل ہوا۔ شاہ بوعلی قلندر ایک بلند پایہ شاعر بھی ہیں۔ آپ کا ایک مشہور شعر یہ ہے

گر بوعلی نوائے قلندر نواختے ۔۔۔ صوفی بدے ہمہ کس کہ بعالم قلندر ست
گر عشق بنودے و غم عشق بنودے ۔۔۔ چندیں سخن نغز کہ گفتے کہ شنیدے

برصغیر کے ایک اور بڑے قلندر حضرت شاہباز قلندر ہیں جن کا مزار صوبہ سندھ کے قصبہ سیہون شریف میں زیارت گاہ خلق ہے۔

Marfat.com

سلسلہ عالیہ چشتیہ ذوقیہ

یہ سلسلہ حضرت مولانا سیّد محمدؒ ذوقی شاہ قدس سرہٗ سے شروع ہوتا ہے جن کے درمیان اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے درمیان دو واسطے، آپ کے اور حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہٗ کے درمیان چودہ واسطے اور آپ کے اور حضرت خواجہ معین الدّین چشتی اجمیری قدس سرہٗ کے درمیان بیس واسطے ہیں۔ نیز بعض مشائخ کے باہمی ارتباط کی وجہ سے اس سلسلہ عالیہ چشتیہ ذوقیہ میں نسبت نقشبندیہ قادریہ اور سہروردیہ بھی شامل ہو گئی ہے۔

حضرت مولانا ذوقی شاہؒ

حضرت مولانا ذوقی شاہؒ کا اصلی نام سیّد محمدؒ ہے لیکن وفورِ ذوق و شوق اور جذبہ للّٰہیّت کی وجہ سے آپ کے شیخ حضرت مولانا وارث حسن کوڑہ جہاں آبادی قدس سرہٗ نے آپ کو لقب ”ذوقی“ سے ملقب فرمایا اور ”ذوقی شاہ“ مشہور ہو گئے۔ حضرت مولانا سیّد محمدؒ ذوقی علیہ رحمہ کا شمار عصرِ حاضر کے اُن مشائخ میں ہوتا ہے جو علومِ اسلامیہ کے ساتھ علومِ جدیدہ کے بھی حامل تھے۔ آپ سابق علی گڑھ کالج کے گریجوایٹ ہونے کی حیثیت سے عصرِ حاضر کے جملہ امور و امراض سے بخوبی آگاہ تھے اور تمدّنِ جدیدہ کے زبردست نقاد تھے۔ آپ نے ابتدا میں جرنلزم کا فن اختیار کیا اور بیعت سے قبل صحافی دنیا میں ناموری حاصل کی۔ آپ کے رفقائے کار میں علامہ اقبال، سر عبد القادر، جسٹس شاہ دین، چوہدری خوشی محمدؐ ناظر، حکیم اجمل خاں، مولانا ابو الکلام آزادؔ مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، نواب وقار الملک اکبر الہ آبادی اور نواب محسن الملک جیسے درخشندہ ستارے شامل تھے۔ لاہور میں پیسہ اخبار اور مخزن میں کام کرنے کے علاوہ صوبہ سندھ میں آپ انگریزی ہفتہ وار رسالہ ”الحق“ شائع کرتے تھے جو انگریز کے جابرانہ دَور کے باوجود حق و انصاف، حق گوئی اور حق بیانی میں اس قدر مشہور ہو چکا تھا کہ خود انگریزی حکام کے حلقوں میں بھی مقبول ہو چکا ہے اور انگریزوں کی نکتہ چینی کے باوجود انگریز اُسے عزّت کی نگاہ سے دیکھتے تھے یہ رسالہ اس قدر مقبول ہوا کہ اس کے متعلق یہ شعر لوگوں کی زبان پر آنے لگا ؎

حق کو جتانے کے لیے، حق نے حق کو پیدا کر دیا

لیکن حضرتِ اقدس کے قلب میں عشقِ الٰہی کا جو طوفان موجزن تھا وہ آپ کو کوچہ صحافت سے نکال کر کشاں کشاں کوچۂ عشق و معرفت میں لے گیا۔ حق تعالیٰ کے کمال لُطف و کرم سے آپ کو خواب میں ہونے والے شیخ کا مشاہدہ کرایا گیا اور چند ماہ کی پریشان حالی کے بعد آپ نے آخر اپنے شیخ کو پا ہی لیا۔ پھر کیا تھا رات دن ذکر و فکر، عبادات اور ریاضات و مجاہدات کا دَور شروع ہو گیا

Marfat.com

اور اپنی خداداد قابلیت کی بنا پر چند سالوں میں سلوک تمام کر کے فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے مقامات حاصل کر لیے، خلافت سے مشرف ہوتے۔ اور تادم وصال فریضۂ رشد و ہدایت خلق میں پوری تندہی اور جانفشانی سے منہمک رہے۔ آپ کے فیض صحبت سے حضرت شہید اللہ فریدی جیسے جلیل القدر اولیاء اللہ وجود میں آئے

چونکہ برصغیر ہند و پاکستان چشتیوں کا ورثہ ہے، اس لیے تحریک پاکستان اور قائد اعظم کو آپ کی ظاہری و باطنی پشت پناہی حاصل رہی۔

حقائق و معارف کے بیان میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ اور آپ کی تصانیف ایمان، اسلام اور احسان کے فیضان سے لبریز ہیں۔

آپ کا وصال سفر حج کے دوران یوم عرفہ، بحالت احرام ہوا۔ اور میدان عرفات میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

تصانیف

۱۔ سرِ دلبراں

آپ بڑے بلند پایہ صاحب تصنیف تھے۔ آپ کا شاہکار آپ کی کتاب سرِ دلبراں ہے جو ابجد کی ترتیب سے تصوف کا انسائیکلوپیڈیا مانا جاتا ہے اس کتاب میں سلوک الی اللہ کے تمام منازل و مقامات اور اصطلاحات تصوف شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں کتاب کے آخر میں تین ضمیمہ جات درج ہیں جو تنزلات ستہ اور مراتب وجود پر مکمل اور جامع درس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ظاہری کمالات کے اعتبار سے کتاب اس قدر جامع ہے کہ اس میں آیات قرآنی احادیث نبوی، فارسی اشعار کی علیحدہ علیحدہ انڈکسوں کے علاوہ مضامین کتاب کی انڈکس اور الفاظ کتاب کی انڈکس بھی درج ہیں مختصراً یہ کہ یہ کتاب معرفت حق کا آئینہ ہے اور آج تک ایسی جامع کتاب نہ عربی نہ فارسی اور اردو زبان میں تالیف ہوئی ہے۔

۲۔ آپ کی دوسری مایہ ناز کتاب بادہ و ساغر ہے جو ایک روحانی ناول کی حیثیت رکھتی ہے اس کتاب میں کمال معرفت سے آپ نے تجلیات الٰہی اور حسن حقیقی کے جس قدر کرشمے اور جلوے دیکھے، ان کو محبوبان مجازی کے رنگ میں ڈھال کر حسن و عشق کی قدیم داستان، اور محب اور محبوب کے دائمی تعلق کو ایسے سوز و گداز، اور درد و داغ سے بیان کیا ہے کہ کتاب کو ایک ہی نشست میں ختم کیے بغیر چین نہیں آتا۔

۳۔ تربیت العشاق۔ یہ کتاب جو تقریباً سات سو صفحات پر مشتمل ہے آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو آپ کے خلفاء حضرت شاہ شہید اللہ فریدی قدس سرہٗ اور مصنف کتاب ہذا نے جمع کیے ہیں۔ اس کتاب میں نکات معرفت اور حقائق طریقت کے علاوہ عصر حاضر کے تمام اہم رموز مثل اسلام اور جمہوریت اسلام اور سائنس، اسلام اور تمدن جدید، اسلام کا اقتصادی نظام، اسلام کا معاشرتی اور تعلیمی نظام، اسلام

Marfat.com

اور کمیونزم وغیرہ تمام امور پر سیر حاصل بحث موجود ہے۔

۴۔ مضامین ذوقی اُردو وانگریزی۔ یہ دو کتابیں آپ کے اُن اردو اور انگریزی مضامین کا مجموعہ ہیں جو آپ وقتاً فوقتاً ملک کے مختلف اخبار و جرائد میں دیتے رہے۔ ان مضامین میں سب سے زیادہ اہم وہ ہیں جن میں آپ نے اپنے رفیق کار علامہ اقبال کے نظریۂ خودی پر عارفانہ انداز میں بحث کی ہے۔ مولانا مودودی کی جماعت پر ناقدانہ نظر ڈالی ہے، وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر بحث کی ہے محمد مارماڈیوک پکتھال کے نظریۂ وحدتِ ادیان کی خبر لی ہے۔ اور ترکی کے مشہور مسلم راہنما سعید حلیم پاشا شہید کی فرانسیسی زبان میں لکھی ہوئی کتاب اسلام لشمک (اسلامی نظام) کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تصحیح فرمائی ہے۔ ان دونوں کتابوں کے دیگر مضامین بھی بے حد جاذبِ نظر ہیں۔ اور دورِ حاضر کے مسلمانوں کے لیے درسِ حیات کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۵۔ برزخ۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں آپ نے قرآن وحدیث اور اپنے کشف کی روشنی میں موت کے بعد آنے والے واقعات اور حالات بیان فرماتے ہیں۔

۶۔ کتب سماوی پر ایک نظر۔ اس کتاب میں آپ نے تورات اور انجیل پر ریسرچ کرکے ثابت کردیا ہے کہ یہ دونوں کتابیں کئی بار عیسائیوں اور یہودیوں کی باہمی جنگوں میں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں اور انسانی یادداشت سے ازسرِ نو لکھی گئیں۔

۷۔ نیو سرچ لائٹ آن ویدک ایرینز (NEW SEARCH LIGHT ON VEDIC ARIANS)

جس میں آپ نے ہندو اور یورپین مصنفین کی کتابوں کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ ہندو لوگ یہودی الاصل ہیں جو قرآن مجید کی پیش گوئیوں کے مطابق جہاں جاتے تھے مار اور پھٹکار سے نوازے جاتے تھے آخر انہوں نے بھیس بدل کر ہندوستان کا رُخ کیا اور یہاں کے اصلی باشندوں کو مار بھگا کر جنوبی ہند کی طرف دھکیل دیا۔ اگرچہ انہوں نے اپنا نام اور لباس بدل ڈالا لیکن عادات وخصائل نہ بدل سکے۔ چنانچہ آج تک ہندو لوگوں میں یہودیوں کی طرح ذات پات چھوت چھات، گاؤ پرستی سود خوری وغیرہ خصائل پائے جاتے ہیں۔

القاء، الہام، وحی ــــ یہ ایک مختصر لیکن جامع رسالہ ہے جس میں عالم قدس کی طرف سے حق تعالیٰ کے مقبول بندوں کو ہدایات وارشادات بذریعۂ کشف حاصل ہوتی ہیں۔ بیان کیے گئے ہیں۔

۔ رسالہ صوفی ازم۔ انگریزی زبان میں یہ ایک مختصر لیکن جامع رسالہ ہے جس میں سلوک الی اللہ، فنا فی اللہ اور بقا باللہ کو قال کی زبان میں نہیں بلکہ حال کی زبان میں بیان کیا گیا ہے۔

Marfat.com

خلفاء

حضرت شاہ شہید اللہ فریدیؒ

آپ کے خلفاء میں خلیفۂ اکبر و اعظم حضرت شاہ شہید اللہ فریدی قدس سرہٗ ہیں۔

آپ کا تعلق انگلستان کے ایک معزز ترین گھرانے سے ہے۔ آپ کے والد بہت بڑے تاجر تھے۔ بلکہ انجمن تاجران کے صدر رہتے۔ لندن میں عالیشان مکان کے علاوہ گھر کی ضروریات کے لیے چار موٹر کاریں تھیں۔ عیش و عشرت کا تمام سامان مہیا تھا لیکن بمصداق ؎

پنجۂ زد عشقت لباس پارسائی پارہ شد — طاعت صد سالہ ام تاراج یک نظارہ شد

حضرت شاہ شہید اللہ اور آپ کے بھائی حضرت فاروق احمدؒ پر عشقِ الٰہی کا ایسا جذبہ کارفرما ہوا کہ گھر بار چھوڑ کر اسلامی تعلیمات کی طرف رجوع کیا اور حضرت سید علی ہجویری۔ داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہٗ کی کتاب کشف المحجوب کا انگریزی ترجمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوتے۔ اس کے بعد حضرت نیاز بریلویؒ کے شعر ؎

عشق میں تیرے کوہِ غم سر پہ لیا جو ہو سو ہو
عیش و نشاط چھوڑ کر درد لیا جو ہو سو ہو

کے مطابق آپ نے امیر گھرانے کا عیش و آرام ترک کر کے کوچۂ عشق الٰہی میں قدم رکھا اور تلاش شیخ میں مصر اور شام سے ہوتے ہوئے برصغیر میں آ پہنچے۔ چونکہ نواب صاحب بہاول پور سے لندن کی مجالس میں متعارف ہو چکے تھے۔ دونوں بھائی سب سے پہلے ڈیرہ نواب چھاؤنی پہنچے اور ہر شخص سے یہی سوال کرتے تھے کہ ہمیں شیخ کامل کا پتہ بتاؤ ہم مرید ہونے اور حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے آئے ہیں۔ اس سلسلے میں دونوں بھائی تھانہ بھون بھی گئے اور مولانا اشرف علی صاحب کے پاس رہے لیکن چونکہ وہ انگریزی نہیں جانتے تھے اور یہ بھائی اردو سے ناواقف تھے اس لیے سلسلۂ رشد و ہدایت قائم نہ ہو سکا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جہاں جس کسی کا حصہ ہوتا ہے وہیں سے ملتا ہے۔ غرضیکہ برصغیر کی خاک چھان ڈالنے کے بعد حیدر آباد دکن میں ان کی ملاقات حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہ علیہ رحمہ سے ہوئی اور آپ کے کمالاتِ ظاہری و باطنی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ فوراً بیعت کر لی اور اپنی خداداد استعداد اور "ہمتِ مرداں مدد خدا" کے اصول کے مطابق حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے قرب و معرفت کی منازل تیزی سے طے کرنے لگے۔ لیکن قضائے الٰہی سے بڑے بھائی حضرت فاروق احمد علیہ رحمہ آٹھ سالہ اسلامی زندگی کے بعد

Marfat.com

واصل باللہ ہوئے اور حضرت داتا گنج بخش رحؒ کے مزار مبارک کے قرب میں دفن ہوئے۔

حضرت شاہ شہید اللہ قدس سرہٗ نے ریاضات، عبادات، مجاہدات پر نہایت مستعدی سے پابند رہے اور سلوک الی اللہ کی تکمیل کے بعد عہدہ خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت شیخ کے وصال کے بعد آپ نے اپنے شیخ کے مریدین اور اپنے مریدین کی روحانی تربیت کے لیے روحانی تعلیم گاہ (خانقاہ) قائم کی اور شب و روز رشد و ہدایت میں مصروف ہونے لگے۔ آپ کے مریدین میں کراچی کے علاوہ صوبہ سندھ، پنجاب اور سرحد کے ارباب شوق شامل ہوتے رہے اور ہر شخص کو اس کی استعداد کے مطابق روحانی منازل طے کراتے رہے۔ آپ بہت باکمال شیخ تھے۔ روحانی کمالات کے علاوہ آپ ظاہری علوم اسلامیہ بھی بڑی دسترس رکھتے تھے۔ برصغیر کے قیام کے چند سالوں میں آپ نے عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں مہارت حاصل کر لی اور مضامین اور کتابیں لکھیں۔ آپ نے روحانی طور پر پورا سلوک الی اللہ طے کیا۔ اور مقام قرب و معرفت الٰہی میں بہت بلند درجات حاصل کیے۔ معرفتِ الٰہی میں آپ کو اس قدر کمال حاصل تھا کہ بڑے بڑے مشائخ عظام کے نکاتِ معرفت نہایت سادہ الفاظ میں بیان فرما کر تشنگان کی پیاس بجھا دیتے تھے۔ ایک دفعہ احقر راقم الحروف کے ساتھ حضرت سیدنا غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحؒ کے ایک ملفوظ "من ارد العبادۃ بعد الوصول کفر" پر ایسی نکتہ آموز گفتگو فرمائی کہ عقل دنگ رہ گئی۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ غلام فرید رحؒ کے سرائیکی دیوان کے ایک شعر پر ان کے سلسلہ کے ایک عالم فاضل نے حضرت شاہ شہید اللہ فریدی رحؒ سے استفسار کیا تو آپ نے نہایت ذوق و شوق اور جوش و خروش سے شعر کے ایسے باطنی معنی بیان فرمائے کہ وہ عالم جو صوفی باعمل بھی تھے عش عش کر اٹھے اور کہنے لگے کہ حضرت خواجہ غلام فرید رحؒ کے خاص خلفاء اور علماء اور صوفیاء میری تشفی نہ کرا سکے لیکن حیرت کی بات ہے کہ ایک انگلستان کے رہنے والے نے میرا دیرینہ عقدہ حل کر دیا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ــــــ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

تصنیف و تالیف

سب سے پہلے حضرت شاہ شہید اللہ فریدی قدس سرہٗ نے اپنے شیخ کی کتابوں کی اشاعت کے لیے "محفل ذوقیہ" کے نام سے ادارہ قائم کیا اور ان کی تمام تصانیف کو شائع کر کے دم لیا۔ اس کے بعد آپ نے خود تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا۔

اس سلسلے میں آپ کی سب سے اہم کتاب INNER ASPECTS OF FAITH ہے جو نہایت ہی اعلیٰ مضامین پر مشتمل ہے۔ ایک انگریز نو مسلم حبیب اللہ جو برطانیہ میں ایک کالج کے پروفیسر تھے۔ یہ کتاب پڑھ کر نہایت حیرت کے عالم میں اعتراف کیا کہ "اس سے بہتر کتاب میں نے آج تک نہیں دیکھی"۔ تالیف کے

Marfat.com

علاوہ آپ ہر اتوار کے دن ایک مجلس مذاکرہ منعقد فرمایا کرتے تھے جس میں مریدین کی ہدایت کے لیے آپ مضامین تصوّف اور دیگر اہم سوالات و معاملات پر روشنی ڈالتے تھے۔ ان ملفوظات کو آپ کے محب مریدین نے کیسٹوں میں محفوظ کر لیا ہے اور "گلِ صد برگ" کے نام سے ان اسرار و رموز کی اب آہستہ آہستہ نقاب کشائی ہو رہی ہے۔

علمی ادبی مشغولیوں کے ساتھ ساتھ آپ ہر جمعرات کو حلقۂ ذکر منعقد کیا کرتے تھے جس سے مریدین کا تزکیۂ نفس عمل میں آتا اور روحانی مقامات طے ہوتے تھے۔ لیکن اس شدید مصروفیت اور رشد و ہدایت خلق کے بھرپور پروگرام نے آپ کی صحت پر بہت اثر کیا اور آپ پر دل کے دورے شروع ہو گئے لیکن یہ آپ کے استقلال و ہمت کا کمال ہے کہ اس موذی مرض کے باوجود آپ نے اپنے تمام مشاغل باقاعدگی سے جاری رکھے' اور آخر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر روحانی اور جسمانی طور پر واصل باللہ ہو گئے۔ آپ کا مدفن شمالی کراچی میں سخی حسن قبرستان میں ہے جہاں آپ کا سالانہ عرس منایا جاتا ہے آپ کو بھی مشائخ عظام کے عرائس اور قبور سے فیوض و برکات حاصل کرنے کا اس قدر شوق دامن گیر تھا کہ آپ تقسیم ہند سے پہلے ہر سال اجمیر شریف، کلیر شریف، پاکپتن شریف عرس پر حاضر ہوتے تھے اور پورا رمضان المبارک اجمیر شریف میں بسر کر کے روحانی فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے تھے تقسیم ہند کے بعد آپ کا دستور یہ رہا کہ سال میں دو مرتبہ پاکپتن شریف حاضری دیتے ایک مرتبہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے عرس پر ماہ محرم کا پہلا ہفتہ وہاں بسر کرتے تھے اور ایک بار حضرت خواجۂ بزرگ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیریؒ کا عرس پاکپتن شریف میں منایا کرتے تھے اور اپنے مسکن پر خصوصی محافل سماع، مشائخ عظام کے آداب سماع کے مطابق منعقد کرایا کرتے تھے۔ اور یہ دستور آج تک جاری ہے اور بفضلہ تعالیٰ جاری رہے گا۔

آپ کے وصال کے بعد سلسلۂ رشد و ہدایت حضرت شاہ سراج علی مدظلہٗ کے سپرد ہوا ہے۔ آپ بڑے صاحب معرفت اور متقی و پرہیزگار بزرگ ہیں۔ علوم ظاہری کے ساتھ آپ کو علوم اسلامیہ میں بھی درک حاصل ہے۔ اور تمدنِ جدید کے تمام امور و مسائل سے بخوبی آگاہ ہیں۔ آپ نہایت جانفشانی سے اپنے مشائخ عظام کے مسلک کے مطابق حلقہ ہائے ذکر، درس و تدریس اور عرائس و محافل اور رشد و ہدایت میں پورے انہماک سے مشغول ہیں۔ آدابِ مشائخ اور پابندیٔ شریعت میں آپ کی روش ضرب المثل ہے۔

Marfat.com

حضرت مولانا ذوقی شاہ قدس سرہٗ کے دیگر خلفاء یہ ہیں۔

حضرت مولانا محمد عمرؒ آپ کا تعلق بمبئی سے تھا۔ اور خلافت کے حصول کے بعد آپ بمبئی میں مریدین کی ہدایت کا کام کرتے رہے اور حضرت شیخ کی زندگی میں اُن کا وصال ہو گیا تھا۔

حضرت مولانا عبد السلامؒ آپ پہلے ہندو مذہب پر تھے بلکہ برہمن گھرانے سے آپ کا تعلق تھا۔ حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے فیض نظر سے اجمیر شریف آنے کا اتفاق ہوا تو نگاہِ کرم ایسی ہوئی کہ مسلمان ہو گئے اور حضرت مولانا سید محمد ذوقیؒ سے بیعت ہو کر سلوک تمام کیا۔ پہلے آپ تبلیغ اسلام کے لیے انگلستان چلے گئے وہاں سے آپ ہندوستان تشریف لے گئے اور وہیں وصال فرمایا۔ مدفن آپ کا لکھنؤ میں ہے۔

مصنّف کتاب

مصنفِ کتاب کو شرفِ بیعت اور خلافت حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہ قدس سرہٗ سے حاصل ہے۔ اگرچہ یہ احقر خلافت کے ہرگز ہرگز قابل نہ تھا۔ لیکن مثال مشہور ہے۔ صحرا میں جہاں کہیں درخت نہ ہو تو ایک چھوٹی سی خاردار جھاڑی کو بھی لوگ درخت کا نام دیدیتے ہیں۔ بس اب خاردار جھاڑی مشائخ عظام کے حکم کے مطابق درخت کا کام دینے پر مامور ہے۔ قارئین کرام سے دعا کی استدعا ہے کہ خداوندِ عالم اس جھاڑی کو سرسبز اور شاداب کرے اور سایہ افگنی اور رفاہ و ہدایت عامہ کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین!

زاہد شدہ بر بندگیٔ خود متکبّر — مائیم و نظر بر کرم بندہ نوازے!
روزیکہ مقدسانِ حنا کی مدفن! — گردند باز سوار بر مرکبِ تن
آغشتہ بخوں آلودہ کفن — از خاکِ سرِ کوئے تو خیزم من

Marfat.com

تالیف و تصنیف

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کے ملفوظات موسومہ شمائم امدادیہ میں آیا ہے کہ: ایں راگفتنی نیست رفتنی است۔ یعنی حق تعالےٰ تک رسائی کا راستہ گفتار سے طے نہیں ہوتا بلکہ چلنے سے طے ہوتا ہے۔ لہٰذا مشائخ عظام نے تصوف، طریقت اور سلوک الی اللہ کے مضمون پر جو کتابیں تصنیف کی ہیں اُن کے پڑھنے یا زبان پر دہرانے سے یہ سفر طے نہیں ہوتا بلکہ اُن سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ منزل مقصود پر پہنچنے اور راستے کی نشان دہی کے لیے سالک راہِ حقیقت کے لیے ایک نقشہ تیار ہو جاتا ہے جس کے ذریعے منزلِ مقصود تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔

چنانچہ احقر مصنف جو بارہ سال تک اپنے شیخ کامل کے زیر تربیت رہا ہے اور تقریباً چھیالیس[۴۶] سال سے عملی تصوف کو اپنایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مختلف ممالک کے سالکین کی روحانی تربیت میں مشغول ہے۔ احقر نے جو کتابیں لکھی ہیں اور مشائخ کرام کی جن کتابوں کے تراجم کیے ہیں ان کا اجمالاً ذکر کیا جا رہا ہے۔ تاکہ جن حضرات کو حق تعالیٰ تک رسائی کا شوق ہو نقشہ دیکھ کر منزلِ مقصود تک رسائی حاصل کر سکیں

تصانیف

کتب مصنفہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ **حج ذوقی**۔ جس میں اپنے شیخ حضرت مولانا و مرشدنا سید محمد ذوقی شاہ قدس سرہٗ کے سفر حج کی تفصیلات اور ارکانِ حج کے باطنی مطالب و معانی بیان کیے ہیں۔

۲۔ **مشاہدۂ حق**۔ اس کتاب میں مشائخ عظام کی راہِ طریقت میں تعلیمات کا نچوڑ دیا گیا ہے تاکہ سالکین راہِ طریقت آسانی سے یہ سفر طے کر سکیں۔ کتاب کے آخر میں تصوف کے مآخذ کے متعلق یورپی مصنفین اور دیگر مخالفین تصوف کے غلط اور بے بنیاد الزامات کے جوابات بھی دیتے گئے۔

۳۔ **مقام گنجشکر**۔ اس میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی زندگی کے مصدقہ اور تاریخی حالات، اور آپ کے ملفوظات اور تعلیمات کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ نیز تصوف اور مسلک اولیاء کرام پر غیر مقلدین کی طرف سے جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کا بھی قرآن اور حدیث کی روشنی میں جواب باجواب دیا گیا ہے۔ نیز بہشتی دروازہ کی حقیقت، اس کی شرعی پہلو اور جواز کو بھی ثابت کیا گیا ہے۔

۴۔ **اسلامک صوفی ازم**۔ یہ کتاب شروع میں بزبان انگریزی شائع ہوئی ہے جس کا اردو ترجمہ کتاب ہٰذا کے ذریعے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس میں حقیقت تصوف اور شرعی جواز کے علاوہ مخالفین اسلام اور مخالفین تصوف کی طرف سے عائد کردہ غلط اور بے بنیاد الزامات کی تردید کی گئی ہے۔ حتیٰ کہ اسلامی اور غیر اسلامی ذرائع سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ہندو اور عیسائی اربابِ روحانیت نے تصوف اور مشائخ عظام

Marfat.com

پراثر انداز ہونے کی بجائے اُلٹا اُن سے تصوف یعنی علم روحانیت سیکھا ہے۔ اس قسم کی جامع اور واضح کتاب آج تک وجود میں نہیں آئی۔

۵۔ تربیت العشاق۔ یہ کتاب حضرت مولانا و مرشدنا سید محمد ذوقی شاہ علیہ رحمہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو آپ کے خلیفہ اعظم حضرت شاہ شہید اللہ فریدی قدس سرہٗ اور اس احقر نے جمع کیے ہیں۔

۶۔ وحدت الوجود و وحدت الشہود۔ جس میں حضرت ابن عربیؒ کے مسلک وحدت الوجود اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مسلکِ وحدت الشہود میں تطبیق ثابت کرکے اولیاء اللہ کے مابین ایک خیالی اختلاف کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا ہے۔ نیز حقیقتِ وحدت الوجود بھی بطریق احسن نہایت آسان زبان میں بیان کی گئی ہے۔

۷۔ عظمت اہل بیت رسولؐ۔ یہ بھی ایک مختصر لیکن جامع کتاب ہے جس میں ایک خارجی محمود عباسی کی ایک کتاب "خلافت معاویہ و یزید" کے اُن لغو اور بے بنیاد الزامات کا جواب دیا گیا ہے جو اُس نے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور امیر المؤمنین حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خلاف لگائے ہیں۔

۸۔ اقوامِ متحدہ اسلامیہ کا تصوّر: یہ کتاب انگریزی زبان میں لکھی گئی ہے۔ اور اس میں مسلمانانِ عالم کو بیدار کیا گیا ہے تاکہ وہ متحد ہو کر اور اپنے وسائل کو مجتمع کرکے دنیا کی عظیم ترین قوت بن سکیں۔

تراجم

احقر راقم الحروف نے مندرجہ ذیل اہم کتبِ تصوف کے فارسی سے اُردو میں تراجم کیے ہیں:

۱۔ مقابیس المجالس یا اشاراتِ فریدی جو حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل تھا۔ اس کتاب پر تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ایک مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں سماع پر اعتراضات اور قرآن و حدیث کی روشنی میں جوابات دیئے گئے ہیں حقائق تصوف پر بڑی جامع کتاب ہے۔

۲۔ مراۃ الاسرار۔ مصنفہ حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی۔ یہ کتاب آج تک غیر مطبوعہ چلی آ رہی تھی اور برصغیر میں نایاب ہو چکی تھی۔ حضرت شاہ شہید اللہ فریدی علیہ رحمہ نے جانفشانی سے لندن کی میوزیم لائبریری سے اس کا ایک مائیکروفلم نسخہ حاصل کیا اور احقر کے حوالہ کیا۔ عرصہ چھ سال میں اس کا ترجمہ کرکے شائع کیا گیا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں عہد نبویؐ سے لے کر گیارہویں صدی ہجری تک کے تمام اولیاء کرام اور مشائخ عظام کے حالات ملفوظات اور بلند روحانی مقامات درج ہیں۔

۳۔ جوامع الکلم جو بندہ نواز سید محمد گیسو دراز قدس سرہٗ کے ملفوظات اور خواجگان

Marfat.com

۴۔ **مکتوباتِ قدوسیہ** جو مجموعہ ہے حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے خطوط کا جن کے ذریعے مریدین، سالکین اور خلفاء کی روحانی تربیت کی گئی ہے۔ یہ ترجمہ بھی تاحال شائع نہیں ہوسکا۔

۵۔ ملفوظات حضرت خواجہ خدا بخش خیرپوریؒ۔ یہ کتاب حضرت خواجہ خدا بخش خیرپوری علیہ رحمہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو آپ کے خلیفہ حضرت مولانا عبیداللہ ملتانیؒ نے جمع کیے۔ یہ کتاب شائع ہوچکی ہے۔

۶۔ ترجمہ **تلقین لدنّی**۔ یہ کتاب حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی علیہ رحمہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ جن کا مزار مبارک بمقام خانقاہ شریف نزد سمہ سٹہ جنکشن ہے۔ یہ کتاب اُردو اکیڈمی بہاولپور نے چھاپی ہے

۷۔ ترجمہ و شرح **لوائح جامیؒ**۔ یہ وہ مختصر لیکن جامع کتاب ہے جس کا بڑے بڑے مشائخ طریقت نے درس دیا ہے اور درس لیا ہے۔ یہ کتاب بفضلہٖ تعالیٰ متن فارسی سمیت شائع کی گئی ہے تاکہ اصل کتاب بھی محفوظ ہوجائے اور بلند معانی بھی سمجھ میں آجائیں۔

۸۔ **اقتباس الانوار**: یہ کتاب سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ کے اولیائے کرام کا تذکرہ ہے اور اس کے مصنف بھی اس سلسلۂ عالیہ کے ایک بزرگ سید محمد اکرم براسویؒ ہیں۔ یہ کتاب مشائخ کرام کی محبوب کتاب ہے اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے اسے بادشاہ کتاب قرار دیا ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ بھی احقر نے حضرت شاہ شہیداللہ فریدیؒ کی پرزور فرمائش پر مکمل کیا۔

۹۔ **حقیقتِ تصوّف**: یہ حضرت مولانا و مرشدنا سید محمد ذوقی شاہ علیہ رحمتہ کے انگریزی رسالہ صوفی ازم کا اُردو ترجمہ ہے۔

کتب مرتبہ

احقر راقم الحروف نے اپنے شیخ علیہ رحمہ کی مندرجہ ذیل کتب کو بھی مرتب کیا ہے۔

۱۔ **مضامین ذوقی** (اُردو) یہ اُن بلند پایہ مضامین کا مجموعہ ہے جو آپ نے وقتاً فوقتاً مختلف اخبارات، رسائل و جرائد میں شائع کیے۔

۲۔ **مضامین ذوقی** (انگلش) یہ آپ کے انگریزی مضامین کا مجموعہ ہے جو مختلف اخبار اور رسائل میں شائع ہوئے۔

کتب زیر تصنیف و ترجمہ

مندرجہ ذیل کتابیں زیر تصنیف و ترجمہ ہیں:۔

۱۔ فضائل جہاد ۲۔ حج العارفین ۳۔ حکایاتِ مثنوی۔

۴۔ ترجمہ مرصاد العباد، مصنفہ حضرت شیخ نجم الدین رازیؒ ۵۔ تاریخ مشائخ چشت بزبان اردو انگریزی

۶۔ ترجمہ و شرح کشف المحجوب بزبان اُردو و انگریزی۔

۷۔ پاکستان کی عظیم الشان دفاعی قوت ۸۔ انگلش ترجمہ و شرح [illegible] ۹۔ انگلش ترجمہ و شرح کیمیائے سعادت ۱۰۔ لغت تصوّف (انگریزی۔ اُردو)

Marfat.com

خلاصہ کلام

سلاسلِ طریقت کی مندرجہ بالا مختصر تفصیل سے ظاہر ہے کہ اسلام کی یہ روحانی تنظیم کس قدر مکمل، مضبوط، معتبر، کامیاب اور دیرپا ہے کہ اُمتِ محمدیہ پر ہزاروں طوفان آئے اور بادِ سموم کے تیز و تند جھونکے چلے لیکن جہاں بڑی سیاسی سلطنتیں اور تنظیمیں تباہ و برباد ہوگئیں، بڑی بڑی مذہبی تحریکیں ختم ہوگئیں، بڑے نامور مصلح اور مبلغ اپنا نام و نشان کھو بیٹھے لیکن سلاسل طریقت کی بنیادیں مسلمانوں کے قلوب کے اندر اس قدر گہری چلی گئی ہیں اور مشائخ عظام کے قدوم مبارک کے نقوش نے ایسی پائدار صورت اختیار کرلی ہے کہ یہ اعلیٰ وارفع تنظیم خداوندعالم کے فضل و کرم سے اور مشائخ عظام اور اولیاء کرام کی مساعی سے اب تک رواں و دواں ہے اور تاقیامِ قیامت رواں و دواں رہے گی۔

معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین اور معترضین کو اس شاندار تنظیم کا یا تو علم نہیں ہے یا اگر علم ہے تو اس کی حقیقت و اہمیت سے بے خبر ہیں۔ کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی شخص تصور ہی نہیں کرسکتا کہ اولیائے کرام جیسے سخت متشرع متقی و پرہیزگار، بے لوث اور بے غرض بھول کر بھی دیگر مذاہب کی کافرانہ اور مشرکانہ روحانی سسٹم پر آنکھ اٹھا کر نظر کرسکتے تھے۔ کافروں سے کچھ حاصل کرنا تو بڑی بات ہے۔ مشائخ اسلام ہمیشہ اُن کے غیر اسلامی عقائد و مقامات کی مخالفت میں کمربستہ رہے ہیں اور بڑی بڑی قربانیاں دے کر ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا ہے اور جیسا کہ نئی ریسرچ سے ثابت ہوچکا ہے کہ اُن سے اثر قبول کرنے کی بجائے ان پر عظیم احسانات کرکے اپنا ممنونِ منت اور مرہونِ احسان بنالیا ہے

Marfat.com

ساتواں باب

خانقاہی نظام

تاریخ شاہد ہے کہ تبلیغ اسلام کے میدان میں جس قدر کامیابی خانقاہی نظام کو حاصل ہوئی ہے کسی اور تبلیغی ادارہ کو نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے جہاں دیگر تبلیغی اداروں میں علاماتِ مرض کا علاج کیا جاتا رہا ہے خانقاہی نظام میں وجوہاتِ مرض کا کھوج لگا کر اس کو جڑوں سمیت باہر نکال پھینکا جاتا ہے۔ خانقاہی نظام سے مراد اولیاء کرام اور مشائخ عظام کے وہ تعلیمی، تبلیغی اور تربیتی مراکز ہیں جو عالمِ اسلام میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک مختلف سلاسل طریقت کے اکابرین نے نسلاً بعد نسل ہر ملک میں نہیں بلکہ ہر علاقے، ہر صوبے، ہر گاؤں اور ہر شہر میں قائم کیے اور جن کی تعداد جال کی طرح ہمیشہ پھیلتی اور بڑھتی رہی ہے اب بھی بڑھ رہی ہے اور ہمیشہ بڑھتی رہیگی۔ ویسے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام نے کسی نہ کسی حیثیت سے تبلیغ اسلام میں حصّہ لیا لیکن چونکہ ہمارے ریکارڈ پر اس وقت صرف حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت علی رضؓ سے منسوب سلاسل طریقت نظر آرہے ہیں یا پھر ائمہ اہل بیت کی طرف سے جتنے سلاسل طریقت وجود میں آئے اگر ایک ایک صحابی کے کم از کم چار خلفاء اور پھر اُن خلفاء میں سے ہر ایک کے چار خلفاء اور پھر اُن خلفاء میں سے ہر ایک کے کم از کم چار خلفاء کا حساب لگایا جائے تو چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں مشائخ اسلام کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن حقیقت کی رُو سے یہ چار خلفاء کی شرح بہت کم لگائی گئی ہے بعض مشائخ کے خلفاء کی تعداد تو سینکڑوں اور ہزاروں تک پہنچ گئی ہے اور پھر اُن سینکڑوں ہزاروں نے اپنے اپنے مقام پر تبلیغی اور تربیتی مراکز قائم کیے جو خانقاہ کے نام سے موسوم ہوئے۔ اسی طرح خانقاہوں اور مبلغین اسلام کی تعداد بڑھتی گئی جس کی بدولت اسلام بہت ہی قلیل مدت میں دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گیا اور لاکھوں کروڑوں کفار مشرف باسلام ہوتے رہے۔

خانقاہی نظام کی حقیقت اور اہمیّت

خانقاہی نظام کو یہ حیرت انگیز اور عدیم المثال ترقی کس وجہ سے ہوئی؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس طریقہ تبلیغ میں عام تبلیغی اداروں کی طرح صرف مجالس پند و نصیحت اور وعظ و تقاریر سے کام نہیں لیا جاتا بلکہ ایک اعلیٰ ہوسٹل (قیام گاہ)، یا فنی تربیت گاہ کی طرح طالبین کو کئی سال پاس رکھ کر مشائخ عظام نے نہ صرف ظاہری

Marfat.com

علوم پڑھانے میں مصروف رکھا بلکہ ان کے کردار کی تربیت کی ذمہ داری بھی سنبھالی اور اوراد، اذکار، مشاغل، مراقبات، عبادات، ریاضات اور مجاہدات کی چکی میں ڈال کر ان کا اس قدر تزکیۂ نفس اور تصفیہ قلب کرایا کہ مس خام کو کندن بنا دیا اور نفس کی تمام آلائشوں سے پاک وصاف ہو کر ایسے مردانِ خدا وجود میں آئے کہ اُن پر ملائک بھی رشک کھائیں۔ حیرت کا مقام ہے کہ ایک صوفی ہے جس کا نام یوسف بن حسین رازی ہے۔ اس پر عرب کے ایک بادشاہ کی شہزادی عاشق ہو جاتی ہے۔ کافی دن انتظار کے بعد شہزادی کو ایک رات ملنے کا موقع ملتا ہے اور وہ آ کر یوسف بن حسین کے سامنے گر جاتی ہے۔ لیکن شہزادی کا حسن وجمال اور جاہ وجلال اس مردِ خدا کو بالکل مرعوب نہیں کر سکتا۔ وہ وہاں سے بھاگ کر اپنا ایمان اور عصمت بچا لیتے ہیں۔ وہ اُسی رات خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک عظیم الشان محل ہے جس کے اندر ایک شاندار تخت پڑا ہے اور اس تخت پر ایک بادشاہ شکل کا آدمی بیٹھا ہے جس کے گرد اگرد لوگ سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ یوسف نے اُن میں سے ایک آدمی سے پوچھا کہ تخت پر وہ کون جلوہ گر ہے اور تم لوگ کون ہو۔ اس نے جواب دیا کہ جو شخص تخت پر بیٹھا ہے وہ پیغمبرِ خدا حضرت یوسف علیہ السلام ہیں اور ہم خدا کے فرشتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو بارگاہِ ربّ العزت سے حکم ملا ہے کہ جاؤ اور یوسف بن حسین رازی کی زیارت کرو۔ یہ سنتے ہی یوسف بن حسین پر گریہ طاری ہو گیا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے کہ "میں کون ہوں کہ خدا کا پیغمبر میری زیارت کو آئے"۔ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام تخت سے اُتر کر یوسف بن حسین کے پاس آئے اور اُن سے بغلگیر ہو کر اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور فرمانے لگے کہ جس وقت اُس خوبصورت شہزادی نے اپنے آپ کو تمہارے سامنے گرایا اور تم اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے تو حق تعالےٰ نے فرمایا کہ یوسف دیکھو ایک تم یوسف ہو جس نے زلیخا سے بچنے کے لیے اس کی طرف رجوع کیا اور ایک وہ یوسف ہے جس نے شہزادی سے بچنے کے لیے راہِ فرار اختیار کی۔ لہٰذا حق تعالےٰ نے مجھے حکم دیا کہ "فرشتوں کے ساتھ جا کر یوسف بن حسین کی زیارت کرو اور اس کو میری یہ خوشخبری سناؤ کہ "تم ولی اللہ ہو"۔ یہ ہے کمال تزکیۂ نفس جو زبانی پند ونصیحت سے نہیں بلکہ خانقاہوں اور زاویوں میں سالہا سال مجاہدات کی چکی میں پسنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

ہمیں علمائے ظواہر پر ہنسی آتی ہے کہ اُن میں سے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اسلامی عبادت کے ایک مختصر پروگرام کو صوفی لوگوں نے نہ جانے کیوں اس قدر مشکل بنا دیا ہے کہ رات بھر جاگ کر اور مسلسل روزے رکھ کر اپنے آپ کو سزا دیتے ہیں۔ تن آسانی کے دلدادہ لوگوں کو شاید یہ بھی معلوم نہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جیسی گناہوں سے پاک ہستی جن کو اشرف انبیاء، سید انبیاء، اور باعث تخلیق کائنات ہونے کا شرف حاصل ہے وہ بھی ساری رات نوافل میں اِس شدت سے کھڑے رہتے تھے کہ پاؤں

Marfat.com

مبارک پر ورم آجاتا تھا اور ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ ہم سب کو معلوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو دشمنانِ اسلام کے ساتھ جہاد میں کس قدر جانفشانی مشکلات اور مصائب کا سامنا ہوا اور اسلام کی خاطر جانیں قربان کر دیں لیکن اس جہاد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہادِ اصغر یعنی چھوٹا جہاد قرار دیا ہے۔ جب آپ ایک لڑائی سے واپس آئے تو صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ اصغر اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ (آج ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آئے ہیں)، جب صحابہ نے عرض کیا کہ حضور بڑا جہاد کیا ہے تو فرمایا کہ "جہاد بالنفس" یعنی اپنے نفس کے ساتھ جہاد۔ اس سے ظاہر ہے کہ نفس کے شر اور اس کی خصائل رذیلہ مثل تکبر، غرور، غصہ، عداوت، عناد، حرص، لالچ، بے ایمانی، مکر و فریب جیسی بہیمانہ خصائل کا قلع قمع کرنے کے لیے جہاد بالسیف کو بھی جس میں صحابہ کرامؓ کو سر کٹوانے پڑے جہاد بالنفس کے مقابلہ میں چھوٹا جہاد کہا گیا ہے۔ مذکورہ بالا عالم نے مسلمانوں کو جس شب بیداری سے بچنے کا مشورہ دیا ان کو شاید یہ بھی معلوم نہیں کہ قرآن حکیم میں حق تعالےٰ نے تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع فرما کر اُن لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو رات بھر بستروں کو چھوڑ کر یادِ خدا میں مشغول رہتے ہیں۔ ایسے عالموں نے شاید قرآن کی یہ آیت بھی نہیں پڑھی یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۔ جس میں حق تعالےٰ نے اُن مردانِ مجاہد کی ستائش فرمائی ہے جو رات بھر نوافل میں مشغول رہتے ہیں۔

غرضیکہ خانقاہی نظام نے ایسے مردِ مجاہد پیدا کیے ہیں کہ جو صدق و خلوص کا پیکر، حرص و ہوا سے پاک، نفسانی خواہشات سے مبرا۔ طمع و لالچ سے مصفّےٰ اور ایثار و قربانی کے نمونہ تھے۔ یہ کس کا کمال ہے دراصل یہ اُن مشائخ عظام اور اولیائے کرام کا کمال ہے جو ان تربیتی مراکز کو چلا رہے تھے اور دن رات کی محنت سے جانوروں کو انسان اور انسانوں کو بہترین انسانوں اور فرشتوں میں متبدل کر رہے تھے۔ ان مردانِ مجاہد اور مشائخ جاں فروش کو بسا اوقات شدید افلاس کا سامنا ہوتا تھا۔ خود بھی فاقے کرتے تھے اور اہلِ خانہ کو بھی بھوکوں مارتے تھے اور چیتھڑوں میں ملبوس ہو کر اسلام کی شمع ہر قیمت پر برقرار اور روشن رکھنے میں کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ لیکن کس قدر اندھیر، ظلم اور غضب ہے کہ بعض لوگ ان ستودہ صفات بزرگوں کی ان قربانیوں کو کاہلی سستی اور جمود سے تعبیر کرتے ہیں اور مسلمانوں کو جو انحطاط اور زوال ہوا اس کا ذمہ دار خانقاہی نظام کو ٹھہراتے ہیں اور یہاں تک گوہر فشانی کرتے ہیں کہ صوفی لوگوں نے قناعت اور صبر کا سبق پڑھا کر قوم کو برباد کر دیا ہے۔ سبحان اللہ! ان کے نزدیک قناعت اور صبر جس کی قرآن و احادیث میں درخشندہ الفاظ میں تعریف ہے ان حضرات کے نزدیک مذموم ہے۔ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ تبلیغ اسلام کا مشن ہو یا تعلیم و تربیت کا ادارہ یہ ایک ہمہ وقت پیشہ WHOLE

Marfat.com

TIME JOB ہے۔ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی منصب نبوت پر یعنی ہدایت خلق کے کام کے ساتھ روزی کمانے کے لیے تجارت یا کوئی اور پیشہ اختیار فرماتے تو تبلیغ دین کا کام کیسے مکمل ہو سکتا تھا۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اول منتخب ہو گئے تو دوسرے دن آپ حسب معمول کپڑے کے تھان کندھے پر اٹھا کر فروخت کرنے جا رہے تھے کہ حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا اور پوچھا کہ حضرت آپ کہاں جا رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ روزی کمانے۔ حضرت عمرؓ نے کہا تو پھر خلافت کے فرائض کون انجام دے گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ پھر بال بچوں کو کیا کھلاؤں۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ آپ بیت المال سے کچھ رقم لے کر گزارہ کر لیا کریں۔ چنانچہ مجبور ہو کر اسلامی سلطنت کے سربراہ نے بیت المال سے چودہ درہم (ساڑھے تین روپے) کی حقیر سی رقم ماہانہ اپنے لیے مقرر کر لی جس سے بمشکل دو وقت کا کھانا نصیب ہوتا تھا۔ ایک دفعہ آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ میٹھا کھانے کی خواہش ہے انہوں نے جواب دیا کہ اس رقم میں تو پھیکا بھی مشکل سے ملتا ہے میٹھا کیسے تیار ہو سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی انہوں نے روزانہ ایک پیسہ جمع کرنا شروع کر دیا جب ایک ماہ کے بعد آٹھ آنے جمع ہو گئے تو انہوں نے گڑ خرید کر میٹھا تیار کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پوچھا کہ یہ میٹھا کس طرح تیار کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک پیسہ روزانہ بچاتی رہی ہوں جس سے ایک مہینے میں آٹھ آنے جمع ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا میری تنخواہ سے آٹھ آنے ماہوار کی بچت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا آج سے میری تنخواہ ساڑھے تیرہ درہم ماہانہ ہو گی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانے میں نان جویں پر گزارہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے ایک دوست نے دیکھا کہ جَو کی روٹی کھا رہے ہیں اور ہر نوالے کے بعد اسے حلق سے نیچے اتارنے کے لیے پانی کا گھونٹ پیتے ہیں۔ انہوں نے کہا اے امیرالمومنین آپ اسلام کی ایک اہم شخصیت ہیں جسے اپنی صحت برقرار رکھنا ضروری ہے لہٰذا اگر آپ گندم کی روٹی کھائیں تو اس سے کون سی خرابی واقع ہو جاتی ہے گی۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں گندم کی روٹی کھانے کے لیے تیار ہوں بشرطیکہ تم مجھے یہ معلوم کر کے بتاؤ کہ ساری اُمت میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو جَو کی روٹی نہیں کھاتا۔

اس تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ خواہ سربراہ مملکت ہوں یا مبلغین دین یہ کام ہمہ وقت کے پیشے ہیں اور چوبیس گھنٹے لیتے ہیں۔ لہٰذا مشائخ عظام نے مسلمانوں کی رشد و ہدایت کا جو منصب سنبھالا انہوں نے اپنے آپ کو ساری عمر کے لیے اسلام کی خاطر وقف کر دیا جس سے نہ ان کو کوئی پیشہ اختیار کرنے کی فرصت ہوتی تھی نہ تجارت یا کھیتی باڑی کر سکتے تھے۔ اگر روزی کمانے کے لیے کوئی پیشہ اختیار کرتے تو دین متین کا کام ناممکن تھا۔ اس لیے انہوں نے فقر و فاقہ اختیار کیا۔ اپنے عزیز و اقارب کو بھوکوں مارا۔ دشمنوں کے طعنے سُنے لیکن تبلیغ کے کام کو نہ چھوڑا۔ اور اگر وہ لوگ اس قدر جانفشانیوں اور عظیم

Marfat.com

قربانیوں سے خدمتِ دین انجام نہ دیتے تو آنے والی نسلوں کو دین نصیب نہ ہوتا اور راستے ہی میں رہ جاتا۔

آج کل جرائم کا انسداد کیوں نہیں ہونے پاتا

مشائخ عظام کی قربانیوں اور ان کے مشن کی کامیابی کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ آجکل کی حکومتیں انسدادِ جرائم کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں۔ حکومت کی پوری مشنری، فوج، پولیس، عدلیہ، انتظامیہ ان کی پشت پناہی کر رہی ہے جابجا سکول و کالج کھولے جا رہے ہیں ریڈیو ٹی وی پر اصلاح معاشرہ کے بہت پروگرام نشر ہو رہے ہیں لیکن جرائم ہیں کہ رکنے میں نہیں آتے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے قلوب کی اصلاح نہیں ہوئی۔ قلوب کی اصلاح تزکیۂ نفس سے ہوتی ہے اور تزکیۂ نفس کا کام ٹی وی اور ریڈیائی نشریات سے نہیں ہوتا۔ بلکہ کثرتِ ذکر سے ہوتا ہے۔

اولیاکرام اور علما کی تعلیمات میں فرق

اگرچہ علماء کی تقاریر سے مسائل کا علم ہو جاتا ہے لیکن اس سے تزکیۂ نفس کا حصہ، حاصل نہیں ہوتا۔ قرآن کریم میں حق تعالےٰ نے جو طریقہ تزکیۂ نفس بیان فرمایا ہے یہ ہے اِنَّ نَاشِئَۃَ اللَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلاً (تحقیق راتوں کا جاگنا نفس کشی کے لیے بہت مؤثر ہے جس سے قول مضبوط ہوتا ہے) قول کے مضبوط ہونے سے مراد قال کا حال میں تبدیل ہونا ہے۔ مولانائے رومؒ نے قال کو حال میں تبدیل کرنے کا کیا عمدہ نسخہ بتایا ہے جو مندرجہ بالا اصول قرآن کے عین مطابق ہے، فرمایا ؎

قال رابگذار و مردِ حال شو　　پیشِ مردِ کاملے پامال شو،

(زبانی قیل و قال کو چھوڑ دو اور اپنے اندر حال پیدا کرو۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی انسان کامل کی خدمت میں جاکر اس کے پاؤں کی خاک بن جاؤ) کیونکہ مردِ کامل کے بغیر نہ کسی کو راہِ حقیقت کے نشیب فراز کا علم ہوتا ہے اور نہ نفس و شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔ خداوند عالم تک رسائی اُسی مردِ مومن کی راہنمائی سے ہوسکتی ہے جو خود عملی طور پر ان راستوں سے گزر چکا ہو۔ قرآن حکیم کے حکم کُونُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ (صادقین یعنی اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرو) میں وہی مردِ کامل کی راہنمائی کی ضرورت کی طرف اشارہ ہے۔ علمائے ظواہر اور اولیاء کرام کے طریقِ کار میں یہ فرق ہے کہ جہاں علما کرام شربت کے بے شمار فوائد پر شاندار تقریر کرکے لوگوں کو اس کی خوبی سے آگاہ کرتے ہیں۔ اولیاء کرام تقریر کی بجائے خود شربت پیاسے کے حلق میں ڈال کر اُسے سیراب کر دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ پیاسے کی پیاس تقریر سے نہیں شربت پینے ہی سے بجھتی ہے۔ اولیاء کرام سالکین و طالبین کو سامنے بٹھا کر لا الٰہ الا اللہ کی ضربیں ان کے قلوب پر لگواتے ہیں جس سے قلوب زندہ ہو کر ذاکر ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر وقت ان کے قلب ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے ہیں
قرآنِ عظیم کی آیت یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ (مردانِ خدا وہ ہیں
جو اُٹھتے بیٹھتے اور سوتے ہوئے ذکرِ الٰہی میں مشغول ہیں) سے یہی دائمی ذکر مراد ہے۔ نیز فرمایا کہ میرے
بندے میرے دائمی ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ چنانچہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت اور طریقے
کے مطابق اولیاء کرام نے اسلامی دنیا میں سلاسلِ طریقت کی عالمگیر تنظیم اور خانقاہی نظام کے جابجا
مراکز کی بدولت جو خلقِ خدا کے تزکیۂ نفس اور تصفیہ قلب کا عمل جاری کیا اس کی دنیا میں مثال نہیں ملتی۔
اس تنظیم سے عوام کے دلوں میں خوفِ خدا پیدا ہو گیا۔ تزکیۂ نفس سے خصائلِ رذیلہ مثل تکبّر، عداوت، عناد،
حرص و ہوس کا خاتمہ ہوا اور باہمی محبّت، ایثار، ہمدردی، بہی خواہی اور خوش خلقی اور خوش معاملگی کی ایسی
فضا پیدا ہوئی کہ درندہ صفت لوگ فرشتے بن گئے۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین
اولیاؒ کے زمانے میں عوام صوم وصلوٰۃ اور نیک کاموں کے اس قدر عادی ہو گئے تھے کہ نماز کے
وقت مساجد بھر جاتی تھیں۔ اور لوگ اشراق پڑھ کر مساجد سے باہر آتے تھے۔ جس کی وجہ سے صبح کے
وقت دودھ دہی بیچنے والوں کی عورتیں اور بچے دکانیں سنبھالتے تھے کیونکہ مرد لوگ مساجد میں ہوتے تھے

بیعت

سلاسلِ طریقت اور خانقاہی نظامِ تبلیغ میں بیعت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اگرچہ
بیعت فرض نہیں ہے سُنّت ہے تاہم اسے فرض جیسی حیثیت حاصل ہے قرآنِ حکیم میں
بیعت کا حکم تو وارد نہیں ہوا لیکن بیعت کی جابجا تعریف آئی ہے اور اس کے فوائد بیان کیے گئے ہیں
مثلاً ایک آیت میں حق تعالےٰ فرماتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ
فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ... (جو لوگ اے پیغمبر آپ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں خدا کے ساتھ بیعت
کرتے ہیں۔ اُن کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے) دیکھیے بیعت کو قرآنِ حکیم میں کس قدر اہمیت دی
گئی ہے کہ رسولِ خدا صلعم کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا گویا خدا کے ہاتھ پر بیعت کر رہا ہے۔ نیز فرمایا
اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ۔
(تحقیق خرید لی اللہ نے مسلمانوں سے جانیں ان کی اور مال ان کے اور اس کے بدلہ میں ان کے لیے
جنت ہے) بیعت کے معنی بھی بیچنے کے ہیں۔ یعنی اسلام کے لیے اپنی جانیں وقف کر دینا۔ ایک اور
آیت میں بیعت کی یوں تاکید وارد ہوئی ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ
(اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کے لیے وسیلہ تلاش کرو) نیز فرمایا اُولٰٓئِکَ
الَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ۔ (مفسرینِ متقدین و اکابرینِ اُمّت
کے نزدیک وسیلہ سے مراد توسّل مرشد ہے۔ شاہ عبد الرحیمؒ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور شاہ عبد العزیز

Marfat.com

محدث دہلویؒ نے وسیلہ کے یہی معنی لیے ہیں۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہید جن کو بعض لوگ وہابی سمجھتے ہیں اور بعض لوگ جو بیعت کی مخالفت میں سرگرم ہیں۔ شاہ اسمٰعیل شہید کو اپنا پیشوا اور امام مانتے ہیں وہی شاہ اسمٰعیل اپنی کتاب منصب امامت میں مندرجہ بالا دونوں آیات میں وسیلہ سے مراد مرشد اور شیخ کامل لیتے ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

"ومراد از وسیلہ شخصے است کہ اقرب الی اللہ باشد در منزلت (وسیلہ سے مراد وہ شخص ہے جو مرتبہ میں حق تعالے سے قریب ترین ہے) واقرب الی اللہ با اعتبار منزلت اول رسولؐ است بعد ازاں امام کہ نائب اوست (اور منزلت کے اعتبار سے سب سے پہلا درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور ان کے بعد امام کا جو ان کا نائب ہوتا ہے)

اس لیے بعض حضرات نے بیعت کو واجب کہا ہے اور گروہ کثیر کے نزدیک بیعت سُنّت ہے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر اس وقت تک متواتر اور متوارث چلی آرہی ہے۔

اقسامِ بیعت بیعت کی کئی اقسام ہیں۔ بیعتِ اسلام، بیعتِ خلافت، بیعتِ ہجرت، بیعتِ جہاد، بیعتِ تقویٰ، بیعتِ تمسک بالسنۃ، بیعتِ زیادتی شوق عبادت، بیعتِ تصوف وطریقت۔ وہ امور جو تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب سے تعلق رکھتے ہیں اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ بنتے ہیں۔ بیعتِ طریقت میں شامل ہیں۔ جس کا ہمیشہ سے رواج چلا آرہا ہے۔ لیکن جب سلاطین بنی اُمیہ اور بنی عباس کے زمانے میں لوگ اکابرین اسلام کے ہاتھوں پر بیعتِ طریقت کرتے تھے تو سلاطین اُن سے حسد کرتے ہوئے اکابرین کو طرح طرح کی تکالیف پہنچانے لگے طریقت کا کام خفیہ ہونے لگا۔ پہلی صدی میں تصوف کے مروج نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سلاطین کے شکوک وشبہات سے محفوظ رہنے کی خاطر اس چیز کو زیادہ شہرت نہ ہو سکی۔

ضرورتِ شیخ:۔ سُنّت اللہ یوں جاری ہے اور فطرتِ انسانی یوں وضع کی گئی ہے کہ جس کام سے ناواقف ہوتا ہے۔ اس کے سیکھنے کے لیے استاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ کتاب اللہ کی موجودگی میں شیخ کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کتاب اللہ کے ہوتے ہوئے معلمِ کتاب یعنی نبیؐ کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ تبارک وتعالے جبرئیلؑ کے ذریعے کتاب نازل کر کے حکم دے دیتے کہ اس پر عمل کرو اور فلاح پاؤ۔ اسی طرح طب کی کتابوں کے باوجود علمِ طب سیکھنے کے لیے ایک طبیب اور ڈاکٹر کی ضرورت ہوتی ہے۔ غرضیکہ دنیا میں کوئی فن ایسا نہیں ہے جس میں ماہر فن معلم یا استاد کی ضرورت نہ ہو۔ دین بھی ایک فن ہے جو ماہر فن کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ فنِ دین

Marfat.com

اور خاص کر روحانیت تو اور بھی زیادہ مشکل ہے کیونکہ جہاں دوسرے فنون میں مشہودات اور محسوسات سے واسطہ پڑتا ہے۔ فنِ روحانیت میں غیر محسوس اور غیر مشہود حقائق سے سابقہ پڑتا ہے۔ جہاں منزلِ مقصود یعنی ذاتِ باری تعالےٰ بھی مخفی ہے۔ انسان کا اپنا روح بھی مخفی ہے، دوزخ بہشت، ملائک، نفس و شیطان جن سے راہِ حقیقت میں سابقہ پڑتا ہے وہ بھی غیر مشہود اور غیر محسوس اور مخفی ہیں۔ لہٰذا راہِ حقیقت کے متلاشیوں کے لیے ہادی، استاد اور راہبر کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے اور ایسے استاد کی ضرورت ہے جو غیر مشہود اور غیر محسوس حقائق کو نورِ بصیرت سے دیکھ سکے۔ اب ہمیں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ ایک روحانی طبیب یا شیخِ طریقت کے لیے کن صفات کی ضرورت ہے تاکہ اپنا کام چلا سکے۔

اوصافِ شیخ

حق تعالےٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے۔ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ (ایسے شخص کی پیروی کرو جو میرا ہو گیا ہے) نیز فرمایا لَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا (ایسے شخص کی پیروی نہ کر جو گنہگار اور کافر ہے)، نیز فرمایا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا (اور مت کہا مان اس شخص کا جس کا قلب ہمارے ذکر سے غافل ہے اور خواہشات نفس کے تابع ہے اور حد سے گزر چکا ہے۔)
نیز فرمایا قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي (کہہ دو میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں اللہ کی جانب بلاتا ہوں روحانی بصیرت (نگاہ) کی بنا پر۔ اور جو میرا اتباع کرنے والے ہیں۔

اِن آیات کی روشنی میں اکابر مشائخ نے شیخِ طریقت کے لیے یہ اوصاف مقرر کیے ہیں۔

۱۔ شریعت کا پابند ہو۔

۲۔ گناہوں سے پرہیز کرے۔

۳۔ روحانی بصیرت رکھتا ہو۔

۴۔ اللہ کا ہو چکا ہو۔

۵۔ صاحبِ نسبت ہو یعنی جس کا سلسلۂ طریقت صحیح طور پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہو۔ اور رشد و ہدایت کی اجازت حاصل کر کے خلافت حاصل کر چکا ہو۔ آیۂ مبارک وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا (اور بلاتا ہے اللہ کی طرف اللہ کی اجازت سے اور چراغ روشن ہے)، میں اسی اجازت کی ضرورت ہے جو شیخ کامل اپنے کامل مرید کو عطا کرتا ہے۔

۶۔ سراجاً منیراً کا مطلب یہ بھی ہے کہ شیخ کی نسبت متعدی ہو یعنی وہ شخص جس کے اندر دوسروں کو فیض پہنچانے کی استعداد ہو۔ لازمی نسبت والا آدمی اپنی ذات سے تو اچھا ہوتا ہے لیکن دوسروں کو اچھے

Marfat.com

سانچے میں نہیں ڈھال سکتا۔ اس لیے مسند ارشاد کے قابل نہیں ہوتا۔ جو لوگ مندرجہ بالا اوصاف سے متصف نہیں خواہ وہ کتنے ہی بڑے گھرانوں اور خاندانوں سے تعلق رکھتے ہوں اور کتنے بڑے بزرگوں کی اولاد ہوں وہ اس قابل نہیں کہ اُن کے ہاتھ پر بیعت کر کے انہیں پیشوائے شریعت و طریقت بنایا جاتے۔

نہ ہر کہ چہرہ بر افروخت دلبری داند — نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند
نہ ہر کہ طرف کُلہ کج نہاد و تند نشست — کلاہ داری و آئین سروری داند
ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجاست — نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند،

تجدید بیعت

مندرجہ ذیل صورتوں میں تجدید بیعت ہو سکتی ہے:۔

۱۔ شیخ کا وصال ہو گیا ہو اور مرید کا سلوک ناتمام رہ گیا ہو۔ اور مرید میں یہ قابلیت بھی پیدا نہیں ہوئی کہ شیخ کے مزار پر حاضر ہو کر بقیہ سلوک طے کر سکے۔ اس کے لیے تجدید بیعت نہ صرف جائز ہے بلکہ فرض ہے۔

۲۔ شیخ لاپتہ ہو گیا ہو۔ کسی ریل گاڑی یا سفر میں بیعت کے بعد مرید کو معلوم نہ ہو سکے کہ شیخ کہاں ہے۔

۳۔ بیعت کے بعد اگر معلوم ہو جائے کہ جس کے ہاتھ بیعت کی تھی وہ صاحبِ نسبت نہیں یا جو شرائط شیخ میں ہونا ضروری ہیں وہ اُن میں نہیں یا وہ صحیح طور پر مجاز نہیں یا مجاز ہے تو ناقص ہے اور اجازت اسے اس امید پر مل چکی ہو کہ وہ جلد کمی پوری کرے گا۔ لیکن کافی مہلت کے بعد بھی کمی پوری نہیں کر سکا تو مرید کو فسخ بیعت کا حق حاصل ہے۔ اگر وہ شخص صاحبِ نسبت نہیں تو بیعت ہی واقع نہیں ہوئی لہٰذا فسخ بیعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ موروثی سجادہ نشینی اور مقدمہ بازی کے ذریعے خلافت اور سجادگی حاصل کرنا اسی قبیل سے ہے۔

۴۔ جب شیخ کی جانب سے کسی مرید کے ساتھ مسلسل اور متواتر بے التفاتی برتی جائے اور مرید کی تربیت معنوی نہ ہوتی ہو تو وہ دوسرے شیخ کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور دوسرے شیخ کے لیے جائز ہے کہ اُسے بیعت کر کے اُسکی تربیت کی جانب متوجہ ہو۔

۵۔ اگر بچپن اور بے سمجھی کے زمانے میں اپنے والدین کے حکم سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو یہ بیعتِ تبرک کہلاتی ہے۔ بالغ ہونے اور سمجھ پیدا ہونے پر اگر وہ شخص سلوک طے کرنے کی غرض سے کسی دوسرے بزرگ کی طرف اپنے آپ کو مائل پاتا ہے تو اُسے اختیار ہے کہ بیعت کرے۔

Marfat.com

آدابِ مریدی تصوف میں ادب کی بہت اہمیت ہے۔ التصوف کُلہٗ ادب اَلصّوف ادب کا نام ہے، مولانا رومؒ نے فرمایا ہے ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب   بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

شیخ حق تعالےٰ کے اسم کا ہادی کا مظہر ہوتا ہے اس لیے شیخ کے ساتھ ہر صورت میں ادب ملحوظ رکھے۔ آدابِ مریدی کی فہرست طویل ہے۔ کتاب آداب المریدین مصنفہ بندہ نواز سیّد محمد گیسو درازؒ کی طرف رجوع کیا جائے۔ جو خاتمۂ تصوف کے نام سے الکتاب لاہور سے چھپی ہے۔

از صدِ سخن پیرم یک نکتہ مرا یاد است

عالم نشود ویراں تا میکدہ آباد است

اولیاءؔ را ہست قدرت از الٰہ

تیرِ جستہ باز گرداند ز راہ ،

Marfat.com

زیارت قبور

سلاسل طریقت اور خانقاہی نظام میں زیارت قبور کو بھی کافی اہمیت حاصل ہے لیکن آج کل زیارت قبور ایک اختلافی مسئلہ بن چکا ہے۔ حالانکہ متعدد احادیث میں زیارتِ قبور کی تاکید آئی ہے۔ سب سے پہلے تو وہ احادیث ہیں جن میں رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اپنی قبر مبارک کی زیارت کی تاکید ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ جس نے حج کے وقت میری قبر کی زیارت کی میری شفاعت اس پر واجب ہو جاتی ہے۔ ایک اور حدیث میں فرمایا کہ جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی۔ میرے ساتھ بدسلوکی کی بعض احادیث میں قبر کا لفظ نہیں آیا بلکہ یہ فرمایا ہے جس نے میری زیارت کی تو اس پر میری شفاعت واجب ہو گی۔ جن احادیث میں قبر کا لفظ نہیں ہے اور "میری زیارت" کا لفظ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو حیاۃ النبی ہیں جو شخص بھی وہاں جاتا ہے اگر آنکھیں رکھتا ہے تو زیارت سے مشرف ہوتا ہے۔ اگر وہ باطنی بصیرت سے محروم ہے تو پھر نابینا اصحابِ کرام کی مانند ہے کہ نبوّت کے فیضان سے متمتع ہوتا ہے لیکن دیکھ نہیں سکتا۔ حیاۃ النبی ایسا مسئلہ ہے کہ جس پر کسی فرقے کو اختلاف نہیں ہے۔ اس بات پر تمام فرقوں کا اتفاق ہے کہ روضۂ اقدس پر جو کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سلام کہے تو آپ سنتے ہیں اور اگر دُور دراز ملکوں سے درود و سلام کہے تو فرشتے یہ سلام آنحضرتؐ تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے جو شخص روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر درُود و سلام پیش کرتا ہے تو باطنی طور پر وہ حضور اقدس صلعم کی صحبت سے مشرف ہو جاتا ہے اور سلام کا جواب بھی حاصل کرتا ہے کیونکہ سلام کا جواب دینا فرض ہوتا ہے۔

ان احادیث کے علاوہ بے شمار ایسی احادیث موجُود ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر جمعہ کے دن قبرستان جانے اور زیارت قبور کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اس کے ساتھ آدابِ زیارت بھی بیان فرماتے ہیں جو یہ ہیں۔ قبروں پر جا کر کہے السّلام علیکم یا اہل القبور جس کا جواب اہلِ قبور دیتے ہیں۔ لیکن حدیث میں آیا ہے کہ یہ جواب سوائے جن اور انسان کے ہر چیز سُن سکتی ہے۔

حضرت امام ابن تیمیہؒ کے معروف شاگرد حضرت حافظ ابن قیمؒ نے کتاب الروح میں زیارتِ قبور اور اہلِ قبور کے جوابات پر متعدد احادیث نقل کی ہیں۔ اس میں یہ بھی احادیث کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب کسی شخص کی حالت خراب ہوتی ہے تو اس کے والدین کو قبر میں معلوم ہو جاتا ہے اور وہ اس سے غمزدہ ہوتے ہیں اور جب کسی کی حالت اچھی ہوتی ہے تو والدین خوش ہوتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ عام اصحاب قبور بھی زندہ ہیں۔ اگر مُردہ ہوتے تو سلام و جواب کیسے ہوتا اور ان کو اچھی یا بری حالت کا علم کیسے ہوتا۔ کتاب مذکور میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مُردہ والدین یا عزیز و اقارب کے لیے دُعا کرتا ہے تو وہ بھی اس کے لیے دُعا کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ خود رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدائے احد کی

Marfat.com

قبور کی زیارت کے لیے صحابہ سمیت تشریف لے جایا کرتے تھے اور اسی دن تشریف لے جاتے تھے۔ جس دن غزوۂ احد واقع ہوا۔ اس سے وصال کے دن مزارات پر جانے کا ثبوت بھی ملتا ہے جس کو عرس کہا جاتا ہے لفظ عرس ماخوذ ہے حدیث نم کنومۃ العروس (سو جاؤ عروس کی نیند) سے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب خدا کا دوست وصال پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو حکم ہوتا ہے کہ اب دولہا کی نیند سو جاؤ۔ عروس سے لفظ عرس نکلا ہے جو حضرات زیارت قبور کو ناجائز قرار دیتے ہیں وہ اس حدیث کا حوالہ دیتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا ثَلٰثَۃَ الْمَسَاجِدَ (تین مساجد کے سوا کسی سفر کے لیے اونٹ پر کجاوے مت کسو) حالانکہ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ سوائے تین مساجد یعنی کعبۃ اللہ، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ کے سوا کوئی سفر ہی اختیار نہ کرو۔ اگر یہی معنی ہیں تو پھر ہر سفر حرام ہوتا۔ خواہ تحصیل علم کا سفر ہو۔ تجارت کا سفر ہو۔ والدین کو ملنے جانا ہو۔ بزرگوں کو ملنے کا سفر ہو وغیرہ وغیرہ۔ اس حدیث کا جو مقصد ہے وہ یہ ہے کہ صرف ان تین مساجد میں نماز پڑھنے کا باقی مساجد سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ یعنی کعبہ شریف میں ایک رکعت پڑھنے سے ایک لاکھ رکعت کا ثواب ملتا ہے۔ مسجد نبوی میں ایک رکعت کے عوض پچاس ہزار رکعت کا اور مسجد اقصیٰ میں پچاس یا پچیس ہزار رکعت کا ثواب ملتا ہے۔ دنیا کی باقی کسی مسجد میں یہ خصوصیت نہیں ہے۔ زیارت قبور کے مخالف حضرات چند قرآنی آیات سے بھی زیارت قبور کی ممانعت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً ایک آیت میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ۔ (آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے کیونکہ جب آپ ان کو مخاطب کرتے ہیں تو وہ پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں) اول تو اس حدیث زیارت قبور ممنوع نہیں ہوتی بلکہ سماع موتیٰ کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ مخالفین حضرات کہتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ قبروں والے مردے ہماری آواز نہیں سن سکتے حالانکہ بے شمار احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ جب تم اہل قبور پر سلام کرتے ہو تو وہ سن کر جواب بھی دیتے ہیں۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جب یہ حضرات مندرجہ بالا آیت نقل کرتے ہیں تو اس کا پہلا حصہ بیان کرتے ہیں لیکن دوسرا حصہ عمداً چھوڑ دیتے ہیں اگر پوری آیت پڑھی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ "اے نبیؐ آپ مردوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتے ہیں کیونکہ جب آپ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں لہٰذا اگر لفظ لا تسمع موتیٰ سے فی الواقع اہل قبور مراد ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے قبرستان میں جا کر مردوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور یہ سن کر مردے پیٹھ پھیر کر چلے جاتے تھے۔ کس قدر مضحکہ خیز بات ہے۔ اس آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ "اے نبی اللہ جب آپ کفار کو جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں اور جو مردوں کی مانند ہو چکے ہیں — دعوت اسلام دیتے ہیں تو وہ پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جب حضور اقدس صلعم کفار کو مخاطب کرتے تھے۔ وہ تو پیٹھ پھیر کر چلے جاتے تھے۔ اسی طرح کفار کو ایک آیت میں اندھا"

Marfat.com

بہرہ اور گونگا کہا گیا ہے۔ حالانکہ اُن کی آنکھیں بھی تھیں کان بھی تھے زبان بھی رکھتے تھے اور اچھی طرح دیکھ سکتے تھے سُن سکتے تھے اور بول سکتے تھے۔ ان کو اندھا بہرہ اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کے دل اندھے ہو چکے تھے۔

اس آیت اور تشدد رحال والی حدیث کے سوا نہ قرآن میں زیارت قبور کی کہیں ممانعت آئی ہے اور نہ ہی صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین نے کبھی رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور شہدائے اسلام کی قبور کی زیارت کو کبھی ترک کیا۔ اور لطف یہ کہ زیارت قبور کے لیے صرف اونٹوں کا سفر حرام قرار دیا جا رہا ہے اگر کوئی پیدل چل کر جائے تو حلال ہے۔ یہ ہے ان حضرات کا فتویٰ۔ کیونکہ حدیث مذکور میں کجاوہ کا لفظ ہے۔ ایک دفعہ جب مخالفین زیارتِ قبور نے ایک بہت بڑے عالم سے کہا کہ جب حدیث تشدالرحال میں تو صرف تین مساجد کا سفر جائز ہے لیکن رسُول خدا صلعم ایک چوتھی مسجد یعنی مسجد قبا کی زیارت کے لیے کیوں اونٹوں پر سوار ہو کر تشریف لے جاتے تھے۔ اس سوال کا انہوں نے یہ جواب دیا کہ مسجد قبا کا بھی کوئی سفر ہے جس میں نہ کھانے کا سامان ساتھ لے جاتے تھے نہ پینے کا پانی۔ سبحان اللہ کیا جواب ہے۔ یک نشد دو شد۔ پہلے یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ پیدل جانا حرام نہیں بلکہ اونٹ کا سفر کر کے قبور پر جانا حرام ہے اگر پیدل جائے تو حلال ہے۔ اب یہ فتویٰ مل گیا کہ اونٹ کا سفر بھی حلال ہے صرف دانہ پانی ساتھ لے جانا حرام ہوا۔ معلوم نہیں منطق کا کیوں اس بے دردی سے خون کیا جا رہا ہے اور آیاتِ قرآن اور احادیث صحیحہ کے اس قدر مضحکہ خیز مطالب کیوں نکالے جا رہے ہیں خدا بہتر جانتا ہے۔ زیارت قبور کو سعودی عرب کی سخت گیر حکومت نے بھی منع نہیں کیا۔ کیونکہ ہر سال لاکھوں مسلمان روضۂ رسُول پر حاضر ہوتے ہیں۔ جنت البقیع میں قبور کی زیارت کرتے ہیں۔ جنت المعالیٰ میں قبور کی زیارت کرتے ہیں۔ شہداء احد اور بدر کی زیارت کرتے ہیں اور فاتحہ اور سلام پڑھتے ہیں۔ برصغیر میں اتنی سختی کیوں روا رکھی جاتی ہے سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر دونوں طرف مزاج ٹھنڈے ہوں تو صلح ہو سکتی ہے۔

زیارتِ قبور کے فضائل و برکات

زیارتِ قبور و احادیث نبویؐ

زیارتِ قبور کے فضائل و برکات کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں نہ صرف اس کی تائید فرمائی ہے بلکہ بار بار مسلمانوں کو اپنی قبر مبارک پر بلا کر اتنی تاکید فرمائی ہے کہ واجبات اور سنتِ مؤکدہ کی شان نظر آتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول یا فعل بے بہا حکمتوں کا خزانہ اور فضائل و برکات کا منبع ہوتا ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ حضور اقدس صلعم نے بار بار تاکیداً فرمایا کہ جو حج پر آئے اور میری قبر کی زیارت کو نہ آئے تو اس نے میرے ساتھ بڑا بخل کیا۔ ایک حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی میری شفاعت اس پر واجب

Marfat.com

ہوگئی۔ ایک حدیث میں حضور اقدسؐ نے قبر کا لفظ بھی استعمال نہیں فرمایا اور یہ فرمایا ہے کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے میرے ساتھ بد خلقی کی۔ لفظ قبر استعمال نہ کرنے میں بھی بڑی حکمت پوشیدہ ہے کیوں کہ تمام مسلمان روحانی بصیرت سے خالی نہیں ہوتے۔ اُمّت میں اہلِ بصیرت بھی بہت ہیں۔ جن کو زیارت کے وقت نہ صرف قبر نظر آتی ہے بلکہ صاحب قبر کے جمالِ باکمال سے بھی مشرف ہوتے ہیں۔ آئندہ صفحات میں ہم کثرت سے ان کی اصحابِ بصیرت کے شواہد اور مشاہدات بیان کریں گے جن کو حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے چشم باطن عطا فرمائی ہے۔ ہم آگے چل کر یہ بھی تفصیل سے بیان کریں گے کہ چونکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ظاہری و باطنی کمالات کا کسی حد تک حسب استعداد آپؐ حضور کے خلفاء اور ورثا میں بھی ہونا ضروری ہیں اس لیے علماء و مشائخ کی قبور بھی اسی طرح منبع فیوض و برکات ہوتے ہیں۔

احادیثِ ممانعت

اس میں شک نہیں کہ چند ایک احادیث میں زیارت قبور کی ممانعت آئی ہے لیکن یہ احادیث بہت اوائل کے زمانہ کی ہیں جب مسلمان اپنے کافر آباؤ اجداد کی قبروں پر جایا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ کافروں کی قبروں پر ہمیشہ خدا کی لعنت اور پھٹکار برستی ہے اس لیے حضور اقدسؐ نے مسلمانوں کو وہاں جانے سے منع کر دیا لیکن بعد میں جب بوڑھے مسلمان رحلت کرنے لگے تو آپؐ نے ان کے عزیز و اقارب کو ان کی قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی کیونکہ مسلمانوں خاص کر حضورؐ کے اصحاب کی قبروں پر تو رحمت اور برکت کی بارش ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور اقدسؐ خود بھی بارہا شہداء احد کی قبور پر تشریف لے جاتے تھے جنّت البقیع جاتے تھے اور مسلمانوں کو بھی جانے کی تاکید فرماتے تھے زیارت قبور ہی وہ اکیلا مسئلہ نہیں ہے جس کی پہلے ممانعت ہوئی بعد میں اجازت دی گئی۔ بلکہ دیگر کئی چیزیں ایسی ہیں مثلاً شراب نوشی بھی پہلے جائز تھی بعد میں ممنوع ہوگئی۔ لہٰذا اگر صحابہ کرام کے تذکروں میں ممانعت سے پہلے کے حالات میں اگر کوئی سوانح نگار تحقیق کر کے یہ لکھ دے کہ فلاں صحابی کے گھر میں شراب کے مٹکے موجود تھے تو کیا اس سے کوئی بے وقوف یہ الزام لگا سکتا ہے کہ فلاں صحابی شرابی تھا۔ ہرگز نہیں۔

زیارتِ قبور کے فضائل و برکات

یہ ایک نہایت ہی اہم مسئلہ ہے اس لیے زیارتِ قبور کے فضائل و برکات ہم اپنے ذاتی مشاہدات اور تجربہ جات کی بنا پر بیان نہیں کریں گے بلکہ اُن بلند پایہ اور مستند علماء کرام اور اکابر دین کے شواہد پیش کرینگے جن کے متعلق کسی فرقے یا جماعت کے لوگوں کو کوئی اختلاف نہیں اور سب ان کی بزرگی اور حق بیانی کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان حضرات میں سے سب سے پہلے ہم برصغیر کے بزرگ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ رحمۃ کے شواہد پیش کرتے ہیں جو برصغیر کے تمام فرقوں یعنی دیوبندیوں، بریلویوں، اہلِ حدیث اور جماعتِ اسلامی کے

Marfat.com

نزدیک غیر اختلافی اور مانی ہوئی شخصیت ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ماہر فن حدیث ہیں۔ برِصغیر میں علمِ حدیث کی تدریس سب سے پہلے باقاعدہ طور پر حضرت شاہ ولی اللہ علیہ رحمۃ کی بدولت ہوئی۔ آپ جس طرح علوم ظاہری یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، لغت، صرف و نحو، معانی، بیان وغیرہ سے آراستہ ہیں اُسی طرح آپ علوم روحانیت، حقیقت و معرفت سے بھی مزین ہیں۔

سب سے پہلے ہم آپ کی کتاب "فیوض الحرمین" کے اقتباسات پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران حضور رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس سے یعنی روحانیت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر فیوض و برکات حاصل ہوئے۔ کیونکہ آپ کا زمانہ ماضی قریب کا زمانہ ہے جس میں کسی دھندلکے اور شک و شبہات کی گنجائش نہیں اب چونکہ حدیث پاک العلماء ورثۃ الانبیاء (علماء وارث ہیں انبیاء علیہم السلام کے) کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری علوم اور باطنی حقائق و معارف و منازل و مقامات میں سے آپ کے خلفاء اور ورثاء کو کچھ نہ کچھ حسب استعداد حصہ ملنا ضروری ہے اس وجہ سے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کی پردہ پوشی کے زمانوں میں آپؐ کا منصب آپؐ کے خلفاء و ورثاء کی ذمہ داری ہے اس لیے دنیا میں جتنے اولیاء کرام اور مشائخ عظام کے مزارات ہیں اُن سے بھی طالبانِ حق کو بقدر استعداد فیوض و برکات حاصل ہوتے آئے ہیں جن کی تفصیل ہم اُن کی اپنی جگہ پر پیش کریں گے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فیوض الحرمین کے شروع میں لکھتے ہیں:-

"عبد ضعیف ولی اللہ بن عبد الرحیم دہلوی کہتا ہے کہ حق تعالےٰ نے مجھے حج بیت اللہ اور زیارت رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ۱۱۴۳ھ میں توفیق عطا فرمائی اور اس سے اعلیٰ نعمت یہ حاصل ہُوئی کہ میرا حج مشاہدہ اور معرفتِ الٰہی کے ساتھ ہوا۔ کوئی حجاب اور کسی قسم کی رکاوٹ پیش نہیں آئی اور اسی طرح زیارتِ رسُولؐ بھی زیارت مبصرہ ہوئی۔ اندھوں والی زیارت نہ ہوئی۔ سو یہ زیارت شریفہ میرے تمام نعمتوں سے فائق ہے۔ اس لیے مَیں نے مناسب سمجھا کہ ان تمام مشاہدات کے جو اسرار جو کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے القاء فرمائے ہیں لکھ دُوں اسی طرح جیسا کہ مجھے روحانیت رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فوائد حاصل ہوتے تاکہ یہ چیز میرے لیے باعثِ تذکیر اور میرے بھائیوں کیلئے بصیرت کے فرائض انجام دے۔ اُمید ہے کہ اس تالیف سے کچھ شکر ادا ہو جائے۔"

Marfat.com

انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں

کتاب کے صفحہ ۸۱ پر حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

جس وقت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور روضۂ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے رُوحِ مبارک و مقدّس صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہراً وعیاناً دیکھا نہ صرف عالمِ ارواح میں بلکہ عالم مثال میں اِن آنکھوں سے قریب۔ تو میں سمجھ گیا کہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں اور لوگوں کی عیانت فرماتے ہیں وغیرہ ذالک یہ سب اسی دقیقہ کی باتیں ہیں۔ . . . لہذا تو ان مشہورات عوام کی تحقیر نہ کر مگر اس کے اسرار کو سمجھ۔ اس کے بعد روضۂ عالیہ مقدسہ کی طرف چند بار متوجہ ہوا تو رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لطافت درلطافت ظہور فرمائے تو کبھی بصورت عظمت اور ہیبت جلوہ افروز ہوتے اور کبھی جذب و محبّت و اُنس و انشراح کی شکل میں ظاہر ہوتے۔ اور کبھی سریان کی شکل میں حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ تمام فضا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے بھر رہی ہے اور روحِ اقدسؐ اس میں تیز ہوا کی طرح موجیں مار رہی ہے حتیٰ کہ دیکھنے والے کو یہ موجیں دیدار اقدس کی طرف نظر کرنے سے روک رہی تھیں اور میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی اصلی صورت کریمہ میں بار بار دیکھا باوجودیکہ میری تمنا تھی کہ روحانیت میں دیکھوں نہ کہ جسمانیت میں۔ "حتیٰ کہ یہ بات میری سمجھ میں آگئی کہ آپ کا خاصہ ہے روح کو صورت جسم میں کرنا اور یہی وہ بات ہے کہ جس کی طرف آپ نے اپنی حدیث میں اشارہ فرمایا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو موت نہیں آیا کرتی وہ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھا کرتے ہیں اور حج کیا کرتے ہیں اور وہ زندہ ہوا کرتے ہیں اور جس وقت بھی میں نے آپ پر سلام بھیجا تو آپ مجھ سے خوش ہوئے اور انشراح فرمایا اور ظہور فرمایا اور یہ سب باتیں اس لیے ہیں کہ آپ رحمۃ للعلمین ہیں۔

شفاعت کا ثبوت

کتاب مذکور کے صفحہ ۸۵ (مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز) پر زیر عنوان "شفاعت کا ثبوت" حضرت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں۔

"جب تیسرا روز ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب یعنی ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ پر سلام بھیجا اور عرض کیا کہ یا رسُول اللہؐ ہمیں بھی ان علوم میں سے کچھ عنایت ہو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے ہیں تو آپؐ نے میری طرف کمال التفات فرمایا حتیٰ کہ

Marfat.com

میں نے خیال کیا کہ آپ کی [illegible] سمیٹ لیا اور گھیر لیا پھر مجھے خوب گھیر لیا اور مجھ پر اسرار و معارف کا [illegible] کی معرفت کرائی [illegible] میری ایک بہت بڑی [illegible] حاجتوں میں آپ سے مدد کی درخواست کروں [illegible] جواب دیتے ہیں جو آپ [illegible] درود بھیجتے ہیں اور جو شخص آپ کی مدح [illegible] کرے اس سے آپ [illegible] خوش ہوتے ہیں۔۔۔

اور میں نے سوچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فقہ کے چار [illegible] کی طرف مائل ہیں تاکہ میں وہی مسلک اختیار کر [illegible] آپ کے نزدیک برابر ہیں۔۔۔ لہٰذا اگر کوئی شخص [illegible] ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ناراض نہیں ہوتے مگر جب لوگ [illegible] اختلاف اور جنگ و جدال اور فتنہ و فساد پیدا کر دیں تو آپ سخت ناراض اور خفا ہوتے ہیں [illegible] دیکھا کہ تمام صوفیاء کے طریقے آپ کے نزدیک برابر ہیں۔

ایک حدیث کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنا اور آپ کا جواب

کتاب مذکور کے صفحہ ۹۸ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:۔

"میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کا مطلب دریافت کیا کہ آدم علیہ السلام ابھی آب و گل میں تھے اور میں نبی ہو چکا تھا۔ اس کے بعد جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مثالیہ کے پوری قوت [illegible] انبیاء علیہم السلام کی کیفیات اور شکلیں دکھا [illegible] کیا جس سے مجھے میرے سوال کا جواب مل گیا۔"

اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ان مشاہدات کی تفصیل بیان فرمائی ہے جو حقیقت کے طلبگار کتاب مذکور میں دیکھ سکتے ہیں۔

کتاب مذکور کے صفحہ ۱۱۴ پر لکھتے ہیں کہ:۔

"بالجملہ جب بھی میں روضہ اطہر کی جانب متوجہ ہوا تو آپؐ کو حاضر دیکھا یا میری روح کی آنکھ کھل گئی تو جیسا کہ آپؐ ہیں اسی طرح دیکھا اور میرا وجود اس سے بہت متاثر ہوا۔"

Marfat.com

حقیقتِ محمدیہؐ

کتاب مذکور کے صفحہ ۱۲۴ پر حقیقتِ محمدیہؐ کے عنوان سے آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"مَیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا اور آپ کو سلام کیا اور کمال عاجزی سے آپ کے حضور میں ہاتھ پھیلائے اور اپنی روح کو آپ کی جانب متوجہ کیا آپ کی روح مبارک سے انوار چمکے تو میری رُوح نے ایک لمحہ میں اس سے ملاقات کی ۔ ۔ ۔ ۔ یہ انوار اُس جبل ممدود کی تجلّی ہیں جس سے تمام عالم بندھا ہوا ہے اور مَیں نے دیکھا کہ یہ تجلّی آپ کے جوہر رُوح مبارک میں داخل ہے اور اس جبل ممدود کی تدبیر واحد ہے کہ جس کی تفصیل تمام عالم ہے اور جبل ممدود کی فروعات وہ تدبیراتِ تفصیلہ ہیں جن سے تمام عالم قائم ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ جبل ممدود حقیقتِ محمدیہ کی حقیقت ہے اور اسی سے ہر قطب اور نبی کو حصّہ ملا ہے۔"

شاہ صاحبؒ کا اویسی ہونا

کتاب کے صفحہ ۱۲۶ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ:۔

"مجھے خود رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلوک سکھایا اور خود میری تربیت فرمائی لہٰذا میں کسی واسطے کے بغیر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شاگرد ہوں اور اویسی ہوں اور یہ بات اس بنا پر ہے کہ آپ نے اپنی روح مبارک مجھے دکھائی اور اس سے مجھے عارف بنایا

مذہب حنفی بہترین طریقہ ہے

کتاب کے صفحہ ۱۳۶ پر حضرت شاہ ولی اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"مجھے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ مذہب حنفی میں ایک بہترین طریقہ ہے اور وہ بہت موافق ہے اُس طریقۂ مسنونہ کے جو بخاری اور اس کے اصحاب کے زمانے میں مدّون کیا گیا۔"

فضیلت صحابہ کے بیان میں

کتاب کے صفحہ ۱۴۴ پر حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:۔

"تمہیں معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو حضرت علیؓ پر کیوں فضیلت حاصل ہوتی باوجودیکہ حضرت علیؓ اس اُمت میں سب سے پہلے صوفی مجذوب اور اوّل عارف ہیں اور یہ کمالات دیگر صحابہ کرام میں نہیں ہیں مگر صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

طفیل کی وقلت کے ساتھ موجود ہیں۔ غرضیکہ یہ مسئلہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عرض کیا تو مجھے بتایا گیا کہ فضل کلی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ ہے جس میں تمام امور نبوّت شامل ہوں جیسا کہ اشاعت علم، اور دین کے لیے لوگوں کی تسخیر اور جو چیزیں اس کے مناسب ہوں اور رہا وہ فضل جو ولایت سے متعلق ہے جیسا کہ جذب اور فنار تو یہ ایک فضل جزئی ہے اور اس میں ایک وجہ سے ضعف ہے۔ اور شیخین (حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ) اوّل قسم کے ساتھ مخصوص تھے۔ حتیٰ کہ میں انہیں فوّارہ کے طریقہ پر دیکھتا ہوں کہ اس میں سے پانی پھوٹ رہا ہے تو جو عنایات اللہ تعالیٰ کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئیں وہی بعینہٖ حضرات شیخین پر ظاہر ہوئیں تو آپ دونوں حضرات کمالات کے اعتبار سے ایسے عرض (مقام) کے مرتبہ میں ہیں جو سر کے ساتھ قائم ہے اور اس کی تحقیق کو پورا کرنے والا ہے۔ لہٰذا حضرت علیؓ اگرچہ آپؐ کے بہت قریب ہیں نسب، حیات اور فطرتِ مجوبہ میں بہ نسبت شیخین کے۔ اور جذب میں بہت قوی اور معرفت میں بہت بڑے ہیں مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار کمال نبوت حضرات شیخین کی طرف بہت زیادہ مائل ہیں۔ اسی بنار پر جو علمار معارف نبوّت سے باخبر ہیں شیخین کو فضیلت دیتے ہیں اور جو علمار معارف ولایت سے آگاہ ہیں وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو فضیلت دیتے ہیں اور اسی بنار پر شیخین کا مدفن بعینہٖ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن ہے۔ اور اکثر امورِ عادیہ کا مبدار معنوی ہوا کرتا ہے اور یہی راز ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ مِنْ دُوْنِكَ (یا اللہ میری قبر کو بُت نہ بنا جس کی لوگ پرستش کریں)۔

ائمہ اہلِ بیت اور صوفیار کا طریقہ ایک ہے

کتاب کے صفحہ ۱۸۲ پر حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں :-

"میں ائمہ اہلِ بیت کی قبروں کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے ان کے طریقے میں ایک خاص

۱؎ اس حدیث پاک مطلب یہ ہے یعنی شاہ ولی اللہ اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن اکثر امور عادیہ کا مرکز ہے یعنی یہاں سے تمام امور تکوینی طے پاتے ہیں اس لیے آنحضرتؐ نے دُعا کی کہ یہ دیکھ کر اُمّت کے لوگ میری قبر کی پرستش نہ شروع کر دیں۔ یہ ہے راز اس حدیث کا بقول حضرت شاہ صاحبؒ۔

Marfat.com

چیز دیکھی جو اولیاء کرام کے طریقہ کی اصل ہے:

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کو رسولِ خدا صلعم کا عطیہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب" انفاس العارفین" کے صفحہ ۹۹ پر لکھتے ہیں:۔

"والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ ابتداء میں مَیں نے چاہا کہ دائمی روزہ اختیار کروں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں متوجہ ہوا تو بچشم حقیقت دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے روٹی عطا فرمائی ہے:

حضور اقدسؐ کی طرف سے زردہ ملا

کتاب مذکور کے صفحہ ۱۰۰ (مطبوعہ المعارف گنج بخش روڈ۔ لاہور) پر لکھتے ہیں:۔

"والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ ماہ رمضان میں ایک مرتبہ میری نکسیر پھوٹ پڑی تو مجھ پر ضعف طاری ہوگیا اور قریب تھا کہ کمزوری کی وجہ سے روزہ افطار کرلوں۔ ماہ صوم میں روزہ چھوٹنے کا غم لاحق ہوا۔ اور اسی غم میں غنودگی طاری ہوگئی اس حالت میں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے مجھے لذیذ اور خوشبودار زردہ مرحمت فرمایا ہے پھر انتہائی خوشگوار اور ٹھنڈا پانی بھی عطا فرمایا۔ جو مَیں نے سیر ہو کر پیا۔ اس عالمِ غنودگی سے نکلا تو بھوک اور پیاس بالکل ختم ہو چکی تھی اور میرے ہاتھوں میں اب تک زردہ کے زعفران کی خوشبو موجود تھی۔ ۔ ۔ عقیدت مندوں نے احتیاطاً میرے ہاتھ دھو کر پانی محفوظ کرلیا اور تبرکاً اس سے روزہ افطار کیا۔ ۔ ۔"

زیارتِ رسولؐ

والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس انداز میں دیکھا کہ آپ یاقوتِ سرخ کی ایک مسجد میں تشریف فرما ہیں جس کا ظاہر و باطن حسن و خوبی کا مظہر ہے۔ آپ بشکل مراقبہ تشریف فرما ہیں اور صحابہ کرام اور اولیائے کاملین بھی مراقبے کی صورت میں صف باندھے ہوئے آپؐ کے گرد بیٹھے ہیں۔ جب میں مسجد کے دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ یاقوت کے رنگ کا پردہ لٹکا ہوا ہے۔ حضرت غوث الاعظمؒ اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند اندر سے اُٹھ کر میرے پاس آئے اور میرے بارے میں آپس میں مناظرہ کرنے لگے۔ حضرت غوث الاعظم فرمانے لگے کہ اس شخص کے آباؤ اجداد میرے خلفاء سے توسل رکھتے تھے اس لیے مَیں اس سے زیادہ قریب ہوں اور حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا کہ اس شخص نے میرے خلفاء سے روحانی تربیت حاصل کی ہے اس لیے

Marfat.com

مجھے اس پر زیادہ حق حاصل ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اس گفتگو نے طول پکڑا ۔ ۔ ۔ ۔ بالآخر حضرت غوث الاعظمؒ نے فرمایا کہ جب کہ آپ کے اور ہمارے طریقے میں کوئی فرق نہیں تو پھر اس قدر مناظرے کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا کہ اگر کچھ فرق نہیں تو یہ سعادت میں کیوں نہ حاصل کروں۔ ۔ ۔ حضرت غوث الاعظمؒ نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں۔ آپ ہی اسے اندر لے جائیں ۔ ۔ ۔ ۔ اس وقت حضرت خواجہ نقشبندؒ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس مسجد میں داخل کیا اور سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اہلِ صف سے ذرا آگے لا بٹھایا اور میرے ساتھ صف برابر میں بیٹھ گئے۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ اس صورت میں اس کے سوا کیا حکمت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مراقبہ سے سر اٹھائیں تو سب سے پہلے آپؐ کی نگاہ کرم مجھ پر پڑے اور جب حضور اقدسؐ پوچھیں کہ تجھے کون لایا ہے تو خواجہ نقشبند عرض کریں کہ اسے میں نے حاضر کیا ہے۔ خواجہ اس خیال سے مطلع ہوئے اور فرمایا کہ واقعی اس انداز میں بٹھانے کا سبب یہی ہے۔

اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مراقبے سے سر اٹھایا اور بے پایاں لطف و کرم سے مشرف فرمایا۔

ایک حدیث کی تشریح خود آنحضرتؐ کی زبانی

حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنی کتاب انفاس العارفین کے صفحہ ۱۰۲ پر لکھتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے فرمایا کہ مجھے حدیث اَنَا اَمْلَحَ وَ اَخِیْ یُوْسُفَ اَصْبَحَ (میں ملیح ہوں اور میرا بھائی یوسف صبیح ہیں) کے بارے میں "مجھے یہ حیرت لاحق تھی کہ حسن ملیح عاشقوں کے لیے تو حسن صبیح سے زیادہ بے قراری و اضطراب کا موجب ہوا کرتا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام لباس فاخرہ پہن کر جلوہ گر ہوتے تھے تو جمال یوسفی کی تاب نہ لاکر بہت سے لوگ جاں بحق ہو جاتے تھے لیکن حضرت سید الرسل کے بارے میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے حالانکہ معاملہ برعکس ہونا چاہیے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے چشم حقیقت سے دیکھا اور اس نکتہ کے بارے میں سوال کیا تو فرمانے لگے کہ خدائے غیور نے میرے جمال کو لوگوں کی نگاہوں سے مستور کر رکھا ہے اگر میرا حسن ظاہر ہوتا تو ہر شخص وہی کرتا جو یوسف علیہ السلام کو دیکھنے والے کرتے تھے۔ (یعنی تاب نہ لاکر جاں بحق ہو جاتا۔)

ولایت اور نبوّت کے مراتب میں فرق

کتاب کے صفحہ ۱۰۶ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ لکھتے ہیں:

والدِ ماجد نے فرمایا کہ حضرت سید الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میں نے صورت واقعی میں دیکھا۔ آپ میری طرف متوجّہ ہوئے تو محض توجہ گرامی سے مقامات اولیاء کو میں عبور کر گیا۔ اور وہ تمام مقامات مجھ پر منکشف ہو گئے حتیٰ کہ میں اس مقام پر جا پہنچا کہ کوئی ولی اس سے

Marfat.com

آگے جا ہی نہیں سکتا۔ میں نے عرض کی کہ اس فقیر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس ناممکن کی طرف توجہ کریں وہ ممکن کی صورت اختیار کر لیتا ہے کچھ مشکل نہیں کہ استعداد کے نہ ہونے کے باوجود بھی یہ مقصود مجھے مل جائے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری روح کو اپنی روح کے سائے میں لے کر مقام صدیقیت سے بھی عبور فرما گئے جو ولایت کا آخری مقام ہے۔ وہاں برزخ ہمارے سامنے آیا گویا آگ کا دریا ہے جسے کوئی ولی پار نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد ولایت کے مقامات سابقہ کی مثل ہم پر کچھ مقامات منکشف ہوتے۔ مقام صبر اور مقام توکل سابق مقامات کی طرح ہمیں مشاہدہ کرائے گئے بجز اس فرق کے کہ اب یہ مقامات بطور حقیقت دکھلائے گئے جبکہ سابق مقامات محض مجازی تھے گویا اس مرتبہ یہ مقامات اصول کی حیثیت رکھتے تھے۔ پہلی مرتبہ اشباح اور تماثیل کی صورت میں دکھائے گئے۔ کاتب الحروف (شاہ ولی اللہ) نے اپنے والد ماجد کی روح کو آنحضرت صلعم کی روح مبارک کے سائے (ضمن) میں لینے کی کیفیت کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا میرا وجود آنحضرتؐ کے وجود میں مل کر ایک ہو گیا ہے اور خارج میں میرے وجود کی کوئی الگ حیثیت نہ تھی۔"

زیارت رسولؐ اور موئے مبارک کا عطا کرنا

کتاب کے صفحہ ۱۴۰ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:-

"والد ماجد نے فرمایا کہ مجھے ایک بار بخار نے آلیا اور بیماری نے اس قدر طول پکڑا کہ زندگی سے ناامید ہو گیا۔ اسی دوران مجھ پر غنودگی طاری ہوئی تو میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ عبدالعزیزؒ سامنے موجود ہیں اور فرما رہے ہیں کہ بیٹے! حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تیری بیمار پرسی کو تشریف لا رہے ہیں اور شاید تیری پائنتی کی طرف سے تشریف لائیں اس لیے چارپائی کو اس طرح رکھنا چاہیے کہ حضورؐ کی طرف تمہارے پاؤں نہ ہوں۔ یہ سن کر مجھے افاقہ ہوا۔ قوت گویائی نہیں تھی۔ حاضرین نے میرے اشارہ پر چارپائی کا رخ پھیر دیا۔ اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کَیْفَ حَالُكَ یَا بُنَیَّ (بیٹے تیرا کیا حال ہے) اس کلام کی لذت اس قدر غالب ہوئی کہ مجھ پر آہ و بکا اور وجد و اضطراب کی عجیب و غریب کیفیت طاری ہو گئی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس انداز سے اپنی بغل میں لیا کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک میرے سر پر تھی اور آپ کا جبہ مبارک میری آنکھوں سے تر

Marfat.com

ہوگیا۔ پھر آہستہ آہستہ یہ وجد اور اضطراب کی کیفیت حالتِ سکون میں بدل گئی۔ اس وقت میرے دل میں آیا کہ ایک مدت سے موئے مبارک کے حصول کی آرزو رکھتا ہوں کیا ہی کرم ہو کہ اس وقت تبرک عنایت فرمائیں۔ میرے اس خیال سے آپؐ مطلع ہوئے اور داڑھی مبارک میں ہاتھ پھیر کر دو مقدس بال میرے ہاتھ میں تھما دیئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب بیدار ہوا تو وہ دو بال ہاتھ میں نہ تھے۔ میں غمگین ہو کر بارگاہِ عالی کی طرف متوجہ ہوا تو غیب واقع ہوئی اور آنحضرتؐ نے فرمایا اے بیٹے عقل و ہوش سے کام لو وہ دونوں بال احتیاطاً تمہارے سرہانے کے نیچے رکھ دیئے تھے۔ وہاں سے لے لو۔ افاقہ ہوتے ہی میں نے وہ مقدس بال وہاں سے اٹھا لیے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے بعد بخار ٹوٹ گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور صحت کامل ہو گئی۔

اس کے بعد بال مبارک کی تاثیر منکروں کا انکار اور اثرات دیکھنے کے بعد منکرین کی توبہ کے واقعات کتاب مذکور میں تفصیل سے درج ہیں۔ جو وہاں دیکھے جا سکتے ہیں۔

سجدۂ غیر اللہ کی ممانعت

کتاب مذکور کے صفحہ ۱۰۶ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:۔

"والد ماجد نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بچشمِ حقیقت دیکھا جب اس مظہر اتم میں صفات الٰہیہ کا کمال ظہور مشاہدہ کیا تو سجدے میں گر گیا۔ آنحضرتؐ نے اظہارِ تعجب کے طور پر انگلی منہ میں دبائی اور اس شکل سے منع فرمایا۔"

قرابت رسولؐ کا مقام

کتاب مذکور کے اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ:۔

"والد ماجد نے فرمایا کہ ایک آدمی کے سید یا غیر سید ہونے میں مجھے تردد تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ گویا آپ ایک پلنگ پر دراز سو رہے تھے آپؐ عنایت سے پیش آئے اور فرمایا پلنگ کے نیچے دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ وہ شخص نیچے سو رہا ہے۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا اگر سید ہونے کی قرابت نہ رکھتا تو یہاں کیسے پہنچتا۔"

ان تمام واقعات سے ظاہر ہے کہ اہل اللہ کو حق تعالےٰ وہ بصیرت عطا فرماتے ہیں جس کی بدولت انبیاء علیہم، اولیاء کرام اور اصحاب قبور کا مشاہدہ کر سکتے ہیں اور سلسلۂ گفتگو بھی قائم ہو جاتا ہے۔

کتاب مذکور میں اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ:۔

Marfat.com

آپؐ کا پسندیدہ درود شریف

ایک دفعہ میں نے حضرت پیغمبر علیہ السلام کو دیکھا کہ حاضرین میں سے ہر شخص اپنے فہم و فراست کے مطابق آپ کی خدمت میں درود پیش کر رہا ہے۔ میں نے بھی یہ درود شریف عرض کیا۔ اللھم صلی علی محمد النبی الامی وآلہ واصحابہ وبارك وسلم جب آپؐ نے سنا تو چہرۂ مبارک سے بشاشت اور تازگی نمودار ہو رہی تھی۔"

نذر و نیاز کی پسندیدگی

کتاب مذکور میں آگے چل کر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھا ہے :۔

"فرمایا کہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عرس مبارک کے دنوں ایک مرتبہ اتفاقاً خرچ غیب سے کچھ میسر نہ آسکا کہ کچھ طعام پکا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کی نیاز دلا سکتا۔ تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے اور گڑ پر اکتفا کرتے ہوئے میں نے آپؐ کی نیاز دلوا دی۔ اس رات بچشم حقیقت دیکھا کہ انواع و اقسام کے طعام آنحضرتؐ کی بارگاہ میں پیش کیے جا رہے ہیں۔ اسی دوران وہ چنے اور گڑ بھی پیش کیے گئے اور آپؐ نے انتہائی خوشی اور مسرت سے وہ قبول فرمائے اور اپنی طرف لانے کا اشارہ فرمایا اور تھوڑا سا اس میں سے تناول فرما کر باقی اصحاب میں تقسیم کر دیا۔"

اس مشاہدہ سے کئی باتوں کا ثبوت ملتا ہے :۔

۱۔ اوّل یہ کہ حضرت شاہ ولی اللہ جیسے محدث، مفسر، فقیہ اور عالم دین اور ولی اللہ کے نزدیک نذر و نیاز جائز ہے بلکہ اس پر آپؒ کا اور اپنے آباؤ اجداد اور آل و اولاد کا عمل تھا۔

۲۔ دوم یہ کہ جو کچھ اصحاب قبور کی نذر کیا جاتا ہے ان کو مل جاتا ہے۔

۳۔ سوم یہ کہ اصحابِ قبور کی زیارت ہو سکتی ہے اور ان کے ساتھ سلسلۂ گفتگو بھی ہوتا ہے۔

۴۔ چہارم یہ کہ نہ صرف مزارات کی حاضری پر اصحاب مزار کی زیارت و تکلم ہو سکتا ہے بلکہ دوسرے مقامات پر بھی یہ واقعات ہو سکتے ہیں۔

گزشتہ اولیاء اللہ سے ملاقات

کتاب مذکور کے صفحہ ۱۰۷ پر لکھا ہے کہ :۔

"والد ماجد نے فرمایا کہ ابتدائے احوال میں مختلف طریقِ سلوک کے اصحاب طریقت کو

Marfat.com

مَیں نے دیکھا اور ان سے امرِ واقعی میں اجازت حاصل کی۔ منجملہ ان اصحابِ طریقت کے حضرت خواجہ نقشبند کو بھی مَیں نے بچشم حقیقت دیکھا کہ لکڑی کے پیالے میں انہوں نے مجھے پانی دیا اور میں نے سیر ہو کر پیا۔ پھر انہوں نے مختلف طرق و سلاسل کی باتیں بیان کیں اور تلقینِ طریقہ کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

حضرت خواجہ اجمیریؒ سے خلافت

کتاب کے صفحہ ۱۰۸ پر لکھا ہے:۔ "فرمایا کہ حضرت خواجہ معین الدینؒ کو مَیں نے دیکھا کہ گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک چراغ روشن ہے لیکن اس چراغ کی بتی حرکت کی محتاج تھی تاکہ تازہ ہو کر روشنی پھیلا سکے۔ مجھے انہوں نے اس خدمت پر مامور فرمایا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد اپنی خاص نسبت مجھے عنایت فرمائی۔ اس واقعہ کی تعبیر بھی اجازتِ طریقہ ہے۔"

مختلف سلاسل کی سیر روحانی

کتاب کے اُسی صفحہ پر لکھا ہے کہ:۔ "ایک بار اولیاء اللہ کے سلاسل مجھے اس طرح مشاہدہ کرائے گئے کہ ایک وسیع بازار ہے جس میں خوبصورت دکانیں اور ہر دکان میں ہر صاحب سلسلہ بزرگ اپنے خلفا اور معتقدین کے ساتھ فروکش ہیں۔"

یہ ایک طویل ملفوظ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ پہلے آپ کو حضرت غوث الاعظمؒ سے ملاقات ہوئی اور ایک رُوحانی نکتہ پر گفتگو ہوئی جس میں حضرت شاہ عبدالرحیم کی تشریح حضرت غوث الاعظمؒ کو پسند آئی۔ اور آپ نے خلافت بھی عطا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نقشبندؒ سے ملاقات ہوئی اور بے شمار عجائب و غرائب کا مشاہدہ ہوا۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ سے ملاقات

کتاب کے صفحہ ۱۰۹ پر لکھا ہے کہ:۔ "فرمایا ایک دفعہ میں حضرت خواجہ قطب الدینؒ کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے گیا۔ یکایک میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میری گناہ گار ہستی اور وجود اس قابل نہیں کہ اس مقدس بارگاہ میں حاضری دُوں اس خیال کے آتے ہی میں متصل چبوترہ پر رک گیا۔ اس دوران آپ کی رُوحانیت

ما۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ حضور اکرمؐ کا عُرس بھی کرتے تھے۔ (حاشیہ صفحہ سابقہ)

Marfat.com

جلوہ گر ہوئی اور مجھے حکم دیا کہ آگے آؤ۔ میں دو تین قدم آگے بڑھا۔ اسی اثنا میں میں نے دیکھا کہ آسمان سے چار فرشتے ایک تخت اٹھائے ہوئے آپ کی قبر مبارک کے پاس اُترے۔ معلوم ہوا کہ اس تخت پر حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند ہیں۔ چنانچہ قران السّعدین ہوا۔ دونوں شیوخ نے خلوت میں راز و نیاز کی باتیں کیں۔ اس کے بعد فرشتے تخت اُٹھا کر روانہ ہوگئے۔ اور خواجہ قطب الدینؒ میری طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے کہ نزدیک آؤ۔ میں دو تین قدم آگے بڑھا۔ آپ بار بار نزدیک آنے کے متعلق فرماتے رہے اور میں آہستہ آہستہ قریب ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت کے بہت نزدیک ہوگیا۔ پھر آپ نے پوچھا کہ "شعر کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے"۔ مَیں نے کہا "کلامٌ حسنہٗ حسنٌ وقبحہٗ قبیحٌ (کلام ہے جس کا حسن اچھا لگتا ہے اور قبح بُرا لگتا ہے) اس پر آپ نے فرمایا "بارک اللہ" اس کے بعد دریافت فرمایا "خوبصورت آواز کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے"۔ مَیں نے عرض کیا کہ "ذَالِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ" (یہ اللہ کا فضل ہے جس کو عطا ہو۔) آپ نے فرمایا "بَارَكَ الله" پھر فرمایا "لیکن جب دونوں باتیں جمع ہوجائیں (حُسن کلام اور حسن صوت) تو پھر" مَیں نے کہا "نُورٌ عَلٰى نُورٍ يَهْدِي اللهُ بِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاءُ (نور علیٰ نور ہے اللہ ہدایت کرتا ہے اپنے نور کی طرف جسے چاہے) آپ نے فرمایا "بَارَكَ الله" تم بھی کبھی کبھار ایک دو بیت سُن لیا کرو"۔

اس ملفوظ میں اشارہ ہے۔ جوازِ سماع کی طرف۔ یاد رہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار سماع سنتے تھے اور سماع ہی میں آپ کا اس شعر پر چار دن رات رقص کرتے ہوئے وصال ہوا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را　　　　ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

(احمد جامؒ)

اس ملفوظ سے بھی ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ زمانۂ گزشتہ کی ارواح سے رابطہ قائم ہوسکتا ہے اور زیارت اور گفتگو تک نوبت آسکتی ہے۔ یاد رہے کہ بیان کرنے والا محدّث یعنی ماہرِ فن حدیث بھی ہے عالم وفاضل بھی ہے اور ولی اللہ بھی۔ جن کے کلام کو کوئی معترض چیلنج نہیں کرسکتا ہے۔

مزار پر حاضری اور بشارت فرزند

"فرمایا ایک دفعہ حضرت خواجہ قطب الدینؒ کے مزار مبارک پر زیارت کے لیے گیا آپ کی روح مبارک ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ تمہارے ہاں ایک فرزند پیدا ہوگا۔ اس کا نام قطب الدینؒ احمد رکھنا"۔

Marfat.com

چنانچہ شاہ ولی اللہ کا اصل نام قطب الدین احمد ہے اور ولی اللہ لقب ہے۔

مجالس ارواح

فرمایا ایک دفعہ مَیں نے شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا کہ وضو فرما رہے ہیں اور نماز کی تیاری ہو رہی ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ عالمِ آخرت میں وضو اور نماز کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ چونکہ دنیا میں اکثر وقت ان امور کی انجام دہی میں گزرا ہے اس لیے ان میں لذت محسوس ہوتی ہے۔ یہاں ان کی ادائیگی فریضہ کے طور پر نہیں بلکہ لذت اور لُطف کی خاطر ہے اس کے بعد ارواح اولیاء جمع ہوئے اور مجلس گرم ہو گئی جس میں کئی نکات پر گفتگو ہوتی رہی۔

شیخ سعدیؒ سے ملاقات

کتاب مذکور کے صفحہ ۱۱۱ پر لکھا ہے کہ:-

"ایک دفعہ میں درس سے واپسی پر ایک کوچے میں خوب ذوق کی حالت میں سعدی شیرازیؒ کے یہ اشعار گنگنا رہا تھا ؎

جز یادِ دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است ۔۔۔ جز سرّ عشق ہر چہ بخوانی بطالت است

سعدی بشوی لوح دل از نقش غیر حق ۔۔۔ علمیکہ رہ حق ننماید جہالت است

اتفاق کی بات کہ چوتھا مصرعہ میرے ذہن سے اُتر گیا۔ ہر چند دماغ پر زور دیا لیکن یاد نہ آیا اس تار کے ٹوٹنے سے میرے دل میں سخت اضطراب اور بے ذوقی کی کیفیت پیدا ہوئی کہ اچانک ایک فقیر منش، ملیح چہرہ، دراز زلف، پیر مرد نمودار ہوا اور اس نے مجھے لقمہ دیا ؎

علمیکہ رہ بحق ننماید جہالت است

میں نے کہا جزاء اللہ خیر الجزا۔ آپ نے مجھے کتنی پریشانی سے نجات دلائی۔ میں نے آپ کی خدمت میں پان پیش کیے تو انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ کیا یہ بھولا ہوا مصرعہ یاد دلانے کی مزدوری ہے ؟ میں نے کہا نہیں یہ تو بطور ہدیہ اور شکریہ پیش کر رہا ہوں۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ مَیں پان استعمال نہیں کیا کرتا ۔۔۔۔۔ یہ کہہ کر انہوں نے قدم بڑھایا اور کوچہ کے آخر میں رکھا میں سمجھ گیا کہ کوئی اہل اللہ کی رُوح انسانی شکل میں جلوہ گر ہے مَیں نے آواز دی کہ اپنے نام سے تو اطلاع دیتے جایئے تاکہ فاتحہ پڑھ لیا کروں فرمایا ہم فقیر کو سعدی کہتے ہیں": اس سے بھی تصرّف اولیاء رفتہ ثابت ہوتا ہے۔

نذر و نیاز کا طعام کھانے کا جواز

کتاب مذکور کے صفحہ ۱۱۲ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ:-

Marfat.com

"ایک بار والد ماجد مخدوم اللہ دیہ کے مزار کی زیارت کے لیے قصبہ ڈسنہ میں گئے۔ رات کا وقت تھا آپ نے احباب سے فرمایا کہ آج مخدوم اللہ دیہ نے ہماری دعوت کی ہے اور تناول کر کے جائیں گے۔ آپ نے دعوت کا انتظار کیا یہاں تک کہ رات گئے لوگوں کی آمد و رفت ختم ہوگئی۔ اچانک ایک عورت میٹھے طعام کا تھال لیے آئی اور کہا کہ میں نے منت مانی ہے کہ جس وقت میرا شوہر گھر آئے گا اُسی وقت طعام پکا کر مخدوم اللہ دیہ کی درگاہ میں مقیم فقراء میں تقسیم کروں گی اب میرا شوہر واپس آگیا ہے اور میں طعام لائی ہوں"۔

اس ملفوظ سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث جیسے عالم و فاضل سے منت ماننے اور نیاز کا طعام کھانے کا جواز بھی مل جاتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

تلاوتِ قرآن سے اہلِ قبور خوش ہوتے ہیں

فرمایا ایک دفعہ میں ایک مزار کے قریب درخت کے نیچے قرآن کی تلاوت میں مشغول تھا۔ چند سورتیں پڑھ کر رک گیا تو مزار سے آواز آئی کہ "قرآن مجید کے زندگی بخش نغمات سننے کے لیے مدت سے ترس رہا ہوں۔ اگر کچھ وقت اور تلاوت کریں تو احسان مند ہوں گا۔ میں کچھ اور تلاوت کر کے خاموش ہوا تو صاحب مزار نے پھر فرمائش کی۔ اسی طرح تین بار خاموش ہوا اور انہوں نے تین بار فرمائش کی۔ ۔ ۔ ۔ انہوں نے آخر میں کہا۔ جزاك الله خير الجزاء۔ اس کے بعد میں نے ان سے اُن کا حال پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے کوئی عذاب قبر نہیں ہوا اور آرام سے ہوں۔ ۔ ۔ میں نے پوچھا کہ آپ کیا عمل کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میری ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ دنیاوی بکھیڑوں سے آزاد رہ کر یادِ حق میں سب وقت بسر کروں۔ یہ کام پورا تو نہ کرسکا البتہ کچھ نہ کچھ کرتا رہا۔ اس کی بدولت حق تعالے نے مجھے یہ صلہ عطا فرمایا ہے"۔

اس سے بھی ظاہر ہے کہ اہلِ اللہ کو اصحاب قبور کی زیارت ہوتی ہے اور حالات پر گفتگو بھی ہوتی ہے

اصحاب قبور ذکر اللہ بھی کرتے ہیں جنکو اہل اللہ سن سکتے ہیں

کتاب کے صفحہ ۱۱۴ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ:۔

"والد ماجد نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں حضرت خواجہ قطب الدین کی درگاہ کے قریب سیر کر رہا تھا کہ ایک قبر پر نظر پڑی۔ ان کے ذکر کی وجہ سے تحت الثریٰ سے لے کر عرش تک ہر چیز

Marfat.com

ذاکر تھی۔ مجھے تعجب ہوا اور میں نے اپنے ساتھی شیخ محمدؒ سے درخواست کی کہ آپ بھی قبر پر مراقبہ کرکے حال دریافت کریں۔ مراقبے کے بعد قریب قریب انہوں نے بھی یہی کیفیت بیان کی جو میں مشاہدہ کر چکا تھا۔"

شہید بھی انسانی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں

کتاب صفحہ ۱۱۰ پر لکھا ہے کہ:۔

"میرے والد ماجد نے فرمایا کہ میرے والد شہادت کے بعد ایک مرتبہ ہمارے گھر تشریف لائے اور ہماری ہمشیرہ کریمہ بی بی جو بیمار تھیں اُن سے ملاقات کی اور فرمایا کہ کل صبح تمہیں مکمل آرام میسر آجائے گا دوسری صبح اُن کا انتقال ہوگیا اور دائمی آرام حاصل ہوا۔"

اصحابِ مزار کا قوالی میں رقص کرنا

کتاب کے صفحہ ۱۱۶ پر لکھا ہے کہ:۔

"حضرت والد ماجد ایک دفعہ قصبہ پھلت میں تھے۔ عرس کے روز ایک بزرگ تشریف لائے اور قوالوں نے نغمہ چھیڑا۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ شیخ ابوالفتح (جن کا عرس پھلت میں ہو رہا تھا) کی روحانیت محفل سماع میں آکر رقص کر رہی ہے اور عنقریب ان کے جذب کے اثرات اہلِ محفل پر طاری ہو جائیں گے یہی ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد محفل کا رنگ بدل گیا اور ھا ھُو کے مستانہ نعروں سے مجلس گونج اٹھی۔"

اس ملفوظ سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں:۔

۱۔ اولیاء اصحاب قبور کا محفل سماع میں شریک ہونا اور رقص کرنا۔

۲۔ ان کی کیفیات کا اہل مجلس پر اثر ہونا۔

۳۔ حضراتِ نقشبندیہ (شاہ عبدالرحیم نقشبندی) کا سماع سننا۔

۴۔ اہل بصیرت کے سامنے مزارات کے باطنی امور کا ظاہر ہونا وغیرہ۔

زیارت قبور اور فیوض و برکات

انفاس العارفین کے صفحہ ۱۱۶ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

"فرمایا جب کبھی میرے والد ماجد مخدومی شیخ محمدؒ کے مزار کے پاس بیٹھتے تھے تو فرماتے تھے کہ ان کی روح نماز میں میری اقتدا کرتی ہے اور مجھ سے کسب فیض کرتی ہے۔ شیخ محمدؒ ایک دفعہ اس فقیر (ولی اللہ) کی طرف متوجہ ہوتے اور بعض فیوض اور معارف عطا

Marfat.com

فرماسے اور مجھے حکم دیا کہ فلاں کو (ولی اللہ) کو کچھ معارف کی تعلیم دو اور وہ تمام میں نے تمہارے سامنے بیان کر دیئے ہیں:

اولیائے زمانہ سلف سے اخذ فیض اور نوعیت فیض

حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنی اس کتاب کے صفحہ ۱۷۱ پر لکھتے ہیں کہ:

"واضح ہو کہ آپ (والد ماجد) کی زبان مبارک سے بارہا خلوت میں سُنا گیا کہ مجھے جو نسبت حضرت غوث الاعظم سے ملی ہے وہ بہت ہی صاف اور حد درجہ نازک ہے اور جو نسبت مجھے خواجہ نقشبندؒ سے ملی ہے وہ غالب تر اور حد درجہ مؤثر ہے۔ جمعیت قلب اور قبولِ عام اس میں بدرجہ اتم موجود ہے اور جو نسبت خواجہ معین الدینؒ سے پائی ہے وہ عشق کے قریب اور تاثیر اسماء اور صفاتِ دل کی مظہر ہے۔"

اصحاب قبور سے مدد مانگنا

اس بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب مذکور کے صفحہ ۲۲۸ پر ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:۔

"اذا تحیر فی الامور فاستعینوا با صحاب القبور"

(جب تم دنیاوی امور میں پریشان ہو تو اصحاب قبور سے مدد طلب کرو)

یہ صحیح حدیث ہے۔ اگر اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہوتی تو حضرت شاہ ولی اللہؒ جیسے محدّث اور فن حدیث میں کامل اور ماہر فن ہرگز اس کو بیان نہ فرماتے۔ نیز گزشتہ صفحات پر حضرت شاہ صاحبؒ نے تفصیل سے ایسے واقعات بیان فرما دیئے ہیں کہ جن سے اہل قبور اولیاء اللہ سے اخذ فیض اور دیگر امور میں استعانت طلب کی گئی ہے۔

ذکر نفی و اثبات کی تعلیم سرور کائنات صلعم کی طرف سے

کتاب مذکور کے صفحہ ۴۰ پر حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

"اسم ذات کا شغل جو میں نے حضرت زکریا علیہ السلام سے حاصل کیا تھا مجھ پر غالب رہتا تھا اور میں اس سے بہت کیف و سرور حاصل کرتا تھا۔ اس کے مقابلے میں شغل نفی و اثبات میں نہیں کر سکتا تھا۔ اگر کبھی کرتا تو اس سے ذرا بھی لذت محسوس نہ ہوتی۔ اس پر قادر نہ ہو سکنے کی بنا پر میں ہمیشہ شرمندہ رہتا تھا۔ حضرت سید عبد اللہؒ سے اس کا علاج دریافت کیا تو انہوں نے بارہا توجہ فرمائی لیکن عقدہ حل نہ ہوا۔ آخر فرمانے لگے کہ جو چیز انبیاء علیہم السلام کے انفاس طیبہ کی توجّہ سے استحکام حاصل کرے ہم اس میں تبدیلی نہیں لا سکتے۔ حضرت ختم الرسل علیہ الصلوٰۃ

Marfat.com

والسلام کی طرف رجوع کیجئے اس نقص کا علاج ان کی بارگاہ سے ہوگا۔ چنانچہ میں نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں التجا کی جس کے نتیجے میں شغل نفی واثبات مجھ پر غالب آگیا اور بہت ہی آسان ہو گیا۔ اس انداز پر کہ کم سنی کے باوجود ایک ہی سانس میں دو سو مرتبہ ذکر کر سکتا تھا۔ ۱؎"

اس ملفوظ میں شغل اسم ذات سے مراد ذکر اسم مبارک اللہ اللہ ہے جس کی ضربیں قلب اور دیگر لطائف پر لگائی جاتی ہیں جس سے قلب اور لطائف زندہ ہو کر ذاکر ہو جاتے ہیں اور شغل نفی واثبات سے مراد ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے جس کی ضربیں بھی لطائف ستہ پر لگانے سے ان کے اندر دائمی ذکر جاری ہو جاتا ہے اور چلتے پھرتے سوتے جاگتے ہر وقت ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ جب یہ اذکار لطیفہ خفی اور اخفا پر اثر انداز ہوتے ہیں اور یہ زندہ ہو جاتے ہیں تو یہ مقام فنا فی اللہ کا آغاز ہے اس کے بعد مراقبات ذات لاتعین کے ذریعے مقام فنا کے مزید درجات میسر آتے ہیں اور قرب کی زیادہ سے زیادہ منازل طے ہو سکتی ہیں۔

ان ملفوظات سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ جو بعض علمائے ظواہر صوفیائے کرام کے اذکار و اشغال کو بدعت قرار دیتے ہیں اس سے کس طرح انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کی نفی کرتے ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا اصحاب قبور سے اخذ فیض

اب ہم علمائے دیوبند کے بلند مرتبہ پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا اہل قبور سے اخذ فیض کے متعلق وہ ملفوظ پیش کرتے ہیں جو اُن کے مرید و خلیفہ مولانا اشرف علی تھانوی جیسے سخت گیر بزرگ نے خود اپنی کتاب امداد المشتاق میں نقل کیا ہے۔ کتاب کے صفحہ ۱۸ پر مولانا تھانوی لکھتے ہیں کہ:۔

"حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے فرمایا کہ میرے پیر و مرشد کے رشتہ دار حج کو تشریف لائے اور مجھ سے دریافت کیا کہ اگر اجازت ہو تو حضرت شیخ کی قبر مبارک از سر نو درست کر دی جائے۔ میں نے کہا کیا مضائقہ ہے۔۔۔ میں کیسے منع کر سکتا ہوں جس مزار سراپا انوار سے میں نے فیض حاصل کیا ہو۔ میرے نزدیک اس کی درستی اور اصلاح تو فرض ہے۔"

۱؎ بعض حضرات ذکر نفی واثبات حبس دم سے کرتے ہیں جو بے حد مشکل ہے لیکن بغیر حبس دم کے کرنا آسان ہے۔

Marfat.com

زیارت قبور اور مولانا تھانوی

کتاب مذکور کے صفحہ ۴۰ پر لکھا ہے کہ:

"اثنائے درس احیاء العلوم زبان فیض ترجمان سے حضرت حاجی صاحبؒ فوائد عجیبہ بیان فرما رہے تھے۔ مولانا تھانوی (جو دیر سے پہنچے) نے عذر کیا کہ آج بعض مقامات متبرکہ کی زیارت کو گیا تھا اس وجہ سے حاضری میں دیر ہوگئی۔ ارشاد فرمایا "جائے بزرگان بجائے بزرگان" زیارت آثار بزرگان میں برکت ہوتی ہے":

اس سے ظاہر ہے علماء دیوبند کے نزدیک بھی زیارت قبور سے فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔

مجالس میلاد میں رسولِ خدا کا تشریف لانا علمائے دیوبند کے نزدیک ممکن ہے

کتاب امداد المشتاق کے صفحہ ۵۵ پر مؤلف مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے:

"فرمایا ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازع کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد نہ کرنا چاہیے اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بہ زمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔ اور قیام میں مجھے ایک خاص کیفیت حاصل ہوتی":

اس ملفوظ سے کئی باتیں واضح ہوتی ہے۔

۱۔ مجلس میلاد اکابر علماء دیوبند کے نزدیک بھی جائز ہے گو آج کل کے بعض کم فہم حضرات اس میں شدت کرتے ہیں۔

۲۔ مجالس میلاد میں قیام بھی جائز ہے۔

۳۔ مجالس میں قیام اس لیے کیا جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ اس کی بھی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے جو علماء دیوبند کے شیخ ہیں تائید فرمائی ہے۔ باقی جھگڑا نامعلوم کس بات پر ہے۔

اولیائے زمانہ ماضی سے ملاقات اور علماء دیوبند

کتاب مذکور کے صفحہ ۶۱ پر مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے:

Marfat.com

"فرمایا (حاجی صاحبؒ نے) کہ جو کچھ مثنوی میں ہے اس کی تعلیم روحانی طور پر مجھ کو حضرت مولانا رومؒ نے فرمائی ہے"۔

اس ملفوظ سے ظاہر ہے کہ اخذ فیض صرف اولیاء کرام کی مزار پر حاضر ہونے سے نہیں بلکہ بغیر حاضری کے بھی ہو سکتا ہے۔

علمائے دیوبند اور نذر و نیاز

کتاب مذکور کے صفحہ ۷۰ پر مولانا تھانوی لکھتے ہیں:۔

"جب مثنوی شریف ختم ہو گئی تو بعد ختم حضرت حاجی امداد اللہؒ نے حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا رومؒ کی نیاز بھی کی جاوے گی۔ گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا نیاز کے دو معنی ہیں۔ ایک عجز و بندگی جو خدا کے سوا دوسرے کے واسطے نہیں ہے۔ اور دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا۔ یہ جائز ہے۔ لوگ انکار کرتے ہیں اس میں کیا خرابی ہے اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے۔ ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے۔ جیسے قیام میلاد شریف۔ اگر بوجہ آنے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے جب کوئی شخص آتا ہے تو لوگ تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر سردار دو عالمیان روحی فداہ کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا"۔

ان ملفوظات سے کئی مسائل حل ہو گئے:۔

۱۔ اولیائے سلف کے لیے نیاز دینا جائز ہے۔

۲۔ نیاز میں تلاوت کلام پاک کے ساتھ طعام یا شربت وغیرہ شامل کرنا بھی جائز ہے۔

۳۔ میلاد شریف میں کھڑے ہونا بھی جائز ہے۔ بلکہ اس سے فیضان بھی حاصل ہوتا ہے۔

۴۔ ان رسومات میں غیر شرع عمل کو ترک کیا جائے۔ نہ کہ اصل رسم کو۔

خواجہ اجمیریؒ کا فیض

کتاب مذکور کے صفحہ ۹۱ پر لکھا ہے:۔

"میں جب مکہ معظمہ آیا تو نوبت فاقوں تک پہنچ گئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بعدہٗ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ لاکھوں روپیہ کا خرچ تمہارے ہاتھوں میں مقرر ہو گا۔ میں نے عرض کی کہ اس مہم کی طاقت نہیں رکھتا ہنس کر فرمایا کہ تمہاری

Marfat.com

حاجت پوری ہوگی۔۔۔۔اس وقت سے ماہانہ خرچ کہ اقل مرتبہ سو روپیہ ہے۔خدا اپنے خزانۂ رحمت سے پہنچا دیتا ہے۔"

اس ملفوظ سے کئی امور ثابت ہیں۔

۱۔ اولیائے متقدمین کا تشریف لانا۔

۲۔ اولیائے کرام کے تصرف سے مشکلات کا حل ہو جانا۔

۳۔ علماء دیوبند کا یہ باتیں تسلیم کرنا۔

اگر آج کل کے علماے دیوبند بھی اپنے اکابرین کی تقلید کریں تو سارا جھگڑا ختم ہو سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب میں بھی نذر و نیاز جائز ہے

اہل عرب اور خاص کر سعودی حکومت کے ارباب حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مکتب فقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔امام موصوف کے پیروکار بھی زمانۂ قدیم سے نذر و نیاز اور تصوف کے قائل ہیں معلوم نہیں آجکل کیوں فرق آگیا ہے۔اس کے متعلق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا ملفوظ جو مولانا تھانوی نے کتاب امداد المشتاق میں نقل کیا ہے۔درج ذیل ہے۔

"فرمایا، حنبلی کے نزدیک جمعرات کے دن کتاب احیاء العلوم تبرکاً ختم ہوتی تھی۔جب ختم ہوئی دودھ لایا گیا۔اور بعد دُعا کے کچھ حالات مصنف کے بیان کیے گئے۔طریق نذر و نیاز قدیم زمانہ سے جاری ہے۔اس زمانے میں لوگ انکار کرتے ہیں۔"

آنحضرتؐ کا تشریف لانا اور امام غزالی کو خطاب "حجۃ الاسلام" عطا فرمانا

کتاب امداد المشتاق صفحہ ۹۲ پر مولانا تھانوی لکھتے ہیں:۔

"ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور ایک کتاب پڑھی جا رہی ہے۔جس کو حضورؐ کمال توجہ سے سُن رہے ہیں۔کسی نے دریافت کیا کہ کون سی کتاب ہے۔ارشاد ہوا کہ احیاء العلوم، حجۃ الاسلام امام غزالی کی ہے۔فرمایا: یہ لقب عطیۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔"

اس ملفوظ سے بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مجالس درس و تدریس میں تشریف لانا اور توجہ فرمانا علماء دیوبند کے نزدیک کثرت سے ثابت ہے۔

Marfat.com

حالتِ بیداری میں زیارتِ رسُولؐ

کتاب مذکور کے صفحہ ۱۰۰ پر مولانا تھانوی لکھتے ہیں:
"فرمایا: مولوی قلندر صاحب کو ہر روز زیارت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی تھی۔ ایک دن کسی حمّال کے لڑکے کو جو سید تھا طمانچہ مارا۔ اس دن سے زیارت منقطع ہو گئی۔ مدینہ منورہ کے مشائخ سے رجوع کیا۔ انہوں نے ایک مجذوب عورت کا پتہ بتایا۔ جب وہ عورت مسجد نبویؐ میں آئی۔ مولانا نے عرض کیا تو سنتے ہی مولانا کا ہاتھ پکڑ کر کہا:

کاشف هٰذا رسُول اللّٰہ (دیکھو! یہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں)"

اس ملفوظ سے بھی یہ ثابت ہوا کہ اکابر علمائے دیوبند بھی حالتِ بیداری میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے قائل ہیں اور تصرّف اولیا کو بھی مانتے ہیں۔

علمائے دیوبند کے نزدیک پیر و مُرشد بھی حاضر و ناظر ہو سکتا ہے

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بھی مولانا تھانوی کی طرح شریعت کی پابندی میں سخت گیر ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دیوبندی علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر نہیں مانتے۔ لیکن مولانا رشید احمد گنگوہیؒ تو پیر و مرشد کو بھی حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا کہنے۔ آپ نے اپنی کتاب اِمداد السلوک کے صفحہ ۱۴ پر لکھا ہے:۔

"مرید اس بات کا یقین رکھے کہ شیخ کی روح ایک جگہ پر مقید نہیں بلکہ جس جگہ پر مرید ہو گا، قریب ہو یا بعید، لیکن اس کی روحانیت سے دُور نہیں۔ جب اس بات کو راسخ کرلے اور شیخ (پیر) کو ہر وقت یاد رکھے تو روحانی تعلق پیدا ہو جائے گا۔ اور ہر آن میں فائدہ حاصل کرے گا تب مرید ہر وقت عقدہ کشائی میں شیخ کا محتاج ہو گا اور شیخ کو دل میں حاضر کر کے جب زبانِ حال سے پُوچھے گا تو یقیناً شیخ کی روح اللہ کے حکم سے اس کو بتلائے گی۔ لیکن اس میں ربط تام (مکمل) شرط ہے۔"

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑی ہستی ہیں۔ علمائے دیوبند کے نزدیک شیخ کامل بھی ہر جگہ موجود ہو سکتا ہے۔

مسئلہ نور و بشر میں علماء دیوبند کا اعتراف نور کی طرف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اور بشر ہونے کے مسئلہ پر بھی آجکل بہت اختلاف پایا جاتا ہے لیکن علماء دیوبند بھی نور کے قائل ہیں۔ دیوبندی حضرات کتاب مذکور کے صفحہ ۱۵۶ پر مولانا گنگوہیؒ کی مندرجہ ذیل

Marfat.com

عبارت ملاحظہ کریں اور خود سوچیں کہ حقیقت کیا ہے اور وہ کہاں ہیں :

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتِ پاک کو ایسا پاکیزہ کیا کہ خالص نور ہو گئے۔ اور حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمادیا۔ اور متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہیں رکھتے تھے اور یہ واضح ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح آپ نے اپنے پیروکاروں کا ایسا تصفیہ فرمایا کہ وہ سبھی نور ہو گئے۔ جیسا کہ ان کی حکایات اور خرقِ عادات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔"

مولانا گنگوہیؒ کی اس عبارت سے بھی نہ صرف یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے۔ بلکہ یہ بھی ثابت ہے کہ آپ کی تربیت سے صحابہ کرام بھی نور بن چکے تھے۔ اور کشف و کرامات کا ان سے صدور ہوتا تھا۔

اس کے بعد مولانا گنگوہیؒ صفحہ ۷، ۵ اپر لکھتے ہیں :۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور مومنوں کو میرے نور سے . . . نیز ارشاد فرمایا کہ اے اللہ میرے سمع، بصر، قلب میں نور کر دے بلکہ فرمایا کہ مجھے سراپا نور کر دے۔ پس اگر ان کا نفس مصفےٰ ہونا محال ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز یہ دعا نہ کرتے اس لیے کہ محال چیزوں کے لیے دعا کرنا بالاتفاق ممنوع ہے۔ حضرت ابوالحسن نوریؒ کو نوری اس لیے کہتے ہیں کہ آپ سے کئی بار نور دیکھا گیا۔ اور بہت سے عوام و خواص نے صلحاء کی قبروں سے نور بلند ہوتے دیکھا ہے۔ یہ نور ان کے تزکیۂ نفس کا ہے۔ جب نفس کا کام بلند ہو جاتا ہے تو اس کا نور بدن میں سرایت کر جاتا ہے۔ اور وہ ہوتے ہوتے بدن کی طبیعت اور مزاج ہی بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر روح بدن سے جدا بھی ہو جائے (یعنی فوت ہونے کے بعد) پھر بھی وہ جسم انوار کا منبع اور مصدر بن جاتا ہے۔ جس طرح زندگی کی حالت میں تھا۔"

اس عبارت سے چار باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ جن کے اکابر علماء دیوبند قائل ہیں :۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے صحابہ کرام بھی نور بن گئے تھے۔

۳۔ تزکیۂ نفس سے ہر انسان نور بن سکتا ہے۔

۴۔ انتقال کے بعد بھی اولیاء کرام منبع اور مصدرِ فیض ہوتے ہیں اور اولیاء کی قبور سے اخذِ فیض ہو سکتا ہے۔

علمائے بریلوی کے بھی کم و بیش یہی عقائد ہیں۔ پھر معلوم نہیں جھگڑا کس بات پر ہے۔ کاش اہلسنت والجماعت

Marfat.com

کے یہ دونوں فرقے ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔ اگر یہ کوشش کریں تو تمام اختلافات فور اُمٹ سکتے ہیں لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ اختلاف برائے اختلاف ہے۔ جو برائے پیٹ یا برائے ضد یا تکبّر ہوتا ہے۔

کتاب مذکور کے صفحہ ۵۸-۱۵۷ پر مولانا رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں:۔

"الغرض بندہ کو لازم ہے کہ اپنی ذات کو عبودیت اور اس کی نگہداشت اور مراقبہ اور حضور قلب کی مکمل اعانت رکھے۔ اور ایک لمحہ بھی کوتاہی نہ کرے۔ اس لیے کہ کوشش بندہ کے اختیار میں ہے اور سیر کی توفیق حق تعالےٰ کا فضل اور عطا ہے . . . . اور مجاہدہ اور ریاضت اس لیے کی جاتی ہے کہ حق تعالےٰ ان کو اعلیٰ علیئین تک پہنچائے اور ملائکہ اور انبیاء کے ساتھ ان کا الحاق ہو جائے۔"

اس سے ظاہر ہے کہ فضل حق اور کوشش سے اعلےٰ علیین تک اور ملائک و انبیاء کے مقامات تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ ایک اور حدیث میں بھی رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "علمائے امتی کا نبیاء بنی اسرائیل" (میری اُمّت کے علما یعنی اولیاء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے مراتب رکھتے ہیں۔

مولانا گنگوہی صفحہ ۱۵۲ پر لکھتے ہیں کہ:۔

"الغرض ولایتِ خاصہ اس اُمّت میں قیامت تک رہے گی۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بہت سے پراگندہ بالوں والے، پھٹے ہوئے کپڑوں والے، جن کی ظاہری ذلّت کی وجہ سے کوئی ان کی پرواہ نہیں کرتا لیکن اگر وہ حق تعالےٰ پر قسم کھا کر کہیں کہ فلاں کام ایسے ہوگا تو حق تعالےٰ یقیناً ان کی قسم کو پورا فرما کر اس کام کو اسی طرح کر دیں گے۔ بعض صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جہاں میں ہر جگہ موجود رہتے ہیں۔ اگرچہ نبوّت کی چادر لپیٹ لی گئی ہے لیکن ولایت کی چادر اسی طرح پھیلی ہوئی ہے . . . . قطب وہ غوث ہے کہ اس شخص سے حق تعالیٰ کا مقام نظر شروع ہوتا ہے۔ اور وہ تمام جہان میں ہر زمانے میں ایک ہوتا ہے۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر ہوتا ہے۔"

علمائے دیوبند کی ایک اور کتاب سے اصحاب قبور و دیگر اولیاء کی کرامات کا ثبوت

مولانا اشرف علی تھانوی نے شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی کی کتاب "جامع کرامات اولیاء" کا اُردو ترجمہ کر کے شائع کرایا ہے جس کا

Marfat.com

نام انہوں نے "جمال الاولیاء" رکھا ہے۔ کتاب کے صفحہ ، پر لکھتے ہیں کہ:۔

"اولیائے کرام کی کرامتوں کا اور اس امر کے اثبات میں کہ جو فعل کسی نبی کا معجزہ ہوا ہے جائز ہے کہ کسی ولی کی کرامت بھی ہو جائے"۔

کتاب مذکور کے صفحہ ۲۹ پر مولانا تھانوی لکھتے ہیں کہ:۔

"امام فخرالدین رازیؒ نے سورۃ کہف کی تفسیر میں صحابہ کرام کی کرامتیں ذکر کی ہیں اور فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ جب آپ کا جنازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کے دروازہ پر لایا گیا اور ندا دی گئی کہ السلام علیک یا رسول اللہ، یہ ابوبکرؓ دروازہ پر حاضر ہیں تو دروازہ خود بخود کھل گیا اور غیب سے قبر شریف کے اندر سے آواز آئی کہ ایک دوست کو دوست کے پاس داخل کر دو"۔

حضرت ثابت بن قیسؓ کی بعد وفات کرامت

اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ:۔ بیہقی نے عبداللہ بن عبیداللہ انصاری سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم نے ثابت بن قیسؓ کو دفن کیا۔ اور یہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔ اور ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی شہادت دی تھی۔ تو جب ہم نے ان کو دفن کیا تو ان کو یہ کہتے سنا کہ محمدؐ رسول اللہ ہیں۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ شہید ہیں۔ عثمان نیک اور رحیم ہیں۔ (یاد رہے کہ حضرت عثمان اس وقت تک شہید نہیں ہوئے تھے)

حضرت امام حسنؓ ابن حضرت علیؓ کی کرامت

علامہ سخاویؒ نے اپنی کتاب طبقات میں لکھا ہے کہ:۔

"ابونعیم اور ابن عساکر نے اعمشؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام حسنؓ کی مزار مبارک پر پاخانہ پھیر دیا تو وہ مجنون ہو گیا۔ اور کتے کی طرح بھونکنے لگا۔ اور پھر مر گیا۔ اور اس کی قبر سے بھی سنا گیا کہ وہ بھونک رہا ہے۔

حضرت امیر حمزہؓ کی کرامت

کتاب کے صفحہ ۳۶ پر لکھا ہے کہ:۔

"فاطمہ خزاعیہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت حمزہؓ کی قبر کی زیارت کی تو عرض کیا کہ السلام علیک یا عمِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انہوں نے جواب دیا کہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ"۔۔۔۔ نیز عارف باللہ شیخ محمود کردیؒ مقیم مدینۃ المنورہ کی کتاب

Marfat.com

الباقیات الصالحات میں لکھا ہے کہ انہوں نے سیّدنا حمزہ کی قبر کی زیارت کی تو السلام علیکم کہا اور قبر میں سے جواب سنا۔ اور یہ بھی کہا کہ اپنے لڑکے کا نام حمزہ رکھنا۔ چنانچہ جب لڑکا پیدا ہوا تو ان کا نام حمزہ رکھا۔

اس سے تین امور ثابت ہوئے۔

۱۔ زیارتِ قبور جائز ہے۔

۲۔ سماع موتیٰ حقیقت ہے۔ اہلِ قبور سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔

۳۔ خواتین صحابیات بھی قبروں پر جایا کرتی تھیں۔ اور سلام کرتی تھیں۔ اور جواب سنتی تھیں۔

حضرت زید بن خارجہ انصاری کی کرامت

کتاب مذکور کے صفحہ ۳۸ پر مولانا تھانوی نے لکھا ہے کہ:

"بیہقی نے حضرت سعید بن المسیبؓ سے روایت کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت زید بن خارجہ انصاری نے حضرت عثمان کے زمانہ میں وفات پائی۔ جب کفن دیا گیا تو لوگوں نے ان کے سینہ سے یہ آواز سنی کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلی کتاب میں بیان ہے اور وہ سچے ہیں، سچے ہیں۔ ابوبکر صدیق جو خود ضعیف اور اللہ کے حکم سے قوی ہیں، کا پہلی کتاب میں بیان ہے سچے ہیں۔ عمر ابن خطاب قوی اور امین ہیں۔ یہ پہلی کتاب میں بیان ہے سچے ہیں۔ اور عثمان بن عفان جو انہی کے طریقہ پر ہیں چار سال گزر گئے اور دو باقی رہ گئے۔ فتنے آگئے۔ قوی نے ضعیف کو کھالیا اور قیامت قائم ہو گئی۔"

حضرت سعد بن عبادہ کی کرامت

کتاب مذکور کے صفحہ ۴۴ پر لکھا ہے کہ جلال الدین بصری دمشقی نے اپنی کتاب تحفۃ الانام فی فضائل الشام میں بیان کیا ہے کہ:

"حضرت سعد بن عبادہ کی قبر دمشق کے شہر غوطہ گاؤں میں ہے۔ حضرت شیخ عارف مقتدی ابواسحاقؒ نے کئی بار قبر مبارک کی زیارت کی۔ ایک مرتبہ ان کے دل میں خیال آیا کہ آیا واقعی یہ قبر حضرت سعد بن عبادہ کی ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ مجھے اونگھ آگئی، دیکھا کہ قبر پھٹ گئی ہے اور ایک لمبے قد کا بدوی شخص نقاب پوش قبر کی اوپر کی جانب سے نکلا اور کہا کہ میں سعد ہوں۔ حضرت سعد بن عبادہ کی وفات حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ میں ۱۴ھ میں ہوئی اور بلاد شام میں دفن ہوئے۔

Marfat.com

حضرت عثمانؓ کی کرامت

کتاب مذکور کے صفحہ ۶۰ پر لکھا ہے:

"حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کیا گیا تو میں آپ کے سلام کے لیے آیا۔ انہوں نے فرمایا: مرحبا بھائی! یہ بھی فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس گلی میں دیکھا، فرماتے ہیں عثمان! لوگوں نے تمہارا محاصرہ کر رکھا ہے۔ میں نے عرض کی جی ہاں! حضورؐ نے میرے لیے ایک ڈول لٹکا دیا جس میں پانی تھا۔ میں نے پانی پیا اور سیراب ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہاری امداد کروں اور اگر چاہو تو ہمارے پاس روزہ افطار کرنا۔ میں نے اسی کو اختیار کیا۔ دوسرے روز آپ شہید ہو گئے۔

علامہ جلال الدین سیوطی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ صحیح ہے اور کتب حدیث میں سند کے ساتھ روایت ہے اور اکابر نے (حضرت عثمانؓ کے اس مشاہدہ کو) حالتِ بیداری میں دیکھنا قرار دیا ہے۔"

حضرت علیؓ کی کرامت

کتاب مذکور کے صفحہ ۶۵ پر لکھا ہے:

"بیہقی نے حضرت سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ ہم حضرت علیؓ کے ساتھ مدینہ منورہ کے قبرستان میں داخل ہوئے تو آپ نے بلند آواز کے ساتھ فرمایا: اے قبر والو السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یا تو تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ یا ہم تم کو بتائیں۔ حضرت سعید فرماتے ہیں کہ ہم نے قبروں سے یہ آواز سنی یا امیر المومنین وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ ہم کو بتائیں کہ ہمارے بعد کیا ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری بیویوں نے نکاح کر لیے، تمہارے مال تقسیم ہو گئے۔ تمہاری اولادیں یتیموں میں شمار ہونے لگیں۔ ۔ ۔ یہ تو ہمارے پاس کی خبریں ہیں۔ تمہارے پاس کی کیا خبریں ہیں ایک مُردے نے جواب دیا کہ ہمارے کفن پھٹ چکے ہیں۔ بال بکھر گئے ہیں۔ کھالیں پراگندہ ہو گئی ہیں۔ آنکھیں رخساروں پر بہہ پڑی ہیں۔ ۔ ۔ جو کچھ کیا تھا وہ پا لیا اور جو کچھ چھوڑ دیا تھا اس کا خسارہ اٹھایا۔"

حضرت عمرؓ کی کرامت

کتاب مذکور کے صفحہ ۶۸ - ۶۹ پر لکھا ہے کہ:

"ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور میں حضرت عمر ابن خطاب سے روایت کی ہے کہ آپ جنت البقیع تشریف لے گئے اور فرمایا السلام علیکم یا اہل القبور

Marfat.com

جو خبریں ہمارے پاس ہیں یہ ہیں کہ تمہاری بیویوں نے نکاح کر لیے ہیں۔ تمہارے مکانوں میں سکونت ہو رہی ہے۔ تمہارے اموال تقسیم ہو گئے ہیں۔ ایک غیب سے آواز دینے والے نے کہا: اے عمر ابن الخطابؓ ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں: جو کچھ ہم نے کیا پا لیا۔ جو خرچ کیا تھا اس کا نفع اٹھا لیا اور جو کچھ چھوڑ دیا اس کا خسارہ اٹھا لیا۔۔۔۔ ابن عساکر نے روایت کی کہ میں نے سنا کہ عمر بن الخطابؓ ایک نوجوان کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: اے فلاں ابن فلاں، لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ۔ (جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو بہشت ہیں) نوجوان نے قبر کے اندر سے آواز دی۔ کہ اے عمرؓ! میرے پروردگار نے مجھے وہ دونوں عطا فرمائی ہیں۔"

شاہ اسمٰعیل شہید اور زیارت قبور

شاہ اسمٰعیل شہید کو مخالفین تصوف اپنے مسلک کا امام سمجھتے ہیں اور ان کی کتاب تقویت الایمان کو مسلک اولیاء کے خلاف ہر جگہ نقل کرتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ تقویت الایمان کے مصنف کے متعلق اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ شاہ اسمٰعیل شہید کی تصنیف نہیں ہے کیونکہ شاہ اسمٰعیل شہید حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے ہیں اور دادا پوتے کے درمیان اتنا زیادہ فاصلہ اور تفاوت نہیں ہو سکتا کہ ایک دوسرے کا بالکل مخالف بن جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہید روحانی طور پر سید احمد شہید کے مرید و خلیفہ ہیں جو حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اس پیری مریدی کے تعلق سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہید کا مسلک نہ اپنے باپ دادا کے خلاف ہو سکتا ہے اور نہ اپنے شیخ طریقت کے خلاف ہو سکتا ہے۔ عقل سلیم اس بات کو تسلیم نہیں کرتی۔ تیسری بات یہ ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہید کی دیگر تصانیف مسائل تصوف سلوک الی اللہ اور عقائد صوفیاء و مشائخ کے عین مطابق ہیں۔ مثلاً آپ کی کتاب صراط مستقیم نہ صرف حقائق تصوف سے لبریز ہے بلکہ سلوک الی اللہ میں ایک مکمل ضابطہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی کتاب عبقات تو وحدت الوجود کے اثبات اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے مسلک کی حمایت میں بہت بڑی مستند کتاب ہے جس میں انہوں نے نہ صرف وحدت الوجود کو حق تسلیم کیا ہے بلکہ یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ابن عربیؒ کے وحدت الوجود اور شیخ احمد سرہندیؒ کے وحدت الشہود میں کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے بلکہ نزاع لفظی ہے ان شواہد کے پیش نظر تقویت الایمان ان کی تصنیف نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ راقم الحروف کے پاس جو اس کتاب کا نسخہ موجود ہے اس پر مولانا قطب الدینؒ نے اپنی قلم سے لکھ دیا ہے کہ ہمارے استاد شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے فرمایا کہ یہ شاہ اسمٰعیل شہید کی تصنیف نہیں ہے۔ اس کتاب کے متعلق ہمارے شیخ حضرت مولانا سید محمد

Marfat.com

ذوقی شاہ علیہ رحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ یہ شاہ اسمٰعیل شہید کی زمانۂ جوانی کی تصنیف ہے جو انہوں نے ظاہری علوم سے فارغ التحصیل ہونے کے فوراً بعد لکھ ڈالی لیکن مرید ہونے اور سلوک طے کرنے کے بعد تصوف کے خلاف ان کی مخالفت موافقت میں تبدیل ہو گئی جس کے نتیجے میں انہوں نے صراط مستقیم، عبقات اور منصب امامت جیسی اعتدال پسندانہ کتابیں لکھیں۔ اسبات کا ثبوت صراط مستقیم سے بھی ملتا ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں جہاں انہوں نے مسلک اولیاء اور تصوف کی حمایت کی ہے مزارات اور عرسوں پر انہوں نے غیر شرع امور کی بھی مذمت کی ہے اور جہاں انہوں نے عوام کو مزارات پر جا کر غیر شرع امور کی ممانعت کی ہے انہوں نے خواص کے لیے زیارت قبور کو مفید بھی بتایا ہے اور اصحاب قبور سے اخذ فیض کو بھی ثابت کیا ہے۔ چنانچہ صراط مستقیم کے صفحہ ۱۰۳ پر آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"القصہ اگرچہ صاف باطن کو اولیاء اللہ کی قبروں کی طرف سے کسی قدر فائدہ ہوتا ہے۔ مگر عام مومنوں کو اس سے بھاری نقصان پہنچتا ہے۔"

نذرونیاز کا جواز

کتاب مذکور کے صفحہ ۱۰۶ پر آپ نے اولیاء اللہ کی نذرونیاز کو اس طرح ناجائز قرار دیا جس میں شرکت خفی شامل ہو جائے۔ اس کے علاوہ آپ نے اس کو عمدہ اور حکم شرع کے مطابق قرار دیا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"اولیاء اللہ کی نیاز اس طور پر ادا کرنا کہ شرک خفی اور اسراف اور کئی طرح کی بدعتیں اس میں پیدا ہو جائیں بدعات میں شامل ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اس کا بیان یہ ہے کہ اس امر کی اصل اگرچہ عمدہ اور حکم شرع کے موافق ہے لیکن عوام نے اپنے ظنوں اور وہموں کو اس میں داخل کر دیا ہے جس سے پسندیدہ اصل تو پوشیدہ ہو گیا اور ناپاک فروع جو لوگوں کی تراش وخراش سے پیدا ہو گئی تھیں ظاہر اور رائج ہو گئیں۔"

آگے چل کر کتاب کے صفحہ ۱۰۷ تا ۱۱۰ پر آپ نے اصحاب قبور کو صحیح اور شریعت کے مطابق عبادات، نوافل اور طعام وغیرہ کے ذریعے ثواب پہنچانے کے طریقے تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ اس کے بعد صفحہ ۱۱۰ پر لکھتے ہیں کہ:۔

"پس امور مروجہ یعنی اموات کے فاتحوں، عرسوں، اور نذرونیاز سے اس قدر امر کی خوبی میں کچھ شک وشبہ کی گنجائش نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ بلکہ اکثر اوقات میں تو مطلقاً عبادت کی نیت بھی نہیں ہوتی۔ صرف دنیاوی نام وناموس یا لوگوں کے طعن وتشنیع کے دفع کرنے کے لیے یا خفت اور عار کے ڈر سے یہ کام کیا جاتا ہے۔"

Marfat.com

ظاہر ہے کہ شاہ صاحب کے اس استدلال سے کس کو اختلاف ہو سکتا ہے کہ اصحاب قبور کو ایصالِ ثواب کے لیے نہیں بلکہ نام و ناموس کے لیے طعام، تلاوت، نوافل وغیرہ ادا کی جائیں۔

ارواح انبیاء اولیاء کرام اور ملائکہ سے ملاقات

شاہ اسماعیل شہید کتاب صراط مستقیم کے صفحہ ۲۱۱ پر تو سالکین راہِ طریقت کے لیے اذکار و مشاغل کے ذریعے ارواح انبیاء علیہم السلام اولیائے کرام اور ملائکہ سے ملاقات کرنا اور جنّت دوزخ اور لوح محفوظ کی سیر کرنا بھی ثابت کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

"منجملہ اِن آثار کے ذاکر کی روح کی نورانیت ہے اور ارواح انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور ملائکہ عظام کے ساتھ ملاقات کرنا اور جنّت و دوزخ اور آسمانی مقامات کی سیر کرنا جیسے سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور وغیرہ لوح محفوظ کی سیر کرنا اور وہاں کے واقعات کا منکشف ہونا اور اِن ہی امور کی خاطر روح کو آسمان پر ٹھہرا کر وہاں دو... سیر کرنا اور وہاں کے عجائبات کا دیکھنا مختلف طور پر واقع ہوتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ اور ارواح اور ملائکہ کی ملاقات کے وقت ان کے ساتھ ہمکلامی کا موقع بھی ملتا ہے۔"

اس سے ظاہر ہے کہ سالکین راہِ طریقت کو جب اذکار و مشاغل سے لطافت اور نورانیت حاصل ہوتی ہے تو وہ نہ صرف اولیائے اہل قبور سے ملاقات اور ہمکلامی کا شرف حاصل کرتے ہیں بلکہ ملائکہ سے بھی ملاقات ہوتی ہے اور لوح محفوظ کے نوشتہ سے بھی آگاہی حاصل ہوتی ہے جو دوسروں کے لیے علم غیب کا درجہ رکھتا ہے۔ اس سے یہ علم حاضر ہو جاتا ہے۔

ذات حق میں داخل ہونا

آگے چل کر شاہ اسماعیل شہید اسلام کی اُس حقیقت کو واضح کرتے ہیں جن کو علمائے ظواہر سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کتاب کے صفحہ ۲۱۱-۲۱۲ پر لکھتے ہیں کہ:

"بعد ازاں شغل نفی کو شروع کرے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ آیۂ مبارک اللہ نور السموات والارض کے مطابق انوارِ الٰہی ہر جگہ موجود ہیں۔ جس طرح کہ وجود اور ہستی ہر جگہ ثابت ہے۔ چنانچہ مراقبۂ وحدانیت میں وضاحت کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔ پس جس جگہ وجود کا احاطہ معلوم ہو چکا ہے اسی طرح اس کے انوار کا احاطہ سمجھنا چاہیئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور ذات بحت (ذات منزّہ) تک واصل ہونے کے لیے حجابات کا طے کرنا ضروری ہے۔ ۔ ۔ ۔ اور بلند فطرت والوں کو بدوں انکشاف انوار کے ذات بحت میں واصل

Marfat.com

ہونا میسر آجاتا ہے :

اس سے ظاہر ہے کہ شاہ اسمٰعیل وحدت الوجود کے بھی قائل ہیں۔ نیز ان کی کتاب **عبقات** وحدت الوجود کے ثبوت سے لبریز ہے۔ آگے چل کر فرماتے ہیں :۔

"شغل نفی کی تکمیل و اتمام کے بعد دو صورتیں پیش آئی ہیں کبھی تو توحید صفاتی منکشف ہو جاتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ اور وہ تمام جہان کو اپنے اندر دیکھتا ہے۔ افلاک، عناصر، جبال، اشجار، حیوان، انسان سب کو اپنے جسم کے اجزاء اور اعضاء خیال کرتا ہے اور دور دراز مقامات کی سیر اس کو بطور کشف حاصل ہوتی ہے اور اس کا یہ کشف مطابق واقعہ کے ہوتا ہے :"

فنا فی اللہ یا سیر فی اللہ کی حقیقت

بعض ظاہر بین حضرات قرب حق، اور مقام فنا فی اللہ اور سیر فی اللہ کو نہ سمجھ سکتے ہیں اور نہ ان کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان مقامات کی حقیقت شاہ اسماعیل شہید جن کو اہل ظاہر اپنا امام اور مقتدا سمجھتے ہیں کتاب **صراط مستقیم** کے صفحہ ۲۲۰ پر یوں بیان کرتے ہیں :۔

"جس شخص کو عنایت خداوندی اور جذبۂ غیبی کی امداد سے سب حجاب طے ہو جائیں وہ ذات بحت کی معرفت کے مقام میں پہنچ جاتا ہے اور اس جگہ عمدہ حالات اور رنگارنگ اطوار پیش آتے ہیں۔ اس مقام کا نام سیر فی اللہ ہے ۔ ۔ ۔ سیر فی اللہ بڑی لمبی چوڑی تفصیل رکھتا ہے جو ان اوراق میں دشوار ہے :"

علم روحانیت یا علم تصوف کی اصطلاح میں اس مقام کو فنا فی اللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یعنی ذات حق میں سفر کرتے ہوئے مقامات قرب طے کرنا۔ چونکہ ذات حق کی کوئی انتہا نہیں۔ یہ سفر کبھی طے نہیں ہوتا اور عشاق ازل کی پیاس ہمیشہ برقرار رہتی ہے۔

اصحاب قبور کے تصرف اور فیضان کی ایک اور مثال

کتاب مذکور کے صفحہ ۳۱۷-۳۱۸ پر شاہ اسماعیل شہید اصحاب قبور کے فیوض کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"حضرت سید صاحبؒ (سید احمد شہید جو شاہ اسماعیل شہید کے پیر ہیں) کو تینوں طریقوں یعنی قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ کی نسبت مبادی سے پہلے حاصل ہو گئی۔ نسبت قادریہ اور نقشبندیہ کا بیان اس طرح ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز (محدث دہلوی) قدس سرہٗ

Marfat.com

کی بیعت کی برکت سے اور آنجناب کی توجہات کے یمن سے حضرت جناب غوث الثقلین (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ) اور جناب خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کی روح مقدس آپ کے متوجہ حال ہوئیں اور قریب ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو ارواح مقدس کے مابین فی الجملہ تنازع رہا کیونکہ ہر ایک ان دونوں عالی مقام اماموں میں سے اس امر کا تقاضا کرتا تھا کہ آپ کو بتمامہ اپنی طرف جذب کرے تاآنکہ تنازع کا زمانہ گزرنے اور شرکت پر صلح کرنے کا واقعہ ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحیں آپ پر جلوہ گر ہوئیں اور تقریباً ایک پہر کے عرصہ تک وہ دونوں امام آپ کے نفس نفیس پر توجہ قوی اور پُرزور اثر ڈالتے رہے۔ پس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقہ کی نسبت آپ کو نصیب ہوئی۔ سوائے نسبت چشتیہ کے نسبت چشتیہ کے حصول کا بیان یہ ہے کہ ایک دن آپ حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ العزیز کی مرقد منور کی طرف تشریف لے گئے اور مزارِ مبارک پر مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ اس اثنا میں ان کی رُوح پُرفتوح سے آپ کی ملاقات ہوئی اور حضرت قطب الاقطاب نے آپ پر نہایت قوی توجہ کی۔ اُس توجہ کے سبب سے ابتدائے حصُول نسبت چشتیہ کا ثابت ہو گیا۔۔۔ بعدازاں آپ نے طریقہ چشتیہ کی تلقین اور تعلیم میں بازوئے ہمت کھولا اور اشغال کی تجدید فرمائی جو اس کتاب میں درج ہیں:

کمالاتِ نبوّت کا اولیاءِ کرام میں منتقل ہونا

شاہ اسمٰعیل شہید کے مندرجہ ذیل بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کمالاتِ نبوت میں اولیائے اُمت کو بھی حصہ ملتا ہے۔ چنانچہ کتاب مذکور کے صفحہ ۳۱۹ پر لکھتے ہیں کہ:

پس جاننا چاہیئے کہ کمالات راہ نبوّت ارباب کمال کی بصیرتوں کو سرمۂ قدس سے منور کر دیتے ہیں اور سرمۂ قدسی کے سبب ان کی بصیرت کا نور حدّت اور تیزی قبول کرتا ہے اور ان کی قدسی آنکھ کھل جاتی ہے تاکہ وہ جس چیز کی طرف التفات کرتے ہیں اس چیز کے حقائق اور دقائق کو اپنی استعداد کے مطابق کما حقہٗ دریافت کر لیتے ہیں۔ گویا راہِ ولایت کی تمام نسبتیں سالک راہ نبوت کے کمال میں مجملاً مندرج ہوتی ہیں۔ صرف ادنیٰ سی توجہ سے متحقق ہوئی تو اس چیز کی حقیقت اپنی تمام شرح و بسط کے ساتھ ان کی بصیرت کے سامنے حاضر ہو جاتی ہے۔۔۔ پس جاننا چاہیے کہ اشغال اور

Marfat.com

اذکار اور مجاہدات اور مراقبات کا مقرر کرنا فی الحقیقت شریعت کا ظل ہے"۔

اس سے ظاہر ہے کہ یہ جو بعض ظاہر بین حضرات اولیاء کرام اور مشائخ عظام کے مقرر کردہ اذکار و مشاغل اور مراقبات پر غیر شرع بدعت ہونے کا الزام لگاتے ہیں حضرت شاہ اسماعیل شہید جیسے سخت گیر متبع شریعت کے نزدیک یہ بھی شریعت اسلامیہ سے باہر نہیں بلکہ شریعت کے عین مطابق ہیں۔ اور ان اذکار و مشاغل اور مراقبات سے جو باطنی بصیرت حاصل ہوتی ہے وہ شاہ صاحب نے اوپر بیان کر دی ہے نیز اس بصیرت سے جو غیب کی چیزوں کا علم ہوتا ہے وہ بھی شاہ صاحبؒ نے بیان کر دیا ہے۔

اصحاب قبور اور حضرت غوث الاعظمؒ

اب ہم حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کے شواہدات زیارتِ قبور اور فیوض و برکات قبور کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ کتاب زھرۃ الابرار کے صفحہ ۵۶ پر لکھا ہے کہ:۔

"شیخ ابوالحسن علی بن ہیتی زیرانیؒ (جو حضرت غوث الاعظم کے اصحاب میں سے تھے) نے بغداد میں ۵۶۳ھ میں کہا کہ میں نے شیخ عبد القادر کے ساتھ شیخ معروف کرخیؒ کی قبر کی زیارت کی پس کہا اسلام علیکم یا شیخ معروف تم ہم سے دو درجہ اُوپر گزر گئے ہو۔ پھر دوبارہ ان کی زیارت کی اور کہا "اسلام علیکم یا شیخ معروف ہم تم سے دو درجہ آگے بڑھ گئے۔ پس شیخ معروف کرخیؒ نے قبر سے جواب دیا وعلیکم السلام اے اپنے زمانہ کے سردار"

حضرت امام بن حنبل کا قبر سے نکل کر حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے ملنا

کتاب مذکور کے صفحہ ۲۴۶ پر لکھا ہے کہ:۔

"شیخ علی بن ہیتیؒ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ عبد القادرؒ اور شیخ بقا بن بطوؒ کے ساتھ امام احمد بن حنبلؒ کے مزار مبارک کی زیارت کی۔ میں نے دیکھا کہ امام موصوف قبر سے نکلے اور شیخ عبد القادرؒ کو سینہ سے لگایا اور ان کو خلعت پہنائی اور فرمایا اے شیخ عبد القادر بے شک تمہارے علم شریعت اور علم حقیقت، علم حال اور فعل حال میں محتاج ہوں"۔

دیگر علماء و مشائخ کے شواہدات اور مشاہدات

اب ہم چند اور علماء اور مشائخ کے شواہد و بیانات نقل کرتے ہیں جن کے متعلق کسی کو اختلاف نہیں۔ یا وہ جن کو تصوّف کا مخالف سمجھا جاتا ہے۔ تا کہ بقول عارف رومیؒ ؎

خوشتر آں باشد کہ سِرّ دلبراں　　گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

Marfat.com

غیر جانبدار حضرات کے لیے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اور تصرف انبیاءؑ و اولیاء

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے کمالات ظاہری و باطنی سے دنیا واقف ہے تعارف کی ضرورت نہیں۔ آپ مؤطا امام مالکؒ کی شرح موسومہ تنویر الحوالک میں لکھتے ہیں کہ :-

"حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جسم اور رُوح مبارک کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ جہاں چاہیں زمین و آسمان میں سیر کرتے ہیں اور تصرف (کرامات و معجزات) فرماتے ہیں۔ آپ تبدیلی کے بغیر اسی صورت میں ہیں جس صورت میں وصال سے پہلے تھے۔ آپ فرشتوں کی طرح لوگوں کی نظروں سے غائب ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی پر مہربانی فرماتا ہے تو اس سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور اُسے حقیقتاً زیارت بابرکت نصیب ہوتی ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی یہی کیفیت ہے کہ قبروں سے نکل کر زمین و آسمان میں تصرف کرتے ہیں۔"

حافظ ابن قیم جوزی کی شہادت

حافظ ابن قیم جو حضرات اہل حدیث کے امام حضرت امام ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں کتاب روح و روحانیت میں فرماتے ہیں :-

"حضور سرور انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہے جہاں دوسرے انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ ہیں۔ پس روح تو وہاں ہے اور وہیں سے اُسے روضہ منورہ میں رکھے ہوئے جسدِ اطہر کے ساتھ اتصال ہو رہا ہے اور روح و بدن کا ایسا قوی تعلق قائم ہو چکا ہے کہ آپ اپنی قبر شریف میں نمازیں پڑھتے ہیں اور ہر سلام کرنے والے کے سوال کا جواب دیتے ہیں . . . . . یہ طے شدہ بات ہے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بیداری میں بحالت سفر حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہم السلام کو وادیٔ ازرق اور هرشی میں "لبیک" پڑھتے ہوئے خاص ہیئت اور لباس میں دیکھا تھا۔ آپؐ نے ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ میں نے وادیٔ عسفان میں حضرت نوح حضرت ہود اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا وہ سرخ اونٹوں پر سوار تھے۔ یہ واقعات لیلۃ المعراج کے نہیں۔ دوسرے مواقع کے ہیں۔"

مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی کی شہادت

مولانا اشرف علی تھانوی اپنی کتاب نشر الطیب صفحہ ۱۸۳ (مطبوعہ دیوبند) میں لکھتے ہیں :-

Marfat.com

"مجموعہ روایات کے علاوہ فضیلت واکرام ملائکہ کے برزخ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مشاغل ثابت ہیں (۱) اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا (۲) نمازیں پڑھنا (۳) مناسب غذا اُس عالم کی نوش فرمانا (۴) سلام کو سننا نزدیک سے خود اور دُور سے بذریعہ ملائکہ (۵) سلام کا جواب دینا یہ تو دائماً ثابت ہیں اور احیاناً بعض خواص امت سے آپ کا سلام اور ہدایت فرمانا بھی آثار و اخبار میں مذکور ہے اور حالت رویا اور کشف میں تو ایسے واقعات شمار سے باہر ہیں۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کی شہادت

شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:۔

"حضور فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام بعد وصال وہی ہے جو آپ کی حیاتِ طیبہ میں تھا۔ آپ بعد وصال بھی اُسی طرح رسولؐ ہیں جس طرح اپنی مقدس زندگی میں تھے۔ مسجد نبوی میں آہستہ بات کرنا چاہیے اور دوسرے آداب کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔"

مولانا محمد قاسم نانوتوی دیوبندی کی شہادت

مولانا محمد قاسم نانوتوی بانیٔ دیوبند اپنی کتاب "آبِ حیات" میں لکھتے ہیں کہ:۔

"عام لوگوں کی موت اور انبیاء علیہم السلام کی موت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ عام لوگوں کی رُوح موت کے وقت جسم سے الگ ہو جاتی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی روح جسم سے الگ نہیں ہوتی صرف ایک پردہ پڑ جاتا ہے۔"

حضرت سعید ابن مسیب تابعیؒ کی شہادت

حضرت سعید ابن المسیب جلیل القدر تابعی ہیں۔ یزید کے مدینہ منورہ پر حملے کے وقت آپ مسجد نبوی میں چھپ گئے تھے۔ علامہ ابن جوزی جو تلبیس ابلیس جیسی کتاب کے مصنف ہیں جو صوفیاء کرام کے شروع میں مخالف اور بعد میں موافق ہو گئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعید ابن المسیب فرماتے ہیں کہ "جب نماز کا وقت آتا تو میں حضرۃ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر سے اذان کی آواز سنتا تھا۔ اس کے بعد اقامت ہوتی تھی اور میں اُس اقامت سے مسجد نبوی میں نماز پڑھتا تھا۔ میں نے پندرہ نمازیں اسی صُورت میں ادا کیں۔"

ملاں علی قاریؒ کی شہادت

حضرت ملاں علی قاریؒ اپنی کتاب جمع الوسائل میں فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کسی حالت میں بھی باطل اور غلط

Marfat.com

نہیں ہو سکتی۔ خواہ کسی صورت میں نظر آویں کیونکہ شکل بھی منجانب اللہ تعالیٰ بنائی جاتی ہے۔"
اس کی وجہ یہ ہے کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَنْ رَاٰنِی فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ (جس نے مجھے خواب میں یا بیداری میں دیکھا اس نے مجھے سچ مچ دیکھا کیوں کہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا، تمام علمائے دین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اس کو گویا زندگی میں زیارت ہوئی۔ قاضی عیاضؒ، امام نوویؒ، ابن حجر عسقلانیؒ، امام غزالیؒ، امام عبدالوہاب شعرانیؒ تمام علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس نے خواب میں میری زیارت کی وہ بیداری میں بھی میری زیارت کریگا۔ (مسلم)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی شہادت

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب الفوز الکبیر میں فرماتے ہیں کہ:-

"حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ سے فیض حاصل کرنے کو اویسی طریقہ کہتے ہیں۔ میں نے قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُرفتوح سے پڑھا ہے اور میں آپ کا اویسی ہوں۔"

نیز آپ اپنی کتاب فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ (عالم بیداری) اور عالم خواب میں احادیث سنیں اور بعض کی اصلاح فرمائی انہوں نے ان کو ایک رسالہ کی صورت میں مرتب کرکے اس کا نام دُرِّ ثمین رکھا ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی کی شہادت

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی کے متعلق شرح بخاری موسومہ فیض الباری میں لکھا ہے کہ انہوں نے مع اپنے آٹھ ساتھیوں کے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بخاری شریف پڑھی اور وہ دعا بھی تحریر فرمائی جو صحیح بخاری کے ختم پر آپؐ نے پڑھی تھی۔

حضرۃ شیخ جلال الدین سیوطی کی شہادت

حضرت شیخ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ مجھے بائیس بار عالم بیداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور چند احادیث کے بارے میں دریافت کیا اور ان کی تصحیح فرمائی گئی۔

امام غزالیؒ کی شہادت

حضرت امام غزالیؒ اپنی کتاب المنقذ من الضلال میں فرماتے ہیں۔

"نفوس قدسیہ (نیک لوگ) کو حالت بیداری میں ملائکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام کا

Marfat.com

دیکھنا نصیب ہوتا ہے اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔"

حضرت شیخ صدرالدین قونوی کی شہادت

حضرت شیخ صدرالدین قونویؒ اپنے شیخ حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے حوالہ سے اپنی کتاب شرح اربعین میں لکھتے ہیں کہ:-

"جس آدمی کو حضرت انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کاملین کی رُوح کے درمیان مناسبت پیدا ہو جائے تو وہ ان کے ساتھ نیند اور بیداری کی حالت میں جب بھی چاہے اکٹھا ہو سکتا ہے۔ میں نے اپنے شیخ سیدی محی الدین ابن عربیؒ کو دیکھا کہ آپ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے عظام اور گزرے ہوئے تمام لوگوں میں سے جس کی رُوح سے ملنا چاہتے مل لیا کرتے تھے۔ آپ کی یہ ملاقات تین طرح پر ہوتی تھیں۔ (۱) اگر چاہتے تو اپنی روحانیت کو عالم روحانیت میں اُتار لیتے تھے۔ (۲) اگر چاہتے تو اپنے جسم سے علیحدہ ہو جاتے تھے اور جس رُوح سے ملاقات کرنے کا ارادہ ہوتا اُس کے ساتھ عالم علوی میں ملاقات کر لیتے تھے۔ (۳) اگر چاہتے تو نیند ہی میں ملاقات کر لیتے تھے۔"

اصحاب قبور سے رابطہ کیسے پیدا کیا جاتا ہے

اس بارے میں ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام اور دیگر حضرات کی ارواح سے رابطہ اُس وقت ممکن ہوتا ہے جب ریاضات، مجاہدات اور عبادات کے ذریعے انسان کے اندر اس حد تک تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب ہو جاتا ہے کہ نفس پر رُوح کا غلبہ ہو جاتا ہے اور باطنی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں لیکن جن حضرات کو یہ دولت نصیب نہیں ان کو ان حقائق کا انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ بہت سی ایسی حقائق ہیں جو جسمانی آنکھوں سے اوجھل ہیں لیکن روحانی بصیرت سے دیکھی جا سکتی ہے۔ مثل ملائکہ، جنات اور ارواح انسانی اگر ایمان اور یقین لانے کے لیے دیکھا جانا ضروری ہوتا تو پھر اللہ تعالےٰ پر ملائکہ اور جنت و دوزخ پر، ورارواح پر اور جنات پر ایمان لانا کیسے ممکن تھا۔ لہٰذا ایمان بالغیب اسلام کا ایک ضروری رکن ہے۔ اس کو علم الکلام کی اصطلاح میں ایمان تقلیدی کہا جاتا ہے یعنی جب حق تعالےٰ نے کلام پاک میں فرما دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دے دی کہ خدا ہے، دوزخ اور جنت کا وجود ہے، ارواح اور ملائکہ برحق ہیں تو ایک مسلمان کو اس پر یقین کرنا لازمی ہے۔ اس کو ایمان تقلیدی یا علم الیقین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لیکن علم الیقین سے حقیقت انسان کے سامنے نہیں آجاتی بلکہ خدا کے کلام اور پیغمبر اسلام کی شہادت پر ایمان لایا جاتا ہے۔ علم الیقین سے اُوپر اور زیادہ قوی یقین کے دو اور مراتب ہیں جن کو عین الیقین

Marfat.com

اور عین الیقین کہا جاتا ہے۔ عین الیقین اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب ان غیبی حقائق کو انسان تزکیۂ نفس کے بعد حاضر دیکھتا ہے اور قرآن و حدیث میں غیب کی چیزوں کو عین الیقین یعنی باطنی آنکھوں سے دیکھنے کے بے شمار شواہد وارد ہوتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے قصہ کو لیجئے۔ خضر علیہ السلام چند غیب کی ایسی چیزوں کو دیکھ رہے تھے جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کی آنکھوں سے اوجھل تھیں اور حضرت موسےٰ علیہ السلام بار بار اُن سے پوچھ رہے تھے کہ یہ کام کیوں کیا وہ کام کیوں کیا اور اسی پر ان دونوں حضرات کے درمیان فراق ہو گیا۔ اسی طرح ایک حدیث میں رسُول خدا صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ (مومن کی باطنی بصیرت سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نوُر سے دیکھتا ہے)، یعنی وہ اُن غیبی امور کو دیکھ سکتا ہے جو عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جب میرا بندہ زائد عبادات کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں اس سے محبت کرتا ہوں اور اس سے اس قدر قریب ہو جاتا ہوں کہ میں اس کی آنکھیں، کان، ہاتھ، پاؤں اور زبان بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے (بِیْ یَبْصُرُ) وہ مجھ سے سنتا ہے (بِیْ یَسْمَعُ) مجھ سے پکڑتا ہے (بِیْ یَبْطِشُ) مجھ سے چلتا ہے (بِیْ یَمْشِیْ) اور مجھ سے بولتا ہے (بِیْ یَنْطِقُ) اب آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں جو مرد مومن اللہ کی آنکھوں سے دیکھے اور اللہ کے کانوں سے سُنے تو وہ کیا کچھ نہیں دیکھ سکتا اور کیا کچھ نہیں سن سکتا اور کیا کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ سب اللہ کی دین ہے۔ اسی کا کرم اور اسی کی عنایت ہے۔ اور کسی کھینچ تان سے شرک نہیں کہا جا سکتا۔ ایک اور حدیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اپنے پیچھے کی طرف بھی اسی طرح دیکھ سکتا ہوں جس طرح آگے کی طرف۔ یہ بھی باطنی بصیرت کا کرشمہ ہے۔ جو اللہ کی دین ہے۔

عالمِ ارواح کہاں ہے

اب چونکہ اصحابِ قبور بھی زمان و مکان کی قید سے بالاتر ہوتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر چونکہ زمان و مکان ہمارے اس آفتاب اور زمین پیدا ہونے سے وجود میں آئے ہیں۔ اور چونکہ عالمِ ارواح یا عالمِ برزخ میں سورج اور زمین نہیں ہیں۔ اس لیے عالم ارواح میں زمان و مکان نہیں ہے اور ہر رُوح ہر جگہ موجود ہے۔ بلکہ وہاں کے لیے جگہ کا لفظ بھی استعمال نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہر شخص کی رُوح خواہ وہ نیک ہے یا بد، کافر ہے یا مسلمان، جو عالم ارواح میں موجود ہے، زمان و مکان کی قید سے باہر ہے اور ہر جگہ موجود ہے۔ یہ تو عام رُوحوں کا حال ہے۔ جبکہ خواص یعنی انبیاء اور اولیاء کی جو روحیں ہیں وہ تو بدرجہ اتم زمان و مکان کی قید سے آزاد ہیں اور ہر جگہ موجود ہیں۔ نیز قرآن حکیم میں شہدا کو زندہ کہا گیا ہے۔ اور ان کو مُردہ کہنے کی ممانعت آئی ہے۔ حق تعالےٰ فرماتے ہیں کہ ان کو مُردہ مت کہو

Marfat.com

وہ زندہ ہیں لیکن تم کو ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب تمام نیک و بد لوگوں کی روحیں زندہ ہیں اور عذاب و ثوابِ قبر سے متاثر ہوتی ہیں تو پھر شہدا کی زندگی کس طرح ہوگی۔ اس کا مطلب سوائے اس بات کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ شہدار اور عام زندہ روحوں میں یہ فرق ہے کہ عام لوگوں کی روحوں کو تصرف کی طاقت نہیں ہے لیکن شہدا کو یہ قوت حق تعالےٰ سے حاصل ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآنِ عظیم میں حق تعالےٰ نے مؤمنین کے مراتب یوں بیان فرماتے ہیں۔
اَلنَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ۔

یعنی سب سے اُونچا مرتبہ انبیا علیہم السلام کا ہے۔ اس کے بعد صدیقین کا جس سے مراد اولیاللہ ہیں۔ ان کو صدیق اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کا ایمان تقلیدی یعنی علم الیقین کے قبیل سے نہیں ہوتا، بلکہ تصدیقی اور عین الیقین ہوتا ہے۔ صدیقین کے بعد شہدار کا مرتبہ ہے اور اس کے بعد عام صالحین یعنی عام نیک لوگوں کا مرتبہ ہے۔ اب جب قرآنِ حکیم میں شہدا یعنی تیسرے درجے کے لوگوں کو زندہ اور متصرف قرار دیا گیا ہے تو اس کے اُوپر کے دو درجوں کے حضرات یعنی انبیار اور صدیقین تو بدرجہ اتم زندہ اور متصرف ہوتے یعنی وہ آپ کی بات عام لوگوں سے زیادہ سن سکتے ہیں۔ اور خداوند عالم کی بارگاہ میں ان کی دعا زیادہ مقبول ہو سکتی ہے۔ اور وہ زمان و مکان کی قید سے صالحین اور شہدار سے زیادہ آزاد ہیں۔ اور پھر جیسا کہ اوپر واضح کر دیا گیا ہے کہ وہ ہر جگہ موجود بھی ہیں۔ کیونکہ عالم ارواح میں نہ کوئی فاصلہ ہے اور نہ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی فاصلہ ممکن ہو سکتا ہے۔ اس لیے قرآنِ حکیم میں بار بار قبرستان جانے اور ان کو (تلاوت، عبادت یا طعام کے ذریعے) ایصال ثواب پہنچانے کی تاکید آئی ہے۔

جن بزرگوں نے قبور پر جانے سے منع کیا ہے، وہ اس لیے کہ جاہل لوگ وہاں جا کر سجدہ کرتے ہیں یا دیگر مشرکانہ حرکات کرتے ہیں۔ اگر غیر شرع اُمور کے بغیر قبور پر کوئی جائے تو اس میں کون سی آیات یا احادیث مانع ہیں۔ اور پھر جیسا کہ اکابرین علمار اور اولیار اور مشائخ کا مشاہدہ ہے کہ انبیار علیہم السلام اور اولیار کرام کے مزارات سے روحانی فیوض و برکات بھی حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور اسماعیل شہیدؒ جیسے سخت گیر اور متشرع اکابرین نے اپنی کتابوں میں یہ واضح کیا ہے کہ انہوں نے انبیار اور اولیار کی قبور سے اخذ فیض کیا ہے اور اس کو جائز بھی قرار دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے جو لوگ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے مزارات سے اجتناب کرتے ہیں وہ کسقدر ایک فیوض و برکات اور دولتِ دیدار سے محروم ہیں۔

❋

Marfat.com

مزارات سے حصول فیض کا طریقہ چونکہ ارواح موتا۔ زمان ومکان کی قید سے آزاد ہوتے ہیں اسلئے کہ عالم ارواح میں نہ سورج ہے نہ زمین جس سے زمان ومکان پیدا ہوئے لہذا وہ زمان ومکان کی قید میں مقید نہیں ہوتے اور جب کوئی انکی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ بھی متوجہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم تحت جو کچھ کر سکتے ہیں کرتے ہیں۔ چنانچہ مزارات اولیاء سے اخذ فیض کا یہ طریقہ ہے کہ وہاں جاکر فاتحہ پڑھکر انکی روح کو ایصال ثواب کیا جائے۔ مختصہ فاتحہ یہ ہے۔ سورۂ قل ھو اللہ بارہ بار، سورۂ فلق ایک بار، سورۂ ناس ایک بار، سورۂ فاتحہ ایک بار۔ یہ پڑھکر اس کا ثواب انکی روح کو بخشا جائے اور پھر مزار کے پاس دو زانو ہو کر بیٹھ جائے اور آنکھیں بند کر کے یہ تصور کرے کہ میں انکے سامنے بیٹھا ہوں اور وہ مجھے فیضان دے رہے ہیں۔ اسطرح کم ازکم نصف گھنٹہ بیٹھنے کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے کیا دیا ہے۔ اگرچہ شروع میں وہ ہر شخص کے ظرف کے مطابق کم فیضان دیتے ہیں لیکن جب رفتہ رفتہ ظرف بڑھ جاتا ہے اور انسان کی روحانی قوت میں اضافہ ہوتا ہے تو پھر فوارہ چھوڑ دیتے ہیں۔ بعض اوقات سلسلہ کلام اور زیارت بھی ہوتا ہے لیکن اس سے زیادہ مفید اور قوی چیز وہی اخذ فیضان ہے جس سے انسان کی روحانی ترقی میں اضافہ ہوتا ہے اور قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ اسوقت فیضان کی نوعیت بدل جاتی ہے اور پھر یہ محسوس ہوتا ہے کہ جو کچھ مل رہا ہے حق تعالیٰ سے مل رہا ہے۔ بالفاظ دیگر شیخ کا واسطہ ختم ہو جاتا ہے اور سالک قرب حق میں ترقی کرنے لگتا ہے۔

اگر مزار پر جانا میسر نہ آسکے تو گھر پر بیٹھے مندرجہ بالا طریق سے فاتحہ پڑھے اور جس شیخ طریقت کی طرف چاہے متوجہ ہو کر اخذ فیض کر سکتا ہے۔ اگر وہ حضرات جو اخذ فیض کے منکر ہیں یہی عمل کر کے دیکھ لیں تو انکو بھی ضرور فیض محسوس ہوگا۔ لیکن فیض ایسا لفظ ہے کہ جسکی وضاحت ذرا مشکل ہے بس یوں سمجھیں کہ شیخ کی توجہ سے تزکیہ نفس ہوتا ہے اور روحانی قوت میں اضافہ ہو کر قرب حق نصیب ہوتا ہے۔

اسی طرح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کی طرف بھی توجہ کر کے فیضان نبوی سے مالا مال ہو سکتا ہے۔ لیکن اسکے لیئے فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ چند بار پڑھنے کے بعد مراقب ہو جانا چاہیئے۔ بفضلہ تعالیٰ فیض کثیر ملے گا۔

Marfat.com

اسی طرح حق تعالیٰ کی بارگاہ میں مراقب ہونے سے فیضانِ عظیم حاصل ہوتا ہے اور روحانی قوت میں اضافہ ہو کر قربِ حق نصیب ہوتا ہے۔ اس کا طریقہ آئندہ باب میں بیان کیا گیا ہے۔

اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ مراقبۂ شیخ اور مراقبۂ رسولؐ شرک ہے تو اس سے دریافت کیا جائے کہ کس آیتِ قرآن یا حدیثِ نبوی کی رو سے یہ کام شرک ہے۔ بڑے اکابر علماء اور اولیاء نے یہ کام کیا ہے اور مستفیض ہوتے ہیں جیسا کہ اس باب میں وضاحت سے بیان ہو چکا ہے۔ صرف گنتی کے چند لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ نہ اُن بچاروں کو روحانیتِ اسلام کا علم ہے۔ نہ اسکی حقیقت سمجھ سکتے ہیں اور نہ اسکے حصول کے طریقے جانتے ہیں۔ انکو شروع ہی سے اسلام کی حقیقت اور مقصدِ حیاتِ انسانی کا علم نہیں ہے۔ حقیقت اسلام معلوم کرنے کیلئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی زندگی آپ کے معجزات، الہامات، کشف، تصرف، عشق الٰہی اور مراتب قرب پر نگاہ ڈالنا چاہیئے اور اسی دولت کے حصول کی کوشش کرنا چاہیئے تب تو آدمی حقیقی معنوں میں مسلمان ہے۔ ورنہ تاجر ہے جو نماز روزہ کے عوض بہشت خریدنا چاہتا ہے

اگر گیتی سراسر باد گیرد | چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

Marfat.com

آٹھواں باب

ارکانِ اسلام یعنی نماز، روزہ وغیرہ کے باطنی اسرار و رموز

صوم و صلوٰۃ، حج و زکوٰۃ کے باطنی اسرار و رموز کے متعلق حضور رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعدد احادیث میں ارشاد فرمایا ہے۔ مثلاً حدیثِ جبرئیل میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ:۔

"مرتبۂ احسان یہ ہے کہ آدمی نماز اس طرح پڑھے کہ خدا کو دیکھ رہا ہے۔ اور اگر دیکھ نہیں سکتا تو یہ خیال کرے کہ خدا مجھ کو دیکھ رہا ہے"

اس سے ظاہر ہے کہ نماز میں مشاہدۂ حق نہ صرف ممکن ہے بلکہ ضروری بھی ہے۔ کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تاکید فرمائی ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ "اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ (نماز مومنین کی معراج ہے) اور معراج سے مراد وصول الی اللہ اور قربِ حق ہے۔

ان دونوں حدیثوں میں نماز کے باطنی فیوض و برکات کا حصول مراد ہے۔

اسی طرح قرآنِ حکیم میں مومنین کی تعریف میں حق تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ:

وَفِیْ صَلٰوتِہِمْ دَائِمُوْنَ۔ یہاں صلوٰۃ سے مراد دائمی شغل باطن ہے۔

یعنی مراقبۂ ذات ہے۔ کیونکہ اس کے بعد نماز کا علیحدہ ذکر ہے۔

یعنی ذاتِ حق کے ساتھ ہر وقت، ہر آن اور ہر لحظہ شاغل رہتے ہیں۔ نیز فرمایا: رِجَالٌ لَّا تُلْہِیْہِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ (ایسے مردانِ خدا بھی ہیں، جن کو نہ تجارت شغلِ حق سے باز رکھ سکتی ہے، نہ خرید و فروخت) ان دونوں آیاتِ پاک سے دائمی شغلِ ذات مراد ہے جس کو اصطلاحِ تصوف میں فنا فی اللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اسرار و رموز طہارت

حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ:۔

طہارت کی دو اقسام ہیں۔ طہارت ظاہری، طہارت باطنی۔ طہارت ظاہری پانی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور طہارت باطنی توحید خالص سے۔ جس طرح جسم کی طہارت یعنی ظاہری طہارت کے

Marfat.com

بغیر نماز نہیں ہوتی۔ باطنی طہارت یعنی طہارتِ دل کے بغیر معرفت بھی صحیح نہیں ہوتی چنانچہ طبقۂ صوفیاء ہمیشہ ظاہری و باطنی طہارت کے ساتھ رہتے تھے یعنی ظاہری طور پر باوضو رہتے تھے اور باطنی طور پر باخدا۔ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دُم علی الوضوءِ یُحبّکَ حافظاکَ (ہمیشہ وضو کے ساتھ رہو تو تمہارے دو محافظ فرشتے تم سے محبّت کریں گے) نیز حق تعالیٰ قرآنِ حکیم میں فرماتے ہیں: إنّ اللہ یحبُّ التوابین ویُحبُّ المتطھرین (اللہ محبّت کرتا ہے توبہ کرنے والوں سے اور محبّت کرتا ہے طہارت میں رہنے والوں سے) پس جو شخص باوضو رہتا ہے اس سے فرشتے محبّت کرتے ہیں اور جو باطنی طہارت سے رہتے ہیں ان سے حق تعالےٰ محبّت فرماتے ہیں:

آگے چل کر حضرت سیّد علی ہجویری تحریر فرماتے ہیں:

"انسان کو چاہیے کہ ہر ظاہری طہارت کے عمل میں باطنی طہارت پیشِ نظر رکھے۔ مثلاً جب ہاتھ دھوئے تو دنیا کی دوستی سے ہاتھ دھو ڈالے۔

جب پانی منہ میں ڈالے تو باطنی طہارت یہ ہے کہ منہ کو ذکرِ غیر سے محفوظ رکھے۔ جب ناک میں پانی دے تو باطنی طور پر تمام شہوات سے پاک ہو جائے۔ جب چہرہ دھوئے تو باطن میں تمام محبّت کی چیزوں سے منہ موڑ کر محبوبِ حقیقی کی طرف رُخ کرلے۔ جب دونوں بازو دھوئے تو باطن میں جملہ مرادات سے دست بردار ہو جائے۔ جب سَر کا مسح کرے تو اپنے تمام کام حق تعالیٰ کے سپُرد کر دے۔

جب پاؤں دھوئے تو فرمانِ الٰہی پر قیام یعنی قائم رہنے کے بغیر کسی اور چیز پر قیام نہ کرے"

حضرت داتا صاحبؒ طہارت کے متعلق اولیاء کرام کے اقوال بیان فرماتے ہیں جن میں سے چند اقوال یہ ہیں:

۱۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے ایک دفعہ بیماری کی حالت میں ایک نماز کے لیے ساٹھ دفعہ وضو کیا۔

۲۔ ایک دفعہ خواجہ ابوبکر شبلیؒ وضو کر کے مسجد میں داخل ہوئے۔ غیب سے آواز آئی کہ ظاہری طہارت تم نے کرلی، باطنی طہارت کہاں ہے؟ چنانچہ آپ نے واپس جا کر تمام جائیداد اور مِلک و املاک راہ خدا میں دیدی۔ اور ایک سال تک ستر پوشی کے کپڑوں کے سوا آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ اس کے بعد اپنے شیخ حضرت خواجہ جنید بغدادی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم نے بہت سُود مند طہارت کی۔ خدا کرے تو ہمیشہ اسی طہارت سے رہے۔ حتیٰ کہ جب دنیا سے رحلت کا وقت آیا تو وضو نہ رہا۔ خادم نے وضو کرایا لیکن ریش مبارک

Marfat.com

کا خلال خادم بھول گیا۔ آپ نے خادم کو ریش کا خلال کرانے کا اشارہ فرمایا۔ تو اس نے ریش کا خلال کرایا۔ اس حالت میں آپ کا وصال ہوا۔

۲۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب میرے دل میں دنیا کا خیال آتا ہے تو وضو کرتا ہوں اور آخرت کا خیال آئے تو غسل کرتا ہوں۔ کیونکہ دنیا فانی ہے۔ اس کا خیال اتنا ضرر نہیں دیتا۔ اور عقبیٰ باقی رہنے والی ہے۔ اس کے خیال کو غسل جنابت سے ہی پاک کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ نیز حضرت ابوبکر شبلیؒ کے متعلق روایت ہے کہ ایک دن وضو کر کے مسجد میں داخل ہوئے تو غیب سے آواز آئی کہ اے ابوبکر کیا تجھے اس قدر باطنی طہارت حاصل ہے کہ میرے گھر کے اندر داخل ہو رہا ہے۔ یہ سن کر آپ باہر جانے لگے تو آواز آئی میری بارگاہ سے واپس جاتے ہو؟ کہاں کا ارادہ ہے؟ یہ سن کر آپ نے سرد آہ بھری اور نعرہ لگایا۔ فرمان ہوا کہ ہماری شکایت کرتا ہے؟ یہ سن کر خاموشی سے کھڑے ہو گئے۔ آواز آئی ہمارے سامنے تحمل اور صبر کا دعویٰ کرتا ہے؟ اس پر شبلیؒ نے عرض کیا کہ حضور میں تجھ سے تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں۔ اولیائے کرام کے اس قسم کے واقعات بہت ہیں۔ جن سے سالکینِ راہِ حقیقت کے لیے ظاہری و باطنی طہارت کے اسباق ملتے ہیں۔ (ختم ہوئے اقوال حضرت سید علی ہجویریؒ کے)

حضرت شیخ **شہاب الدین** سہروردیؒ بھی اپنی کتاب **عوارف المعارف** میں ظاہری باطنی طہارت اور صوم وصلوٰۃ کے اسرار و رموز پر باب پینتیس ۳۵ میں وضو کے موضوع پر فرماتے ہیں کہ:-

"صوفیہ کے آدابِ وضو میں ایک یہ ہے کہ اعضاء کو دھونے میں حضورِ قلب کو برقرار رکھتے ہیں۔ میں نے ایک بزرگ کا ارشاد سنا ہے کہ جب وضو میں حضورِ قلب میسر ہوگا تو نماز میں بھی حضورِ قلب حاصل ہوگا۔ اور اس میں کوئی سہو ہوگیا تو نماز میں وسوسے پیدا ہوں گے۔"

"وضو مومن کا ہتھیار ہے جس سے انسان شیطان کے حملوں سے محفوظ رہتا ہے۔" . . . .

"حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہو سکے تو ہر وقت وضو سے رہا کرو۔ کیونکہ اگر کسی شخص کو وضو کی حالت میں موت آجائے تو اس کو شہادت کا درجہ حاصل ہوگا۔" . . . حضرت ابراہیم بن ادھم کو ایک رات بیماری کی وجہ سے ستر مرتبہ اٹھنا پڑا۔ اور آپ نے ہر بار وضو کر کے دو نفل نماز ادا فرمائی۔"

اسرارِ صلوٰۃ

ارکانِ نماز میں بھی اسرار و رموز مضمر ہیں۔ لہٰذا جو حضرات نماز کو سنوارنے اور اس کو حقیقی نماز بنانے کا شوق رکھتے ہیں۔ ان کے لیے نماز کے ظاہری ارکان کے ساتھ باطنی شرائط بھی بجا لانا از حد ضروری ہے۔ حضرت سید علی ہجویری قدس سرہٗ کشف المحجوب میں ظاہری و باطنی شرائطِ نماز کو یوں

Marfat.com

بیان فرماتے ہیں:

"ان شرائط میں سے ایک شرط طہارتِ جسم ہے۔ بظاہر نجاست سے طہارت اور بباطن خواہشاتِ نفس سے۔ دوسری شرط طہارت جامہ نجاست سے اور کپڑے کی باطنی طہارت یہ ہے کہ کپڑا رزقِ حلال سے ہو۔ تیسری شرط نماز کی جگہ کا پاک ہونا ہے۔ بظاہر نجاست سے اور بباطن فساد اور معصیت سے۔ یعنی مسجد یا نماز کی جگہ ظلم سے حاصل نہ کی گئی ہو۔ چوتھی شرط قبلہ کی طرف منہ کرنا ہے۔ قبلۂ ظاہر خانہ کعبہ ہے۔ اور قبلۂ باطن حق تعالیٰ کا عرش ہے۔ پانچویں شرط قیام ہے۔ ظاہری قیام قدرت سے ہے۔ اور باطنی قیام قربت میں ہے۔ قدرت سے مراد ظاہری جسمانی قویٰ کے ساتھ قیام۔ اور باطنی قیام قربِ حق میں قیام چھٹی شرط منہ قبلہ کی طرف ہونا ہے۔ اس کا ظاہر وہی جسمانی طور پر سمتِ کعبہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا ہے۔ اور باطنی طور پر ماسوای اللہ سے روگردانی اور انہماک فی الحق ہے۔ ساتویں شرط تکبیر اولیٰ جس کا ظاہر یہ ہے کہ ہیبت اور نیستی کے ساتھ اللہ اکبر کہے۔ اور باطن یہ ہے کہ مقامِ وصل میں جم جائے۔ آٹھویں شرط قرأت ہے۔ جو خوبی اور عظمت کے ساتھ ہو، رکوع عجز و انکسار کے ساتھ۔ سجود ذلت اور نیستی کے ساتھ۔ تشہد (التحیات) جامعیت کے ساتھ (یعنی بیک وقت فنا فی اللہ اور بقا باللہ جس کی تفصیل پہلے ابواب میں بیان ہو چکی ہے) اور سلام فنائے بشری صفات کے ساتھ ہو۔

احادیث میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو آپ کے سینہ مبارک سے دیگ کے جوش مارنے کی سی آواز سنائی دیتی تھی۔

جب حضرت علیؓ نماز پڑھتے تھے تو جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ اور فرماتے تھے کہ اب اس امانت کے اٹھانے کا وقت آگیا ہے جس کو آسمان اور زمین نہ اٹھا سکے۔"

اس کے بعد حضرت سید علی ہجویری فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ نماز وہ عبارت ہے جس میں سالکین کا پورا سلوک طے ہوتا ہے۔ اس میں ان تمام مقامات میں سے گزرنا پڑتا ہے جو سلوک الی اللہ میں آتے ہیں۔"

اس کے بعد آپ ان مقامات کی تفصیل بیان فرماتے ہیں جو نماز کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں۔ اسی باب میں حضرت سید علی ہجویری فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ نماز سے چار چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ اول فنائے نفس، دوم طبیعتِ بشری سے نجات، سوم حصولِ سرِ دراز، مشاہدۂ حق۔ ۔ ۔ فرمایا: منصور بن حلاج ہر رات چار سو رکعات نماز ادا کرتے تھے۔ کسی نے پوچھا اس قدر تکلیف آپ کیوں برداشت کرتے ہیں۔ فرمایا، رنج و راحت

Marfat.com

تمہارے لیے ہوگی۔ دوستانِ خدا جو اپنی ذات سے فانی اور حق تعالیٰ سے باقی، ہو جاتے ہیں ان کے لیے نہ رنج ہے نہ راحت ان پر اثر کرتی ہے۔ روایت ہے کہ جب ذوالنون مصریؒ نماز کے لیے اللہ اکبر کہتے، تو بیہوش ہو کر گر جاتے۔ جب حضرت جنید بغدادیؒ بوڑھے ہو گئے تب بھی تمام اوراد اور اذکار پر باقاعدگی سے کاربند رہے۔ کسی نے کہا کہ یا شیخ اب آپ کمزور ہو گئے ہیں کچھ مجاہدہ ترک کر دیں۔ فرمایا: جب جوانی میں یہ مشکل کام تھا تو کرتا تھا۔ اب میرے لیے آسان ہو گیا ہے تو کیوں نہ کروں۔ عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے بچپن میں ایک بوڑھی عورت کو نماز پڑھتے دیکھا کہ ایک بچھو نے اسے چالیس مرتبہ نماز میں ڈنگ لگایا لیکن اس نے نماز نہ چھوڑی۔ جب میں نے پوچھا کہ اس قدر مصیبت کیوں برداشت کی تو کہا کہ بیٹا تم بچے ہو، تم کیا جانو جب میں حق تعالیٰ کے کام میں مشغول تھی تو اپنا کام کیسے کرتی۔

حضرت ابوالخیر کا پاؤں خراب ہو گیا۔ اور اطبار نے کہا کہ اسے کاٹ دینا چاہیے۔ جب آپ نماز میں مشغول تھے تو شاگردوں نے کہا کہ اب موقع ہے۔ چنانچہ آپ کا پاؤں کاٹ دیا گیا اور آپ کو معلوم بھی نہ ہوا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو معلوم ہوا کہ ایک پاؤں نہیں ہے۔

اسرارِ رموزِ صوم

نماز کی طرح روزہ کا بھی ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، اس کا ظاہر یہ ہے کہ کھانا پینا بند کیا جائے۔ اور باطن یہ ہے کہ ماسوی اللہ کو دل سے نکال دینا چاہیے۔ اور ہر وقت متوجہ الی اللہ رہنا چاہیے۔ اور ماسوی اللہ سے روگردانی صوفیوں کا قول نہیں ہے۔ بلکہ حدیث قدسی: اَلصَّوْمُ لِی وَاَنَا اَجْزِی بِھَا (روزہ میرے لیے ہے اور میں اس کا اجر ہوں) کے مطابق حق تعالیٰ خود روزہ کی جزا ہیں یعنی روزہ دار کو روزہ کے بدلے قربِ وصالِ حق ہوتا ہے۔ اور یہی ماسوی اللہ سے منقطع ہونا ہے۔ خواجہ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ اَلصَّوْمُ نِصْفُ طَرِیْقَۃِ (روزہ رکھنا طریقت یعنی سلوک الی اللہ کا نصف ہے)

مختلف اولیاء کا روزہ

اولیاء کرام نے روزہ داری میں کمال ہمت سے کام لیا ہے۔ کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ عام طور پر پندرہ دن کے بعد افطار کرتے تھے لیکن رمضان المبارک میں پورا مہینہ کچھ نہیں کھاتے تھے۔ اور ہر رات چار سو رکعت نفل ادا کرتے تھے۔ حضرت سید علی ہجویری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ یہ بات طاقتِ بشری سے باہر ہے۔ اور تائیدِ ایزدی کے بغیر ناممکن ہے۔ بلکہ تائیدِ ایزدی خود اس کی غذا بن جاتی ہے۔

Marfat.com

روایت ہے کہ حضرت ابونصر سرّاج طاؤس الفقراء ایک دفعہ ماہِ رمضان میں بغداد کی مسجد شونیزیہ میں معتکف ہوئے۔ ان کو ایک حجرہ دیا گیا جہاں رات کو رہتے تھے۔ اور درویشوں کی امامت کرتے تھے۔ آپ ایامِ صیام میں تراویح کے اندر پانچ ختم قرآن کیا کرتے تھے۔ ایک خادم ہر رات ایک روٹی لا کر آپ کے حجرہ میں رکھ دیتا تھا۔ عید کے دن آپ عید نماز کے لیے تشریف لے گئے تو خادم حجرہ کے اندر جا کر کیا دیکھتا ہے کہ تیس روٹیاں اپنی جگہ پر پڑی تھیں۔

علی بن بکارؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت حفص مصیصیؒ ماہ رمضان میں پندرہ دن کے بعد افطار کرتے تھے۔ اور حضرت ابراہیم بن ادھمؒ پورے ماہ رمضان میں کچھ نہیں کھاتے تھے حالانکہ گرمی کا موسم تھا۔ اور آپ دن میں گندم کی فصل کاٹ کر جو کچھ ملتا تھا درویشوں کو کھلاتے تھے۔ ساری رات یادِ حق میں بسر کرتے تھے۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف کے متعلق روایت ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو اس سے پہلے متواتر چالیس چلّے کر چکے تھے۔ اور ابومحمد بالقریؒ کا جب وصال ہوا تو میں وہاں موجود تھا۔ آپ نے اسّی دن کچھ نہیں کھایا تھا۔ اور کوئی نماز جماعت کے بغیر نہیں پڑھی تھی"۔

اس کے بعد سیّد علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ جاہل لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ صوم وصال (متواتر کئی دن کے روزے بغیر سحری اور افطاری)، کیسے جائز ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ بعض صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صومِ وصال رکھتا دیکھ کر صومِ وصال شروع کر دیتے تھے۔ تو آپ نے ان کو یہ فرما کر منع کیا کہ اِنِّیْ لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّکُمْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ (تم میں کون میری طرح ہے۔ میں تو تمہارے ربّ کے ساتھ شب بسر کرتا ہوں وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔) لیکن اہلِ اللہ اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت سمجھتے ہیں نہ کہ حرمت کا حکم"۔ ۔ ۔ ۔ اور میں (سیّد علی ہجویری)، اس کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ :-

> کئی روز تک روزہ افطار نہ کرنا، حق تعالےٰ کی تائید یعنی کرامت کے بغیر ناممکن ہے اور جس کو حق تعالےٰ کی تائید حاصل ہوتی ہے وہ خواص ہوتے ہیں نہ کہ عوام۔ اگر کرامت عام ہوتی تو ایمان جبر ہوتا۔ اور عارفین کو معرفت کا خصوصی ثواب نہ ملتا۔ کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم صاحبِ معجزہ تھے۔ آپ صومِ وصال آشکار رکھتے تھے۔ لیکن اولیائے اہلِ کرامت کے لیے ولایت کا اظہار منع ہے۔ اور نبوت کے اظہار کا حکم ہے"۔

اب بعض لوگ جن میں علماء بھی شامل ہیں، یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو بھوکا مارنے اور شدتِ مجاہدہ برداشت کرنے کا کیا فائدہ۔ اس کے جواب میں حضرت سیّد علی ہجویریؒ فرماتے ہیں:

Marfat.com

"خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ (ہم تم کو آزماتے خوف دے کر اور بھوک اور اموال اور نفوس اور فصلوں میں نقصان سے) نیز پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے بَطْنٌ جَائِعٌ اَحَبُّ اِلَى اللهِ تَعَالىٰ مِنْ سَبْعِيْنَ عَابِدًا عَاقِلًا (اللہ کو ایک بھوکا درویش ستر عابد عاقل سے زیادہ محبوب ہے) جاننا چاہیے کہ بھوک کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ اور تمام امتوں اور قوموں نے اس کی تعریف کی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس وجہ سے کہ بھوک سے نفسانی خواہشات کا خاتمہ ہوتا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: پیٹ بھوکے رکھو۔ جگر کو تشنہ اور جسم کو ننگا رکھو تاکہ خداوند تعالیٰ کو دل کی آنکھوں سے اسی دنیا میں دیکھ سکو۔"

"بھوک اگرچہ بلا ہے لیکن اس سے قلب کو ضیا۔ روح کو صفا اور آنکھوں کو لقا میسّر آتا ہے۔ تو اس میں کون سا نقصان ہے۔ خوردن برائے زیستن است نہ کہ زیستن برائے خوردن۔ (کھانا زندہ رہنے کے لیے ہے نہ کہ زندہ رہنا کھانے کے لیے) مشہور مقولہ ہے۔ ۔ ۔ بعض کے نزدیک دو رات دن کے بعد کھانا چاہیے' بعض کہتے ہیں تین دن کے بعد' بعض کہتے ہیں ایک ہفتہ کے بعد اور بعض کہتے ہیں چالیس دن کے بعد' ایک دفعہ کھانا چاہیے۔ کیونکہ جوعِ صادق (حقیقی بھوک) چالیس دن کے بعد لگتی ہے اس سے زیادہ دفعہ کھانا نفسانیت اور جوعِ طبع ہے۔"

اس کے بعد حضرت سیّد علی ہجویریؒ بھوک کے بے شمار فوائد بیان فرمائے ہیں۔ جن کی تفصیل کشف المحجوب میں دیکھی جا سکتی ہے۔

شیخ الشیوخ حضرۃ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے افادات روزہ کے متعلق

حضرۃ اقدس اپنی کتاب عوارف المعارف میں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (یعنی ہم صابرین (روزہ داروں) کو بے حساب اجر دیتے ہیں۔ نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

"انسان نے کوئی ایسا ظرف نہیں بھرا جو پیٹ سے زیادہ بُرا ہو۔" نیز فرمایا:

"کھانا کھاتے وقت پیٹ کے تین حصّے کرو۔ ایک حصّہ کھانے کے لیے' ایک پانی کے لیے اور ایک سانس کے لیے۔"

لقمان کی نصیحت

حکیم لقمان نے اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کی:۔

"اے فرزند! جب تیرا پیٹ بھر جائے گا تو تیری قوتِ فکر سو جائے گی۔

Marfat.com

تیری دانشمندی اور فراست گونگی ہو جائے گی اور تیرے اعضاء عبادت سے جی چرائیں گے"

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ،

"جس نے متواتر نوّے دن کا روزہ رکھا، اُس کے لیے جہنم میں کوئی جگہ نہ ہوگی"

بعض مشائخ کا یہ معمول رہا ہے کہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہیں رکھتے تھے۔ اسے صومِ داؤدی کہتے ہیں۔ حضرت شیخ ابو مسعودؒ دن میں کئی بار کھانا کھاتے تھے۔ جب کھانا سامنے آتا، کچھ حصہ کھا لیتے تھے اس کی وجہ یہ بتاتے تھے کہ جب اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے نعمت بھیجتا ہے تو اس کی نعمت سمجھ کر کھا لیتا ہوں۔

شیخ ابوالحسن بن سالم فرماتے ہیں کہ میں شیخ ابوالحسن مکیؒ کو اس وقت شیخ تسلیم کروں گا جب وہ روزہ ترک کر کے کھانا کھائیں گے۔ کیونکہ وہ روزوں کی وجہ سے مشہور ہو چکے تھے اور شہرت اُن کے لیے مضر تھی۔

حضرت شیخ الشیوخ فرماتے ہیں کہ حضرات صوفیاء کرام کا یہ عمل رہا ہے کہ جس طرح وہ روزے کا اہتمام کرتے تھے۔ اسی طرح افطار کے اہتمام سے پرہیز کرتے تھے۔ (کیونکہ یہ نفسانیت ہے) اور اس سے روزے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ روزہ کا مقصد یہ ہے کہ نفس کو مغلوب کیا جائے۔

روزہ میں غیبت کا گناہ

ایک حدیث شریف میں ہے کہ گنہگار کو روزہ زیادہ ستاتا ہے اور مُتقی اور پرہیزگار کو کم ستاتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ دو عورتوں کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لایا گیا۔ جو عصر کے وقت روزہ کی شدت کی وجہ سے قریب المرگ تھیں۔ آپ نے ایک کے سامنے پیالہ رکھ دیا کہ اس میں قے کرو۔ جب اُس نے قے کی تو پیالہ تازہ خون اور گوشت سے بھر گیا۔ کیونکہ اس عورت نے غیبت کی تھی۔ اسی طرح دوسری عورت کا حال تھا۔

بعض صوفیاء کرام مسلسل روزہ رکھنا اس لیے پسند نہیں کرتے کہ انسان روزہ کا عادی ہو جاتا ہے۔ اور روزہ نہ رکھے تو اسے شاق گزرتا ہے۔

دوستوں کی خاطر نفلی روزہ توڑنا جائز ہے

حضرت ابو سعید الخدری روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چند اصحاب کے لیے کھانا تیار کیا۔ ایک صحابیؓ نے کہا کہ مجھے روزہ ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے بھائی نے تم کو کھانے پر بلایا ہے۔ اور تمہارے لیے تکلف کیا ہے اور تم کہتے ہو کہ مجھے روزہ ہے۔ آؤ کھانا کھاؤ۔ اس کی بجائے کسی اور دن روزہ رکھ لینا۔

حضرت شیخ شہاب الدینؒ فرماتے ہیں کہ روزہ کا سب سے اہم اصول یہ ہے کہ اسے پوشیدہ

Marfat.com

رکھے۔(یعنی نفلی روزہ کو)

رزق میں برکت کا طریقہ

حضرت شیخ الشیوخ ؒ لکھتے ہیں کہ حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"جو کوئی چاہے کہ گھر میں خیر و برکت ہو تو جب کھانا سامنے لایا جائے تو وضو کرے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھائے۔"

قلب کی بیماریوں کا علاج

حضرت شیخ الشیوخ فرماتے ہیں کہ:

"مستحب طریقہ یہ ہے کہ جب پہلا لقمہ لے تو بسم اللہ کہے، دوسرے لقمہ پر بسم اللہ الرحمٰن کہے، تیسرے لقمہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے تو قلب کی بیماریوں سے نجات ملتی ہے۔ اسی طرح جب پانی پیئے تو پہلے گھونٹ پر الحمدللہ، دوسرے پر الحمدللہ رب العالمین اور تیسرے گھونٹ پر الحمدللہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم پڑھے۔ جس طرح جسم کا مزاج ہے۔ قلب کا بھی ایک مزاج ہے۔ اس طرح سے قلب کا مزاج درست ہوتا ہے اور روحانی صحت میسر آتی ہے۔"

بعض بزرگان فرماتے ہیں کہ خداوند تعالٰے کی اچھی نعمتیں کھاتے وقت ان کے انشراحِ قلب میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور قربِ حق میں ترقی محسوس ہوتی ہے۔

اسرار و رموزِ حج

حج کا بھی ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ حج کا ظاہر ارکانِ حج بجالانا ہے اور باطن ہر رکن پر اس کے مخصوص فیوض و برکات سے متمتع ہونا ہے۔ چنانچہ حضرت سید علی ہجویری قدس سرہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں:

"حرم کعبہ کو حرم اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے اندر مقامِ ابراہیم اور مقامِ امن ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو مقام تھے۔ ایک مقامِ تن یعنی شہر مکہ۔ دوسرے مقامِ دل (یعنی آپ کا روحانی مقام) جو شخص آپ کے مقامِ تن کا قصد کرتا ہے۔ ظاہری لذات سے پرہیز کرتا ہے، احرام باندھتا ہے، منا، عرفات، مزدلفہ میں ارکانِ حج ادا کرتا ہے، طوافِ کعبہ کرتا ہے وغیرہ۔ اور جو کوئی آپ کے مقامِ قلب یعنی باطنی، روحانی ترقی کا طلبگار ہوتا ہے اور مزدلفۂ الفت کا قصد کرتا ہے اور منا میں نفس کے دیو کو پتھر مارتا ہے اور قربان گاہ میں اپنی ہستی کو قربان کرتا ہے اور کعبہ میں تنزیہہ ذات (ذات بحت) سے پیوستہ ہوتا ہے۔ اور

Marfat.com

مقامِ خلت (دوستی) کو پہنچتا ہے۔ جیسا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حجاج خداوند تعالیٰ کا وفد ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو دیتا ہے جو طلب کرتے ہیں اور قبول کرتا ہے جو دعا کرتے ہیں۔

حضرت محمد بن الفضل فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص کو دیکھ کر حیرت آتی ہے کہ جو دنیا میں خانۂ خدا کا طالب ہوتا ہے۔ لیکن مشاہدۂ حق کا طلبگار نہیں بنتا۔ کیونکہ خانہ کعبہ تک تو کبھی رسائی ہوتی ہے، کبھی نہیں ہوتی، لیکن مشاہدۂ حق ہر لحظہ و ہر لمحہ میسر ہے۔ جب ایک پتھر کو سال میں ایک دفعہ دیکھنا فرض ہے۔ تو کعبۂ دل (مشاہدۂ حق) کی زیارت جو ہر روز تین سو ساٹھ مرتبہ جلوہ نمائی کر رہا ہے۔ اس سے کئی گنا زیادہ اور افضل فرض ہونا چاہیے۔ اہلِ تحقیق کے لیے ہر قدم پر نئی نعمت ہے۔ اور وہ ہر نعمت اور خلعت سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ جس کسی کی عبادت کا صلہ کل قیامت کے لیے ملتوی ہوا اس نے گویا آج عبادت ہی نہیں کی۔ کیونکہ ہر لحظہ عبادت و مجاہدت کی جزا اسی وقت فوراً مل جاتی ہے۔ یہ بھی ان کا قول ہے کہ جب میں پہلی مرتبہ حج کو گیا تو خانہ دیکھا۔ صاحبِ خانہ کو نہ دیکھا۔ جب دوسری مرتبہ گیا تو خانہ بھی دیکھا اور صاحبِ خانہ بھی۔ جب تیسری مرتبہ گیا تو سب صاحبِ خانہ ہی نظر آیا۔ خانہ وغیرہ کچھ نہ تھا۔ غرضیکہ پورے حرم میں جہاں جہاں مجاہدہ ہے، مشاہدہ ہے۔ جس شخص کے لیے سارا جہان مقامِ قرب اور خلوت گاہِ انس نہیں۔ اس کو ابھی دوستیٔ حق کی کوئی خبر نہیں۔ جب مشاہدۂ حق میسر ہے۔ تو سارا جہان اس کے لیے حرم ہے۔ اور جب بندۂ محجوب (مشاہدہ سے محروم) ہے تو اس کے لیے حرم پاک سے زیادہ تاریک مقام کوئی نہیں۔ جیسا کسی نے کہا ہے: اظلم الاشیاء دار الحبیب بلا حبیب (تاریک ترین گھر وہ گھر ہے جس میں دوست نہ ہو)

"لہٰذا اصل چیز حرم کعبہ نہیں بلکہ مشاہدہ ہے۔ جس کے لیے کعبہ ایک ظاہری سبب ہے۔ کیونکہ ہر باطنی نعمت کے لیے ایک ظاہری سبب ضروری ہے۔ کعبہ کی ضرورت ظاہر ہے"۔ ایک شخص حج کر کے خواجہ جنیدؒ کے پاس آیا۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے حج کر لیا؟ اس نے جواب دیا جی ہاں! آپ نے پوچھا کیا گھر سے رخصت ہوتے وقت تم نے تمام گناہوں کو رخصت کر دیا تھا۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تم گھر سے رخصت ہی نہیں ہوتے۔ اس کے بعد آپ نے پوچھا جب تم گھر سے نکل کر سفر کی منازل طے کرتے رہے تھے تو کیا تم نے قربِ حق کی کوئی منزل طے کی؟ اس نے جواب دیا جی نہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے کوئی سفر ہی نہیں کیا۔ اس کے بعد آپ نے پوچھا۔ جب تم نے میقات پر پہنچ کر احرام باندھا۔ تو کیا صفاتِ بشری سے جدا ہوئے۔ اس نے جواب دیا جی نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تم نے احرام ہی نہیں باندھا اس کے بعد پوچھا کہ جب تم نے میدانِ عرفات میں قیام کیا تو کیا عرفات کے حقائق سے عارف ہوا۔

Marfat.com

اس نے کہا جی نہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے عرفات میں قیام ہی نہیں۔ اس کے بعد پوچھا تم مزدلفہ میں ایک رات ٹھہرے۔ تو کیا اپنی مرادات کو ترک کیا۔ اس نے کہا جی نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تم نے مزدلفہ میں قیام ہی نہیں کیا۔ اس کے بعد پوچھا کہ جب تم نے طوافِ کعبہ کیا تو کیا باطنی طور پر تم کو جمال حق تعالیٰ کا مشاہدہ حاصل ہُوا۔ اس نے کہا جی نہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر تم نے طوافِ کعبہ ہی نہیں کیا۔ اس کے بعد پوچھا کہ جب تم نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی تو کیا صفائے قلب اور حقائق مروہ منکشف ہوئے۔ اس نے کہا جی نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تم نے سعی بھی نہیں کی۔ اس کے بعد پوچھا کہ جب تم منا میں پہنچے تو کیا اپنی ہستی سے بے گانہ ہوئے۔ اس نے کہا جی نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تم منا گئے ہی نہیں۔ اس کے بعد پوچھا کہ جب تم قربان گاہ گئے تو کیا تم نے اپنے نفس کو قربان کیا۔ اس نے کہا جی نہیں۔ فرمایا پھر تم نے قربانی ہی نہیں کی۔ اس کے بعد پوچھا کہ جب تم نے پتھر پھینکے تو کیا تم نے نفسانی خواہشات کو ترک کیا۔ اس نے کہا جی نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تم نے پتھر ہی نہیں پھینکے۔ اور تم نے حج نہیں کیا! واپس جاؤ اور اسی طرح حج کرو تاکہ تجھے مقامِ ابراہیم نصیب ہو۔

حج دو قسم کا ہے۔ ایک حج غیبت (خدا سے غیب یا محجوب) دوم حج حضور (خدا کے ساتھ حضوری) وہ شخص جو مکہ میں ہوتے ہوئے خدا سے محجوب (مشاہدہ سے محروم) ہے۔ وہ گویا اپنے گھر میں ہی محجوب ہے۔ اور جس شخص کو اپنے گھر میں ہوتے ہوئے حضوریٔ حق حاصل ہے۔ اس کی حالت یہ ہے کہ گویا مکہ میں حضوری اس کو میسر ہے۔ للہ الحمد۔

Marfat.com

نانواں باب

اوراد، وظائف، اذکار، اشغال ومراقبات

ذکر اللہ کی اہمیت

قرآن مجید اور حدیث پاک میں ذکر اللہ کی بہت فضیلت آئی ہے اور جا بجا کثرتِ ذکر کی تاکید وارد ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ اٹھتے، بیٹھتے، سوتے ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنے والوں کی حق تعالیٰ نے ان الفاظ میں تعریف فرمائی ہے:

یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ (جو اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور سوتے ہوئے۔)

اس سے بڑھ کر ذکر اللہ کی کیا تاکید ہو سکتی ہے۔ ہر حالت میں ذکر جاری رہے۔ خواہ انسان کھڑا ہے، بیٹھا ہے یا لیٹا ہوا ہے۔ اس ذکر سے نماز مراد نہیں ہے۔ کیونکہ ان آیات کے شروع میں نماز کی علیحدہ تاکید وارد ہوئی ہے۔

اس سے بڑھ کر ذکر اللہ کی اور تاکید ملاحظہ ہو۔ فرمان ہوتا ہے:

وَھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ دَائِمُوْنَ (ایسے مردانِ خدا بھی ہیں جو) ہر لحظ اور ہر لمحہ نماز میں مشغول ہیں۔ اس سے بھی مراد نماز نہیں۔ کیونکہ نماز زندگی کے ہر لمحہ میں ادا نہیں ہو سکتی۔ اس صلوٰۃِ دائمی سے مراد ذکر اللہ ہے۔ کیونکہ ایک اور روایت میں حق تعالیٰ نے نماز کی غرض وغایت ذکر الٰہی ٹھہرایا۔ فرمایا:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (نماز قائم کرو میرے ذکر کی خاطر)

اس سے ظاہر ہے کہ نماز مقصود بالذات نہیں۔ ذکر مقصود ہے اور نماز اس کا ذریعہ ہے۔ دراصل ذکر بھی مقصود بالذات نہیں ہے۔ بلکہ مذکور (جس کا ذکر کیا جائے یعنی خود حق تعالیٰ) مقصود بالذات ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَھٰھَا (تیری آخری منزل خود حق تعالیٰ ہے)

جو علم روحانیت کی اصطلاح میں فنا فی اللہ کے نام سے موسوم ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے ذکر کو اس قدر کیوں اہمیت دی ہے کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے، سوتے ذکر میں مشغول رہنا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا نفس بہت شریر ہے اور وہ

Marfat.com

بہت مشکل سے مسخر ہوتا ہے اور جب تک نفس کا زور نہ توڑا جائے، سرکش گھوڑے کی طرح سوار کو تباہ و برباد کر ڈالتا ہے۔ کیونکہ انسان مرکب ہے رُوح اور جسم کا۔ رُوح بمنزلہ سوار ہے اور نفس بمنزلہ سواری یعنی گھوڑا وغیرہ۔ اگر گھوڑا سرزور ہو تو سوار کی خیر نہیں۔ لیکن اسلام میں گھوڑے کی بھی خیر منائی گئی ہے کیونکہ گھوڑے کے بغیر سفرِ آخرت طے نہیں ہوتا۔ جہاں دیگر مذاہب میں اربابِ روحانیت کے لیے نفس کچل کر رہبانیت کی زندگی بسر کرنا اور ہمیشہ کے لیے غاروں اور جنگلوں میں رہنا ضروری تھا، اسلام نے رُوح کی پرورش کے ساتھ جسم کی پرورش اور نفسانیت کو حدِ اعتدال پر رکھنے کی تعلیم بھی دی ہے۔ آیۂ:۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔۔۔ سے یہی تکمیلِ انسانیت اور تکمیلِ منزل مراد ہے اور کثرتِ ذکر، کثرتِ صوم وصلوٰۃ اور کثرتِ شب بیداری کے بغیر نہ نفس کا زور ٹوٹتا ہے، نہ اس کے اندر اعتدال واقع ہوتا ہے۔ بعض لوگ (علماء کرام تک) یہ اعتراض فرماتے ہیں کہ اسلام میں عبادات کا پروگرام تو نہایت مختصر تھا، صوفی لوگوں نے خواہ مخواہ اسے مشکل بنا کر اپنے نفس پر مظالم ڈھائے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے قرآن حکیم کی ان آیات کو نہیں پڑھا، یا پڑھ کر نظر انداز کر دیا ہے:

تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (ایسے مردانِ خدا بھی ہیں) جن کے جسم رات میں بستروں سے الگ رہتے ہیں۔ نیز فرمایا:

یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا نِّصْفَہٗ (اے نبی! رات کو جاگو نصف شب کے قریب یا اس سے کم و بیش، کیونکہ رات کا جاگنا نفس پر بھاری ہے۔)

اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا: بے شک رات کا جاگنا نفس کا زور کم کرتا ہے اور قول کو مضبوط کرتا ہے (یعنی اس سے انسان مستجاب الدعوات بن جاتا ہے اور جو دُعا کرتا ہے پُوری ہوتی ہے)

یاد رہے کہ نفس کشی کے بغیر اسلام کے احکام پر عمل ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالموں کا علم خواہ کتنا ہی وسیع ہوتا ہے نفس کے پھندوں میں پھنس کر رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی مثالی زندگیوں پر ہرگز ہرگز پُورے نہیں اُتر سکتے۔ یہ اولیاء کرام اور مشائخ عظام کا وجُود ہے کہ نفس کشی، شب بیداری اور کثرتِ ذکر، قلتِ طعام، قلتِ منام وغیرہ کی انہوں نے دنیا میں مثالیں قائم کر دی ہیں اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی مجاہدانہ اور مفلسانہ زندگیوں کے مطابق زندگیاں بسر فرمائی ہیں۔

اقسامِ ذکر

جیسا کہ سابقہ ابواب میں بیان ہو چکا ہے۔ انسان کے جسم کے اندر چھ روحانی مرکز ہیں جن کا احادیثِ نبویؐ میں بھی اشارہ ملتا ہے (یہ حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے) ان کو

Marfat.com

لطائف ستہ کہا جاتا ہے اور جب ذکر اللہ کے ذریعے ان لطائف کو زندہ کیا جاتا ہے تو یہ تمام کے تمام ذاکر ہو جاتے ہیں اور سارے جسم کے اندر ذکر اللہ جاری ہو جاتا ہے۔ خواہ آدمی جاگتا ہے یا سوتا ہے۔ قرآن مجید کی صلوٰۃِ دائمی اور ذکرِ قیام، قعود ہم وجنوبہم سے مراد یہی لطائف ستہ کا ذکر ہے۔ جو ہر آن، ہر لمحہ اور ہر لحظہ جاری رہتا ہے اور انسان کے مراتب قرب بلند سے بلند تر ہوتے رہتے ہیں۔

لطائف ستہ یہ ہیں: لطیفۂ نفس، لطیفۂ قلب، لطیفۂ روح، لطیفۂ سر، لطیفۂ خفی، لطیفۂ اخفیٰ۔ اس لحاظ سے ذکر کی مندرجہ ذیل اقسام ہوتی ہیں جو اجازتِ شیخ کے بغیر ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ اجازت بے حد ضروری ہے، ورنہ نقصان کا اندیشہ ہے۔ جیسے کوئی مریض حکیم یا ڈاکٹر کی بجائے خود دوائی خانہ میں جا کر دوائیاں کھانا شروع کر دے۔

ذکرِ لسانی: ذکر لسانی وہ ذکر ہے جو زبان سے کیا جاتا ہے۔

ذکرِ قلبی: وہ ذکر ہے جو لطیفۂ قلب میں کیا جاتا ہے، جس کا مرکز دل ہے جو بائیں چھاتی میں ہے۔

ذکرِ روحی: وہ ذکر ہے جو لطیفۂ روح میں کیا جاتا ہے، جس کا مرکز دائیں چھاتی ہے۔

ذکرِ سری: وہ ذکر ہے جو لطیفۂ سر میں کیا جاتا ہے، جس کا مرکز لطیفۂ قلب اور روح کے درمیان ہے۔

ذکرِ خفی: وہ ذکر ہے جو لطیفۂ خفی میں کیا جاتا ہے، جس کا مرکز پیشانی ہے۔

ذکرِ اخفیٰ: وہ ذکر ہے جو لطیفۂ اخفیٰ میں کیا جاتا ہے، جس کا مرکز امّ الدماغ یعنی سر کی چوٹی ہے۔

اشغال و مراقبات

یاد رہے کہ جو ذکر باطنی یا ذہنی طور پر دیگر لطائف میں کیا جاتا ہے ان کو اشغال (جمع شغل) اور مراقبات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ضرورتِ اذکار و مشاغل و مراقبات

ویسے تو صحابہ کرام بھی کثرتِ ذکر اور کثرتِ صوم و صلوٰۃ و تلاوت میں ضرب المثل تھے لیکن جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اور مسلمانوں کے قلوب پر غبار اور زنگ کے ڈھیر لگتے گئے، ان کو مٹانے اور ہٹانے کے لیے مزید محنت اور اذکار و مشاغل کی ضرورت شدت سے محسوس ہوئی۔ نیز حدیث قدسی: بی یسمع میں جو زائد نوافل کی تاکید وارد ہوئی ہے ان سے مراد بھی یہی زائد عبادت ہے۔ یعنی اذکار وغیرہ ہیں جن کی ہر زمانے میں زیادہ سے زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔

اب ہم مختلف اذکار، مشاغل و مراقبات کی اختصار کے ساتھ تفصیل بیان کرتے ہیں۔

Marfat.com

اقسامِ ذکر

(ماخوذ از ضیاء القلوب مصنفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ و قول الجمیل مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ)

ذکر اسمِ ذات

ذکر اسمِ ذات سے مراد اسمِ مبارک اللہ، اللہ کا ورد ہے جس کی ضربیں کثرت سے لطائف ستہ پر لگائی جاتی ہیں، جس سے نفس کا زور ٹوٹتا ہے۔ تزکیۂ نفس ہوتا ہے۔ اور لطائف کے اندر ذکر اللہ جاری ہوتا ہے اور انوارِ الٰہی چمکتے ہیں۔

ذکر اسمِ ذات یک ضربی

ذکر اسمِ ذات کی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً ذکر یک ضربی۔ جس سے لطیفۂ قلب پر اس کی ضرب لگائی جاتی ہے آواز کے زور سے نہ کہ ہاتھ سے۔

ذکر اسمِ ذات زیادہ سے زیادہ چوبیس ہزار یومیہ کیا جاتا ہے۔ یہ نہ ہوسکے تو بارہ ہزار بار، یہ بھی نہ ہوسکے تو دس ہزار بار۔ یہ بھی نہ ہوسکے تو چھ ہزار بار روزانہ کرنا چاہیے۔

ذکر نفی و اثبات

ذکر نفی و اثبات میں لاالٰہ الّا اللہ کا ورد کیا جاتا ہے اور الّا اللہ کی ضربیں مختلف لطائف پر لگائی جاتی ہیں۔ چشتیہ اور قادریہ سلسلہ میں یہ ذکر بارہ سو بار روزانہ کیا جاتا ہے۔ اس لیے اسے ذکر بارہ تسبیح کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

ذکر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار زانوں بیٹھ کر کمر سیدھی اور سر اونچا رکھے۔ لاالٰہ الّا اللہ کا وِرد دو سو مرتبہ اس طرح کیا جائے۔ کہ لفظ لا کو ناف سے اس طرح کھینچا جائے جیسے کوئی پھاوڑے سے مٹی ہٹاتا ہے۔ اور لفظ اِلٰہ کہتے ہوئے سر کو دائیں جانب حرکت دے کر غیر اللہ کو پیٹھ پیچھے پھینک دے۔ پھر سر کو بائیں طرف جھٹکا دے کر الّا اللہ کی ضرب لطیفۂ قلب پر لگائے۔ اور ہر سو پر پہنچ کر کلمہ طیبہ پورا کرے یعنی محمد الرسول اللہ کہے۔

ذکر اسمِ ذات دو ضربی

اس قسم کے ذکر میں اسمِ مبارک اللہ کی دو ضربیں لگائی جاتی ہیں ایک دائیں طرف لطیفۂ روح پر اور دوسری بائیں طرف لطیفۂ قلب پر۔

ذکر سہ ضربی

ذکر اللہ کی ضربیں لطیفۂ روح پر، لطیفۂ قلب پر، لطیفۂ سِر پر لگائی جاتی ہیں۔

ذکر چہار ضربی

اس ذکر میں اسمِ مبارک اللہ کی ضربیں مندرجہ بالا تین لطائف کے علاوہ ایک ضرب لطیفۂ نفس پر لگائی جاتی ہے۔

اسی طرح چار سو مرتبہ الّا اللہ کی ضرب لطیفۂ قلب پر لگائے۔ یہ کل چھ سو مرتبہ ہوگیا۔ اس کے بعد اسمِ اللہ اللہ کی ضربیں چھ سو بار دائیں طرف لطیفۂ روح اور بائیں طرف لطیفۂ قلب پر لگائے اور دو دفعہ اللہ اللہ کہنے پر ایک دانہ تسبیح کا گرائے یہ کل بارہ سو ہوگئے۔

Marfat.com

ذکر نفی اثبات کی بھی چار قسمیں بتائی گئی ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ کو ذکر ناسوتی، ذکر الا اللہ کو ذکر ملکوتی، اللہ اللہ کو ذکر جبروتی اور ہُو ہُو کو ذکر لاہوتی کہتے ہیں۔

ذاکر کو چاہیے کہ لا الٰہ الا اللہ کہتے وقت غیر اللہ کی نفی کرے یعنی ہر قسم کے مقاصد کو چھوڑ کر صرف ایک مقصد یعنی حصولِ قربِ الٰہی کو مقصود بالذات سمجھے۔

سالک مبتدی کو چاہیے کہ لا الٰہ الا اللہ کہتے وقت لا معبود الا اللہ کا تصور کرے۔

سالک متوسط لا مقصود الا اللہ کا اور

سالک منتہی لا موجود الا اللہ کا تصور کرے۔ اور ذاتِ حق میں جم جائے۔ اس ذکر سے بہت جلدی تزکیۂ نفس ہو کر لطائف ستہ پر انوارِ الٰہی چمکتے ہیں اور مُشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔

ذکر پاس انفاس

یہ ذکر سانس کے اندر جانے اور باہر آنے سے کیا جاتا ہے۔ جب سانس اندر جائے تو خیال میں اسمِ مبارک اللہ کہے نہ کہ زبان سے اور سانس باہر آئے تو ہُو کہے۔ خیال میں نہ کہ زبان سے۔

بعض اوقات سانس اندر جاتے وقت اور باہر آتے وقت دونوں مرتبہ اسمِ مبارک اللہ کہا جاتا ہے۔

بعض اوقات سانس باہر آئے تو لا الٰہ اور اندر جائے تو الا اللہ دل میں کہا جاتا ہے۔ اس سے بہت جلد تزکیۂ نفس ہوتا ہے۔ عشقِ الٰہی سے دِل لبریز ہوتا ہے اور انوارِ الٰہی چمکتے ہیں۔ یہ ذکر بغیر وضو بھی ہو سکتا ہے اور چلتے پھرتے، گاڑی میں سفر کرتے، لیٹے ہوئے، ہر وقت ہو سکتا ہے۔ لیکن منہ بند رکھا جائے۔ اور زبان ساکن ہو۔ ان اذکار سے شیطان کا زور کم ہوتا ہے۔ اور وہ بہت ہی کمزور ہو جاتا ہے اور اس کا مومن پر بس نہیں چلتا۔

شیطان کے شر کو مٹانے کا طریقہ

جب شیطان دل میں کوئی وسوسہ یا خیال فاسد ڈالے تو چاہیے کہ سانس کو ناف سے کھینچ کر دل میں حبس کرے۔ اور لا الٰہ الا اللہ کی ضربیں دل پر لگائے ہوئے یہ خیال جمائے کہ ان ضربوں سے شیطان کا سر کچل رہا ہوں۔ اور اس کا سر پاش پاش ہو گیا ہے۔ اور وہ دل سے بھاگ گیا ہے۔ اس سے بفضلہٖ تعالیٰ شیطان کے شر سے نجات ملتی ہے اور شیطان ہلاک ہو جاتا ہے اور قلب نورِ الٰہی سے منور اور روشن ہو جاتا ہے۔

یہ ذکر بے حبسِ دم بھی ہو سکتا ہے لیکن حبسِ دم کے ساتھ زیادہ مؤثر ہے۔ کیونکہ دل کی رگوں پر چربی جم جاتی ہے اور اس کی آڑ میں شیطان شکار کرتا ہے۔ حبسِ دم سے یہ چربی پگھل جاتی ہے اور شیطان کو کوئی جائے پناہ نہیں ملتی۔

Marfat.com

حبسِ دم کا دوسرا طریقہ

ذکر حبسِ دم کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سانس قلب کے اندر بند کر کے قلب پر اسمِ مبارک اللہ اللہ کی ضربیں لگائے۔ یہ ذکر اکیس سے شروع کر کے اور روزانہ آہستہ آہستہ بڑھاتا جائے۔ کل تعداد اکی (طاق) ہونی چاہیے۔ جفت تعداد سے پرہیز کرے۔

حبسِ دم اکثر پانی میں غوطہ لگا کر کیا جاتا ہے۔ اور سردی کے موسم میں کیا جاتا ہے۔ اگر پانی میسر نہ آ سکے تو خشکی میں بیٹھ کر ہو سکتا ہے لیکن موسم سرما ضروری ہے۔ موسم گرما میں پرہیز کیا جائے۔ کیونکہ اس سے قلب میں بے حد حرارت پیدا ہوتی ہے۔ بعض مشائخ کا دستور یہ رہا ہے کہ عشاء کی نماز پڑھ کر پانی میں غوطہ لگا کر بیٹھ جاتے تھے۔ اور ذکر اسمِ ذات میں مشغول ہوتے تھے۔ جب صبح کی اذان ہوتی تو باہر آ کر نماز فجر ادا کرتے تھے۔ گویا ساری رات ایک سانس میں بسر کرتے تھے۔ یہ کام ورزش سے آسان ہو جاتا ہے۔ اور فوائد بے حد زیادہ حاصل ہوتے ہیں۔

شغل سر پایہ

شغل سر پایہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آنکھیں بند کرے اور چہار زانو بیٹھ کر اللہ سمیعٌ، اللہ بصیرٌ، اللہ علیمٌ کا ذکر اس طرح کرے کہ دل میں اللہ سمیعٌ کہتے وقت لطیفۂ نفس (ناف) میں کہے، اللہ بصیرٌ لطیفۂ قلب میں کہے، اور اللہ علیمٌ لطیفۂ خفی (پیشانی) میں کہے۔ اور پھر تصور میں عرشِ معلّی پر ایک نظر ڈالے۔ اس کے بعد اللہ سمیعٌ لطیفۂ خفی میں۔ اللہ بصیرٌ لطیفۂ قلب میں اور اللہ علیمٌ لطیفۂ نفس میں دل سے کہے نہ کہ زبان سے۔

اس شغل میں تصورِ شیخ بہت ضروری ہے یعنی یہ سمجھے کہ میں نہیں ہوں میرا شیخ ہے جو یہ شغل کر رہا ہے۔ اور میں شیخ کے ذریعے، اور شیخ اللہ کے ذریعے سمیع، بصیر اور علیم ہے۔

یہ شغل حبسِ دم سے بھی کیا جاتا ہے اور حصرِ دم سے بھی۔ حبسِ دم میں سانس اندر لے جائے اور جتنی مرتبہ ہو سکے یہ دائرے مکمل کرے۔ پھر سانس چھوڑ کر آرام کرے اور پھر شروع کرے۔

حصرِ دم سے کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سانس بند نہ کیا جائے بلکہ تھوڑے سانس لیے جائیں۔ مثلاً اگر عام طور پر ایک منٹ میں دس سانس لیتا ہے تو شغل کے دوران پانچ سات مرتبہ سانس لے۔ اس شغل سے قربِ نوافل اور قربِ فرائض حاصل ہوتا ہے۔ قربِ نوافل سے مراد فنا فی الصفاتِ الٰہی ہے۔ اور قربِ فرائض میں فنا فی الذاتِ الٰہی ہے یعنی سالک کا تعین ذاتِ باری تعالیٰ میں گم ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

مراقبات

جب اَوراد، وظائف اور اذکار کے ذریعے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب ہو جائے تو مراقبات شروع کرائے جاتے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

مراقبۂ یقین خلوت میں بیٹھ کر آنکھیں بند کرکے اور چہار زانوں بیٹھ کر یہ تصور کرے کہ اللہ ہے۔ بس اس خیال میں جم جائے اور خطرات اور وساوس اگر دل میں آئیں تو دُور کرتا رہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ فلاحِ کثیر اور فوائد عظیم رونما ہوں گے اور انوار چمکیں گے۔

مراقبۂ قرب خلوت میں چار زانوں ہو کر بیٹھ جائے اور دل میں آیۂ مبارک: نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ (ہم انسان کی شہ رگ سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں) کا مفہوم رکھ کر یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ میری شہ رگ سے بھی زیادہ مجھ سے قریب ہے۔ اس سے انوار و تجلیات کی بارش ہوتی ہے۔

مراقبۂ رویت خلوت میں چہار زانوں ہو کر بیٹھے اور دل میں آیۂ مبارک: اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی (کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے) کا مفہوم رکھ کر یہ خیال جمائے کہ اللہ تعالیٰ عزّ وجل مجھے دیکھ رہا ہے۔ اور قریب سے دیکھ رہا ہے۔ اس سے قلب اور دیگر لطائف پر انوار و تجلیات رونما ہوں گے لیکن ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کی کوشش نہ کرے۔ بلکہ باطنی طور پر روحِ انسانی پر یہ انوار چمکتے ہیں۔ جس کے اثرات مخفی نہیں رہتے۔

مراقبۂ ذات مراقبۂ ذات اس وقت شروع کیا جاتا ہے جب مذکورہ بالا اذکار و مشاغل کے ذریعے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب ہو جاتا ہے۔ اور سیر اِلی اللہ کے لیے زمین تیار ہو جاتی ہے۔ یاد رہے کہ سیر اِلی اللہ نقطۂ آغاز ہے سیر فی اللہ کا جسے فنا فی اللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔
مراقبۂ ذات کا طریقہ یہ ہے کہ خلوت میں چہار زانو بیٹھ کر آنکھیں بند کرے اور یہ خیال کرے کہ اندر، باہر، اُوپر، نیچے، دائیں، بائیں سب ذاتِ الٰہی ہے اور کسی چیز کا وجود نہیں۔ حتیٰ کہ میں بھی نہیں ہوں۔ سب جگہ اللہ ہی اللہ ہے۔ اس مراقبہ کی مداومت سے بفضلہٖ تعالیٰ سالک کی پرواز ذاتِ حق میں

Marfat.com

شروع ہو جاتی ہے۔ اور اس کے بعد جس قدر کثرت سے اس مراقبہ میں مشغولی ہوگی، ذات باری تعالیٰ (یعنی رُوحِ حق) میں روحِ انسان کی پرواز تیز تر ہوتی جائے گی۔ اور مقام لاتعین میں واصل ہو جائے گا۔ اب چونکہ ذاتِ حق کی کوئی انتہا نہیں، سیر فی اللہ کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ اور سالک ہمیشہ کے لیے ذاتِ حق میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ بلکہ موت کے بعد عالمِ ارواح میں ذاتِ حق میں اس کی پرواز جاری رہتی ہے۔ اور بہشت میں یہ پرواز قربِ الٰہی کی طرف ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جاری رہے گی۔ اس وجہ سے کہ ذاتِ حق کی کوئی انتہا نہیں

شغلِ ہوا

مراقبۂ ذات کے ساتھ ساتھ یا اس کے بعد شغل ہوا کیا جاتا ہے۔ جو سیر فی اللہ میں بہت ہی متاثر ممد اور معاون ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ تاریک کمرہ میں چہار زانوں بیٹھ کر آنکھیں کھلی رکھے اور سامنے دیوار پر ایک نقطہ تصور کر کے اس پر نظر جمائے رکھے اور آنکھ جھپکنے نہ پائے اس سے شروع میں آنکھوں سے پانی جاری ہوگا۔ لیکن اس کی فکر نہ کرے اور دل میں یہ خیال جمائے رکھے:

کان اللہ ولم یکن معہٗ شیًا — اللہ تھا اور اس کے ساتھ کسی چیز کا وجود نہ تھا۔

اور — الآن کما کان — اب بھی وہی ہے اور اس کے ساتھ کسی چیز کا وجود نہیں ہے۔

اس سے سیر فی اللہ میں ترقی ہوگی۔ نیز اس شغل کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ سالک سُکر یعنی استغراق سے مغلوب ہونے نہیں پائے گا بلکہ مزید فیضان انوار و تجلیات اور مراتب قرب طے ہوں گے۔ سالک مغلوب الحال ہونے کی بجائے ابوالحال رہے گا۔ یاد رہے کہ سکر و مستی اور محویت یا استغراق میں مستغرق ہو کر سالک کی پرواز رُک جاتی ہے۔ لیکن اس شغل کی برکت سے مراتب قرب بھی طے ہوتے رہتے ہیں محویت بھی رہتی ہے لیکن مغلوب الحال نہیں ہوتا۔ جو بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جس سے قرب کے آخری مقام بقا باللہ کے حصول میں مدد ملتی ہے۔

شغل یا ظاہرُ و یا باطنُ

یہ شغل بھی اذکار و مشاغل کے ذریعے تزکیۂ نفس کے بعد کیا جاتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ خلوت میں بیٹھ کر آنکھیں کھول کر سامنے دیکھے تو اسم الٰہی یا ظاہرُ کا تصور کرے۔ اور سر نیچے کر کے آنکھیں بند کرے اور اسم مبارک یا باطنُ کے معانی پر غور کرے اس پر مداومت کے کچھ عرصہ بعد یا ظاہرُ کے ساتھ یا آخرُ بھی شامل کر دے۔ اور یا باطنُ کے ساتھ یا اولُ شامل کر دے۔ اس سے بھی جس قدر محویت اور محبت میں اضافہ ہوگا۔ مغلوبیت نہیں ہونے پائے گی۔

شغل دائرہ حق

اس کا طریقہ یہ ہے کہ خلوت میں چہار زانو ہو کر بیٹھ جائے۔ اور لطیفہ سر جو وسط سینہ میں ہے کے گرد نور کا ایک سفید گول دائرہ تصور کرے جو لفظ حق

Marfat.com

کے طرح ہو۔ اور یہ خیال کرے کہ لطیفۂ سر سے ذکر اسم پاک حق حق حق جاری ہے۔ بلکہ کچھ عرصہ بعد خیال کرے کہ سارے جسم بلکہ ہر بال سے لفظ حق حق حق جاری ہے۔

غرضیکہ مراقبات بہت ہیں جو مشائخ عظام حسب استعداد طالبانِ حق کو تعلیم فرماتے ہیں لیکن یہ تمام اذکار، مشاغل اور مراقبات اجازتِ شیخ کے بغیر ہرگز نہیں کرنے چاہئیں۔ کیونکہ جو مریض حکیم یا ڈاکٹر سے بے نیاز ہو کر اپنا علاج آپ کرتا ہے اور دواخانے سے جو دوائی جی میں آئے اٹھا کر کھائے تو ہلاکت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟

مراتب فنا یاد رہے کہ فنا کے کئی مراتب یا درجے ہیں۔ جس طرح ذکر کے پانچ مراتب، ذکر لسانی، ذکر نفس، ذکر قلب، ذکر روح، ذکر سر و خفی ہیں اسی طرح فنا کے بھی پانچ مدارج ہیں۔

اوّل غلبۂ ذکرِ ربانی: (ذکر لسانی) جس کے ذریعے نفسانی خواہشات، غصہ، بغض، کینہ، لالچ، تکبر وغیرہ ختم ہو جاتے ہیں۔ اور صفاتِ حمیدہ مثل محبت، ایثار، ہمدردی، عجز و نیاز کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

دوم ذکرِ نفس: کے غلبہ کی وجہ سے نفسِ امارہ (نفس لوامہ) کا زور کم ہو جاتا ہے اور کشف و الہام کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

سوم ذکرِ قلبی: کے غلبہ کی وجہ سے موجوداتِ عالم کے صفات و افعال حق تعالیٰ کے صفات و افعال میں فنا ہو جاتے ہیں۔ اور ہر شے میں افعالِ حق کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اور اطمینانِ قلب میسر آتا ہے جو قرآن مجید میں نفسِ مطمئنہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

چہارم ذکرِ روح: کے غلبہ سے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ یعنی کثرتِ موجودات، وحدتِ ذات میں فنا ہو جائے یہاں تک کہ ذاتِ حق کے سوا کچھ نظر نہ آئے۔

پنجم ذکرِ خفی: کے غلبہ سے مشاہدہ مبدّل ہو جائے گا۔ معائنہ میں یعنی انسان کا اپنا تعین، تعینِ حق میں فنا ہو جائے اور خود نہ رہے۔ یہ معائنہ ہے یعنی عین ہونا۔

اس کے بعد فناء الفناء کا درجہ ہے جہاں پہنچ کر سالک کو یہ احساس بھی نہیں رہتا کہ میں فنا ہوں یعنی اس کی فنائیت بھی فنا ہو جاتی ہے۔ اور یہ مقام بقا باللہ ہے۔ جو آخری مقام ہے۔

تو دریں گم شو کہ توحید ایں بود	گم شدن گم کن کہ تفرید ایں بود

حدیث پاک:

لی مع اللہِ وقتٌ لا یسعنی نبی المرسل و ملک المقرب۔	قربِ حق میں مجھے وہ مقام حاصل ہے کہ جہاں نہ کوئی نبی پہنچا ہے نہ کوئی مقرب فرشتہ

Marfat.com

نیز حدیثِ پاک:

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاءَ الْحَقَّ — جس نے مجھے دیکھا حق کو دیکھا۔

دونوں احادیث سے یہی مقام مراد ہے۔ جو بدرجہ اتم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔

اسی مقام پر پہنچ کر حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ جب میں غائب تھا تو خدا کو ڈھونڈتا تھا اور خود کو پاتا تھا۔ اب تیس سال ہو گئے ہیں کہ خود کو ڈھونڈتا ہوں اور خدا کو پاتا ہوں۔

مقام بقا باللہ سے مراد

عارفین کا قول ہے:

اَلنِّهَايَةُ رُجُوْعٌ اِلَى الْبِدَايَةِ (آخری مقام کیا ہے۔ شروع کے مقام پر واپس آنے کا نام ہے) یعنی سالک جب مقام فنا فی اللہ میں ذات و صفاتِ حق تعالیٰ سے متصف ہو جاتا ہے تو پھر وہ سیر من اللہ کے ذریعے پھر مقامِ دوئی پر واپس آتا ہے اور حدیث پاک بی یسمع اور بی یبصر کے مطابق اندرونی بصیرت سے ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ خلافتِ الٰہیہ کا تاج اس کے سر پر رکھا جاتا ہے۔ اور ہدایتِ خلق اور دنیا کے تکوینی امور پر اسے مامور کیا جاتا ہے۔ سطحی نظر کے لوگوں نے رہبانیت کا جو الزام اولیاء اللہ پر لگایا ہے اس سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ مقام بقا باللہ پر پہنچ کر وہ انسانِ کامل بلکہ مکمل اور اکمل بنتا ہے اور جس فرض شناسی، بے نفسی، ایثار اور محبت سے خدمتِ خلق اور عبادتِ خالق اور ہدایتِ خلق میں منہمک ہوتا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔

(ضیاء القلوب مصنفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے جو علمائے دیوبند کے پیر و مرشد ہیں کتاب مذکور میں یہ بھی فرمایا ہے:

"اس مرتبہ میں بندہ خدا کا خلیفہ ہو کر لوگوں کو خدا تک پہنچاتا ہے۔ اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا سے واصل ہوتا ہے۔ اور اس وقت وجوب و امکان مساوی ہو جاتے ہیں۔ کسی کو کسی پر غلبہ نہیں ہوتا۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ، اس مرتبہ پر پہنچ کر عارف عالم پر متصرف ہو جاتا ہے اور سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ کا انکشاف ہوتا ہے۔ اور وہ ذی اختیار ہو جاتا ہے اور خدا کی جس تجلی کو چاہتا ہے اپنے اوپر کر لیتا ہے اور جس صفت کے ساتھ چاہتا ہے متصف ہو کر اس کا اظہار کر سکتا ہے۔ چونکہ اس میں خدا کے اوصاف (صفات) پائے جاتے ہیں۔ اور وہ خدا کے اخلاق سے مزین ہوتا ہے (بمصداق حدیث: تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ) اور اس نے جمال اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً کو دیکھا ہے۔ اور نورٌ علیٰ نور ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے حال اس کے تابع ہو گیا ہے"

Marfat.com

(ضیاء القلوب ص۳۶ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اچھے اور بُرے انوار کی پہچان

جب سالک کا دل خدا کا ذکر کرنے لگتا ہے اور ذکر تمام اعضا میں سرایت کر جاتا ہے اور غیر خدا سے دل پاک وصاف ہو جاتا ہے اور روحانیت سے تعلق خاص پیدا ہو جاتا ہے۔ تو انوارِ الٰہی ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ کبھی وہ انوار اپنے اندر اور کبھی باہر نظر آتے ہیں۔ تو اچھے انوار وہی ہیں جن کو وہ دل سینہ اور سر میں یا دونوں طرف اور کبھی بدن میں پائے اور جو انوار کبھی دائیں طرف اور کبھی سامنے نظر آئیں وہ بھی اچھے ہیں لیکن ان کی طرف توجہ نہ کرنی چاہیے۔

رنگوں کی پہچان

کسی رنگ کا نور اگر داہنے شانے کے برابر ظاہر ہو تو وہ فرشتوں کا نور ہے اگر سفید رنگ کا ہو تو کراماً کاتبین کا ہے۔ اگر سبز پوش خوبصورت آدمی یا کوئی اچھی صورت ظاہر ہو تو وہ فرشتہ ہے۔ جو ذاکر کی حفاظت کو آیا ہے۔

اور اگر داہنے شانے سے ہٹا ہوا یا آنکھ کے برابر ہے تو وہ مرشد کا نور ہے۔ جو راستہ کا رفیق ہے۔ اور اگر سامنے ہے تو وہ نور محمدیؐ ہے۔ جو سیدھے راستے کی تعلیم فرماتا ہے۔ اگر بائیں شانے کے متصل ظاہر ہو تو فرشتوں کا نور ہے۔ اگر بائیں شانے سے دُور ظاہر ہو تو خواہ کسی رنگ کا ہو وہ شیطان کا نور ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دنیا کا نور ہے۔ اسی طرح جو صورت یا آواز پیچھے سے یا بائیں طرف سے ہو وہ شیطان کا دھوکا ہے لاحول سے دفع کرنا چاہیے اور اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھنا چاہیے اور اس کی طرف توجہ نہ کرے۔ اور اگر نور اوپر سے آئے تو وہ ان فرشتوں کا نور ہے جو حفاظت کیلیے مقرر ہیں۔ اگر اس سے دل میں خوف پیدا ہو اور اس کے نکل جانے کے بعد بھی اور اس کے دفعہ ہو جانے کے بعد بھی باطنی حضور نہ رہے تو وہ شیطان کا نور ہے۔ لاحول پڑھنا چاہیے۔۔۔ اگر دھوئیں یا آگ کے رنگ کا نور سینہ یا ناف کے اوپر سے ظاہر ہو تو یہ خناس کا نور ہے۔ اعوذ باللہ پڑھنا چاہیے۔ اگر سینہ کے اندر یا دل پر ظاہر ہو تو وہ صفائے دل کا نور ہے۔ اگر سر کی جانب سے ظاہر ہو تو وہ بھی رُوح کا نور ہے۔ اور آفتاب کے رنگ کا نور بھی رُوح کا نور ہے۔ اور بعض اس کو نورِ ذات ٹھہراتے ہیں۔ تو اگر یہ اُوپر سے کا ہے نورِ ذات ہے۔ اگر سامنے کا ہے تو رُوح کا ہے۔ اگر چاند جیسا ہے تو دل کا ہے۔ اور بعض کے نزدیک ایک سامنے کا نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو ذکر سلطاناً نصیراً اور سلطاناً محموداً کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ بھی نورِ ذات ہے۔ لیکن سالک کو چاہیے کہ مطلوب کے سوا کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔

حضرات قادریہ کے اذکار و مشاغل بھی کم و بیش اسی نوعیت کے ہیں۔

Marfat.com

ذکر برائے شفائے مریض

داہنی طرف یَا اَحَدُ بائیں طرف یَا صَمَدُ آسمان کی طرف یَا وَتْرُ اور دل میں یَا فَرْدُ ایک ہزار مرتبہ ضرب لگائے اور مریض کے لیے دُعا کرے۔ بفضلہ تعالیٰ شفا پائے گا۔

مقاصد کے حصول اور آئندہ حالات سے واقفیت کے لیے

نماز تہجد کے بعد ایک ہزار بار دائیں طرف یَا حَیُّ، بائیں طرف یَا قَیُّوْمُ، آسمان کی طرف یَا وَھَّابُ اور دل میں یَا اللہُ کی ضربیں لگائے۔ اور دُعا کرے۔ انشاء اللہ مقصد پورا ہوگا۔

کشفِ قبور کے لیے

پہلے اکیس بار یَا رَبُّ کہے پھر آسمان کی طرف یَا رُوْحُ اور قبر کی طرف یَا رُوْحُ اور دل کی طرف یَا رُوْحَ الرُّوْحِ کی ضرب لگائے۔ انشاء اللہ خواب یا بیداری میں صاحبِ قبر کا حال معلوم ہو جائے گا۔

کشفِ قبور کا دوسرا طریقہ

پہلے قبر پر بیٹھ کر میت پر فاتحہ پڑھے۔ اور پھر آسمان کی طرف اَکْشِفْ لِیْ یَا نُوْرُ اور دل پر اَکْشِفْ لِیْ یَا نُوْرُ اور میت پر عَنْ حَالِہٖ کی ضرب لگائے اور میت کی طرف متوجہ ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مثالیہ کا تصور کرے اور دائیں طرف یَا اَحْمَدُ بائیں طرف یَا مُحَمَّدُ اور یَا رَسُوْلَ اللہِ ایک ہزار بار پڑھے۔ بفضلہ تعالیٰ بیداری یا خواب میں زیارت ہوگی۔

حاجت براری کا ذکر

جو مشکل پیش آئے اس کے موافق اسمائے حسنیٰ میں سے کوئی نام لے کر سہ ضربی، یا چہار ضربی ذکر میں مشغول ہو جائے۔ مثلاً کشائش رزق کے لیے یَا رَزَّاقُ اور مریض کی شفا کے لیے یَا شَافِیْ اور موذی جانور سے بچنے کے لیے یَا حَفِیْظُ اور فتح کے لیے یَا صَمَدُ اور دشمن کے دفع کے لیے یَا مُذِلُّ اور بلا کے دفع کے لیے اور دل کی تسکین اور مضبوطی کے لیے یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ پڑھے۔ علیٰ ہٰذا القیاس مناسب اسم الٰہی کا ورد ہر کام کے لیے کرے۔

مشائخ کے تصرفات کرنے اور توجہ دینے کا طریقہ

شیخ تمام خیالات سے خالی ہو کر اپنے نفس ناطقہ کی طرف سے مُرید پر اُس نسبت میں توجہ کرے جس کا القا مُرید پر ضروری ہو۔ اور اپنے قلب کی توجہ مرید پر جمائے۔ اور یہ

Marfat.com

خیال جمائے کہ میری کیفیتِ جذب مرید میں اثر کر رہی ہے۔ مرید کے تمام لطائف میں ذکر جاری کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے۔ کہ ہر لطیفہ پر یکے بعد دیگرے توجہ کرے۔ اور انوار، مراقبات اور لطائف کے القا میں توجہ کرے۔ اگر مرید موجود نہ ہو تو اس کی صورت کا تصور کر کے غائبانہ توجہ کرے اور اسے فائدہ پہنچائے

زندہ اور مردہ اہل اللہ کی نسبت معلوم کرنے کا طریقہ اگر زندہ ہے تو اس کے سامنے بیٹھے اگر مُردہ ہے تو اس کی قبر کے سامنے بیٹھے۔ اور اپنے دل کو تمام باتوں سے خالی کر کے اور اپنے آپ کو ہر نسبت سے باہر کر کے علام الغیوب کی بارگاہ میں دعا کرے کہ یَا علیمُ، یَاخبیرُ، یَامُبینُ مجھے آگاہ کر اور اس کی باطنی کیفیت مجھ پر منکشف فرما۔ پھر اس کی رُوح کی طرف پوری توجہ کرے۔ اور تھوڑی دیر بعد اپنی رُوح اس کی رُوح کے ساتھ ملا دے۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد اپنی طرف توجہ ہو تو اگر اپنے اندر کچھ کیفیت پائے تو سمجھے یہ نسبت اسی شخص کی ہے۔

کسی کے دل کے خطرات معلوم کرنے کا طریقہ اپنے دل کو تمام خیالات اور حدیثِ نفس سے خالی کر کے اس کی طرف متوجہ ہو جائے پھر جو کچھ اچھا یا بُرا خیال دِل میں آئے، اسی کی طرف سے خیال کرے۔

آئندہ واقعات معلوم کرنے کا طریقہ دِل سے تمام خیالات دُور کر کے بارگاہِ الٰہی میں دُعا کرے کہ یَا عَلیمُ، یَا خبیرُ، یَا مُبینُ مجھے اس واقعہ کی خبر دیدے۔ اور پھر پوُری توجہ ملاءِ اعلیٰ کی طرف جما دے۔ بفضلہٖ تعالیٰ آوازِ غیبی یا مشاہدہ یا خواب کے ذریعے معلوم ہو جائے گا۔

مرض سلب کرنے کا طریقہ دل کو تمام خیالات سے خالی کر کے اپنے آپ کو اس مرض میں مبتلا سمجھے جو مُرید کو ہے۔ تو وہ مرض اس کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اور یہ انسان کی عجیب صفتوں میں سے ہے۔ اور پھر یہ تصور کرے کہ اس مرض اپنے پاؤں کے ذریعے زمین میں داخل کر رہا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ شفا ہو گی۔

مرض سلب کرنے اور گناہ گار سے گناہ دُور کرنے کا دُوسرا طریقہ صاحبِ نسبت وضو کر کے دو رکعت نماز نفل ادا کرے۔ اور درُود اور استغفار پڑھ کر نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ درگاہِ الٰہی میں التجا کرے کہ مریض یا گناہ گار سے مرض اور گناہ دُور ہو جائے۔ اس کے بعد مریض یا گناہ گار کے سامنے بیٹھے اور پوری

Marfat.com

ہمت کے ساتھ سانس لے۔ اور سانس لیتے وقت یہ خیال کرے کہ مریض سے اس کا مرض اور گناہ گار سے اس کا گناہ دور ہو رہا ہے اور ایک لمبی سانس لے کر یہ تصور کرے کہ اس کا مرض یا اس کا گناہ زمین پر گر رہا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ مریض شفایاب ہوگا۔ اور گناہ گار گناہ سے توبہ کرے گا۔

بلا دفع کرنے کا طریقہ

جس بلا کو دفع کرنا ہو۔ اپنے دل کو تمام خیالات سے خالی کرکے اس بلا کی صورتِ مثالیہ کا تصور کرے۔ اور پوری ہمت اور توجہ سے اس بلا کے دفع کرنے کی طرف مائل ہوکر خدا سے دعا کرے۔ انشاء اللہ بلا دفع ہو جائے گی۔

احتیاط کی ضرورت

یاد رہے کہ ان باتوں کا اظہار اور تاثر اکثر متوسط درجہ کے سالکوں سے ہوتا ہے۔ اور چونکہ منتہی دنیا کی چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اسلیے ان سے یہ باتیں کم واقع ہوتی ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم رہے کہ عارف کے تمام مکشوفات کا صحیح ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ اس میں غلطی کا احتمال بھی ہوتا۔ اس لیے ایسی باتوں کو ہر کس و ناکس کے سامنے ظاہر کرنا چاہیے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا دوسرا طریقہ

عشاء کی نماز کے بعد نئے کپڑے پہن کر اور خوشبو لگا کر ادب سے مدینہ منورہ کی طرف منہ کرکے بیٹھے۔ اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں جمالِ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے حصول کی دعا کرے۔ اور پھر دل کو تمام خیالات سے خالی کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کا یہ تصور کرے کہ سفید شفاف لباس ہے اور سر پر سبز رنگ کی دستار ہے اور منور چہرہ ہے۔ اور پھر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کی دائیں طرف ضرب لگائے۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ کی بائیں طرف اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ کی ضربیں دل پر لگائے اور پھر متواتر جس قدر ہو سکے درود شریف پڑھتا رہے۔ ایک ہزار بار پڑھے تو بہتر ہے۔ اس کے بعد اکیس بار صورت نصر پڑھ کر جمالِ مبارک کا تصور کرے او۔ اس طرح سو جائے کہ سر قطب کی طرف اور منہ قبلہ کی طرف ہو اور داہیں کروٹ پر سو جائے۔ اپنے ہاتھ کی داہیں ہتھیلی پر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ دم کرکے ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر سو جائے۔ یہ عمل شب جمعہ یا شب دوشنبہ کو کرے اور چند بار کرنے سے بفضلہٖ تعالیٰ مقصد حاصل ہوگا۔

نمازِ استخارہ

جس کام کو شروع کرنا ہو حدیث شریف میں اس کے متعلق استخارہ کرنے کی تاکید آئی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے ادا کرے۔ پہلی رکعت میں بعد سورۃ فاتحہ قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔

Marfat.com

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ ، فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَ اَنْتَ الْعَلَّامُ الْغُیُوْبُ۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَوْ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَوْ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ۔

استخارہ کا دوسرا طریقہ

مشائخ چشتیہ نے کہا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد استخارہ کی نیت سے دو رکعت نفل پڑھے۔ اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ قل ہو اللہ پڑھے۔ سلام کے بعد اول و آخر درود شریف کے ساتھ یہ دعا پڑھے۔

یَا سَلَامُ سَلِّمْنِیْ: تین سو ساٹھ بار

یَا عَلِیْمُ عَلِّمْنِیْ: ایک سو بار — یَا بَشِیْرُ بَشِّرْنِیْ: ایک سو بار۔

یَا خَبِیْرُ اَخْبِرْنِیْ ایک سو بار — یَا مُبِیْنُ بَیِّنْ لِیْ ایک سو بار پڑھے۔

اس کے بعد اس طرح سو جائے کہ سر قطب کی طرف اور منہ قبلہ کی طرف ہو گفتگو نہ کرے اور درود شریف پڑھتا ہوا سو جائے۔ اس عمل کو دو شنبہ یا جمعرات شروع کرے۔ اگر ایک شب معلوم نہ ہو تو تین یا سات رات تک کرے انشاء اللہ مقصد پورا ہو گا۔

Marfat.com

دسواں باب

احوال و مقاماتِ اولیاء اللہ

شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت اور ذاتِ حق کا قرب اور وصال حاصل کرنے کا طریقہ سمجھ لینے کے بعد اب یہ دکھانے کی ضرورت ہے کہ جن خوش نصیب حضرات کو عملاً یہ مراتب و مقامات حاصل ہوئے ان کی زندگی میں کیا تبدیلیاں آئیں۔ اور وہ کیا سے کیا بن گئے۔ لہٰذا اس باب میں ہم نے لاکھوں اولیاء اور مشائخ میں سے چند بزرگانِ دین کے واقعات بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔ تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ یہ صرف زبانی باتیں نہیں ہیں بلکہ ان سے کتنے بلند نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ اور ہر آدمی کے اندر ان مقامات و مراتب کو حاصل کرنے کی صلاحیت فطرتاً موجود ہے۔ البتہ کسی میں کم اور کسی میں زیادہ ہونا قانونِ قدرت ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ اور ایک آتش پرست

حضرت خواجہ حسن بصریؒ مشہور تابعی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ کا ایک آتش پرست ہمسایہ تھا۔ جس کا نام شمعون تھا۔ ایک دفعہ وہ بیمار ہو گیا۔ اور بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اور اسے زندگی کے اس آخری موڑ پر اسلام کی دعوت دی۔ شمعون نے کہا کہ اگر آپ مجھے بہشت کا پروانہ لکھ دیں تو میں اسلام قبول کرنے کو تیار ہوں۔ خواجہ صاحب نے اس کی شرط قبول کر لی اور پروانہ لکھ دیا۔ اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ شمعون نے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو یہ کاغذ میرے ہاتھ میں دے کر مجھے دفن کر دینا۔

اسے دفن کرنے کے بعد خواجہ حسن بصریؒ گھر آئے اور سوچ رہے تھے کہ میں نے کیا کام کر دیا رات کو آپ نے خواب میں شمعون کو دیکھا۔ کہ اس کا چہرہ چاند کی طرح روشن ہے۔ نہایت ہی اعلیٰ پوشاک زیب تن ہے۔ اور سر پر شاہی تاج پہنے ہوئے مسکراتے ہوئے آ رہا ہے۔ خواجہ صاحب نے پوچھا، کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ آپ بھی مجھ سے حال پوچھ رہے ہیں۔ میرا حال آپ کے سامنے ہے۔ حق تعالیٰ

Marfat.com

عزوجل نے کمال لطف و کرم سے مجھے اپنے پاس بلایا۔ اور رُخ انور کی زیارت سے مشرف فرمایا۔ اور انواع و اقسام کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا۔ آپ کے دیئے ہوئے پروانے کی بہت قدرت و منزلت ہوئی اور وہ آپ اب واپس لے سکتے ہیں۔ جب حضرت خواجہ حسن بصری بیدار ہوتے تو دیکھا کہ وہ کاغذ ان کے ہاتھ میں ہے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے ایک نعرہ لگایا کہ "یا الٰہُ العٰلمین جب تیرے فضل و کرم کا یہ عالم ہے کہ ستر سالہ کافر کو ایک لفظ منہ سے نکالنے پر نواز لیا ہے، تو آپ ایک ستر سالہ مومن کو کیسے بھلا سکتے ہیں"

حضرت مالک بن دینارؒ اور ملّاح

ایک دفعہ شیخ مالک بن دینارؒ کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ جب کشتی کافی دُور دریا کے اندر چلی گئی تو ملاحوں نے کرایہ طلب کیا۔ آپ نے کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ انہوں نے آپ کو پکڑ کر خوب مارا جس سے آپ بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو ملاحوں نے دوبارہ مطالبہ کیا اور انہوں نے وہی جواب دیا۔ کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ انہوں نے دوبارہ ان کو پیٹا اور وہ پھر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ انہوں نے تیسری بار کرایہ طلب کیا تو آپ نے وہی جواب دیا۔ اب ملاحوں نے کہا کہ اچھا ہم اس کی ٹانگ پکڑ کر دریا میں پھینک دیتے ہیں۔ یہ کہنا تھا کہ دریا کی ہزاروں مچھلیاں ایک ایک سنہری دینار منہ میں لیے اُوپر آ گئیں۔ مالکؒ نے ایک مچھلی کے منہ سے دینار لے کر ملّاح کے حوالے کیا۔ یہ دیکھ کر سب لوگ آپ کے پاؤں پر گر پڑے۔ لیکن مالکؒ نے دریا میں چھلانگ لگائی اور پانی پر چلتے ہوئے غائب ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد آپ مالک بن دینارؒ مشہور ہو گئے۔

حضرت مالک بن دینار کی توبہ کا واقعہ

مالک بن دینار بہت خوبصورت آدمی تھے۔ اور کافی مال و دولت کے مالک بھی تھے۔ آپ شہر دمشق میں رہتے تھے۔ جہاں حضرت امیر معاویہؓ نے ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کروائی۔ مالک بن دینار کی خواہش تھی کہ اس مسجد کی امامت مل جائے۔ چنانچہ انہوں نے جا کر مسجد میں ڈیرے ڈال دیئے اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ لیکن دل میں اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے کہ مَیں بھی عجیب منافق ہوں۔ کہ امامت کی خاطر عبادت میں مشغول ہوں۔ ایک رات جب وہ بانسری بجا کر اپنا دل خوش کر رہے تھے۔ تو بانسری میں سے آواز آئی کہ "مالک تجھے کیا ہو گیا ہے کہ توبہ نہیں کرتے"۔ یہ سُن کر انہوں نے بانسری کو زمین پر دے مارا۔ اور دوڑتے ہوئے مسجد کی طرف بھاگے۔ اور یہ کہہ رہے تھے۔ کہ یا رب سارا سال میں نے تیرے ساتھ منافقت کی ہے۔ اب مجھے شرم چاہیے کہ کیوں نہ خلوص سے تیری عبادت کروں۔ لہٰذا اب انہوں نے مجھے امامت

Marfat.com

دے بھی دی تو ہرگز قبول نہ کروں گا۔ دوسرے دن ان کے پاس امامت کا حکم نامہ پہنچ گیا۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اور بھاگ آئے۔

بصرہ میں ایک امیر کبیر خاتون رہتی تھی جو اپنے والد کی واحد وارث تھی۔ اور اکیلی محل میں رہتی تھی اس نے مالک بن دینار کے پاس شادی کا پیغام بھیجا۔ تو آپ نے جواب دیا کہ جب میں نے دنیا کو طلاق دے دی ہے۔ تو یہ خاتون چونکہ دنیا میں شامل ہے تو میں اس کے ساتھ کیسے شادی کر سکتا ہوں۔

مالک بن دینار کے گھر کے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جو بہت ہی بدچلن اور بدمعاش تھا۔ انہوں نے کافی مدت تک اس کی بدتمیزی کو برداشت کیا۔ آخر جب ہمسایہ لوگوں نے ان کے پاس آکر نوجوان کی شکایت کی تو آپ نے اس کے پاس جا کر نیک کاموں کی ہدایت کی۔ لیکن اس نے نہایت ہی متکبرانہ لہجے میں جواب دیا کہ میں بادشاہ کا رشتہ دار ہوں مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ مالک بن دینار نے کہا میں بادشاہ کے پاس جا کر تیری شکایت کروں گا۔ اس نے کہا بے شک جاؤ۔ بادشاہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یہ سن کر مالک نے کہا کہ اگر بادشاہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تو میں شہنشاہِ حقیقی کی بارگاہ میں عرض کروں گا۔ یہ سن کر نوجوان نے خوشی سے نعرہ لگایا اور کہنے لگا کہ وہ تو بے حد مہربان ہے۔ وہ مجھے کیا نقصان پہنچا سکتا ہے اب مالک بن دینار نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور بے بس ہو کر گھر چلے گئے۔ اس سے اس کی گستاخی اور بڑھ گئی۔ اور ہمسایوں نے پھر مالک بن دینار کے پاس جا کر اس کے مظالم کی شکایت کی اور جب آپ دوبارہ اس کے پاس جانے لگے تو راستے میں غیب سے آواز آئی کہ "خبردار! میرے دوست پر ہاتھ مت اٹھاؤ"۔ یہ سنتے ہی ان کے ہوش جاتے رہے اور نوجوان کے پاس پہنچ گئے۔ اس نے پوچھا "کیا بات ہے کیوں میرے پاس آتے ہو؟" مالک نے کہا کہ اب میں آپ کو یہی بتانے آیا ہوں کہ میں نے یہ آواز سنی ہے۔ نوجوان نے نعرہ لگا کر کہا کہ اچھا اگر یہ بات ہے تو میں اپنا سارا محل راہ خدا میں وقف کرتا ہوں۔ اور اپنی ساری دولت اس کے نام پر وقف کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ گھر سے نکل کھڑا ہوا اور تلاشِ حق میں مشغول ہو گیا۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد میں نے اس شخص کو مکہ معظمہ میں دیکھا کہ بالکل افلاس زدہ ہے۔ اور آخری دموں میں یہ کہہ کر جان دے دی کہ "وہ میرا دوست ہے۔ میں اپنے دوست کی تلاش میں آیا ہوں"۔

حضرت حبیب عجمیؒ

حبیب عجمی اوائل میں بہت مالدار آدمی تھے اور لوگوں کو سود پر قرض دیا کرتے تھے۔ وہ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ ایک دن ایک قرضدار سے قرضہ وصول کرنے کے لیے اس کے گھر پر گئے۔ چونکہ وہ

Marfat.com

گھر پر نہیں تھا۔ اس کی بیوی سے قرضہ طلب کیا۔ اس کی بیوی نے جواب دیا کہ اس وقت ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ البتہ آج ایک بکری ذبح کی تھی جس کا سر موجود ہے اگر چاہو تو لے جاؤ۔ حبیب نے کہا اچھا کچھ سہی۔ لاؤ وہ سر ہی دے دو۔ چنانچہ بکری کا سر لے کر وہ گھر گئے اور بیوی سے کہا کہ اسے پکاؤ۔ جب اس نے پکا کر حبیب کے آگے رکھا تو ایک فقیر نے دَر پر آواز دی کہ خدا کے لیے کچھ دے دو۔ لیکن حبیب نے پکار کر کہا کہ بابا معاف کرو۔ فقیر نے آپ کی بیوی کو مخاطب کر کے کہا کہ مجھے خالی ہاتھ مت لوٹاؤ۔ کچھ تو دے دو۔ یہ سن کر اس نے ہانڈی کا ڈھکنا اٹھایا تو کیا دیکھتی ہے کہ ہانڈی میں کالے خون کے سوا کچھ نہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے حبیب سے کہا کہ " ذرا آگے آؤ اور یہ تماشا دیکھو۔ یہ تمہاری سود خوری اور فقیر سے بے اعتنائی کا نتیجہ ہے۔ اب تم خود سوچ سکتے ہو کہ اگلے جہان میں ہمارا کیا حشر ہوگا۔"

یہ دیکھ کر حبیب کے قلب میں خوفِ خدا کی آگ بھڑک اٹھی جو پھر کبھی ٹھنڈی نہ ہوئی۔ اس نے اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہا کہ دیکھو خاتون میں اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ دوسرے دن وہ اپنے قرضداروں سے ملنے گئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ اور لڑکے سڑک پر کھیل رہے تھے۔ انہوں نے حبیب کو دیکھ کر شور مچا دیا کہ " وہ دیکھو حبیب سُود خور جا رہا ہے۔ اس سے دُور ہو کر رہو۔ اگر اس کے پیروں کی خاک ہم پر پڑ گئی تو ہم بھی اس کی طرح لعنت میں گرفتار ہو جائیں گے۔" ان الفاظ نے اس کے دل پر گہرا اثر کیا اور وہ سیدھا امام حسن بصریؒ کے پاس چلا گیا۔ امام نے اس کے کان میں چند الفاظ کہے جو اس کے دل کی گہرائیوں میں اُتر گئے اور گر کر بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو امام کے ہاتھ پر توبہ کی۔ جب واپس جانے لگے تو وہی لڑکے کھیل رہے تھے۔ انہوں نے حبیب کو دیکھتے ہی کہا کہ آ گیا وہ حبیب جس نے گناہوں سے توبہ کر لی ہے۔ اب ہمیں بھاگ جانا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے پاؤں کی خاک اس پر پڑے اور ہم گناہ گار ہو جائیں۔ یہ دیکھ کر حبیبؒ نے نعرہ لگایا کہ:

"یا میرے آقا! جب میں نے تیرے سامنے سر جھکا دیا تو تُو نے خلقِ خدا کے دلوں میں میری شہرت کا نقارہ پیٹ دیا ہے۔"

اس کے بعد انہوں نے اعلان کر دیا کہ جس کسی نے حبیب سے کچھ لینا ہے آ کر لے جائے۔ یہ سُن کر لوگ ان کے پاس جا کر اپنے حقوق لیتے رہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنا سارا سرمایہ لوگوں کو دے دیا۔ اور خود بالکل مفلس اور نادار ہو گئے۔ اس کے بعد ایک آدمی نے آ کر مطالبہ کیا تو انہوں نے اس کو اپنی بیوی کی چادر دے دی۔ ایک اور آدمی کو انہوں نے اپنی قمیض اتار کر دے دی اور خود ننگی بیٹھ کر کے بیٹھ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے دریائے دجلہ کے کنارے جھونپڑا بنایا۔ اور یادِ خدا میں مشغول ہو گئے اور رات دن امام حسن بصریؒ کے

Marfat.com

زیرِ تربیت رہنے لگے۔ کیونکہ آپ قرآن مجید کا تلفظ اچھی طرح ادا نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے آپ کا لقب عجمی یعنی گونگا پڑ گیا۔ عرب کے فصیح اور بلیغ لوگ غیر عرب لوگوں کو اسی لقب سے یاد کرتے تھے۔

اب چونکہ آپ بالکل نادار تھے۔ بیوی روزانہ مطالبہ کر رہی تھی کہ کچھ لاؤ اور گھر کا خرچ پورا کیا جائے وہ سارا دن اپنے جھونپڑے میں مشغول رہتے تھے اور جب رات کو واپس گھر آتے تو بیوی سر ہو جاتی، کہ پیسہ لاؤ۔ ہم کیا کھائیں؟ سارا دن کہاں رہتے ہو؟ حبیب نے جواب دیا کہ جس کے ہاں کام کرتا ہوں وہ اس قدر کریم اور سخی ہے کہ مجھے اس سے کچھ طلب کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے۔ وہ ہر دس دن کے بعد مزدوری دیتا ہے۔ اس لیے فکر مت کرو۔ جب دس دن پورے ہو جائیں گے تو وہ خود بخود ہمیں مزدوری دے دے گا۔

غرضیکہ حبیب روزانہ اپنے جھونپڑے میں جا کر عبادت کرتے رہے۔ جب دس دن ختم ہوئے تو وہ پریشان تھے کہ اب میں بیوی کو کیا جواب دوں گا۔ وہ اس فکر میں غرق تھے کہ ادھر پروردگارِ عالم نے ایک فرشتے کے ذریعے ایک گدھے پر آٹے کی بوری، ایک پر ذبح شدہ بکری اور ایک پر گھی، شہد اور مصالحہ جات اور ایک تھیلے میں تین سو چاندی کے درہم ان کے گھر بھیج دیئے۔ ان کی بیوی کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ جب ایک نہایت ہی خوبصورت نوجوان نے دروازہ کھٹکھٹا کر یہ سب چیزیں ان کی بیوی کے حوالے کر دیں اور ساتھ ہی یہ پیغام بھی دیا۔ کہ:

"میرا آقا کہتا ہے کہ حبیب کو کہنا کہ تم جتنا زیادہ کام کرو گے ہم اس کی مزدوری اتنی زیادہ کرتے رہیں گے:" رات کو جب حبیب نہایت ہی شرمندگی اور پشیمانی کی حالت میں گھر میں داخل ہوئے تو نفیس کھانوں کی خوشبو سے ان کا دماغ معطر ہو گیا۔ اور آگے بڑھ کر بیوی سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے نہایت خوشی سے جواب دیا کہ اے میرے پیارے شوہر جس شخص کے ہاں آپ کام کرتے ہیں وہ اس قدر سخی، شریف اور مہربان ہے کہ ایک آدمی کے ذریعے اس نے یہ چیزیں بھیجی ہیں اور یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ حبیب کو کہنا کہ تم کام زیادہ کیے جاؤ ہم تمہاری مزدوری بڑھاتے جائیں گے۔ یہ سُن کر حبیب دنگ رہ گئے۔ اور دل میں کہا کہ "سبحان اللہ! میں نے صرف دس دن کام کیا ہے اور مجھ پر اس قدر کرم ہوا ہے۔ اگر زیادہ کام کروں تو کیا کچھ نہیں ملے گا:"

اس کے بعد وہ ہمہ تن یادِ خدا میں منہمک ہو گئے اور مقتدائے قوم ہوئے۔ حضرت خواجہ حبیب عجمی کے پسندیدہ اقوال میں سے ایک قول یہ ہے:

"اے میرے آقا! ممکن ہے میں اس خوشی سے مر جاؤں کہ تجھے یا آقا کہتا ہوں:"

Marfat.com

خواجہ حبیب عجمی کی کرامات

ایک دفعہ ایک بوڑھی عورت کا بیٹا گم ہوگیا۔ وہ خواجہ حبیبؒ کے پاس جاکر قدموں پر گرگئی اور زار و قطار رونے لگی۔ اور کہا کہ میں ہرگز اپنے بیٹے کی جدائی برداشت نہیں کرسکتی۔ آپ خداوندتعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا کریں تاکہ میرا بیٹا واپس آجائے۔ حضرت خواجہ نے دریافت کیا کہ کیا تمہارے پاس کچھ رقم ہے۔ اس نے کہا جی ہاں! میرے پاس دو درہم ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ رقم غریبوں میں تقسیم کردو۔ اس کے بعد انہوں نے اس کے حق میں دعا مانگی۔ اور فرمایا کہ گھر جاؤ تمہارا بیٹا واپس آگیا ہے۔ جونہی وہ گھر پہنچی، کیا دیکھتی ہے کہ بیٹا گھر بیٹھا ہے۔ وہ بیٹے کو حضرت خواجہ کی خدمت میں لائی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ "بیٹے تم کہاں تھے"؛ لڑکے نے جواب دیا کہ، حضور میں کرمان گیا ہوا تھا۔ مجھے میرے استاد نے گوشت لانے کے لیے بھیجا۔ راستے میں ہوا کا ایک زبردست جھونکا آیا اور غیب سے ایک آواز آئی کہ حبیب عجمی کی برکت سے اور ان دو درہموں کی برکت سے جو اس کی ماں نے خیرات کیے ہیں۔ اس لڑکے کو اپنے گھر پہنچادو۔"

خواجہ حبیب عجمیؒ کی ایک اور کرامت یہ ہے کہ ایک دفعہ حج کے موقع پر لوگوں نے آپ کو آٹھ ذوالحج کو بصرہ میں اور نَو ذوالحج کو میدانِ عرفات میں دیکھا۔

رابعہ بصریؒ

رابعہ بصریؒ بصرہ کے ایک غریب آدمی اسماعیل اُلادوی کے گھر پیدا ہوئیں۔ بچپن میں ماں باپ کا سایہ سر سے اُٹھتے ہی غنڈوں نے اسے اٹھالیا۔ اور کسی کے ہاں فروخت کردیا۔ جس رات وہ پیدا ہوئیں ان کے والدین کے گھر میں کچھ نہیں تھا۔ نہ اس قدر تیل تھا کہ بچی کی ناف پر لگایا جائے یا چراغ روشن کیا جائے اور نہ ہی کوئی کپڑا تھا جس میں اسے لپیٹا جائے۔ اس سے پہلے ان کی تین بہنیں پیدا ہوچکی تھیں۔ ان کی والدہ نے خاوند سے کہا کہ ہمسائے کے گھر جاکر تھوڑا تیل لے آئے۔ تاکہ چراغ جلایا جائے لیکن خاوند نے عہد کرلیا تھا کہ خدا کے سوا کسی سے کچھ طلب نہیں کروں گا۔ تاہم بیوی کی دلجوئی کی خاطر باہر چلے گئے۔ اور ہمسائے سے بات کیے بغیر واپس آکر بیوی سے کہنے لگے کہ اس نے رات کے وقت دروازہ نہیں کھولا یہ سُن کر بیوی سخت روئی۔ جس سے خاوند کے دل پر بہت اثر ہوا اور وہ اپنا سر گھٹنوں پر رکھ کر بیٹھ گیا۔ اس حالت میں اسے نیند آگئی۔ اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فکر مت کرو۔ یہ بچی جو ابھی پیدا ہوئی ہے، قوم نساء میں ملکہ ہوگی۔ اور اس کی شفاعت سے میری اُمت کے ستر ہزار نفوس کی بخشش ہوگی۔ کل تم بصرہ کے حاکم زھدان کے پاس ایک خط

Marfat.com

لکھ کر بھیج دو کہ تم روزانہ مجھ پر ایک سو اور جمعہ کی رات چار سو بار درود پڑھ کر بھیجتے ہو۔ لیکن گزشتہ جمعہ کو تم مجھ کو بھول گئے ہو۔ اب تم اس خط لکھنے والے کو حلال کمائی کے چار سو دینار بھیج دو۔"

جب رابعہ کے باپ خواب سے بیدار ہوئے تو خوشی سے رونے لگے۔ اور اُٹھ کر جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خط لکھ کر حاکم بصرہ کے پاس بھیج دیا۔ یہ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا۔ کیونکہ جو کچھ درود شریف کے متعلق خط میں لکھا تھا، واقعی اسی طرح تھا۔ چنانچہ اس نے سب سے پہلے تو دو ہزار دینار اس عنایت کے شکرانے میں خیرات کر دیئے کہ میرے آقا نے مجھے یاد فرمایا ہے اس کے بعد اس نے چار سو دینار رابعہ کے باپ کے پاس یہ کہہ کر بھجوا دیئے کہ "میں آپ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ آپ کو یہاں آنے کی تکلیف دی جائے۔ میں خود حاضر ہو کر اپنی داڑھی آپ کی دہلیز پر رگڑوں گا۔ آپ مجھ پر اتنا کرم فرمائیں کہ آئندہ جس قدر ضرورت ہو مجھے مطلع کر دیا کریں۔"

جب رابعہ کچھ بڑی ہوئیں تو ماں باپ دونوں فوت ہو گئے اور سب بہنیں ایک دوسری سے جُدا ہو گئیں۔ رابعہ ایک بدمعاش کے ہاتھ آ گئیں جس نے اسے چھ درہم کے عوض فروخت کر دیا اور اس کا مالک اس سے سخت کام لینے لگا۔

ایک دن وہ راستے میں جا رہی تھیں کہ ایک آدمی اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔ یہ دیکھ کر وہ زور سے بھاگی اور گر کر اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ اس پر رابعہ نے سجدہ میں جا کر بارگاہِ ربُّ العزت میں یہ مناجات کی۔

رابعہ کی مناجات

"اے میرے آقا! میں ایک یتیم اور بے کس لڑکی ہوں جو ماں باپ دونوں کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو چکی ہے اس کے ساتھ میں ایک اجنبی شخص کی غلام بھی ہوں۔ اور میرا بازو بھی ٹوٹ چکا ہے لیکن ان باتوں کا مجھے کوئی غم نہیں۔ مجھے جس چیز کی فکر ہے، وہ میرے آقا! تیری رضا ہے۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تو مجھ سے راضی ہے یا نہیں۔"

اس پر اس نے غیب سے یہ آواز سنی:۔

"رابعہ! تم فکر مت کرو۔ کل تمہارا وہ مرتبہ ہو گا کہ ملائک بھی رشک کھائیں گے۔"

اس کے بعد رابعہ اپنے آقا کے گھر جا کر اس کی خدمت میں مصروف ہو گئی۔ دن کے وقت وہ متواتر روزہ رکھتی تھی اور نماز میں مشغول رہتی تھی۔ اور رات ہوتی تو صبح تک کھڑی نوافل میں گزار دیتی تھیں۔ ایک رات اس کے آقا نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو رابعہ یہ مناجات کر رہی تھیں:۔

Marfat.com

رابعہ کی مناجات

"میرے آقا! تو جانتا ہے کہ تیری عبادت میرے دل کی خوشی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو ایک لمحہ بھی تیری عبادت ترک نہ کرتی لیکن کیا کروں، تو نے مجھے ایک انسان کے ہاتھوں قیدی بنا دیا ہے۔"

اس کے مالک نے یہ بھی دیکھا کہ رابعہ کے سر پر ایسی روشنی چمک رہی ہے کہ جس سے سارا کمرہ روشن ہو گیا ہے یہ دیکھ کر وہ گھبرا گیا اور ساری رات غمزدہ ہو کر بیٹھا رہا۔ صبح ہوتے ہی اس نے رابعہ کو آزاد کر دیا اس کے بعد رابعہ نے صحرا کا رُخ کیا اور رات دن یادِ خدا میں منہمک ہو گئیں۔

ایک دفعہ رابعہ ایک قافلے کے ساتھ حج کو جا رہی تھیں۔ آپ گدھے پر سوار تھیں۔ اور کھانے پینے کا سامان بھی گدھے پر تھا۔ جب قافلہ صحرا کے وسط میں پہنچا تو گدھا مر گیا۔ ان کے ساتھیوں نے کہا لاؤ ہم تمہارا سامان اٹھا لیتے ہیں۔ رابعہ نے کہا آپ جایئے جس کے سہارے میں نے یہ سفر اختیار کیا ہے، وہی مجھے منزلِ مقصود تک پہنچائے گا۔ جب قافلہ چلا گیا اور آپ لق و دق میدان میں اکیلی رہ گئیں تو آپ نے بارگاہِ ربُّ العزت میں یوں دُعا کی:

دیگر مناجات

"اے میرے آقا! کیا بادشاہ بھی ایک بیکس اور بے خانماں بوڑھی عورت کے ساتھ یہی سلوک کرتے ہیں۔ تو نے مجھے اپنے گھر کی زیارت بھی نہ کرنے دی اور پھر سنسان اور بیابان صحرا میں میرا گدھا مار دیا ہے!"

ابھی یہ الفاظ ان کے منہ پر تھے کہ گدھے کے جسم میں حرکت ہوئی اور کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے اپنا سامان اس پر رکھا اور چل پڑیں۔

رابعہ کی دعائیں

آپ اکثر یہ دعا مانگا کرتی تھیں۔

"یا اللہ! جو کچھ تو نے دنیاوی چیزوں سے میری قسمت میں لکھا ہے، اپنے دشمنوں کو دے دے۔ اور جو کچھ تو نے آخرت میں میرے لیے لکھا ہے، اپنے دوستوں کو دے دے۔ میرے لیے تو کافی ہے۔"

دیگر دعا

آپ کی ایک اور دعا یہ ہے:

"یا اللہ! اگر میں دوزخ کے خوف سے تیری عبادت کرتی ہوں تو مجھے دوزخ میں جلا دے۔ اگر میں بہشت کی خاطر تیری عبادت کرتی ہوں تو مجھے بہشت سے محروم کر دے۔ اور اگر میں تیرے لیے عبادت کرتی ہوں تو مجھے اپنے حسن لازوال سے محروم نہ رکھیو!"

Marfat.com

دیگر دعا ایک اور دعا یہ ہے: "یا اللہ! تو ہی دونوں جہانوں میں میری تمناؤں اور آرزوؤں کا مقصود ہے۔ یہ میری طرف سے ہے۔ اب تو اپنی طرف سے وہ کر جو تیرے شایان شان ہو!"

حضرت فضیل ابنِ عیاض رح

آپ ابتدائی زندگی میں ڈاکوؤں کے سردار تھے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی تھی کہ خدا تعالیٰ نے ان کو فطرتاً فراخدلی اور سخاوت جیسی اعلیٰ صفات سے بھی نوازا تھا۔ ایک دفعہ ایک بڑا قافلہ جا رہا تھا۔ اور فضیل کے آدمیوں نے مورچے سنبھال رکھے تھے۔ قافلے میں ایک آدمی کے پاس دیناروں کا ایک تھیلہ تھا۔ اس نے خیال کیا کہ ڈاکوؤں کے آنے سے پہلے میں تھیلے کو کسی جگہ چھپا دوں۔ وہ راستے سے ہٹ کر جنگل کے ایک کونے میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک نیک آدمی جس کے گلے میں تسبیح تھی خیمہ لگائے بیٹھا ہے۔ اس نے دل میں کہا کہ اس راہب سے زیادہ امین اور کون ہو سکتا ہے۔ یہ سوچ کر تھیلا اس کے حوالے کر دیا۔ اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ڈاکوؤں کا سردار یہی ہے۔ جب واپس قافلے کی طرف گیا تو قافلہ لٹ چکا تھا۔ چنانچہ وہ فضیل کے پاس اپنا تھیلہ لینے گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ تمام ڈاکو ان کے گرد جمع ہیں اور لوٹ کا مال تقسیم ہو رہا ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے آہِ سرد لی۔ اور دل میں کہنے لگا کہ افسوس میں نے اپنا مال خود چوروں کے حوالے کر دیا۔ لیکن اس کی خوشی اور حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب فضیل نے اس کو دیکھتے ہی کہا کہ آؤ بیٹے! اپنا مال لے لو۔ اس نے اپنا تھیلا لیا اور چلتا بنا۔

جب وہ چلا گیا تو فضیل کے ساتھیوں نے احتجاج کیا کہ سارے قافلے میں ہمیں ایک درہم بھی نہیں ملا۔ اور آپ نے دیناروں کا تھیلا اس کو دے دیا۔ فضیل نے جواب دیا کہ جس طرح اس آدمی کو میرے ساتھ حسنِ ظن تھا۔ مجھے بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن ہے کہ وہ میری توبہ قبول کرے گا۔ اب میں نے اس آدمی کے حسنِ ظن کو سچا کر دکھایا تو امید ہے کہ خداوند عالم بھی میرے حسنِ ظن کو سچا کرے گا۔

چنانچہ اس طرح ہوا کہ ایک رات ایک قافلہ سفر طے کر رہا تھا اور قافلہ والوں میں سے ایک آدمی قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ فضیل کے کانوں میں یہ آیت پہنچی کہ:

"کیا اب وہ وقت نہیں آن پہنچا کہ مسلمان اللہ کے ذکر سے اپنے دلوں کو روشن کریں۔"

اب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک تیر فضیل کے دل میں جا کر چبھ گیا ہے۔ اور یہ اس کے سیلیے ایک بلاوا آیا ہے۔ یہ آیت سن کر فضیل کا دل موم ہو گیا۔ اور قرآن پڑھنے والے کے جواب میں چلا اٹھا کہ:

"واقعی وہ وقت آ گیا ہے بلکہ وقت گذر چکا ہے۔"

Marfat.com

اب سراسیمگی اور حیرت کے عالم میں وہ جنگل میں گھس گئے۔ وہاں جنگل میں چند مسافروں نے ڈیرہ لگایا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا۔ اب ہمیں جلدی یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ دوسرے نے کہا نہیں، ہم نہیں جا سکتے۔ کیونکہ فضیل تاک میں ہے۔ یہ سُن کر فضیل نے کہا کہ میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ فضیل نے توبہ کر لی ہے۔

ایک یہودی کا مسلمان ہونا

اس کے بعد فضیل روتے ہوئے چلے گئے اور راستے میں جو ملا اس کا حق ادا کرتے گئے۔ آخر کار شہر باورد کا ایک یہودی باقی رہ گیا۔ جس کو انہوں نے لوٹا تھا۔ اب فضیل کے پاس کچھ نہیں تھا۔ کہ اس کا حق ادا کرتے۔ اور یہودی اپنا حق چھوڑنے کے لیے اور معاف کرنے پر رضامند نہیں ہو رہا تھا۔ بلکہ اس نے اپنے دوستوں سے کہا اب دیکھو میں ان مسلمانوں کی کیسے خبر لیتا ہوں۔ یہودی نے فضیل سے کہا اچھا پہلے میری زمین سے وہ ریت کا ٹیلہ ہٹا دو جس پر کئی دن لگتے تھے۔ انہوں نے بے بس ہو کر ٹیلہ اٹھانا شروع کر دیا لیکن ایک آدمی سے کہاں یہ کام ہو سکتا تھا۔ خدا کا کرنا دیکھیے ایک دن ایسی تیز ہوا چلی کہ ٹیلہ خود بخود ہٹ گیا۔ یہ دیکھ کر یہودی دنگ رہ گیا۔ خواجہ فضیلؒ کی یہ کرامت دیکھ کر اس کا دل قدرے نرم ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک اپنا حق واپس نہیں لوں گا۔ فضیل کو نہیں بخشوں گا۔ اب یوں کرو کہ فلاں کونے سے ایک سونے کا تھیلا اٹھا کر مجھے دے دو تو اس طرح میری قسم پوری ہو جائے گی۔ اور میں تمہیں اپنا حق بخش دوں گا۔ لیکن دراصل اس تھیلے میں یہودی نے مٹی بھر رکھی تھی۔ اس کی بات سُن کر فضیل کمرے کے اندر گئے اور وہ تھیلا اٹھا کر یہودی کو دے دیا۔ اب یہودی کیا دیکھتا ہے کہ وہ تھیلا سونے سے بھرا ہوا ہے۔ یہ دیکھتے ہی یہودی نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور خواجہ فضیل سے کہا کہ پہلے مجھے مسلمان کیجیے۔ جب وہ اسلام قبول کر چکا تو کہنے لگا کیا تجھے معلوم ہے میں نے کیوں اسلام قبول کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آج تک مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ کون سا مذہب خدا کا سچا مذہب ہے۔ میں نے تورات میں پڑھا تھا کہ جب ایک آدمی سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اگر وہ مٹی کو بھی ہاتھ لگائے تو سونا بن جاتی ہے۔ اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسلام سچا مذہب ہے۔ میں نے جان کر تھیلے میں مٹی بھر رکھی تھی۔ اور تمہارا امتحان مطلوب تھا۔ جب آپ سچے ثابت ہوئے تو مجھ پر اسلام کی حقانیت ثابت ہو گئی اور آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا ہوں۔

خواجہ فضیل بن عیاضؒ اور خلیفہ ہارون الرشید

ایک دفعہ حج کے زمانے میں خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے وزیر فضل برمکی

Marfat.com

سے کہاکہ آج رات مجھے کسی ولی اللہ کے پاس لے چلو تاکہ میں ان سے اپنی حقیقت معلوم کرسکوں۔ وزیر بادشاہ کو شیخ سفیان بن عینیہ کی خدمت میں لے گیا۔ جب دروازہ کھٹکھٹایا تو شیخ نے اندر سے پوچھا کہ کون ہے۔ وزیر نے جواب دیا امیرالمؤمنین آپ کو ملنے آئے ہیں۔ شیخ نے کہاکہ امیرالمؤمنین نے یہاں آنے کی تکلیف کیوں گوارا کی۔ مجھے بلا لیا ہوتا۔ یہ سن کر ہارون نے کہا جس شیخ کی میں تلاش میں ہوں وہ یہ نہیں ہیں مجھے کسی اور جگہ لے چلو۔ یہ بات شیخ نے سن لی اور کہنے لگے کہ جس قسم کے شیخ کی آپ کو تلاش ہے وہ خواجہ فضیل ہیں چنانچہ وہ حضرت فضیلؒ کی قیام گاہ پر چلے گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے خواجہ نے دریافت کیا کہ کون ہے وزیر نے جواب دیا کہ امیرالمؤمنین آپ سے ملنے آئے ہیں۔ حضرت خواجہ نے کہا بادشاہ کو مجھ سے اور مجھے بادشاہ سے کیا کام ہے۔ وزیر نے کہا کیا قرآن کے مطابق اولی الامر کی اطاعت فرض نہیں ہے۔ خواجہ نے کہا، جاؤ میرا وقت ضائع مت کرو۔ لیکن واپس جانے کی بجائے بادشاہ زبردستی اندر چلا گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت خواجہ نے چراغ بجھا دیا تاکہ بادشاہ کا چہرہ نہ دیکھنے پائیں۔ جب ہارون الرشید نے حضرت خواجہ کے پاؤں کی طرف ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے ہاتھ پکڑ کر فرمایا: "اگر دوزخ کی آگ سے بچ جاتا تو کیا ہی نرم ہاتھ ہے۔ یہ کہہ کر آپ اُٹھے اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ اس سے بادشاہ بہت متاثر ہوا اور اس پر گریہ طاری ہو گیا۔ جب افاقہ ہوا تو بادشاہ نے عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے دادا حضرت عباسؓ نے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے کسی علاقے کا حاکم مقرر کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ "چچا جان میں نے ایک لمحہ کے لیے آپ کو آپ کے اپنے اُوپر حاکم مقرر کیا:" اس کا مطلب یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کی ایک لمحہ کی طاعت اس ہزار سال سے بہتر ہے کہ جس میں لوگ آپ کی اطاعت کریں۔ کیونکہ کل قیامت کے دن حکومت والے خسارہ میں ہوں گے:

اس کے بعد ہارون رشید نے کہا کہ مجھے اور نصیحت کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ مقرر ہوئے تو انہوں نے اپنے دوستوں کو بلا کر کہا کہ مَیں آزمائش میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کیونکہ میرے لیے تو یہ آزمائش ہے۔ اور بعض کے لیے یہ برکت ہے۔ ایک دوست نے کہا کہ اگر آپ حق تعالیٰ کے غصہ سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اپنے سے بڑے مسلمانوں کا اپنے والدین کی طرح احترام کرو۔ نوجوانوں کو اپنا بھائی اور چھوٹوں کو اپنی اولاد سمجھو۔" یہ سُن کر بادشاہ اور رونے لگا۔

آخر میں بادشاہ نے پوچھا کہ کیا آپ پر کسی کا قرض ہے۔ تاکہ مَیں اتار دوں۔ آپ نے فرمایا جی ہاں مَیں نے حق تعالیٰ کی اطاعت کا قرض ادا کرنا ہے۔ بادشاہ نے کہا: "میرا مطلب یہ ہے کہ آیا آپ نے

Marfat.com

روپے پیسے کی شکل میں کسی کا قرض ادا کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ ربّ العزت کا بے حد شکر ہے جس نے مجھے اتنا دے رکھا ہے کہ مجھے اس کے غلاموں سے لینے کی ضرورت ہی نہیں۔ لیکن پھر بھی بادشاہ نے ایک ہزار دینار کا تھیلا ان کے سامنے رکھ کر کہا کہ یہ میری والدہ کی وراثت کا مال ہے۔ اور بالکل حلال ہے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا:

"اے امیر المومنین! جو کچھ میں نے ابھی کہا سب بے کار گیا۔ تم نے ابھی سے غلط کاری اور ناانصافی شروع کر دی۔ اس سے ظاہر ہے کہ میری نصیحت کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ ہارون الرشید نے کہا کہ مجھ سے کیا خطا ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں۔ اور تم مجھے لالچ کی طرف۔ میں نے کہا تھا کہ جس کا حق ہے اس کو دو اور تم ایک غیر مستحق کو دے رہے ہو۔ یہ کہہ کر آپ اُٹھے اور دینار دروازے سے باہر پھینک دیئے۔ ہارون الرشید نے آہِ سرد لے کر کہا کہ سُبحان اللہ! کیسا انسان ہے! دراصل بادشاہ یہی ہے جس کی نظروں میں دُنیا بالکل حقیر ہے۔"

ایک دن حضرت خواجہ فضیل میدانِ عرفات میں دیکھ رہے تھے کہ حاجی لوگ رو رو کر دعائیں مانگ رہے تھے۔ اور نہایت عجز و نیاز کے ساتھ بارگاہِ ربّ العزت میں آہ و زاری کر رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر آپ نے ایک آدمی سے کہا کہ سُبحان اللہ! اگر اتنے لوگ، ایک امیر کے گھر پر جا کر درخواست کریں کہ ہمیں ایک درہم عنایت کریں، تو کیا حال ہے کہ وہ ان سب کو محروم کرے گا۔ اس آدمی نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ اب تم خود سوچ سکتے ہو۔ وہ احکم الحاکمین جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے، ان کو جو اس وقت گریہ وزاری کر کے بخشش کی درخواست کریں، کیسے محروم کر سکتا ہے۔ اس کے لیے سارے جہان کو بخش دینا اس سے زیادہ آسان ہے کہ ایک دولت مند شخص ایک درہم دے سکے۔

حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ کی دو بیٹیاں تھیں۔ جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو بیوی کو بلا کر وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو ان دونوں بیٹیوں کو کوہ ابو قبیس (جو مکہ معظمہ میں ہے) پر لے جانا۔ اور ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ ربّ العزت میں یہ دعا کرنا کہ:

"میرے آقا! جب تک میں زندہ رہا ان بے کسوں کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ اب جب کہ تُو نے مجھے قبر میں بھیج دیا ہے۔ میں ان کو تیرے حوالے کرتا ہوں۔"

چنانچہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی بیوی نے وصیت پر عمل کیا۔ اور دونوں بیٹیوں کو پہاڑ پر لے گئی۔ اور اسی طرح بارگاہِ ربّ العزت میں گزارش کی۔

Marfat.com

خدا کی قدرت دیکھیے عین اسی وقت یمن کا بادشاہ اپنے لاؤ لشکر اور دو شہزادوں سمیت وہاں سے گزر رہا تھا۔ چونکہ پہاڑ پر کافی مجمع ہو گیا تھا۔ اس نے وجہ دریافت کی تو لوگوں نے بتایا کہ اس طرح خواجہ فضیل ابن عیاض ؒ نے وصیت کی تھی۔ اور اب ان کی بیوی وصیت پر عمل کر رہی ہے۔ بادشاہ نے ان کی بیوی سے کہا کہ میں ان دونوں شہزادوں کی شادی ان لڑکیوں سے کرنا چاہتا ہوں۔ اور ہر ایک کے لیے دس ہزار دینار کا حق المہر مقرر کرتا ہوں۔ کیا آپ کو قبول ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں قبول ہے۔ اس کے بعد بادشاہ نے دونوں بیٹوں کی شادی رچائی۔ اور بیش بہا ساز و سامان دے کر اپنے ساتھ یمن لے گیا۔

یک زمانہ صحبت با اولیأ
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریأ

Marfat.com

حضرت بایزید بسطامیؒ

کے دستِ حق پرست پر پانچ صد عیسائیوں کا مشرف باسلام ہونا

حضرت شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک سفر میں خلوت سے لذت حاصل کر رہا تھا اور فکر میں مستغرق تھا اور ذکر سے اُنس حاصل کر رہا تھا کہ میرے دل میں ندا سنائی دی' اے بایزید دَیرِ سمعان کی طرف چل اور عیسائیوں کے ساتھ ان کی عید اور قربانی میں حاضر ہو۔ اس میں ایک شاندار واقعہ ہوگا۔ تو میں نے اعوذ باللہ پڑھا اور کہا کہ پھر اس وسوسہ کو دوبارہ نہیں آنے دوں گا۔ جب رات ہوئی تو خواب میں ہاتف کی وہی آواز سنی۔ جب بیدار ہوا تو بدن میں لرزہ تھا۔ پھر سوچنے لگا کہ اس بارہ میں فرمانبرداری کروں یا نہ تو پھر میرے باطن سے ندا آئی کہ ڈرو مت کہ تم ہمارے نزدیک اولیاء اخیار میں سے ہو اور ابرار کے دفتر میں لکھے ہوتے ہو لیکن راہبوں کا لباس پہن لو اور ہماری رضا کے لیے زنّار باندھ لو۔ آپ پر کوئی گناہ یا انکار نہیں ہوگا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ صبح سویرے میں نے عیسائیوں کا لباس پہنا زنار کو باندھا اور دَیرِ سمعان پہنچ گیا۔ وہ ان کی عید کا دن تھا مختلف علاقوں کے راہب دَیرِ سمعان کے بڑے راہب سے فیض حاصل کرنے اور ارشادات سننے کے لیے حاضر ہو رہے تھے میں بھی راہب کے لباس میں ان کی مجلس میں جا بیٹھا۔ جب بڑا راہب آکر ممبر پر بیٹھا تو سب خاموش ہو گئے۔ بڑے راہب نے جب بولنے کا ارادہ کیا تو اس کا ممبر لرزنے لگا اور کچھ بول نہ سکا گویا اس کا منہ کسی نے لگام سے بند کر رکھا ہے تو سب راہب اور علماء کہنے لگے اے مرشد ربّانی کون سی چیز آپ کو گفتگو سے مانع ہے۔ ہم تو آپ کے ارشادات سے ہدایت پاتے ہیں اور آپ کے علم کی اقتدا کرتے ہیں۔ بڑے راہب نے کہا کہ میرے بولنے میں یہ امر مانع ہے کہ تم میں ایک محمدی شخص آ بیٹھا ہے۔ وہ تمہارے دین کی آزمائش کے لیے آیا ہے۔ لیکن یہ اس کی زیادتی ہے۔ سب نے کہا ہمیں وہ شخص دکھا دو ہم فوراً اس کو قتل کر ڈالیں گے۔ اس نے کہا بغیر دلیل اور حجت کے اس کو قتل نہ کرو۔ میں امتحاناً اس سے علم الادیان کے چند مسائل پوچھتا ہوں۔ اگر اس نے سب کے صحیح جواب دیئے تو ہم اس کو چھوڑ دیں گے۔ ورنہ قتل کر دیں گے۔ کیونکہ امتحان سے

Marfat.com

مرد کی عزت ہوتی ہے یا رسوائی یا ذلت۔ سب نے کہا آپ جس طرح چاہیں کریں ہم آپ کے خوشہ چیں ہیں۔ تو وہ بڑا راہب ممبر پر کھڑا ہو کر پکارنے لگا۔ اے محمدی، تجھے محمدؐ کی قسم کھڑا ہو جا کہ سب لوگ تجھے دیکھ سکیں تو بایزید رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے۔ اس وقت آپ کی زبان پر رب تعالیٰ کی تقدیس اور تمجید کے کلمات جاری تھے۔ اس بڑے پادری نے کہا اے محمدی میں تجھ سے چند مسائل پوچھتا ہوں۔ اگر تو نے پوری وضاحت سے ان سب سوالوں کا جواب باصواب دیا تو ہم تیری اتباع کریں گے ورنہ تجھے قتل کر دیں گے۔ تو بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو معقول یا منقول جو چیز پوچھنا چاہتا ہے پوچھ۔ اللہ تعالےٰ تمہارے اور ہمارے درمیان گواہ ہے۔ تو اس پادری نے کہا۔

وہ ایک بتاؤ جس کا دوسرا نہ ہو اور وہ دو بتاؤ جن کا تیسرا نہ ہو اور وہ تین جن کا چوتھا نہ ہو اور وہ چار جن کا پانچواں نہ ہو اور وہ پانچ جن کا چھٹا نہ ہو اور وہ چھ جن کا ساتواں نہ ہو اور وہ سات جن کا آٹھواں نہ ہو اور وہ نو جن کا دسواں نہ ہو اور وہ دس جن کا گیارھواں نہ ہو اور وہ گیارہ جن کا بارھواں نہ ہو اور وہ بارہ جن کا تیرھواں نہ ہو۔

اور وہ قوم بتاؤ جو جھوٹی ہو اور بہشت میں جاتے اور وہ قوم بتاؤ جو سچی ہو اور دوزخ میں جاتے اور بتاؤ کہ تمہارے جسم سے کون سی جگہ تمہارے نام کی قرارگاہ ہے اور اَلذَّارِيَاتِ ذَرْوًا کیا ہے اور اَلْحَامِلَاتِ وِقْرًا کیا ہے اور اَلْجَارِيَاتِ يُسْرًا کیا ہے اور اَلْمُقَسِّمَاتِ اَمْرًا کیا ہے۔ اور وہ کیا ہے جو بے جان ہو اور سانس لے۔ اور ہم تجھ سے وہ چودہ پوچھتے ہیں جنہوں نے رَبُّ العالمین کے ساتھ گفتگو کی اور وہ قبر پوچھتے ہیں جو مقبور کو لے کر چلی ہو اور وہ پانی جو نہ آسمان سے نازل ہوا ہو اور نہ زمین سے نکلا ہو اور وہ چار جو نہ باپ کی پشت اور نہ شکم مادر سے پیدا ہوئے۔ اور پہلا خون جو زمین پر بہایا گیا۔ اور وہ چیز پوچھتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہو اور پھر اس کو خرید لیا ہو اور وہ چیز جس کو اللہ تعالےٰ نے پیدا فرمایا پھر ناپسند فرمایا ہو۔ اور وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہو پھر اس کی عظمت بیان کی ہو اور وہ چیز جس کو اللہ تعالےٰ نے پیدا فرمایا ہو پھر خود پوچھا ہو کہ یہ کیا ہے۔ اور وہ کون سی عورتیں ہیں جو دنیا بھر کی عورتوں سے افضل ہیں اور کون سے دریا دنیا بھر کے دریاؤں سے افضل ہیں اور کون سے پہاڑ دنیا بھر کے پہاڑوں سے افضل ہیں اور کون سے جانور سب جانوروں سے افضل ہیں اور کون سے مہینے افضل ہیں اور کون سی راتیں افضل ہیں اور طآمّہ کیا ہے۔ اور وہ درخت بتاؤ جس کی بارہ ٹہنیاں ہیں اور ہر ٹہنی پر تیس پتے ہیں اور ہر پتے پر پانچ پھول ہیں دو پھول دھوپ میں اور تین پھول سایہ میں۔ اور وہ چیز بتاؤ جس نے بیت اللہ کا حج اور طواف کیا ہو نہ اس میں جان ہو اور نہ اس پر حج فرض ہو۔ اور کتنے نبی اللہ تعالےٰ نے پیدا فرمائے ان

میں سے رسُول کتنے ہیں اور غیر رسُول کتنے ۔ اور وہ چار چیزیں بتاؤ جن کا مزہ اور رنگ اپنا اپنا ہو اور سب کی جڑ ایک ہو اور نقیر کیا ہے اور قطمیر کیا ہے اور فتیل کیا ہے اور سبد و لبد کیا ہے اور طمّ و رمّ کیا ہے اور ہمیں یہ بتاؤ کہ کتا بھونکتے وقت کیا کہتا ہے اور گدھا ہینگتے وقت کیا کہتا ہے اور بیل کیا کہتا ہے اور گھوڑا کیا کہتا ہے اور اونٹ کیا کہتا ہے اور مور کیا کہتا ہے اور بلبل کیا کہتا ہے اور مینڈک کیا کہتا ہے جب ناقوس بجتا ہے تو کیا کہتا ہے ۔ اور وہ قوم بتاؤ جن پر اللہ تعالےٰ نے وحی بھیجی ہو اور نہ انسان ہوں اور نہ جن اور نہ فرشتے ۔ اور یہ بتاؤ کہ جب دن ہوتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے اور جب رات ہوتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے ۔ تو حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ کوئی اور سوال ہو تو بتاؤ ۔ وہ پادری بولا کہ اور کوئی سوال نہیں ۔ آپ نے فرمایا اگر میں ان سب سوالوں کا شافی اور کافی جواب دے دُوں تو تم اللہ تعالےٰ اور اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لاؤ گے ۔ سب نے کہا ہاں ' پھر آپ نے کہا اے اللہ تو ان کی اس بات کا گواہ ہے ۔

پھر فرمایا کہ تمہارا سوال کہ ایسا ایک بتاؤ جس کا دوسرا نہ ہو وہ اللہ تعالےٰ واحد قہار ہے اور وہ دو جن کا تیسرا نہ ہو وہ رات اور دن ہیں لقولہٖ تعالیٰ (وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ) اور وہ تین جن کا چوتھا نہ ہو وہ عرش اور کرسی اور قلم ہیں اور وہ چار جن کا پانچواں نہ ہو وہ چار بڑی آسمانی کتابیں تورات ' انجیل ' زبور اور قرآن مقدس ہیں اور وہ پانچ جن کا چھٹا نہ ہو وہ پانچ فرض نمازیں ہیں اور وہ چھ جن کا ساتواں نہ ہو وہ چھ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا لقولہٖ تعالیٰ (وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ) اور وہ سات جن کا آٹھواں نہ ہو وہ سات آسمان ہیں لقولہٖ تعالیٰ (سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا) اور وہ آٹھ جن کا نواں نہ ہو وہ عرش بریں کو اُٹھانے والے آٹھ فرشتے ہیں لقولہٖ تعالیٰ (وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ) اور وہ نو جن کا دسواں نہ ہو وہ بنی اسرائیل کے نو فسادی شخص تھے لقولہٖ تعالیٰ (وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ) اور وہ دس جن کا گیارہواں نہ ہو وہ متمتع پر دس روزے فرض ہیں جب اس کو قربانی کی طاقت نہ ہو لقولہٖ تعالیٰ (فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ) اور وہ گیارہ جن کا بارہواں نہ ہو وہ یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں ۔ گیارہ ہیں ۔ ان کا بارہواں بھائی نہیں لقولہٖ تعالیٰ (اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا) اور وہ بارہ جن کا تیرہواں نہ ہو وہ مہینوں کی گنتی ہے لقولہٖ تعالیٰ (اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ) اور وہ تیرہ جن کا چودھواں نہ ہو وہ یوسف علیہ السلام کا خواب ہے لقولہٖ تعالیٰ (اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ

Marfat.com

عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِيْنَ) اور وہ جھوٹی قوم جو بہشت میں جائے گی وہ یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خطا معاف فرما دی۔ بقولہ تعالیٰ (وَقَالُوا يَآ اَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ) اور وہ سچی قوم جو دوزخ میں جائے گی وہ یہود اور نصاریٰ کی قوم ہے بقولہ تعالیٰ (وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ) تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کے دین کو لاشی بتانے میں سچا ہے لیکن دونوں دوزخ میں جائیں گے اور تم نے جو سوال کیا ہے تیرا نام تیرے جسم میں کہاں رہتا ہے تو جواب یہ ہے کہ میرے کان میرے نام کے رہنے کی جگہ ہیں۔ اور اَلذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا چار ہوائیں ہیں۔ شرقی۔ غربی۔ جنوبی۔ شمالی۔ اور اَلْحٰمِلٰتِ وِقْرًا بادل ہیں بقولہ تعالیٰ (وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ) اور اَلْجٰرِيٰتِ يُسْرًا سمندر میں چلنے والی کشتیاں ہیں اور اَلْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا وہ فرشتے ہیں جو پندرہ شعبان سے دوسرے پندرہ شعبان تک لوگوں کا رزق تقسیم کرتے ہیں۔ اور وہ چودہ جنہوں نے رب تعالیٰ کے ساتھ گفتگو کی وہ سات آسمان اور سات زمینیں ہیں بقولہ تعالیٰ (فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ) اور وہ قبر جو مقبور کو لے کر چلی ہو وہ یونس علیہ السلام کو نگلنے والی مچھلی ہے۔ اور بغیر روح کے سانس لینے والی چیز صبح ہے بقولہ تعالیٰ (وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ) اور وہ پانی جو نہ آسمان سے اترا ہو اور نہ زمین سے نکلا ہو وہ پانی ہے، جو گھوڑوں کا پسینہ بلقیس نے آزمائش کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا اور وہ چار جو کسی باپ کی پشت سے ہیں اور نہ شکم مادر سے وہ اسماعیل علیہ السلام کی بجائے ذبح ہونے والا دنبہ اور صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور آدم علیہ السلام اور حضرت حوا ہیں۔ اور پہلا خون ناحق جو زمین پر بہایا گیا وہ آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل کا خون ہے جسے بھائی قابیل نے قتل کیا تھا۔ اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی پھر اسے خرید لیا وہ مومن کی جان ہے بقولہ تعالیٰ (اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ) اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہو پھر اسے ناپسند فرمایا ہو وہ گدھے کی آواز ہے بقولہ تعالیٰ (اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ) اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہو پھر اسے بڑا کہا ہو وہ عورتوں کا مکر ہے بقولہ تعالیٰ (اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ) اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہو پھر پوچھا ہو کہ یہ کیا ہے وہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہے بقولہ تعالیٰ (وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى) اور یہ سوال کہ کون سی عورتیں دنیا بھر کی عورتوں سے افضل ہیں وہ ام البشر حضرت حوا اور حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ اور حضرت آسیہ اور حضرت مریم ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین

Marfat.com

باقی رہا افضل دریا وہ سیحون۔ جیحون۔ دجلہ۔ فرات اور نیل مصر ہیں۔ اور سب پہاڑوں سے افضل کوہ طور ہے اور سب جانوروں سے افضل گھوڑا ہے اور سب مہینوں سے افضل مہینہ رمضان ہے لقولہ تعالٰے (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ) اور سب راتوں میں افضل رات لیلۃ القدر ہے لقولہ تعالیٰ (لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ) اور تم نے پوچھا ہے کہ طامہ کیا ہے وہ قیامت کا دن ہے۔ اور ایسا درخت جس کی بارہ ٹہنیاں ہیں اور ہر ٹہنی کے تیس پتے ہیں اور ہر پتے پر پانچ پھول ہیں جن میں سے دو پھول دھوپ میں ہیں اور تین سایہ میں۔ تو وہ درخت سال ہے۔ بارہ ٹہنیاں اس کے بارہ ماہ ہیں اور تیس پتے ہر ماہ کے دن ہیں۔ اور ہر پتے پر پانچ پھول ہر روز کی پانچ نمازیں ہیں دو نمازیں ظہر اور عصر آفتاب کی روشنی میں پڑھی جاتی ہیں اور باقی تین نمازیں اندھیرے میں۔ اور وہ چیز جو بے جان ہو اور حج اس پر فرض نہ ہو پھر اس نے حج کیا ہو اور بیت اللہ کا طواف کیا ہو وہ نوح علیہ السلام کی کشتی ہے۔ تم نے نبیوں کی تعداد پوچھی ہے پھر رسُولوں اور غیر رسولوں کی تو کل نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ ان میں سے تین سو تیرہ رسُول ہیں اور باقی غیر رسول۔ تم نے وہ چار چیزیں پوچھی ہیں جن کا رنگ اور ذائقہ مختلف ہے حالانکہ جڑ ایک ہے۔ وہ آنکھیں۔ ناک۔ منہ۔ کان ہیں۔ کہ مغز سران سب کی جڑ ہے۔ آنکھوں کا پانی نمکین ہے۔ اور منہ کا پانی میٹھا ہے۔ اور ناک کا پانی ترش ہے اور کانوں کا پانی کڑوا ہے۔ تم نے نقیر۔ قطمیر۔ فتیل۔ سبد و لبد۔ طم و رتم کے معانی دریافت کیے ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کی پشت پر جو نقطہ ہوتا ہے اس کو نقیر کہتے ہیں اور گٹھلی پر جو باریک چھلکا ہوتا ہے اس کو قطمیر کہتے ہیں اور گٹھلی کے اندر جو سفیدی ہوتی ہے اسے فتیل کہتے ہیں۔ سبد و لبد بھیڑ بکری کے بالوں کو کہا جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی آفرینش سے پہلے کی امتوں کو طم و رتم کہا جاتا ہے۔ اور گدھا ہینگتے وقت شیطان کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور کہتا ہے لَعَنَ اللّٰهُ الْعَشَّارَ۔ اور کتا بھونکتے وقت کہتا ہے وَيْلٌ لِّأَهْلِ النَّارِ مِنْ غَضَبِ الْجَبَّارِ۔ اور بیل کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔ اور گھوڑا کہتا ہے سُبْحَانَ حَافِظِيْ إِذَا الْتَقَتِ الْأَبْطَالُ وَاشْتَغَلَتِ الرِّجَالُ بِالرِّجَالِ اور اونٹ کہتا ہے حَسْبِيَ اللّٰهُ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا اور مور کہتا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔ اور بلبل کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ۔ اور مینڈک اپنی تسبیح میں کہتا ہے سُبْحَانَ الْمَعْبُوْدِ فِي الْبَرَارِيْ وَالْقِفَارِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْجَبَّارِ اور ناقوس جب بجتا ہے تو کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ حَقًّا حَقًّا اُنْظُرْ يَا ابْنَ اٰدَمَ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا غَرْبًا وَشَرْقًا مَا تَرٰى فِيْهَا أَحَدًا يَبْقٰى۔ اور تم نے وہ قوم پوچھی ہے جن پر وحی آئی حالانکہ وہ نہ انسان ہیں نہ فرشتے اور نہ جن۔ وہ شہد کی مکھیاں ہیں لقولہ تعالیٰ (وَأَوْحٰى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِيْ

Marfat.com

مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ) تم نے پوچھا ہے کہ جب رات ہوتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے اور جب دن ہوتا ہے تو رات کہاں ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے جب دن ہوتا ہے تو رات اللہ تعالیٰ کے غامض علم میں چلی جاتی ہے۔ اور جب رات ہوتی ہے تو دن اللہ تعالیٰ کے غامض علم میں چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وہ غامض علم کہ جہاں کسی مقرب نبی یا فرشتہ کی رسائی نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارا کوئی ایسا سوال رہ گیا ہے جس کا جواب نہ دیا گیا ہو۔ انہوں نے کہا نہیں۔ سب سوالوں کے صحیح جواب دیئے ہیں۔ تو آپ نے اس بڑے پادری سے فرمایا کہ میں تم سے صرف ایک بات پوچھتا ہوں اس کا جواب دو۔ وہ یہ ہے کہ آسمانوں کی کنجی اور بہشت کی کنجی کون سی چیز ہے۔ تو وہ پادری سر بگریبان ہو کر خاموش ہو گیا تو سب پادری اس سے کہنے لگے کہ اس شیخ نے تمہارے اس قدر سوالوں کے جواب دیئے لیکن آپ اس کے ایک سوال کا جواب بھی نہیں دے سکتے۔ وہ بولا کہ جواب مجھے آتا ہے۔ اگر میں وہ جواب بتاؤں تو تم لوگ میری موافقت نہیں کرو گے۔ سب نے بیک زبان کہا کہ آپ ہمارے پیشوا ہیں۔ ہم ہر حالت میں آپ کی موافقت کریں گے۔ تو بڑے پادری نے کہا آسمانوں کی کنجی اور بہشت کی کنجی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے۔ تو سب کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور اپنے اپنے زنار وہیں توڑ ڈالے غیب سے ندا آئی۔ اے بایزید ہم نے تجھے ایک زنار پہننے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ ان کے پانچ سو زنار تڑواؤں۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

ہر کہ خواہد ہمنشنی با خدا

او نشیند در حضور اولیاء

Marfat.com

حضرت شیخ علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخشؒ لاہوری

سرحلقہ جملہ اقطاب، محرم از جمیع الواب معشوق بہ اوصاف معنوی شیخ علی بن عثمان بن علی الجلابی قدس سرہ کی کنیت ابوالحسن ہے اور ہندوستان میں آپ کو پیر علی ہجویریؒ کہتے ہیں۔ اور یہ ہجویر غزنی کے قریب ایک قصبہ ہے، جہاں آپ کے آباؤ اجداد سکونت پذیر تھے۔ جب سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان فتح کیا، پیر علی ہجویریؒ لاہور تشریف لائے اور آپ کی برکت سے اس علاقے میں اسلام کو فروغ حاصل ہوا۔ چنانچہ آپ کے کمالات آج تک اظہر من الشمس ہیں۔ آپ شیخ ابوالفضل محمد بن حسین ختلیؒ کے مرید تھے اور وہ ابوالحسن حصری کے، وہ خواجہ شبلی کے، اور وہ خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ کے مرید تھے۔ صاحب نفحات الانس فرماتے ہیں کہ آپ عالم بھی تھے اور عارف بھی اور بے شمار مشائخ کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ کشف المحجوب کے مصنف آپ ہیں۔ اس کتاب میں آپ نے اس فن کی مشہور و معروف کتابوں سے حقائق و معارف جمع کیے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ المشائخ ابوالقاسم گورگانی سے پوچھا کہ درویش کے لیے کم از کم کیا ضروری ہے تاکہ فقر کا سزاوار ہو سکے۔ فرمایا تین چیزیں ضروری ہیں، اس سے کم نہیں۔ اوّل یہ کہ صحیح ٹکڑا سی سکے۔ دوم صحیح بات کہہ اور سن سکے، سوم صحیح قدم زمین پر رکھ سکے۔ جب آپ نے یہ بات فرمائی تو اس وقت چند درویش موجود تھے۔ جب ہم منزل پر پہنچے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ میں سے ہر ایک اس موضوع پر کلام کرے۔ جب سب بات کر چکے تو میری باری آئی۔ میں نے کہا کہ صحیح ٹکڑا سینے کا مطلب یہ ہے کہ کپڑا فقر کے لیے سیتے نہ کہ زینت کے لیے۔ جب تو کپڑا فقر کے لیے سیتے گا تو اگرچہ وہ اَگ بھی ہو صحیح سیا جائے گا اور صحیح سخن سے یہ مراد ہے کہ اس کے اندر حال ہو نہ صرف قال یعنی از روئے تحقیق ہو نہ از گمان، اور سخن وجدان حق سے خالی نہ ہو اور زندگی پر حاوی ہو ریاکاری اور دکھلاوا نہ ہو۔ اور صحیح قدم زمین پر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ وجدِ حق کے ساتھ گامزن ہو نہ کہ لہو و لعب کے ساتھ۔ جب تشریح اس بزرگ کے پیش کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ علی نے بالکل درست کہا ہے۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مہنہ میں شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کے

Marfat.com

مزار کے پاس بیٹھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک کبوتر اڑتا ہوا آیا اور شیخ کے مزار کے غلاف کے نیچے چلا گیا۔ جب مَیں نے غلاف اٹھا کر دیکھا تو کچھ نہ تھا۔ دوسرے دن بھی یہی حال دیکھا۔ تیسرے روز بھی یہی دیکھا۔ اس سے مجھے تعجب ہوا۔ رات کو شیخ علیہ رحمۃ کو خواب میں دیکھا اور وہ واقعہ ان سے بیان کیا آپ نے فرمایا وہ کبوتر میرے معاملہ کی صفائی ہے جو روزانہ میری قبر میں داخل ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ خواجہ احمد حمادی سرخسیؒ مجاہد وقت تھے۔ آپ مدت تک میرے رفیق رہے اور مَیں نے ان سے عجائب وغرائب دیکھے۔ ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کی توبہ کی ابتدا کس طرح ہوئی فرمایا ایک دفعہ میں سرخس سے اونٹ پر سوار ہو کر صحرا کی طرف گیا۔ اور ایک مُدت تک بیابان میں مقیم رہا۔ وہاں میں ہمیشہ بھوکا رہتا تھا اور اپنا کھانا دوسروں کو دے دیتا تھا۔ مجھے درویشوں کے ساتھ عقیدت تھی۔ ایک دن جنگل سے شیر آیا اور اس نے میرے اونٹ کو مار ڈالا اور ایک پہاڑی پر چڑھ کر آوازیں دینے لگا۔ شیر کی آواز سن کر جنگل کے تمام جانور جمع ہو گئے۔ شیر نے اونٹ کو پھاڑا لیکن کھایا کچھ نہیں اور جا کر پہاڑی پر بیٹھ گیا۔ تمام جانور یعنی گیدڑ، بھیڑیئے، لومڑ وغیرہ اونٹ پر ٹوٹ پڑے اور کھانے لگے۔ جب سب کا پیٹ بھر گیا تو دُور چلے گئے۔ اس وقت شیر پہاڑی سے اُترا اور جو کچھ بچ رہا کھانے لگا جب شیر کھا رہا تھا تو ایک لُومڑ جنگل سے ظاہر ہوا۔ اسے دیکھ کر شیر دوبارہ پہاڑی پر چلا گیا اور لُومڑ کو گوشت کھانے کا موقع دیا۔ جب لومڑ سیر ہو کر چلا گیا تو شیر واپس آیا اور اس نے ایک ٹکڑا کھایا۔ میں بیٹھا دُور سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ جاتے وقت شیر نے فصیح زبان میں مجھ سے کہا یا احمدؒ! کتوں کا ایثار لقمہ ہے اور مردوں کا ایثار جان ہے۔ میں نے شیر سے یہ بات سنی تو تمام کاموں سے دستبردار ہو گیا۔

خواجہ ادیب کمندیؒ بھی پیر علی حصری کے ہم عصر تھے۔ آپ بیس سال تک کھڑے رہے اور نمازیں تشہد (التحیات) کے سوا کبھی نہ بیٹھے۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ کیوں نہیں بیٹھتے۔ فرمایا میں ابھی اس درجے کو نہیں پہنچا کہ مشاہدہ حق میں بیٹھ جاؤں۔ پیر علی حصریؒ نے سفر بہت کیا اور اپنے وقت کے تمام بزرگوں کی زیارت کی اور ان سے فیض حاصل کیا۔ آپ نے بہت ریاضات اور مجاہدات کیے۔ آپ کی کرامات بہت مشہور ہیں۔ آخر عمر میں آپ لاہور تشریف لائے اور وہیں وصال پایا۔ چنانچہ آپ کا مزا اس علاقے کے لوگوں کا قبلۂ حاجات ہے۔ آپ کی وفات کشف المحجوب کے مطابق ۴۶۵ھ میں سلطان محمود غزنوی کی پہلی فتح ہندوستان یا اس کے لڑکے سلطان مسعود کے وقت ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

ہندو بزرگ کا حضرت داتاؒ کے ہاتھ پر مسلمان ہونا

شیخ ابوالحسن علی غزنوی رحمۃ اللہ علیہ منقول ہے کہ سلطان محمود غزنویؒ

Marfat.com

وقت میں ہندوستان کی فتح کا سبب وہی تھے۔ ہندوستان سے ایک دانشمند سلاطین ہند کا پیغام لے کر غزنی میں آیا اور کہنے لگا کہ اہلِ ہند کا دین برحق ہے، ہے کوئی ایسا آدمی اس کے متعلق میرا مباحثہ و مکالمہ ہو اور اسلام پر ہمارے دین کی حقیقت واضح ہو جائے اور پھر عقلی و نقلی دلائل کی غیر موجودگی میں حق کو قبول کر لیا جائے۔ سلطان محمود غزنوی اور اس کے تمام درباری علماء، اُمراء اور شرفاء حاضر ہوئے لیکن اُن میں سے کسی ایک کو بھی اس مسئلہ پر ہندوستانی دانشمند سے بحث کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ الہام ربّانی سے اس مجلس میں حاضر ہوئے اور اس محفل میں ہندوستانی دانشمند کے ساتھ کچھ مدت خاموش بیٹھے رہے۔ پھر اس دانشمند نے شیخ سے پوچھا کہ "میری سیر کہاں تک تھی؟" شیخ نے فرمایا: "سراندیپ تک" اس نے کہا "کوئی نشانی لاؤ" شیخ نے فرمایا "سراندیپ کے ایک گاؤں میں کچھ لوگ سبز مرچیں چن رہے تھے اور ان کے نزدیک ہاتھی تھے"۔ دانشمند نے کہا "آپ سچ کہتے ہیں"۔ شیخ نے فرمایا "مجھے اور تجھے تو سچائی معلوم ہو گئی۔ اب سلطان اور دیگر اکابر پر بھی حقیقت روشن ہو جانی چاہیے" لیکن دانشمند ایسا نہ کر سکا۔ شیخ نے خرقہ سے ہاتھ باہر نکالا تو کچھ سبز مرچیں ان کے ہاتھ میں تھیں۔ انہوں نے دانشمند سے کہا: "کھائیے کہ میں یہ سراندیپ سے مانگ کر لایا ہوں"۔ دانش مند حیران رہ گیا اور بولا "مجھے اس قسم کے تصرف کی مجال نہیں"۔ پھر شیخ نے فرمایا کہ تم نے عالم سفلی میں سیر کی تو میں تمہارے ساتھ رہا۔ آؤ اب عالمِ علوی کی سیر کریں"۔ دانشمند نے کہا "مجھے اس کی تاب نہیں! یہ تو اسلام ہی سے میسّر آتی ہے"۔ اور وہ دانشمند مسلمان ہو گیا اور ہندوستان لوٹ گیا جس سے وہاں اسلام کو بڑی کامیابیاں ملیں۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

Marfat.com

غوث الاعظم
حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی

سگِ دربارِ میراں شو، سگِ دربارِ جیلاں شو　　کہ بر شیراں شرف دارد سگِ دربارِ جیلانی

حضرت غوث الاعظم ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ، جن کے القاب محبوب سبحانی، قطب ربانی، غوث صمدانی، اور غوث الثقلین ہیں۔ ان اکابر اولیاء اور اولعزم مشائخ میں سے ہیں جن کے بلند احوال ومقامات اور کشف وکرامات بیان کرنے کے لیے ضخیم کتابوں کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اس مضمون میں اختصار سے کام لیا جائے گا۔

آپ کا اسمِ مبارک عبدالقادر، کنیت ابو محمد اور لقب محی الدین ہے۔ آپ ددھیال کی جانب سے سید حسنی اور ننھیال کی جانب سے سید حسینی ہیں۔ بوجہ کمالاتِ ذاتی اور قربِ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کا شمار آئمہ اہل بیت میں کیا جاتا ہے۔ اور آپ کو تیرھواں امام سمجھا جاتا ہے۔

وطن مبارک آپ کا قصبہ جیلاں ہے۔ جو عراق کے شمال میں کوہِ جودی کے دامن میں ہے۔ یہ وہی پہاڑی ہے جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نے قرار پکڑا تھا۔ اور جس کا قرآن مجید میں آیہ واستوت علی الجودی میں ذکر آیا ہے۔ یہ قصبہ بغداد سے سات روز کی مسافت پر واقع ہے۔ آپ کے نانا بزرگوار حضرت سید ابی عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ قصبہ گیلان کے مقتداؤں میں سے تھے۔ اس بنا پر آپ کو گیلانی لکھا جاتا ہے۔ آپ کے والد ماجد سید ابو صالح علیہ الرحمۃ اپنے زمانے کے بلند مرتبہ، پرہیز گار اور حقائق و معارف سے واقف کار ولی اللہ تھے۔ روایت ہے کہ سید ابو صالح کوہ وبیابان میں ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول تھے تو ایک مرتبہ آپ کو تیسرے دن کا فاقہ تھا کہ دریا میں ایک سیب بہتا ہوا نظر آیا۔ جسے آپ نے تناول فرمالیا۔ بعد میں آپ کے دل میں خطرہ گزرا کہ یہ سیب نامعلوم کس کا ہے۔ اور میرے لیے اس کا کھانا کیونکر حلال ہو سکتا ہے۔ چنانچہ سیب کے مالک کی تلاش میں اور اس سے قصور معاف کروانے کی دھن میں آپ دریا کے کنارے کنارے رواں ہوئے۔ آجکل کے نام نہاد آزاد خیال اور تمدنِ جدید کے فریب خوردہ لوگ شاید اس درجہ احتیاط کو جنون ودیوانگی قرار دیں لیکن ایسے "جنون" پر لاکھوں عقلمندیاں قربان ہے

"کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے تیرِ نیم کش کو"

Marfat.com

اس نوعیت کے انتہائی احتیاط پر پختگی کیرکٹر کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔ اور اس شان کے مجنونانہ انداز رکھنے والے بزرگ شاید دنیا اور اہل دنیا کے لیے ایسی ایسی رحمتوں کا باعث ہوتے ہیں۔ کہ جن کا ممکن ہونا ان لوگوں کے وہم و گمان تک میں نہیں آ سکتا۔ جو سائنس اور فلسفہ کے گمراہ کن نشوں سے بدمست ہو کر اور ہوائی جہازوں میں اڑ اڑ کر خونی گولے برساتے پھرتے ہیں اور ایٹم بموں کے ذریعہ آن واحد میں لاکھوں بے گناہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ تباہی اور بربادی کے یہ پیامبر پیغمبروں کے تقویٰ اور پرہیزگاری کو کیا جانیں۔

غرضیکہ دریا کے کنارے کئی دن سفر کے بعد حضرت ابی صالحؒ کو دریا کے کنارے پر ایک عظیم الشان عمارت نظر آئی جسکے باغ کی شاخیں پھلوں سے لدی ہوئی سطح آب پر پھیلی ہوئی تھیں۔ ان شاخوں سے سیب ٹوٹ کر پانی میں گر رہے تھے۔ پس آپ کو یقین ہو گیا کہ جو سیب آپ نے تناول فرمایا تھا وہ اسی درخت کا تھا۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اس باغ اور محل کے مالک حضرت عبداللہ صومعی ہیں۔ جو دینی اور دنیاوی نعمتوں سے آراستہ، اکابر گیلان، اور رؤسا و زہاد میں ممتاز اور احوال بلند اور کرامات ظاہر رکھنے والے بزرگ ہیں۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا سنایا اور معافی کی درخواست کی۔ حضرت صومعی تاڑ گئے کہ یہ شخص دوستانِ خدا میں سے ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ معافی کی دو شرطیں ہیں۔ اوّل یہ کہ بارہ سال میرے پاس رہو، دوم یہ کہ میری ایک لڑکی جس میں چار عیب ہیں۔ آنکھوں سے اندھی ہے۔ کانوں سے بہری ہے۔ ہاتھوں سے لنجی ہے۔ اور پیروں سے لنگڑی ہے۔ اس عاجز لڑکی کو نکاح میں قبول کر لو۔ اور نکاح کے بعد بھی دو سال ہمارے ساتھ رہو۔ تاکہ اس نکاح کا نتیجہ ایک فرزند کی صورت میں دیکھ لوں۔ اس کے بعد جہاں جی چاہے چلے جانا۔ آپ نے اسے بھی قبول کر لیا۔ جب نکاح کے بعد دلہن سے ملاقات ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے حسن و جمال کے آگے چودھویں کا چاند بھی شرماتا ہے۔ اور مذکورہ بالا نقائص کے برعکس ان کی آنکھیں، کان، ہاتھ، پاؤں سب سلامت ہیں۔ دلہن کو خلاف واقعہ پا کر آپ تمام شب کنارہ کش رہے کہ شاید غلطی سے کوئی اور لڑکی آ گئی ہے۔ دوسرے دن حضرت سید ابی عبداللہ صومعی نے فراست سے سارا حال دریافت کر لیا اور فرمایا:

"بابا ابی صالح! میں نے اپنی لڑکی کی جو صفات تم سے بیان کی تھیں وہ سب صحیح ہیں۔ ان کی آنکھیں نامحرم مرد کے لیے اندھی ہیں۔ غیر حق بات سننے کے لیے ان کے کان بہرے ہیں۔ ہر نامحرم کے لیے ان کے ہاتھ لنجے ہیں۔ اور تمہارے حکم کے خلاف قدم اٹھانے سے ان کے پیر لنگڑے ہیں۔" یہ توجیہہ کو سن کر حضرت ابی صالح کے دل میں اپنی بیوی کی بڑی قدر و منزلت ہوئی اور دونوں محبت سے رہنے لگے۔ ایسے باپ اور ایسی ماں سے **حضرۃ امام الثقلین غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ**

Marfat.com

پیدا ہوئے۔ اور برگزیدہ والدین اور برگزیدہ اولاد کے ڈنکے آسمان و زمین میں بج گئے۔

سیر و سلوک حضرت غوث الاعظمؒ درحقیقت اویسی ہیں۔ آپ کی روحانی تربیت براہِ راست بلا کسی ظاہری واسطہ کے روح مبارک حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی روح مبارک مجسم ہو کر سامنے آجاتی تھی اور آپ کی تربیت فرماتی تھی۔ یہاں تک کہ آپ کو مرتبۂ کمال تک پہنچایا اور خلافت کبریٰ کے جلیل القدر منصب پر آپ کو فائز فرمایا۔ آپ جملہ مراتب قطبیت اور غوثیت سے تجاوز فرما کر مقامِ فردیت اور محبوبیت پر جا پہنچے جس سے برتر اور کوئی مقام نہیں۔ آپ طائفہ محبوبین اولین و آخرین کے امام ہیں نسبت محبوبیت جو کہ مقام فنافی الرسول کا نتیجہ ہے اصالتاً آپ کو حاصل تھی۔ اور ہر بزرگ جو اس نسبتِ محبوبیت سے نوازا جاتا ہے، آپ ہی کی برکت اور آپ ہی کے طفیل سے اس مرتبہ پر پہنچتا ہے

باوجود اس شرف و امتیاز کے کہ آپ کی مکمل تربیت حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے براہِ راست ہوئی اور آپ انتہائی مقامات تک پہنچ چکے تھے۔ حضور سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ نے ظاہری پیر طریقت کے ہاتھ پر بیعت کی اور ظاہری شرط کو پورا کیا۔ کیونکہ سنتِ الٰہی یونہی جاری ہے۔ کہ جب تک کہ عالمِ ظاہر میں پیر ظاہر سے رابطہ قائم نہ کیا جائے اور اس سے توسل نہ حاصل کیا جائے سلسلہ کما حقہ، جاری نہیں ہو سکتا ؎

چوں ممکن نیست رفتن بے دلیلے　　　بباید مصطفیٰ را جبرئیلے

مشائخ طریقت چنانچہ حضرت غوث الاعظمؒ نے ایک خرقۂ خلافت شیخ ابوسعید مخزومیؒ سے حاصل کیا۔ ایک خرقہ آباؤ اجداد کا جو مسلسل حضرت امام حسنؓ تک جا پہنچتا ہے حاصل کیا، جسے خرقۂ آبائیہ یا خرقۂ سیادت بھی کہتے ہیں۔ ایک خرقہ حضرت تاج الدین ابوالوفا بغدادیؒ سے حاصل کیا۔ ایک خرقہ انور کرما علی الحی تبریزیؒ سے اور ایک خرقہ حضرت شیخ حماد و باسؒ سے حاصل کیا۔ موروثی ولایت و خلافت کے دعویداروں کیلئے جو اپنے خاندان کے علاوہ کسی سے بیعت کرنے کے قائل نہیں عبرت کا مقام ہے۔ نیز ان حضرات کے لیے مقامِ رشک عبرت ہے جو حکم خداوندی وَابْتَغُوا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَه کو کھینچ تان کر بعید از مفہوم تاویلیں کرتے ہیں اور بیعت سے جی چراتے ہیں۔ وہ یہ سمجھنے کی کوشش نہیں فرماتے کہ جب ظاہری علوم و فنون کی تحصیل کے لیے استاد کے بغیر کام نہیں چلتا تو فوق المادہ عالم کے حقائق کو سمجھنے اور عملاً قرب و معرفتِ حق تعالیٰ حاصل کرنے کے لیے کیا کسی استاد یا معلم کی ضرورت نہیں ہے۔

Marfat.com

ظاہری و باطنی علوم کے لیے جدوجہد

حضرت غوث الاعظمؓ نے پہلے ظاہری علوم اسلامیہ کی جانب توجہ فرمائی۔ اور علمائے زمانہ کے درس میں شرکت کی میدانِ ریاضت و مجاہدہ میں قدم بڑھایا اور ایسا سخت مجاہدہ کیا کہ عقل اسے سُن کر دنگ رہ جاتی ہے۔ پچیس برس آپ نے تجرید و سیاحت میں گزارے۔ یہ بھی سلوک الی اللہ کی ایک قسم ہے۔ چالیس برس آپ نے عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔ پندرہ برس تک بعد از نماز عشاء آپ روزانہ ایک ختم قرآن کرتے تھے۔ جب نیند کا غلبہ ہوتا تو آپ ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر دیوار میں ایک کیل کو پکڑ لیتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ حرا میں چھ سال میں سلطان الاذکار کے ساتھ مشغولی فرمائی اور میں بارہ سال تک اس غار میں اسی شغل میں مشغول رہا اور کشائش عظیم رونما ہوئی۔

آپ کے قول قدمی علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ کا مطلب

حضرت میاں میر قادری لاہوری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم کے قول قدمی علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ (میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے) میں قدم سے مراد طریقہ ہے۔ اور آپ کا فیضان جملہ سلاسل میں جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا مختلف سلاسل کے امام آپ کے صحبت سے مستفیض ہو چکے ہیں۔ حضرت خواجہ بزرگ خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ قصبہ جیال میں پانچ ماہ سات روز رہ کر آپ کی صحبت میں رہے صاحب اقتباس الانوار تحریر فرماتے ہیں کہ خواجۂ بزرگ کو رخصت فرماتے وقت حضرت غوث الاعظمؓ نے کان میں ایک شغل تعلیم فرمائی تھی۔ جو چشتیوں میں شغل سرگوشی کے نام سے موسوم ہے۔

اسی طرح مقتدائے طریقۂ سہروردیہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہٗ کو بھی آپ کی صحبت نصیب ہوئی۔ اور فیوض و برکات حاصل ہوئے۔ اور ولایت عراق بھی مرحمت فرمائی۔ پیشوائے طریقۂ نقشبندیہ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی قدس سرہٗ نے بھی آپ کی صحبت میں رہ کر نعمت حاصل کی۔ غرضیکہ کوئی سلسلہ ایسا نہیں جو آپ کی فیاضیوں سے فیضیاب نہ ہوا ہو۔

فقہ کے لحاظ سے آپ کا مذہب حنبلی تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ خود محقق اور صاحب مذہب تھے۔

حلیہ مبارک

آپ نہایت خوبصورت تھے۔ جسم مبارک نحیف تھا۔ سینہ چوڑا تھا۔ قد میانہ، رنگ گندمی، ابرو پیوستہ، اور ریش مبارک دراز اور گھنی تھی۔ آپ کے مزاج مبارک میں انتہا درجہ کی لطافت تھی۔ آپ علماء کا لباس زیب تن فرماتے تھے۔ آپ کو خوشبو سے بہت رغبت تھی

Marfat.com

نہایت ہی جاہ وجلال سے رہتے تھے۔ غربا و مساکین سے بہت تواضع سے پیش آتے تھے۔ امراء اور دنیاداروں سے پرہیز کرتے تھے۔ سلاطین سے بھی اجتناب فرماتے تھے۔ جب خلیفہ آپ کی زیارت کو آتا تو آپ اس کو پند و نصیحت کرتے اور سختی سے پکڑتے تھے۔ خلیفہ آپ کی دست بوسی کرتا اور ادب سے بیٹھ جاتا۔

تاریخ وصال

آپ کی عمر ۹۱ سال تھی۔ تاریخ وصال میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ۱۱ راور بعض کے نزدیک ۱۷ ربیع الثانی، یوم پنجشنبہ آپ کی تاریخ وصال ہے۔

تبحّرِ علمی

آپ کے علمی کمالات کا یہ عالم تھا کہ ایک دن کسی نے قرآن کی ایک آیت کا مطلب دریافت کیا تو آپ نے اس کی تفسیر میں پہلے ایک معنی بیان فرمائے۔ اس کے بعد دوسرے پھر تیسرے یہاں تک کہ حاضرین کے علم کے مطابق آپ نے اس آیت کے گیارہ باطنی معنی بیان فرمائے اور ہر معنی کے ساتھ سند بیان کی اور دلائل پیش کیے۔ جس سے حاضرین دم بخود ہو گئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اب ہم قال کو چھوڑ کر حال کی طرف آتے ہیں۔ آپ نے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھا۔ کلمہ پڑھنا تھا کہ حاضرین پر زبردست حال طاری ہو گیا۔

آپ کی مجلس وعظ میں چار سو آدمی قلم دوات لے کر بیٹھے رہتے تھے۔ جو کچھ سنتے تھے لکھ لیتے تھے آپ کے ہاتھ پر پانچ سو سے زیادہ یہود و نصاریٰ نے اسلام قبول کیا۔ اور بے شمار قزاق، بدعتی اور فاسق و فاجر نے توبہ کی۔ روایت ہے کہ ایک لاکھ سے زائد لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اور نیک بن گئے۔ اس کے علاوہ جن لوگوں کو آپ کے ذریعے روحانی فیوض و برکات حاصل ہوتے وہ شمار سے باہر ہیں۔

غلبۂ حال

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں:

"جب آپ منبر پر تشریف لاتے تو مختلف علوم بیان فرماتے۔ اور قال سے حال کی طرف آتے ہی حاضرین پر وجد و حال طاری ہو جاتا تھا۔ کوئی گریہ و زاری میں مبتلا ہوتا۔ کوئی گریبان چاک کرتا۔ کوئی بے ہوش ہو کر گر پڑتا۔ اور جان دے دیتا۔ آپ کے غلبۂ شوق، ہیبت، تصرف، عظمت و جلال سے آپ کی مجلس سے کئی جنازے نکلتے تھے۔ آپ کی مجلسِ وعظ کرامات، تجلیات، عجائب و غرائب کے بارے میں جو کچھ کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔ حصر و شمار سے باہر ہے۔ روایت ہے کہ آپ کی بعض مجالس میں انبیا علیہم السلام اولیاء، اجساد کے ساتھ یا ارواح کے ساتھ، اور جن و ملائک موجود ہوتے تھے۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ازراہِ تعلیم و تربیت جلوہ افروز ہوتے تھے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام تو اکثر موجود ہوتے تھے۔

Marfat.com

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیریؒ

کیا تھا ہند کو تاریک جب باطل کی رَشی نے　　اجالا کر دیا آ کر معین الدین چشتی نے

از فیضِ او بجائے صلیب و کلیسا　　در دار کفر مسجد و محراب و منبر است

آنجا کہ بود نعرہ فریاد مشرکاں　　اکنوں خروش نغمۂ اللہ اکبر است

امامِ اربابِ طریقت، پیشوائے اصحابِ حقیقت، مستغرقِ ذاتِ ذوالجلال، ناطق بلسان احوال، طوفانِ ضلالت راکشتی، قطبِ وحدت، حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ بن سید غیاث الدین حسن سنجری اولیائے کبار اور عارفینِ صاحب اسرار میں سے تھے۔ آپ کے کمالات اور کرامات بے شمار ہیں حقائق و معارف میں آپ کا کلام نہایت بلند اور حال قوی تھا۔ جو شخص آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھتا تو وحدانیتِ حق اور رسالتِ مصطفٰےؐ پر ایمان لے آتا تھا۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں جو لوگ کفر و شرک میں مبتلا تھے آپ ان کو کفر کی تاریکی سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لے آئے۔ حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: الشیخ فی القوم کالنبیّ فی الامت (شیخ کامل اپنی قوم میں ایسا ہوتا ہے جیسے نبی اُمّت میں)۔ اس حدیثِ پاک کے مطابق آپ نائب رسول تھے۔ اور اس منصب کا آپ نے خُوب حق ادا کیا۔

حالاتِ زندگی

آپ کی ولادتِ باسعادت یوم دوشنبہ بوقت صبح صادق بتاریخ ۱۴ر رجب ۵۳۷ھ قصبہ سنجر میں ہوئی جو علاقہ خراسان میں ہے۔ تاریخ وصال آپ کی ۶ر رجب ۶۳۳ھ ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم مبارک غیاث الدین حسنؒ تھا اور والدہ ماجدہ کا نام مبارک ملکہ تھا۔ حضرت خواجہ غیاث الدین کا مزار مبارک عراق میں ہے۔

نسباً آپ والد کی جانب سے حسینی اور والدہ کی جانب سے حسنی تھے یعنی آپ نجیب الطرفین سادات حسنی و حسینی تھے۔ گیارہ سال کی عمر میں آپ یتیم ہو گئے اور ماں باپ دونوں کا سایہ ایک ہی سال میں سَر سے اُٹھ گیا۔ آپ تین بھائی تھے۔ والد ماجد کے ورثہ سے ایک انگوروں کا باغ اور ایک پن چکی آپ کے حصہ میں آئی۔ مگر آپ نے یہ دونوں چیزیں راہِ خدا میں دے دیں۔ ایک دفعہ ابراہیم نامی ایک مجذوب باغ کے اندر چلے آئے۔ آپ نے انہیں تعظیم سے بٹھایا۔ دست بوسی کی، اور انگوروں کے خوشے

Marfat.com

توڑ کر آگے رکھے۔ مجذوب نے اپنی جیب سے کچھ کھلی نکالی، اپنے منہ میں رکھ کر اسے چبایا اور پھر نکال کر حضرت خواجہ کے منہ میں رکھ دی۔ کھلی کا حلق میں اترنا تھا کہ آپ کا سینہ منور ہو گیا۔ اور آپ کا دل دنیا سے سرد پڑ گیا۔ دو تین دن میں آپ نے باغ اور چکی کو فروخت کر ڈالا اور جو رقم وصول ہوئی اسے درویشوں میں تقسیم کر دیا ۔

اے رفیقِ کوئے زہد از من سرو ساماں مجوئے　　　خاک شد در راہِ خوباں ہر سرو ساماں کہ بود

بوجھ ہلکا ہوتے ہی آپ طلبِ الٰہی میں نکل کھڑے ہوئے۔ اول سمرقند تشریف لے گئے۔ شیخ حسام الدین بخاریؒ سے قرآن شریف حفظ کیا۔ پھر علوم ظاہری کی تحصیل فرمائی۔ بخارا میں کچھ ایام بسر کئے۔

بیعت تحصیل علومِ ظاہری سے فراغت ہوئی تو نواح نیشاپور کے قصبہ ھارون میں حضرت خواجہ عثمان ہرونی قدس سرہٗ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس وقت دیگر اولیائے کرام بھی موجود تھے۔ آپ لکھتے ہیں کہ: "جونہی بندہ نے زمین پر سر رکھا۔ حضرت شیخ نے فرمایا دوگانہ ادا کرو۔ میں نے ادا کیا پھر فرمایا کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ فرمایا سورۃ البقر پڑھو۔ میں نے پڑھا، بعد میں خود کھڑے ہو کر آسمان کی طرف منہ کیا۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کہ میں نے تجھے خدا تک پہنچا دیا۔ جونہی یہ فرمایا، دست مبارک میں قینچی لے کر میرے سر پر چلائی اور چار ترکی کلاہ اس عقیدت مند کے سر پر رکھی اور خاص گودڑی عطا فرمائی پھر فرمایا بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ فرمایا کہ ہمارے خانوادہ میں آٹھ پہر کا مجاہدہ ہوتا ہے۔ آج کی رات اور آج کا دن مجاہدہ میں مشغول رہ۔ آپ کے ارشاد کے مطابق میں نے ایک دن رات گزار دی۔ جب دوسرے دن حضرتِ اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا بیٹھ اور ایک ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ۔ میں نے پڑھی۔ فرمایا اوپر کی طرف دیکھ۔ جونہی میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی آپ نے فرمایا تجھے کیا نظر آتا ہے میں نے عرض کیا کہ عرش عظیم تک سب کچھ دکھائی دیتا ہے۔ پھر فرمایا زمین کی طرف دیکھ۔ جب میں نے زمین کی طرف دیکھا فرمایا کہاں تک دکھائی دیتا ہے، میں نے کہا اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوقات۔ جب میں نے اتنا عرض کیا تو فرمایا؛ جا تیرا کام سنور گیا۔ ایک اینٹ پاس پڑی تھی۔ آپ نے فرمایا اس کو پلٹ۔ میں نے پلٹی تو ایک مٹھی بھر سونے کے دینار تھے۔ آپ نے فرمایا اسے لے جا کر فقیروں کو صدقہ دے۔ جب میں حکم کی تعمیل کر چکا تو فرمایا کہ تو چند روز ہماری خدمت میں رہ۔ میں نے عرض کیا کہ بندہ فرمانبردار ہے۔ پھر حضرت خواجہ نے خانہ کعبہ کا سفر اختیار کیا اور اس دعاگو کو ساتھ لے گئے۔ خانہ کعبہ کی زیارت کے بعد آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے خدا کے سپرد کیا اور میزاب رحمت کے نیچے اس درویش کے بارے میں مناجات کی تو آواز آئی کہ ہم نے معین الدین کو قبول کیا۔ جب وہاں سے لوٹ کر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے

Marfat.com

آئے تو فرمایا کہ سلام کر۔ میں نے سلام کیا۔ تو آواز آئی کہ:

"وعلیکم السلام اے سمندر اور خشکی کے مشائخوں کے قطب!"

جب یہ آواز آئی تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آج تیرا کام مکمل ہوگیا۔

سفر حرمین شریفین اور ہندوستان کی ولایت کا سپرد ہونا

اس کے بعد حضرت معین الدین حسنؒ نے حج کا سفر اختیار کیا اور راستے میں مشائخ زمانہ سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ مکہ معظمہ پہنچ کر آپ نے حج ادا کیا۔ جب مدینہ پہنچے تو روضہ اقدس سے آواز آئی کہ:

"اے معین الدین حسن! تو ہمارے دین کا معین ہے۔ ولایت ہندوستان ہم نے تجھ کو عطا کی۔ جا مقام اجمیر میں اقامت اختیار کر کہ وہاں بہت کفر پھیلا ہے۔ تیری ذات سے کفر دور ہوگا۔ اور اسلام رونق پذیر ہوگا۔"

آپ یہ مژدۂ جانفزا سن کر بہت خوش ہوئے۔ مگر آپ حیران تھے کہ اجمیر کہاں ہے۔ اسی فکر میں آنکھ لگ گئی۔ تو زیارت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔

حضور نے ایک بہشتی انار آپ کو عطا فرمایا کہ جس میں نظر کرنے سے مشرق سے مغرب تک دکھائی دینے لگا۔ اس میں آپ نے اجمیر اور اس کے پہاڑوں کا بھی مشاہدہ کیا۔ اس کے بعد حضور اقدسؐ نے فرمایا تجھے خدا کے سپرد کیا۔ خواب سے بیدار ہوتے ہی آپ نے ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔ راستے میں جو شہر آتا وہاں کے اولیائے کرام سے ملاقات کرتے اور مزارات کی زیارت کرتے۔ عموماً آپ قبرستان میں قیام فرماتے تھے۔ اور راستے میں لوگ جوق در جوق آپ سے فیضیاب ہوتے رہے۔ جب آپ ہرات پہنچے تو ایک باغ میں تالاب کے کنارے قیام فرمایا۔ باغ کا مالک محمد یادگار نامی ایک شیعہ تھا۔ جو ہرات کا حاکم تھا۔ اور بہت سخت ظالم تھا۔ اس نے حضرت اقدس کو دیکھتے ہی چاہا کہ ایذا پہنچائے۔ لیکن جونہی اس کی نظر حضرت کے رخ انور پر پڑی بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ خواجہ بزرگ نے حوض کا پانی اس کے منہ پر چھڑکا۔ تو وہ ہوش میں آیا۔ اور بآواز بلند شیعہ مذہب سے تائب ہوکر آپ کا مرید ہوا۔ اس کے بعد اس نے سارا مال واسباب اور خزانہ بطور نذر خواجہ بزرگ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا یہ تیری ملکیت نہیں ہے۔ جن لوگوں پر ظلم کرکے یہ مال جمع کیا ہے ان کو واپس دو۔ یہ ان کا حق ہے۔ یا پھر خیرات کردو۔ اس نے حکم کی تعمیل کی اور کچھ عرصہ ریاضت اور مجاہدہ کر کے ظاہری و باطنی خلافت سے نوازا گیا۔ وہاں سے آپ حصار شادماں پہنچے اور محمد یادگار کو وہاں مقیم فرما کر سارا علاقہ ان کے سپرد کر دیا۔ صاحب سیر العارفین نے لکھا ہے کہ میں نے حصار شادماں

Marfat.com

جا کر محمد یادگارؒ کے مزار کی زیارت کی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

اس کے بعد آپ بلخ تشریف لائے۔ جہاں حکیم ضیاء الدین ایک عالم رہتا تھا۔ جو اولیاء کرام سے بدعقیدت رکھتا تھا۔ حضرت اقدس نے اس کے مکان کے متصل سکونت اختیار کی۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو جمالِ باکمال کے مشاہدہ سے اس پر اس قدر اثر ہوا کہ دل صاف ہوگیا بیعت ہوا اور فلسفہ کی تمام کتابیں دریا میں پھینک دیں۔ وہاں سے آپ غزنی اور غزنی سے لاہور پہنچے۔ اور حضرت سیدعلی ہجویری المعروف داتا گنج بخش قدس سرہ کے مزار پر انوار پر چلہ کیا مشہور ہے کہ یہ شعر حضرت خواجۂ بزرگ کا ہے ؎

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

اس کے بعد آپ دہلی پہنچے۔ اور دہلی سے اجمیر جا کر سکونت اختیار فرمائی۔ اجمیر شریف میں جو معاملات پیش آئے۔ شادی دیو اور جے پال جوگیوں کی جس شان سے آپ نے ہدایت فرمائی۔ راجہ پتھورا نے جس طرح آپ کو ایذا پہنچانے کی کوشش کی اور آپ کی کرامت سے جس طرح وہ زندہ گرفتار ہوا۔ یہ تمام واقعات کتب تاریخ میں موجود ہیں۔ یہاں دہرانے سے کتاب کی ضخامت زیادہ ہوتی ہے۔

غرضیکہ حضرت خواجۂ بزرگ نہ اپنے ہمراہ کوئی فوج لائے تھے نہ خزانے لائے تھے۔ نہ کسی بادشاہ کا خط ساتھ لائے تھے۔ نہ کسی بادشاہ کی حمایت آپ کو حاصل تھی۔ بلکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا زبانی حکم لے کر آئے تھے۔ خدا کی قدرت، سرورِ کائنات ﷺ کی عظمت، اور خواجہ صاحب کی صداقت کی اس سے زیادہ بین دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ ایک فردِ واحد کو حکم ہوتا ہے کہ کفرستان میں جاؤ اور کفر کی تاریکی کو دور کر کے اسلام کے نور سے اس کو منور کرو۔ ایک فردِ واحد بلا فوج و خزانہ آتا ہے۔ اور سارے ہندوستان کو مسخر کر لیتا ہے۔ اپنی تائید میں نہ کوئی انجمن یا جماعت قائم کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ نہ شہروں اور قصبوں میں ہمدردی کے ریزولوشن پاس کرنے کے لیے جلسے منعقد کرتا ہے۔ نہ چندے کی فہرستیں کھولی جاتی ہیں۔ نہ وفد اور ڈیپوٹیشنوں کی بھرمار ہوتی ہے۔ بلکہ اسلام کی سچی روحانی تعلیمات اور روحانی تصرف کے ذریعے کفار اور مشرکین کے دل بادل کے مقابلہ میں ایسی شاندار فتح اور نصرت حاصل کرتا ہے جس کی مثال کتب تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء تا زمانہ حال، نے اسلام پھیلانے اور خلق خدا کا خداوند عالم سے رشتہ جوڑنے اور قرب و معرفت حق تعالیٰ کے حصول میں جس قدر نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ ان سب کا سہرا بھی حضرت خواجۂ بزرگؒ

Marfat.com

کے سر ہے۔

ہندوستان خواجہ بزرگؒ کو ورثہ میں ملا

سلطان محمود غزنوی نے جس وقت سومنات پر حملہ کیا تو حضرت خواجہ ابو محمد محترم چشتیؒ کو عالم معاملہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اشارہ ہوا کہ سلطان محمود کی مدد کرو۔ چنانچہ حضرت خواجہ ابو محمد محترم چشتیؒ ستر برس کی عمر کے باوجود درویشوں کی ایک جماعت ہمراہ لے کر سومنات تشریف لائے اور محمود غزنوی کے لشکر میں شامل ہو کر کفار کے ساتھ جہاد کیا۔ دورانِ جنگ ایک نازک موقع آگیا اور غلبۂ کفار کا اندیشہ پیدا ہوا۔ حضرت خواجہ ابو محمد محترمؒ نے آواز دی کہ "محمد کاکو جلد پہنچو۔" محمد کاکو آپ کے ایک خاص مرید اور خلیفہ تھے۔ جن کو آپ پیچھے شہر چشت میں چھوڑ آئے تھے۔ محمد کاکو فوراً آپہنچے اور شریکِ جنگ ہوئے۔ محاربہ شدید ہوا۔ اور بالآخر لشکرِ اسلام کو فتح ہوئی۔ اس موقع پر چشت کے لوگوں نے یہ دیکھا کہ محمد کاکو کنوئیں سے پانی بھر رہے تھے اور یک بیک ان کو جوش آگیا۔ مست ہو گئے اور کف دہن سے جاری ہو گیا۔ اور جوش و خروش سے پانی کا ڈول در و دیوار پر زور زور سے مار رہے تھے۔ جب لوگوں نے اس کیفیت کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت میں اپنے شیخ کی طلبی پر سومنات گیا ہوا تھا اور کفار کے ساتھ محاربہ کر رہا تھا۔ اولیاء اللہ کے طے الارض اور بیک وقت کئی مقامات پر موجود اور مصروفِ کار ہونے کی اس طرح کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ اس کی حقیقت سمجھنے کے لیے بصیرت اور فہمِ عرفانی کی ضرورت ہے۔

حضرت ابو محمد محترمؒ چار واسطوں سے حضرت خواجہ بزرگؒ کے پیر ہیں۔ ہندوستان کی خدمت پہلے ہی سے خواجگانِ چشت کے سپرد تھی۔ اور خواجہ غریب نواز اجمیریؒ کو ہندوستان اپنے بزرگوں سے گویا ورثے میں ملا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی یہ پہلی عظیم الشان فتح جو سلطان محمود غزنوی کو حاصل ہوئی حضرت خواجہ ابو محمد محترم چشتیؒ کی برکت اور باطنی تصرف سے ہوئی۔ اور دوسری عظیم الشان اور فیصلہ کن فتح جو سلطان شہاب الدین غوری کو رائے پتھورا پر ہوئی وہ خواجہ بزرگ اجمیریؒ غریب نواز کی دعا و برکت اور باطنی امداد سے ہوئی۔ اللہ نے چاہا تو مسلمانوں کی اہمیت اور غلبہ کسی نہ کسی صورت تا قیامت رہے گا۔ اگرچہ دیگر سلاسل کے مشائخ بھی ملک ہندوستان میں تشریف لاتے رہے ہیں۔ اور ہدایتِ خلق کی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ لیکن چونکہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ سلطان الہندؒ ہیں ان تمام مشائخ کا فیضان بھی حضرت خواجہ اجمیریؒ کے توسط سے ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب روحانی طور پر ایک بزرگ کو کوئی ملک سپرد کیا جاتا ہے تو دیگر سلاسل کے بزرگ، اس بزرگ کی وساطت

Marfat.com

سے فیضان کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہندوستان کی باطنی قیادت ہمیشہ سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں رہتی ہے۔

حضرت غوث الاعظمؒ اور خواجہ بزرگؒ کی ملاقات

خواجۂ بزرگؒ کی دو مرتبہ حضرت غوث الاعظمؒ سے ملاقات ہوئی

ایک مرتبہ تو اوائل حال میں ملاقات ہوئی جبکہ حضرت غوث الاعظم نے آپ کے حق میں دعا فرمائی تھی اور یہ فرمایا تھا:

"ایں مرد مقتدائے مشائخ روزگار خواہد بود کہ بسیاراں از دستش بہ منزلِ کمال برسند بہ مقصدِ اعلیٰ مقرون گردند۔"

یعنی یہ مرد اپنے زمانے کے مشائخوں کا راہبر ہوگا۔ کہ جس کے ہاتھ میں بہت لوگ کمالات کی منزلوں پر پہنچیں گے۔ اور مقاصدِ اعلیٰ حاصل کریں گے۔ اور دوسری ملاقات اس وقت ہوئی جب حضرت خواجۂ بزرگ کی عمر ۵۲ سال تھی۔ اور آپ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے شیخ کے حکم سے حضرت غوث الاعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صاحب 'مراۃ الاسرار' لکھتے ہیں کہ حضرت خواجۂ بزرگ کی خاطر حضرت غوث الاعظمؒ نے مجلس سماع ترتیب دی۔ جب خواجۂ بزرگ پر وجد طاری ہوا تو حضرت غوث الاعظمؒ عصا ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور عصا جنبش میں تھا۔ خادم نے عصا کی جنبش کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ تو دیکھتا نہیں کہ ایک عارف رقص میں ہے اور عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ہر چیز اس کی متابعت میں رقص کر رہی ہے۔ میں اپنی قوتِ ولایت سے تمام عالم کو تھامے ہوتے ہوں۔ ورنہ کائنات کا شیرازہ زیروزبر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ مجلس ختم ہوئی تو ہر دو آفتابِ عالم ایک برج میں جو کہ حضرت غوث الاعظم کا حجرہ خاص تھا۔ داخل ہوئے اور تین شب و روز دونوں میں صحبتِ خاص و محرمانہ گرم رہی۔

نسبتِ محبوبیت' اور وہ شغل جس کی مداومت سے یہ نسبت خاص ہوتی ہے' حضرت غوث الاعظمؒ سے خواجۂ بزرگ کو پہنچا اور شغل سیر وجود اور ھفت علیہ اور شغل اسم ذات مایہ چشتیہ' حضرت خواجہ بزرگ سے حضرت غوث الاعظمؒ کو پہنچے۔ بعض کہتے ہیں کہ ترتیبِ خاص اسمِ اعظم جو حضرت غوث الاعظمؒ کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سینہ بہ سینہ پہنچی تھی' خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کو تلقین فرمائی۔ اور ترتیبِ مخصوص اسمِ اعظم جو خواجۂ بزرگؒ کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سینہ بہ سینہ پہنچی تھی۔ خواجۂ بزرگؒ سے حضرت غوث الاعظم تک پہنچی۔ بعض روایات میں ہے کہ اشغال لطائفِ باطنہ اور شغل سجود قلب اور

Marfat.com

آورد اور ہردو سہ پایہ اور شغل سرگوشی اور ترتیب خاص نگاہداشت برزخ صغریٰ وکبریٰ بھی خواجۂ بزرگ کو حضرت غوث الاعظم سے پہنچے۔

اولیاء اللہ میں تفریق اور مقابلہ کرنا غلطی ہے

اولیاء اللہ کنفس واحدۃ (اولیاء اللہ سب ایک ہیں) ان میں تقسیم یا تنقیص بے ادبی ہے۔ یعنی آپس میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنا اور ایک دوسرے کو فضیلت دینا بہت بُری بات ہے۔ کیونکہ نہ ہم اُن حضرات کے بلند مراتب کو سمجھ سکتے ہیں۔ نہ کسی کی فضیلت جان سکتے ہیں۔ ان کے مراتب کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اور اس بات کو اللہ کے سپرد کر دینا چاہیے۔ حضرت غوث الاعظمؒ اور خواجۂ بزرگؒ کے مراتب میں تفریق کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔ ہمارے پاس ان کے مراتب معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب یہ حضرات ایک دوسرے کو اپنے مخصوص اشغال اور فیضان تفویض کر رہے ہیں تو قادریہ اور چشتیہ سلاسل کے لیے دونوں حضرات مشائخ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور بعد کے زمانوں میں مشائخ قادریہ اور چشتیہ کے مابین نسبتوں کا اس قدر لین دین ہوا کہ زمانہ حال کے چشتی خود بخود قادری بن گئے ہیں اور قادری خود بخود چشتی بن گئے ہیں۔ لہٰذا اکابر اولیاء میں سے کسی ایک سلسلہ کی تنقیص گویا اپنے ہی مشائخ کی تنقیص ہے۔

اقوالِ مبارک

آپ کے بے شمار اقوال میں سے یہاں تبرکاً درج کیے جاتے ہیں۔
آپ فرماتے ہیں:

عاشق کا دل محبت کا آتشکدہ ہے۔ جس میں جو کچھ جاتا ہے جل کر نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ طالب جب واصل حق ہو جاتا ہے تو اس کا جوش و خروش جاتا رہتا ہے۔ جس طرح ندی نالے بڑے زور سے بہتے ہیں۔ لیکن جب سمندر میں پہنچتے ہیں تو ان کی شورش ختم ہو جاتی ہے۔

تین خصلتوں والے کو حق تعالیٰ درست رکھتا ہے۔ اوّل دریا کی سخاوت، دوم آفتاب کی سی شفقت، سوم زمین کی سی تواضع۔

عارفِ حق جس قدر کہ تحیر میں بڑھا ہوا ہوتا ہے، اسی قدر عرفان میں بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

نیکوں کی صحبت نیک کاموں سے بہتر ہے، اور بُروں کی صحبت بُرے کاموں سے بدتر ہے۔

مسلمانوں کو گناہ اتنا ضرر نہیں پہنچاتا جتنا کسی مسلمان کو ذلیل و خوار کرنا!

مرید اس وقت تک توبہ میں پختہ نہیں ہوتا جب بائیں جانب کے فرشتہ کو بیس سال تک گناہ لکھنے کی نوبت نہ آئے۔

Marfat.com

چار چیزیں مرد کی جوہر ہیں۔ اوّل درویشی میں اظہار تونگری، دوم بھوک میں اظہار سیری، سوم غم میں اظہار خوشی، چہارم دشمن کے ساتھ اظہار دوستی۔

مسلمان تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے۔ بیماری اور موت جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے اسے اللہ تعالیٰ اور فرشتے دوست رکھتے ہیں۔ اور بدلہ اس کا بہشت ہے۔

بدبختی کی علامت یہ ہے کہ گناہ کرے اور مقبولیت کی امید رکھے۔

عارفین مثل آفتاب ہیں۔ جو تمام عالم پر سایہ فگن ہیں۔ اور تمام عالم ان کے نور سے روشن ہے۔

بغیر نماز کے سالک منزل قرب کو نہیں پہنچتا، کیونکہ نماز مومن کی معراج ہے۔

ایک مدت تک میں نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ جب میں حق سے واصل ہوا تو کعبہ میرا طواف کرنے لگا۔

عارف اس کو سمجھتے ہیں کہ ہر روز اسرار تجلی کے لاکھوں کرشمے اس پر نازل ہوں تب بھی کچھ اظہار نہ کرے۔

محبت میں صادق وہ ہے کہ جب کوئی بلا اسے پہنچے تو رضا و رغبت سے اسے قبول کرے۔

جب ہم سانپ کی طرح کینچلی سے نکلے تو عاشق، عشق اور معشوق کو ایک پایا۔

ایک بزرگ ایک قبر کے سرہانے بیٹھے تھے۔ اس میت پر عذاب ہو رہا تھا۔ اس بزرگ نے ایک نعرہ لگایا اور جاں بحق ہو گئے۔ اے غافلو! مردوں کے حال سے واقف ہو کر ان کے عذاب کی کیفیت کو دیکھو تو ہیبت کے مارے نمک کی طرح پگھل کر بہہ جاؤ گے۔

کرامات

حضرت خواجہ غریب نواز کی کرامات سے سیرت اور تاریخ کی کتابیں لبریز ہیں۔ یہاں صرف اس کرامت پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو پیشانی مبارک پر یہ لکھا تھا۔ حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ

(خدا کا دوست تھا۔ جو خدا کی محبت میں جاں بحق ہوا)

Marfat.com

شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدّین عمر بن محمدؒ سہروردیؒ

صاحبِ مراۃ الاسرار، شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی قدس سرہٗ کو ان القاب سے یاد کرتے ہیں۔

آں قبلۂ اربابِ بصیرت، آں محقق باسرارِ حقیقت، آں ممتاز لعشق وجوانمردی، غوثِ وقت حضرت شیخ شہاب الدین عمر بن محمّد سہروردی قدس سرہ۔ حضرت محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی اولاد میں سے تھے۔ اور اپنے چچا حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی کے مرید و خلیفہ جانشین تھے۔ حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ لطائف اشرفیہ میں لکھتے ہیں کہ آپ نے خرقۂ خلافت حضرت شیخ ابومدین مغربی سے بھی حاصل کیا۔ امام عبداللہ یافعی فرماتے ہیں کہ آپ اپنے زمانے کے استاد اور یگانۂ روزگار تھے۔ اور محلِ طلوعِ رحقائق الٰہی، منبعِ اسرار لامتناہی، راہ نمائے طریقت، مظہرِ حقیقت، رئیس و بزرگ ترین مشائخ، جامع علومِ ظاہری و باطنی، مقتدائے عارفان عمدۂ سالکان اور عالمِ ربّانی تھے آپ نے جس قدر مجاہدات کیے کسی نے کم کیے ہوں گے۔ علم حدیث میں آپ بے نظیر تھے۔ اور سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی سُنّت آپ سے فوت نہ ہوئی۔ اور جس قدر تصرفات وخوارق آپ سے ظاہر ہوئے ہیں بہت کم صوفیاء سے سننے میں آئے ہیں۔ آپ کے فیض صحبت سے بڑے بڑے اکابر اولیاء وجود میں آئے مثل حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ جو آپ کے بعد مقام غوثی تک پہنچے۔ اور ایک جہان آپ سے فیضیاب ہوا۔ آپ کے اکمل خلفاء میں سے ایک شیخ نجیب الدین برغش شیرازیؒ ہیں۔ آپ کے تیسرے خلیفہ سیّد معز الدین تھے۔ جو عظیم القدر ولی اللہ اور صاحبِ حالِ قوی تھے۔ یہ حضرات ہفت ابدال میں سے تھے۔ اور اسم الٰہی القاہرؒ کی صفت سے موصوف تھے۔ آپ ولایتِ ہندوستان میں قہر و غلبہ سے تصرف کرتے تھے۔ آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار قدس سرہٗ کے زمانے میں بغداد سے ہندوستان تشریف لاتے تھے۔ اور قصبہ سندیلہ میں قیام فرمایا۔ جہاں آپ کا مزارِ مقدّس زیارت گاہِ خلائق ہے۔ صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ میں دو مرتبہ آپ کے مزار پر حاضر ہوا۔ اور اس قدر انعامات پائے کہ دائرہ تحریر سے باہر ہیں۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ شیر بیشۂ حقیقت ہیں جو

Marfat.com

اپنی قوتِ ولایت سے آج تک حکومت کر رہے ہیں۔

نفحات الانس میں مولانا جامیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی مشائخ بغداد کے شیخ تھے۔ آپ نے ابتدائے حال میں حضرت شیخ محیؒ الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی صحبت پائی۔ بلکہ اپنے وقت کے بہت سے مشائخ سے استفادہ کیا۔ آپ بے شمار تصانیف کے مالک ہیں۔ جن میں عوارف المعارف مکہ معظمہ میں لکھی گئی۔ جب کوئی مشکل پیش آتی تو آپ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے طواف کعبہ کرتے تو مشکل فوراً حل ہو جاتی تھی۔ نفحات الانس میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب شیخ سعد الدین حمویؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے محی الدین ابن عربیؒ کو کس طرح پایا فرمایا: نورٌ لانہایت اللہ (اللہ کے نور لامحدود ہیں۔ اور شیخ شہاب الدین سہروردی کے متعلق پوچھا تو فرمایا: نور متابعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حسین السہروردی شیئٌ آخر (یعنی نورِ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں شیخ سہروردی اور چیز ہیں)

آپ اپنی کتاب تکملہ میں فرماتے ہیں کہ جوانی میں مجھے علم الکلام کا بہت شوق تھا۔ اس علم کی چند کتابیں مجھے یاد ہو گئی تھیں اس حد تک کہ میں فقیہہ ہو گیا۔ میرے چچا شیخ ابو نجیبؒ مجھے منع کرتے تھے۔ اور میں باز نہیں آتا تھا۔

ایک دفعہ آپ مجھے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی زیارت کے لیے ساتھ لے گئے اور ان کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا بھتیجا علم الکلام میں مشغول ہے۔ میں نے بہت منع کیا ہے لیکن باز نہیں آتا۔ حضرت شیخ نے فرمایا: اے عمر تم نے کونسی کتاب یاد کر لی ہے ؟ میں نے کہا فلاں فلاں کتاب آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر لگایا۔ واللہ جو کچھ مجھے یاد تھا فوراً بھول گیا۔ اور اس کی بجائے حق تعالیٰ نے مجھ پر علم لدنی کے دروازے کھول دیئے۔ اور حکمت کی باتیں کرتے ہوئے حضرت شیخ سے رخصت ہوا پس آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اے عمر! انت آخر المشہور فی العراق (یعنی تم عراق کے آخری مشہور آدمی ہو گے) شیخ شہاب الدینؒ فرماتے ہیں، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سلطانِ طریقت اور بڑے متصرف بزرگ تھے۔ چنانچہ ان کے بعد شیخ شہاب الدینؒ نے عراق میں بڑی شہرت حاصل کی اور قریب و بعید کے اربابِ طریقت شیخ کی خدمت میں آکر فیضیاب ہونے لگے۔ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں چند روز حضرت شیخ شہاب الدینؒ کی خانقاہ میں رہا۔ ہر روز دیکھتا تھا کہ قریب دس ہزار دینار آپ کی خدمت میں جمع ہو جاتے تھے۔ اور شام تک ایک پیسہ باقی نہ رہتا تھا۔ حضرت خواجہ گنجشکرؒ راحت القلوب میں فرماتے ہیں کہ شیخ شہاب الدینؒ نے چالیس برس تک خلق خدا کے عیوب

Marfat.com

کی طرف نگاہ نہ کی۔ ایک دفعہ اس کے بارے میں آپ سے سوال کیا گیا۔ تو فرمایا کہ لوگوں کے عیب مجھے نظر نہیں آتے۔

مولانا جامی نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ یہ فقیر ابتدائے سلوک میں ریاضتِ شاقہ کرتا تھا۔ اور ہر سلسلہ کے اشغال کرتا تھا۔ اور حق تعالیٰ سے اس کے بانی کے وسیلہ سے امداد طلب کرتا تھا۔ ایک رات بعد از نماز تہجد مسجد میں مشغول تھا۔ کہ حضرت شیخ شہاب الدین نے کمال شفقت سے اکتالیس[۴۱] اسمائے اعظم بالترتیب تلقین فرمائے۔ ان میں سے ایک اسم یہ ہے:

'یادائمُ بلا فناءٍ ولا زوالَ لِملکہٖ ولقائہٖ یامؤکل'

جب میں نے سجدہ سے سر اُٹھایا تو بیداری میں بھی میں نے ایک خوبصورت نوجوان صاحبِ جمال اپنے سامنے کھڑا دیکھا۔ اس نے مجھ سے کہا میں دردائیل مُوکل اِسم یادائم ہوں۔ حضرت شیخ الشیوخ نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ بندہ آپ کی ولایت کا تصرف دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور آپ کا پہلے سے زیادہ گرویدہ ہو گیا۔ آپ سلطانِ طریقت اور برہانِ حقیقت تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کا وصال بروز چہارشنبہ یکم ماہ محرم ۶۳۲ھ خلیفہ مستنصر کے عہد میں ہوا۔

جو لوگ اولیاء کرام کے تصرفات اور روحانی کمالات کا انکار کرتے ہیں ان کے لیے عبرت کا مقام ہے۔

Marfat.com

شیخ اکبر حضرۃ شیخ محیؒ الدین ابنِ عربیؒ

سلسلۂ نسب آپ کا اسم گرامی محمدؒ، ابن عربی کنیت، اور شیخ اکبرؒ و محی الدینؒ، القاب ہیں آپ کا سلسلۂ نسب عرب کے مشہور سخی حاتم طائی سے جاملتا ہے۔ آپ شبِ دو شنبہ بتاریخ ۱۷ رمضان المبارک ۵۶۰ھ ہسپانیہ (سپین) کے شہر مرسیہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی علی بن محمد حاتمی تھا۔

"ابنِ عربی" کی وجہ تسمیہ حضرت شیخ محمد صادق شیبانی" مناقب غوثیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرۃ محیؒ الدین ابن عربی کے والد پچاس برس تک لاولد رہے۔ اولاد کے بے انتہا متمنی تھے۔ پیرانہ سالی کا آغاز ہوا تو آپ اولاد سے مایوس ہو گئے۔ لیکن آپ نے آخری کوشش یہ کی کہ دُور دراز کا سفر اختیار کر کے حضرت الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بغداد حاضر ہوئے۔ اور دعا کی درخواست کی۔ حضرت غوث الاعظم نے دعا فرمائی تو آپ کو یہ الہام ہوا کہ اب ان کے ہاں لڑکا اس صورت میں پیدا ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنی آئندہ اولاد ان کے لیے ہبہ کر دے۔ چنانچہ حضرت غوث الاعظم نے فرمایا کہ میرے صلب میں ابھی ایک لڑکا ہے۔ میں نے تم کو دیا۔ اب جاؤ اور جب لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا اور میں نے اسے اپنا لقب محی الدین بھی دیا ہے۔ وہ امت محمدیہ میں انشاء اللہ ایک جلیل القدر ولی اللہ ہو گا۔

علی بن محمد حاتمی یہ خوشخبری سُن کر گھر پہنچے تو اسی شب ان کی بیوی حاملہ ہوئیں اور نو ماہ بعد شیخ اکبر ناسوتی لباس میں نمودار ہوئے۔ ان کے والد بچہ کو لے کر حضرت غوث الاعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بچہ کو آپ کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضرت اقدس دیر تک بچہ کو پیار کی نظروں سے دیکھتے رہے۔ اور فرمانے لگے کہ یہ میرا لڑکا ہے۔ انشاء اللہ اپنے زمانے کا ولی اور قطب یگانہ ہو گا۔ تصانیفِ جلیلہ اس سے ظہور میں آئیں گی۔ اور توحیدِ الٰہی کے وہ اسرار و غوامض بیان کرے گا جو آج تک کسی نے بیان نہیں کیے۔

چونکہ حضرت غوث الاعظم نے ان کو اپنا بیٹا کہا تھا۔ اس وجہ سے آپ "ابن عربی" مشہور ہو گئے۔

Marfat.com

ابتدائی تعلیم آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں ہوئی۔ اور چونکہ آپ کے والد ماجد علاقے میں ایک ممتاز عالم دین تھے۔ آپ کو بہترین علمی صحبتوں سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع ملا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ اشبیلیہ تشریف لے گئے جو اس زمانے میں علومِ اسلامیہ کا مرکز تھا۔ لیکن جب آپ کی وہاں بھی تشفی نہ ہوئی تو آپ نے مختلف مقامات کا دورہ کیا۔

میزان الاعتدال جلد دوم میں لکھا ہے کہ آپ نے علوم کی تکمیل ابوالحسن بن ہذیل سے کی۔ اور حدیث کی سند بھی وہاں سے حاصل کی۔

اس کے بعد آپ ملکِ شام تشریف لے گئے۔ جہاں آپ کی شہرت آپ سے پہلے پہنچ چکی تھی۔ اور وہاں کے اکثر علماء اور بزرگ آپ کے معتقد ہو گئے۔ اور ملک الظاہر فرمانروائے حلب نے حدیث کی سند آپ ہی سے حاصل کی۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں کہ: "ملکِ مغرب میں بادشاہ کے نزدیک آپ نہایت معزز تھے لیکن یک بیک توفیق اور جذب الٰہی نے آپ کو آلیا۔ اور آپ اچانک جنگل کی طرف نکل کھڑے ہوتے آپ ایک قبر میں مدت تک ٹھہرے رہے۔ قبر سے نکلے تو علوم کے عجیب و غریب اسرار آپ کی زبان پر جاری تھے۔

اس کے بعد آپ برابر سیاحت میں رہے۔ اور مختلف مقامات کا دورہ کرتے رہے اور کتابیں لکھتے رہے۔ فصوص الحکم سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قرطبہ (ہسپانیہ) میں بھی بہت رہے۔ اور انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ حضرت صالح علیہ السلام سے استفادہ اسی مقام پر ہوا۔

تبحر علمی علوم الٰہیہ کے آپ کے سینہ میں موجزن ہونے کا پتہ آپ کے اس خواب سے چلتا ہے جو آپ نے فتوحاتِ مکیہ کی جلد سوم ص۳۷۶ پر بیان کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

"میں نے رؤیا میں دودھ کا ایک چشمہ دیکھا۔ اس کی طرح میں نے سفید ستھرا اور گاڑھا دودھ کہیں نہیں دیکھا تھا۔ میں اس دودھ کے چشمہ میں داخل ہو گیا۔ اور وہ میرے پستان تک پہنچ گیا۔"

بمطابق حدیثِ نبویؐ اور علم تعبیر الرؤیا دودھ سے مراد علم الٰہی ہے۔

آپ کی جامعیت اور محققانہ شان فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ کو قرآن و حدیث میں بہت انہماک رہا۔ شریعت و طریقت کے آپ پورے جامع تھے۔ اور ظاہری شریعت کے آپ انتہا درجہ کے پابند تھے۔ ویسے بھی آپ ظاہری مکتب

Marfat.com

فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ اور شریعت کا بے حد احترام کرتے تھے فصوص الحکم کے مقدمہ میں آپ لکھتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ ان لوگوں سے ہوؤں کہ جب وہ شریعتِ محمدیؐ میں مقید کر دیئے گئے تو خود بھی مقید رہے اور دوسروں کو بھی اس میں مقید رکھا۔ خدا انہی کے زمرہ میں میرا حشر کرے شریعت کے مخالفین سے آپ کبھی بخوشی نہیں ملتے تھے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں کہ:

"آپ ان بزرگوں میں سے تھے۔ جن کا ہمیشہ یہ مسلک رہا ہے کہ جس نے ایک لحظہ کے لیے بھی شریعت کو چھوڑا وہ ہلاک ہوگیا۔"

شیخ اکبرؒ کی ایک دفعہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے ملاقات ہوئی تو کچھ دیر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے رہے اور بظاہر گفتگو کیے بغیر ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئے۔ بعد میں جب لوگوں نے حضرت شیخ شہاب الدینؒ سے پوچھا کہ یہ شخص کیسے تھے۔ تو فرمایا کہ "یہ علم حقائق کے دریا ناپید کنار ہیں۔ جن کا علم ان کے بشرہ سے ظاہر ہے۔ زبان ہلانے کی ضرورت ہی نہیں"۔ جب شیخ اکبر سے لوگوں نے ان کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا:

"از سرتاپا سنتِ نبویؐ اور عاداتِ احمدیؐ سے بھرے ہوتے ہیں۔"

شیخ مجدالدین فیروز آبادی لکھتے ہیں کہ "مجھ کو آج تک نہیں معلوم ہوا کہ کوئی شخص علم شریعت اور حقیقت میں محی الدین ابنِ عربی کے مبلغ علم کو پہنچ گیا ہو۔ وہ طریقت کے علمی اور حالی اعتبار سے امام تھے اور عرفاً اور اصلاً تحقیقات میں شیخ اور عارفین کے علم کو یہ عملاً اور اسماً زندہ کرنے والے تھے۔ جس کی فکر نے ان کی بزرگی اور بلند پائیگی میں تھوڑا سا بھی پس وپیش کیا وہ غرق ہوگیا۔ کیونکہ وہ ایسے دریا ہیں جس میں ڈول کبھی مکدر نہیں ہوتا۔ اور ایسے ابر ہیں کہ کسی ستارہ کے طلوع و غروب سے وہ رک نہیں سکتے۔ ان کی دعا یا بد عا ساتوں آسمانوں کو پھاڑ کر اثر کر سکتی ہے۔ تمام آفاق کے موجودات ان کی برکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔ وہ بے شک ہماری تعریف سے بڑھے ہوتے ہیں اور ہمارا قلم ہرگز ان کی تعریف کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

حضرت صلاح الدین صفدیؒ "مصر کی تاریخ" میں فرماتے ہیں کہ:۔

"جسے علم لدنی والے کے کلام کو دیکھنا منظور ہو وہ محی الدین ابنِ عربی کی تصانیف کو دیکھے"۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ:

"ابن العربی جلیل القدر ولی اللہ تھے"۔

شیخ جلال الدین سیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ،

"محی الدین ابنِ عربی عارفوں کے مربی ہیں۔ تنزلات کی روح ہیں اور نبیِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے قدم بقدم چلنے والے ہیں:

امام سبکی کا قول ہے کہ:

"شیخ محی الدین ابنِ عربی آیۃً مِن آیاتِ اللہ تھے اور اس زمانہ کے علم و فضل کی کنجی انہی کے ہاتھ تھی"

خرقۂ خلافت حضرت شیخ اکبر کو خرقہ ایک واسطہ سے حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ سے ملا۔ اور ایک واسطہ سے خرقہ آپ کو حضرت خضر علیہ السلام سے ملا۔ اور ایک نسبت آپ کو حضرت خضرؑ سے بلاواسطہ بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کا مذہب مالکی تھا۔

تصانیف حضرت ابنِ عربیؒ کی تصانیف دریائے ذخار ہیں۔ جن میں حقائق و معارف کے ایسے انمول موتی پائے جاتے ہیں۔ جو کسی اور کی تصانیف میں نہیں میسر آتے۔ مجدد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں کہ جس نے اُن کا زیادہ شغل رکھا دقائق علم سے آگاہ ہوا۔

آپ کی تصانیف بے شمار ہیں۔ شیخ فیروز آبادی نے ان کی تعداد ۴۰۰ سے زائد بتلائی ہے۔ ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

تفسیر کبیر:۔ یہ صرف آیۂ مبارک وَعَلَّمْنٰہُ مِن لَّدُنَّا عِلْماً کی ۹۵ جلدوں میں تفسیر ہے۔

تفسیر صغیر:۔ یہ پورے قرآن کی تفسیر محققانہ انداز پر ۸ جلدوں میں ہے۔

الریاض الفردوسیہ:۔ اس میں احادیثِ قدسی جمع کی گئی ہیں۔

الجمع والتفصیل:۔ یہ قرآن کے حقائق میں تفسیر ہے۔

کشف المعنیٰ:۔ یہ اسمائے حسنیٰ کی تفسیر ہے۔

فتوحاتِ مکیہ، فتوحاتِ مدینہ، فصوص الحکم، مواقع النجوم، جذوۃ المقتبس، قصیدہ، محشرات، اسرار العلوم۔

آپ خود اپنی تصانیف کی تعداد ایک رسالہ میں ۲۵۰ بتاتے ہیں۔ اس رسالہ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

"ان کتابوں کی تصنیف سے میرا ارادہ وہ نہیں جو عام مصنفین کا ہوتا ہے۔ بلکہ بعض تصانیف کے لیے حق تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا تھا۔ اور بعض تصانیف میں حق تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر وہ حقائق و معارف وارد ہوئے کہ بیان نہ کرتا تو خود جل جاتا۔"

فتوحاتِ مکیہ کے متعلق آپ جلد اول میں لکھتے ہیں۔ کہ جو حقائق و معارف میں نے اس کتاب

Marfat.com

میں بیان کیے ہیں، وہ مجھ پر طواف یا حرم پاک میں مراقبہ کے دوران وارد ہوئے۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

"ہمیں اس کتاب کی تکمیل کا تاکیدی حکم نافذ ہوا ہے۔ اس وجہ سے اور کام بند کر دیتے تھے۔"

آپ لکھتے ہیں کہ بعض اوقات مجھ پر ایسے قاہرانہ اور ہیبت ناک امور جلوہ گر ہوتے تھے کہ میں بھاگ کر عالم سفلی میں پناہ لیتا تھا۔ اس لیے مجھے حق تعالےٰ کی طرف سے افاقہ مل جاتا تھا۔ اور میں آہستہ آہستہ سب کو قلم بند کر لیتا تھا۔

فتوحاتِ مکیہ کو لکھ کر آپ نے اوراقِ پریشان کو خانہ کعبہ کی چھت پر پھینک دیا اور ایک سال بھر ان کو اسی جگہ رہنے دیا۔ بعد اختتام سال جبکہ ان پر کئی آندھیاں چلیں اور بارشیں ہوئیں مگر اس کتاب کا ایک ورق تک نہ اپنی جگہ سے ہلا اور نہ ہی ایک حرف بارش سے مٹا۔ تب آپ نے اس کو شائع کیا۔

فصوص الحکم کے مقدمہ میں آپ لکھتے ہیں کہ میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دمشق میں خواب میں ۶۲۷ھ میں دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا یہ کتاب فصوص الحکم ہے۔ تم اس کو لوگوں کے پاس لے جاؤ۔ وہ سب اس سے نفع پائیں گے۔ میں نے عرض کیا بسر و چشم، اللہ اور اس کے رسُولؐ اور اولوالامر کی اطاعت واجب ہے۔ پس میں اس کتاب میں وہی القا کرتا ہوں، جو مجھ پر القا ہوا ہے۔ اور میں وہی کچھ وارد کرتا ہوں جو مجھ پر وارد کیا گیا ہے اور میں نہ نبی ہوں نہ رسُول ہوں لیکن میں وارث ہوں اور اپنی آخرت کے لیے زراعت کرنے والا ہوں۔"

فتوحاتِ مکیہ اور فصوص الحکم آپ کی معرکتہ الآراء تصانیف ہیں۔ حضرت خواجہ برہان الدین ابو النصر پارسا بیان فرماتے ہیں:

"فصوص جان ہے اور فتوحات دل ہے، ان حقائق و معارف کا جو شیخ اکبر نے بیان فرمائے ہیں۔"

شیخ کے متعلق غلط فہمی کی وجوہات

حضرت شیخ اکبر کے متعلق بعض علمار کرام کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ آپ کا کلام حال اور بلند روحانی مقامات کی پیداوار ہے۔ اور جو حضرات اس نعمت سے بے بہرہ ہیں، ظاہر ہے کہ وہ نہ ان باتوں کو سمجھ سکتے ہیں، نہ مخالفت سے باز آتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جس زمانے میں حضرت شیخ اکبر کی علمی، ادبی، اخلاقی تربیت ہوئی، اندلس میں سلطانین مؤحّدین کا زور تھا۔ جنہوں نے تقلید پر پابندی لگا رکھی تھی۔ اور آزاد خیالی اور اجتہاد کا دَور دورہ تھا۔ اس فضا میں شیخ اکبر نے بھی تقلید کی تمام شرائط کو روا نہ رکھا۔ جس کی وجہ سے آپ کا کلام

Marfat.com

تقلید کے عادی اصحاب کو ناگوار گزرا بعض حضرات ایسے بھی ہیں جنہوں نے ابتدائے حال میں شیخ سے اختلاف کیا لیکن بعد میں اتفاق پر مجبور ہو گئے۔

الحاق حضرت شیخ سے اختلاف کی ایک وجہ یہ ہوئی کہ بعض مخالفین نے ضد میں آکر ان کے کلام میں الحاق کو روا رکھا۔ جس سے مخالفت میں اضافہ ہوا۔ اس قسم کا الحاق کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ بزدلانہ حملے اہل حق کے خلاف اکثر ہوتے رہتے ہیں۔ بعض فتنہ پردازوں نے امام احمد بن حنبلؒ کے تکیہ کے نیچے آپ کے مرض الموت کے وقت جھوٹے عقائد لکھ کر رکھ دیئے تھے لیکن چونکہ لوگ آپ کے عقائد سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ یہ فتنہ نہ اُٹھنے پایا۔ امام غزالیؒ، شیخ الاسلام مجد الدین مراد آبادی، شیخ عبد الوہاب شعرانی کے ساتھ بھی یہی سلوک ہو چکا ہے۔ زمانۂ حال میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی کتابوں میں بھی الحاق ہو رہا ہے۔ اور بعض رسائل مثل تحفۃ الموحدین بھی حضرت شاہ صاحب سے منسوب کیے جا رہے ہیں۔ حالانکہ تحفۃ الموحدین آپ کے ان مسلمہ عقائد کے خلاف ہے جو آپ کی دیگر تصانیف مثل حجۃ اللہ البالغہ، انفاس العارفین، فیوض الحرمین، لمعات، سطعات وغیرہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ اور صاف جعلسازی پر دلالت کرتے ہیں۔

شیخ کے مدّاحین حضرت شیخ اکبر کے مداحین میں وہ حضرات شامل ہیں جن کے علم و فضل اور عقائد کی ساری دنیا قائل ہے۔ مثلاً شیخ عبد الوہاب شعرانیؒ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ الاسلام مجد الدینؒ فیروز آبادی، حضرت کمال الدین زملکانیؒ، حضرت قطب الدین حمویؒ، حضرت صلاح الدین صفدیؒ، حضرت شیخ موید الدین خجندیؒ، امام فخر الدین رازیؒ، امام نوویؒ، امام یافعیؒ، شیخ جلال الدین سیوطیؒ، شیخ محمد شاذلیؒ، شیخ سراج الدین مخدومیؒ، قاضی القضاۃ شمس الدین خونجیؒ، امام سبکی، سراج بلقینیؒ، عماد ابن کثیرؒ، مولانا جلال الدین رومیؒ، مخدوم علی مہائمیؒ، مولانا عبد الرحمن جامیؒ، شیخ عبد الکریم جیلیؒ، شاہ محب اللہ الہ آبادیؒ، شاہ عبد القدوس گنگوہیؒ، خواجہ باقی باللہؒ، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور ہزاروں دیگر علماء و مشائخ۔ عصر حاضر کے ایک بزرگ مولانا اشرف علی تھانویؒ جو دیوبندی ہیں اور وہابی مشہور ہیں، نے شیخ اکبر کی حمایت میں ایک پوری کتاب لکھی ہے جس کا نام الطیب العربی ہے۔ نیز برصغیر میں غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن خان بھوپالی بھی شیخ اکبر کے مداح تھے۔ غیر مقلدین کے ایک اور امام قاضی محمد بن علی شوکانی یمنی بھی شیخ اکبر کے مداح ہیں۔ نواب صدیق خاں نے اپنی کتاب المُعتقَد المُنتقَد میں لکھا ہے:

"ہمارے شیخ امام محمد بن علی شوکانیؒ پہلے شیخ اکبر کے حق میں منکر تھے۔ پھر چالیس برس کے بعد

Marfat.com

رجوع کیا۔ اور کہا کہ ان کی تکفیر جائز نہیں۔ وللہ الحمد، ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ شیخ اکبر امام اور ولی اللہ تھے اور کسی مسلمان کو ان کی تکفیر کا حق نہیں پہنچتا۔"

اگرچہ امام عبداللہ ذہبی شیخ اکبر کے مخالف تھے۔ لیکن جب کسی نے ان سے پوچھا کہ کیا یہ سچ ہے کہ شیخ اکبر نے فصوص الحکم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لکھا۔ تو انہوں نے کہا کہ ایسا شخص کبھی جھوٹ نہیں کہہ سکتا۔

روایت ہے کہ ایک فقیر نے شیخِ اکبر سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا میرے پاس اور تو کچھ نہیں یہ مکان حاضر ہے۔ فقیر نے مکان قبول کر لیا۔ اور آپ مکان سے باہر نکل کر بیٹھ گئے۔

ایک دفعہ ایک شخص فوت ہوا جو دن میں کئی بار شیخ کو گالیاں دیتا تھا۔ آپ نے کھانا پینا ترک کر دیا اور بیت اللہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ اور دعا کی کہ یارب میں اس وقت تک نہ کھانا کھاؤں گا نہ پانی پیوں گا جب تک تو اسے بخش نہیں دیتا۔ ایک دن رات کے بعد جب غیب سے آواز آئی کہ ہم نے اسے بخش دیا تو شیخ نے کھانا کھایا۔

وصال شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کا وصال شب جمعہ ۲۲ ربیع الثانی ۶۳۸ھ کو شہر دمشق میں ہوا۔ مزار کوہ قاصیون کے دامن میں واقع ہے جو آج کل صالحیہ کے نام سے مشہور ہے

Marfat.com

خواجۂ بزرگ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ

صاحبِ مراۃ الاسرار حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ سرہٗ کو ان القاب سے یاد کرتے ہیں:

"آں سر حلقۂ عارفانِ احوال، آں غریقِ مشاہدۂ ذوالجلال، آں باتفاق ہادیٔ حق پسند قطب اولیاءؒ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند" آپ کا اسمِ گرامی محمد بن محمد البخاریؒ ہے۔ آپ کا شمار اکابر اولیاء کرام میں سے ہے آپ بڑے بلند ہمت اور عالی شان بزرگ تھے۔ اور نفسِ قاطع رکھتے تھے۔ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ آپ سے منسوب ہے۔

آپ تھوڑی سی توجہ سے ساکنانِ سفلی کو مقاماتِ علوی پر پہنچا دیتے تھے۔ مولانا جامی نفحات الانس میں تحریر فرماتے ہیں:

"اگرچہ آپ کو خواجہ محمد بابا سماسیؒ نے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا تھا اور میر سید کلال نے آپ کی تربیت فرمائی تھی۔ لیکن سب سے زیادہ فیض آپ کو حضرت عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کی روحانیتِ پاک سے ہوا۔"

اصحابِ قبور سے روحانی فیض اور تربیت حاصل کرنے کا یہ ایک اور ثبوت ہے جس کے حاصل کرنے والے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند ہیں۔ اور تصدیق کرنے والے حضرت مولانا جامی جیسی ہستی ہیں مولانا جامی نے مفصل لکھا ہے کہ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ نے ذکرِ خفی اور حقائق سلوک کے علاوہ آپ کو وصیت فرمائی کہ متابعتِ سنت میں کمربستہ رہیں۔ اور ہر حال میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کریں اور احادیثِ نبویؐ کو اپنا لائحۂ عمل بنائیں۔ اس سے اس بات کی مزید تصدیق ہوتی ہے کہ صوفیاء کرام کا لائحۂ عمل شریعتِ محمدی اور سنتِ نبویؐ کی سخت پابندی تھی۔ اس سے بھی تصوف پر بیرونی اثرات کی من گھڑت کہانیوں کی تردید ہوتی ہے۔

کتاب مقامات میں حضرتِ اقدس کی زندگی کے مکمل حالات درج ہیں۔ تفصیل کے خواہشمند حضرات اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ یہاں صرف مختصر حالات قلمبند کیے جاتے ہیں۔

Marfat.com

حالاتِ زندگی

آپ کی ولادت باسعادت محرم ۷۱۸ھ میں قصرِ عارفان میں ہوئی اور وصال بروز دوشنبہ ۳ ماہ ربیع الاوّل ۷۹۱ھ کو ہوا۔ اور قصرِ عارفان میں دفن ہوئے جو بخارا سے ایک میل دُور ہے (رحمۃ اللہ علیہ)

آپ کی عمر چار سال تھی کہ آپ سے خوارق (کرامات) کا ظہور ہونے لگا۔ ان ہی ایام میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ حکیم اتا جو ترکستان کے مشائخ میں سے تھے۔ آپ کو درویشی کی تلقین کر رہے ہیں۔ بیدار ہونے پر اس درویش کی شکل آپ کے سامنے تھی۔ ایک دن بخارا کے بازار میں ان سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے ان کو پہچان لیا لیکن صحبت میسّر نہ آئی۔ جب گھر گئے تو رات کو ایک قاصد نے آکر کہا کہ خلیل نامی ایک بزرگ آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ آپ فوراً ان کے پاس پہنچے اور اپنا خواب بیان کرنا چاہتے تھے کہ انہوں نے ترکی زبان میں فرمایا کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے مجھے معلوم ہے۔ حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ اس بات سے میرے دل میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہوگئی۔ اور میرے دل میں ان کے لیے ایک قوی نسبت پیدا ہوگئی۔ نیز آپ کی صحبت سے عجیب وغریب چیزیں سامنے آنے لگیں۔ میں چھ سال ان کی خدمت کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ بزرگ ماوراء النہر کے بادشاہ ہوگئے اور سلطان خلیل کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس حالت میں بھی ان کی خدمت کرتا رہا۔ اور قیام بادشاہی میں ان سے عجیب وغریب حالات مشاہدہ میں آتے رہے۔ اور مجھے بے حد فائدہ حاصل ہوا۔ اس کے بعد میں نے مزید چھ سال ان کی صحبت میں گزارے۔

جب آپ سلطان خلیل سے جُدا ہوئے تو حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کی روحانیت نے آپ کو ذکرِ خفی کی تعلیم شروع کی۔ اس کے بعد آپ حضرت میر سید کلالؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بھی ذکرِ خفی کی تعلیم دی۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ذکرِ جہری کی تعلیم

اس کے ساتھ آپ ذکرِ جہری بھی کرتے تھے خواجہ محمود ابحر فغنویؒ کے زمانے سے لیکر امیر سید کلالؒ تک سلسلۂ نقشبندیہ میں ذکرِ جہری کا رواج رہا لیکن خواجہ نقشبند کے زمانے میں ذکرِ خفی شروع ہوگیا[1]۔ آپ نے کئی برس امیر سید کلال کی خدمت میں رہ کر سلوک کی تکمیل کی اور خلافت حاصل کی۔

شیخ قثم سے خلافت

اس کے بعد آپ شیخ قثم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو شیخ احمد یسویؒ

۱۔ مراۃ الاسرار۔

Marfat.com

کے سلسلہ کے بزرگ تھے۔ ان کی خدمت میں دو تین ماہ رہ کر خلافت حاصل کی۔

حضرت خواجہ نقشبند اپنی کتاب مقامات میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے حق تعالیٰ کے ایک دوست سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے کہا تم خدا کے دوست معلوم ہوتے ہو۔ میں نے عرض کیا خواہش تو یہی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ صحرا میں چلے جاؤ۔ جہاں تمہارے نفس کی امیدیں منقطع ہو جائیں گی۔ تین دن کے بعد تم کو برہنہ گھوڑے پر ایک شاہسوار ملے گا۔ اسے سلام کر کے آگے چلے جانا۔ جب تین قدم جاؤ گے تو وہ کہے گا کہ اے جوان میں نے تمہارا قرض ادا کرنا ہے۔ لے لو۔ لیکن ان کی طرف التفات نہ کرنا۔ اس کے بعد میں صحرا میں گیا۔ اور جو کچھ انہوں نے فرمایا تھا وہی مشاہدہ کیا۔

محتاجوں کی خدمت

اس کے بعد اس بزرگ نے فرمایا کہ ضعیفوں اور ناتواں، محتاجوں اور دل شکستگان کی دل جوئی میں کمر بستہ ہو جاؤ۔ اور ان کے ساتھ عجز و نیاز سے پیش آؤ۔ میں نے حکم کی تعمیل کی اور کافی مدت تک اس طریقے سے سلوک طے کرتا رہا۔

حیوانات کی تیمارداری

اس کے بعد انہوں نے فرمایا حیوانات کی تیمار داری کرو کیونکہ یہ بھی مخلوقِ خدا ہے۔ اور حق تعالیٰ کو ان کی دلجوئی بہت مطلوب ہے۔ جہاں جنگلی جانور دیکھو اس کے علاج میں کما حقہٗ کوشاں رہو۔ چنانچہ ایک مدت تک یہ کام کرتا رہا۔ جہاں کہیں مجھے ایسا جانور ملتا۔ اس کو جانے دیتا اور رات کے وقت سموں کے نشان تلاش کر کے جاتا اور علاج کرتا سات سال تک یہی کرتا رہا۔

کتوں سے نیاز

اس کے بعد اس بزرگ نے فرمایا کہ اس درگاہ کے کتوں کے ساتھ نیاز سے پیش آؤ۔ اور ان سے مراد طلب کرو۔ اس اثناء میں تجھے ایک کتا ملے گا جس سے تجھے مراد حاصل ہو گی۔ یہ اشارہ پا کر میں نے اس خدمت کو غنیمت سمجھا اور دل وجان سے کمربستہ ہو گیا۔ ایک رات میں نے ایک کتا دیکھا۔ اسے دیکھتے ہی میرا حال دگرگوں ہو گیا۔ میں نہایت عجز سے اس کے پاس گیا۔ اور مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔ اس وقت وہ کتا بیٹھ کے بل سو گیا۔ اور اپنا منہ اور چار پاؤں آسمان کی طرف کر کے رونے کی آواز نکالنے لگا۔ میں نے بھی نیاز کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھا لیے اور آمین کہتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ خاموش ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اس سے مجھے سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت شیخ سعدی نے اسی مقام کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

زاں ہر ملک شرف داشتند   کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

(کاملین اس لیے فرشتوں پر سبقت لے گئے۔ کہ انہوں نے اپنے آپ کو کتوں سے بہتر نہ سمجھا)

Marfat.com

حضرت خواجہ اپنی کتاب مقامات میں فرماتے ہیں کہ ان ایام میں مَیں نے ایک اور جانور دیکھا۔ جسے اصحاب برست کہتے ہیں۔ مَیں نے دیکھا کہ وہ سورج کے مشاہدہ میں مستغرق کھڑا ہے۔ اور اس پر ایک خاص حالت طاری ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اس سے بھی دعا کرا لوں۔ چنانچہ میں نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اس کے پاس گیا۔ اور کھڑا ہو گیا۔ اور دونوں ہاتھ دعا میں اٹھا لیے۔ کچھ دیر بعد وہ جانور استغراق سے باہر آیا۔ اور اپنی پیٹھ زمین پر رکھ کر منہ آسمان کی طرف کیا اور دیر تک پڑا رہا۔ میں آمین کہتا رہا۔

راستوں کی صفائی

اس کے بعد اس بزرگ نے فرمایا کہ اب راستوں کی طرف مشغول ہو جاؤ۔ ان کو لوگوں کے لیے صاف رکھو۔ چنانچہ میں اس کام میں مشغول ہو گیا۔ اور سات سال تک میرے آستین اور دامن خاک آلودہ رہے۔ مولانا روم نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

در بہاراں کے شود سرسبزہ سنگ   خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

(بہار کے موسم میں پتھر پر کب سبزہ پیدا ہو سکتا ہے۔ مٹی بن جا تا کہ تجھ سے رنگ رنگ کے پھول ظاہر ہوں)

اس حکایت سے ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت خواجہ نقشبندؒ کو تمام اشیاء کی حقیقت سے آگاہ فرمایا۔ صوفیاء کے نزدیک یہ مقام نہایت بلند ہے۔ اور اس کے اُوپر کوئی مقام نہیں۔ بزرگان جب اس مقام پر پہنچتے ہیں تو چین نہیں لیتے۔

اس کے بعد حضرتِ خواجہ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے اور ایک جہان آپ سے فیضیاب ہوا۔ اور اکثر اصحاب مثل خواجہ علاؤالدین عطارؒ خواجہ محمّد پارسا وغیرہم مرتبۂ تکمیل کو پہنچے۔

اقوال مبارک

نفحات الانس میں مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی نے حضرت خواجہ نقشبند سے پوچھا کہ آپ کی درویشی موروثی ہے یا مکتسب۔ فرمایا: بحکم جذبۃٌ مِن جذباتِ الحق (یعنی حق تعالیٰ کے جذب اور کشش کا نتیجہ ہے) اس کے بعد آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے طریق میں ذکر جہری، سماع اور خلوت ہوتے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ ہمارے طریقے کی بنیاد ان امور پر ہے:۔

خلوت در انجمن، ظاہر و باطن باحق۔ از دروں شو آشنا از بروں بیگانہ وش۔ ایں چنیں زیبا روش کم بود اندر جہاں۔ نیز فرمایا: ہمارا طریقہ صحبتِ شیخ ہے۔ خلوت و گوشہ نشینی میں خواہ مخواہ کی شہرت ہے۔ اور شہرت میں آفت ہے۔ خیریت جمعیّت میں ہے۔ اور جمعیّت (قربت تام) صحبت شیخ کے بغیر حاصل

Marfat.com

نہیں ہوتی۔

فرمایا: سنتِ نبویؐ پر چلنا بہت بڑا کام ہے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور صحابہ کرام کی اقتدا۔ دونوں مختصر کام ہیں لیکن اس میں نفع عظیم ہے۔

فرمایا: لا الٰہ میں الٰہ نفس (خودی) کی نفی اور الا اللہ میں حق جل جلالہٗ کا اثبات ہے اور محمد رسول اللہ کا مطلب اپنے آپ کو فَاتَّبِعُونِی (اتباعِ نبوی) کے مقام پر لانا ہے۔ ذکر کا مقصد کلمہ توحید تک رسائی ہے۔ اور کلمہ توحید کا مقصد ماسوٰی کی بالکل نفی ہے۔ اس سے زیادہ نہیں کہا جا سکتا۔

نیز فرمایا: سرِ توحید تک پہنچنا آسان ہے لیکن سرِ معرفت تک رسائی مشکل ہے[1]۔

فرمایا: حضرت عزیزان (خواجہ علی رامیتنی) قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ اس طائفہ کے نزدیک دنیا مثل دسترخوان کے ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی پشت[2] کی مانند ہے۔ کہ کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں ہوتی۔

آپ کی کرامات مثل مُردوں کو زندہ کرنا بے شمار ہیں۔

لفظ نقشبند کی وجہ تسمیہ

بعض کہتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ نے آپ کو سید امیر کلال کے سپرد فرمایا تو فرمایا تھا کہ "نقشبند"! اسی وجہ سے آپ کو نقشبند کہتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ہر طالب جو صدق دل سے آپ کے پاس جاتا اس کے دل میں نقش معنوی بندھ جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے مطلوب کے ساتھ پیوست ہو جاتا تھا۔ اس وجہ سے آپ کو نقشبند کہتے ہیں۔ بعض کا خیال یہ ہے کہ آپ اپنے مریدین کو نقش اسم اللہ لکھ دیتے تھے۔ تاکہ قلب صنوبری پر اس کا تصور جم جائے۔ اور القلوبُ بیت اللہ کے مصداق اس کا دل نور سے بھر جائے۔ لیکن حضرت خواجہ عبدالرزاق بن خواجہ عبیداللہ احرارؒ فرماتے ہیں کہ رزقِ حلال کی خاطر باقی بزرگوں کی طرح آپ بھی بند بافی یا قالین سازی کا کام کرتے تھے۔ اس لیے نقشبند مشہور ہو گئے۔

---

[1] سرِ توحید فنا فی اللہ جس کا حصول آسان ہے لیکن سرِ معرفت کنہ ذات تک پہنچنا ہے جو محال ہے۔

[2] یعنی ساری دنیا بیک وقت دیکھی جا سکتی ہے۔ مرد کامل کی نگاہ سے۔ یہاں علم غیب کے جھگڑے ہی ختم ہو گئے کیونکہ مومن کی نگاہ سے کوئی چیز غیب نہیں۔ لہٰذا ان کے علم کو علم غیب کہہ کر شرک قرار دینا بے سود ہے۔ اس کا ثبوت حدیث قدسی بی یسمع، بی یبصر ہے۔ جس میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندۂ مومن میری آنکھوں سے دیکھتا ہے اور میرے کانوں سے سنتا ہے۔ ہر کام میری دی ہوئی قدرت سے کرتا ہے۔ پس جو اللہ کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں ان کے لیے کیا مشکل ہے۔

Marfat.com

سماع کے متعلق آپ کا عقیدہ

جب کسی نے آپ سے سماع کی حلت یا حرمت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ من نہ انکار مے کنم نہ ایں کار مے کنم[1] (یعنی نہ میں سماع کا منکر ہوں اور نہ سماع سنتا ہوں)

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ آپ کی نماز جنازہ میں کون سی آیات پڑھی جائیں تو آپ نے فرمایا کہ آیات تو پڑھنا تو بڑا کام ہے یہ شعر پڑھنا ؎

چیست ازیں خوشتر در ہمہ آفاق ! — کہ دوست رسد نزد دوست یار بہ نزدیک یار

لیکن میرے جنازے پر یہ شعر پڑھنا ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو — شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

حضرت خواجہ بزرگؒ کا بلند مقام

حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ کے بلند مقام کا اس رباعی سے پتہ چلتا ہے۔ جو آپ اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

تا حق بہ دو چشم نہ بینم ہر دم — از پائے طلب نمے نشینم ہر دم
گویند خدا بچشم سر نتواں دید — آں ایشانند من چنینم ہر دم

جب تک میں حق تعالیٰ کو ان جسمانی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں۔ طلب سے باز نہیں آتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو جسمانی آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ یہ آپ کی اپنی بات ہے میرا حال وہی ہے جو میں نے بیان کر دیا[2]

---

[1] نقشبندی حضرات میں بعض نے سماع سنا ہے لیکن اکثر نے نہیں سنا کیونکہ اس سلسلہ میں مراتب ذکر خفی اور خاموشی سے طے ہوتے ہیں۔ چونکہ یہ سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق سے جاری ہوا ہے۔ آپ کی طبیعت میں خاموشی تھی۔ جو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی خصوصیت ہے۔

[2] اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کا دیدار قیامت میں ممکن ہے۔ اس جہان میں ممکن نہیں۔ لیکن اہل بصیرت اولیاء اللہ کا موقف جو مشاہدہ پر مبنی ہے یہ ہے کہ اس دنیا میں بھی دیدار ممکن ہے۔ لیکن سِرّ کی آنکھوں سے (باطنی آنکھوں سے) نہ کہ سَر کی آنکھوں سے (جسمانی آنکھوں سے)
لیکن حضرت خواجہ بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھے ان جسمانی آنکھوں سے دیدار نصیب ہوتا ہے۔ یہ بھی صحیح ہے۔ مولانا محمد قاسم (بانیٔ دیوبند) اپنی ایک تقریر موسوم "تقریر دلپذیر" میں لکھتے ہیں کہ اس دنیا میں جسمانی آنکھوں سے بھی دیدار الٰہی ممکن ہے۔ کیونکہ جسمانی آنکھوں میں جو قوت بینائی ہے وہ بھی روحانی بصیرت پر مبنی ہے۔ جب آدمی مرجاتا ہے اور روح جسم سے جدا ہو جاتی ہے۔ تو مردہ آدمی اس لیے نہیں دیکھ سکتا کہ اس کے اندر روحانی بصیرت باقی نہیں ہوتی۔ اس طرح مولانا محمد قاسم کے پیر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے شمائم امدادیہ (مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی) میں فرمایا ہے کہ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ جب مشاہدۂ حق ہوتا ہے تو خواہ جسمانی آنکھیں کھلی ہوں یا بند مشاہدہ جاری رہتا ہے۔

Marfat.com

ہماری دیگر تصانیف

پتہ

۱۔ سِرِّ دلبراں (مصنف) قطب زماں حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہؒ — محفل ذوقیہ ۲۶ سی سیکٹر اے ۱۴ نارتھ کراچی ۳۶

۲۔ تربیۃ العشاق ملفوظات 〃 〃 〃 — نزد سخی حسن قبرستان 〃 〃

۳۔ برزخ (مصنف) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۴۔ مضامین ذوقی (اردو) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۵۔ مضامین ذوقی (انگلش) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۶۔ بادہ و ساغر (روحانی ناول) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۷۔ اسلامک سپریچو الزم (انگلش) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۸۔ نیو سر حلائٹ آن ویدک ایرینز 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۹۔ حقیقتِ تصوّف (اردو) 〃 〃 〃 — بزم اتحاد المسلمین ۸۰۔بی طارق روڈ لاہور چھاؤنی

۱۰۔ انر ایسپیکٹس آف فیتھ (مصنف) حضرت شاہ شہید اللہ فریدیؒ — محفل ذوقیہ ۲۶ سی سیکٹر اے

۱۱۔ ایوری ڈے پریکٹس اِن اسلام 〃 〃 〃 — ۱۴ نارتھ کراچی ۳۶ نزد سخی حسن قبرستان

۱۲۔ مارل میسج آف گاڈ اینڈ ہز پرافٹ (مجموعہ احادیث) 〃 〃 〃 〃 〃

۱۳۔ مقام گنجشکرؒ (مصنف) مولانا الحاج کپتان واحد بخش سیال ربانی 〃 — بزم اتحاد المسلمین لاہور

۱۴۔ اسلامک صوفی ازم (انگلش) 〃 〃 〃 — ۸۰۔بی طارق روڈ لاہور چھاؤنی

۱۵۔ پاکستان کی عظیم الشان دفاعی قوت 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۱۶۔ مشاہدۂ حق 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۱۷۔ عظمتِ اہل بیت رسولؐ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۱۸۔ شرحِ لوائح جامیؒ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۱۹۔ مسئلہ وحدت الوجود و وحدت الشہود 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۲۰۔ مراۃ الاسرار (تصوف کی ایک ہزار سالہ تاریخ) (مصنف) شیخ عبدالرحمٰن چشتیؒ 〃 〃 〃 〃

۲۱۔ اقتباس الانوار (تاریخ صوفیاء چشتیہ صابریہ) (مصنف) حضرت محمد اکرم قدوسیؒ (زیر طبع) 〃 〃 〃

۲۲۔ جوامع الکلم (اردو ترجمہ) مصنف: حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو درازؒ (زیر طبع) 〃 〃 〃

۲۳۔ مکتوبات قدوسیہ (اردو ترجمہ) (زیر طبع) 〃 〃 〃

۲۴۔ مقابیس المجالس (ملفوظات) حضرت خواجہ غلام فریدؒ دوسرا ایڈیشن (زیر طبع) 〃 〃 〃

۲۵۔ تذکرہ حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۲۶۔ تلقین لدنی (اردو ترجمہ) مصنف: حضرت شیخ محکم الدین سیرانیؒ — اردو اکیڈمی معرفت شہاب دہلوی صاحب ماڈل ٹاؤن اے۔ بہاولپور

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com